

سوانح حیات قطب اللہ شاہ الہکویں

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قادری

صلى الله
عليه وسلم

محمد عارف شاہ

دارالحدیث دارالعلوم دیوبند

مترجمہ

امام الزاحدین العارفين حضرت امام قاضی محمد زاهد حسینی مدظلہ العالی

فہرست مضامین چراغ محمدی علیہ السلام

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حصہ اول	
۱	الاهداء	۸
۲	پیش لفظ از جانشین امام الزماہریں حضرت مولانا فاضل محمدزاد ابراہیم حسینی نور اللہ مرقدہ	۹
۳	حدیث عقیدت، حضور شیخ العربیہ و انجم مولانا سعید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ	۱۵
۴	عکس جمیل	۱۶
۵	مقدمہ بار دوم از مرتبہ چراغ محمدی علیہ السلام	۱۸
۶	چراغ محمدی علیہ السلام مشاہیر امت کا نظر میں	۲۰
۷	علمی و دینی تحقیقاتی اداروں کا چھپرہ چراغ محمدی علیہ السلام پر تبصرہ	۲۳
۸	مقدمہ رابع — (ب) ہذا میں فضیل مآب	۲۴
۹	مقدمہ راج (حضرت مدنیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کا تعلق)	۲۰
۱۰	برصغیر پر دینی اقدار شانے کے بے دو حملے	۲۶
۱۱	ہندوستان جنت نشان پر انگریزوں کے قبضہ کی فتنہ داستان	۵۶
۱۲	جنگ آزادی میں مجاہدین امراد کی قربانی اور علامہ کرام کا قاتلانہ کردار	۵۸
۱۳	حضرت مدنیؒ کی جہد از حیثیت	۵۹
۱۴	آخری مغلیہ فرمانروا بہادر شاہ ظفر کی ہندوستانیوں کے نام لپیٹ	۶۰
۱۵	بہادر شاہ ظفر کی جلاوطنی اور حسرتناک موت	۶۱
۱۶	دارالعلوم دیوبند کی خدمات کا مختصر تذکرہ	۶۷
۱۷	حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا سلسلہ نسب	۶۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۷۵	حضرت مدنی کے والد ماجد مولانا حبیب اللہ نور اللہ مرقدہ کا مختصر تذکرہ	۱۸
۸۳	حضرت مولانا حبیب اللہ نور اللہ مرقدہ کی اولاد	۱۹
۸۴	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ	۲۰
۸۵	دارالعلوم دیوبند میں خواندہ کتب کا نقشہ	۲۱
۹۲	دارالعلوم دارالصاب دارالعلوم کی جامعیت (ایک انگریز جاسوس کے دلچسپ شہادت)	۲۲
۹۸	دارالعلوم دیوبند کا دینی مزاج	۲۳
۱۰۰	قیام دینہ منورہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشاغل	۲۴
۱۱۰	مختصر تذکرہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ	۲۵
۱۱۱	مسکب حق کے خلاف عظیم سازش کا دفاع (پس منظر اور مختصر تذکرہ)	۲۶
۱۱۹	حضرت شیخ الہند کی روایتی دھماکے و جوش	۲۷
۱۲۶	ریشمی دعائے کی تحریک	۲۸
۱۲۹	نمونہ عرضداشت جمعیتہ جزیبہ اللہ	۲۹
۱۳۱	نقل فرمان غالب پاشا دگور جہاز شریف	۳۰
۱۳۲	اسارت ماٹا اور اس کے وجوہ	۳۱
۱۳۹	جزیرہ ماٹا اور اسارت خانہ ماٹا کا تعارف (از انڈیا آفس لندن)	۳۲
۱۴۱	اسیران ماٹا کا تعارف (از انڈیا آفس لندن)	۳۳
۱۴۵	اسارت ماٹا میں ابتلا و استقلال اور دیگر مشاغل	۳۴
۱۵۳	اسارت ماٹا میں عرب و ہندوستان کے حالات کا خلاصہ	۳۵
۱۶۱	ماٹا سے ہندوستان شریف آوری اور مشاغل	۳۶
۱۶۲	حضرت شیخ الہند کے سیاسی طرز عمل میں تبدیلی	۳۷
۱۶۹	خلافت کے موضوع پر حضرت مدنی کے خطبات و سہارے کا خلاصہ	۳۸
۱۸۶	تحریک خلافت میں باقاعدہ شرکت / مقدمہ کراچی بار حضرت مدنی کا مجاہدانہ کردار	۳۹
۲۰۶	سقوط خلافت عثمانیہ کا حسرتناک انجام	۴۰
۲۰۷	حضرت مدنی سلمہٹ میں	۴۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمارہ
۳۱۶	والاعلام دیوبند میں خلفشار اور حضرت مدنیؒ استاد محرم حضرت شیخ الہندؒ کی مسند صدارت پر	۴۲
۳۳۱	دارالعلوم میں برکات انزول	۴۳
۳۳۳	دارالعلوم شاہراہ ترقی پر	۴۴
۳۳۶	جانفتا ہی نظام کافروغ	۴۵
۳۳۸	نجوم مبارکہ حسینیہ رشیدیہ اصابیہ ہشتیہ و قدس اللہ امرارہم !	۴۶
۳۵۳	تبلیغ و ارشاد	۴۷
۳۶۱	دورہ حدیث کی اہمیت	۴۸
۳۶۶	دورہ حدیث میں بخاری و ترمذی کا خصوصی دورہ	۴۹
۳۷۱	شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے درس بخاری کی جھلکیاں	۵۰
۳۸۰	حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی تدریسی خصوصیات	۵۱
۳۸۹	سیاسی معروضات میں بھی درس حدیث کی امتیازی شان	۵۲
۳۹۰	دارالحدیث کو آمدورفت کا منظر	۵۳
۳۹۲	نعم بخاری شریف کا ایمان افروز منظر	۵۴
۳۹۳	اعطاء سندہ خصوصی	۵۵
۳۹۷	جمعیت العلماء میں عملی شرکت	۵۶
۳۰۸	حضرت مدنیؒ کی سیاسی مطربات میں منفرد اور حیثیت	۵۷
۳۱۵	آزادی کے بعد جمعیت العلماء کی سرگرمیاں	۵۸
۳۳۱	جمعیت العلماء ہند کے آخری اجلاس منعقدہ لاہور کا آنکھوں دیکھا حال	۵۹
۳۳۰	محبوب آقا کی یاد میں و آخری دیدار کی ایک جھلک	۶۰
۳۳۲	ایوان حکومت میں زلزلہ اور حضرت مدنیؒ کے خلاف ریشہ دو انبیاں	۶۱
۳۳۷	۱۹۳۲ء میں حضرت مدنیؒ کا گرفتاری	۶۲
۳۵۰	حضرت مدنیؒ کی مسلم لیگ میں شرکت اور انقطاع	۶۳
۳۵۳	جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا مختصر تعارف	۶۴
۳۵۷	مولانا عثمانیؒ کی ڈابھیل سے واپسی اور صدارت اہتمام اور دارالعلوم سے قطع تعلق	۶۵
۳۶۲	حضرت تھانویؒ کا استفادہ	۶۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۶۵	حضرت مدنیؒ ایتلا اور مقام رضامیں وا از ۱۹۳۲ تا ۱۹۳۶ء	۶۷
۳۸۱	حضرت مدنیؒ کے اخلاق اور جیل کی زندگی کی چند جھلکیاں (ایک غیر مسلم سیاسی سیرک زبانی)	۶۸
۳۸۷	دارالعلوم کی تعمیر	۶۹
۳۹۹	از ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۶ء و مقبرہ مراد آباد اور بعض حالات جیل مراد آباد	۷۰
۴۰۱	حضرت مدنیؒ کی مخالفت اور اس کے اسباب و نتائج	۷۱
۴۱۵	شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے آخری سفر و تہجد کی روح فرسار و داد اور عبرت انگیز نتائج (تختہ رادیوں کی زبانی)	۷۲
۴۲۲	سید پور کار و روح فرسار و اقدار اور مجرموں کی سزا	۷۳
۴۲۸	قلندر ہرچ گوید دیدہ گوید	۷۴
۴۳۲	برصغیر کے مسلمانوں کی قسمت کے فیصلے کا دن اور جمعیت العلماء ہند کا فارمولا	۷۵
۴۳۶	۱۹۳۶ء کا طوفانی سال، حبیب اور انسانیت سوز اعمال کا ارتکاب	۷۶
۴۴۲	تقسیم کے بعد سیاسی جماعتوں کی حیثیت امدان کا کردار	۷۷
۴۴۶	حصول پاکستان کے بعد حل طلب مسائل	۷۸
۴۵۲	بیکسوں کا سہارا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ	۷۹
۴۵۳	حضرت مدنیؒ اور اکابر علماء کے بے نظیر کارنامے	۸۰
۴۶۲	تقسیم کے بعد حضرت مدنیؒ کی مصروفیات	۸۱
۴۶۹	حضرت مدنیؒ کا آخری حج	۸۲
۴۷۳	حضرت مدنیؒ کا آخری تہجدی سفر	۸۳
۴۸۰	مرض و وفات / سفر آخرت	۸۴
۴۹۶	عالم بالا میں نو از شات	۸۵
۴۹۷	حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت	۸۶
۵۱۱	حضرت مدنیؒ کی قصائید	۸۷
۵۱۲	حضرت مدنیؒ کے نامور تلامذہ کی اجمالی فہرست	۸۸
۵۱۷	خیال و طریقت کے اسباب گرامی	۸۹
۵۲۲	شیخ الاسلام سے برزخ میں ایک مکالمہ	۹۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	حصہ دوم	
۵۲۹	نوعانی یکسوئی کے ایام	۱
۵۳۰	اوراد و وظائف	۲
۵۳۲	آپ کے تفریحات	۳
۵۳۸	کرامات و برکات	۴
۵۴۲	حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت طلق	۵
۵۵۵	حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کی جامعیت اور ان کی متاز حیثیت	۶
۵۶۳	آپ کے پسندیدہ اشعار	۷
۵۸۲	تحریک مدح صحابہؓ کی حمایت	۸
۵۸۹	اسلامی طرز معاشرت اور ثقافت کی ضرورت	۹
۵۹۹	دینی مدارس کے لیے قابل عمل	۱۰
۶۰۵	حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور جماعت اسلامی	۱۱
۶۱۱	حضرت مدنی کے ساتھ مشہدہ معاندت کی وجہ	۱۲
۶۱۶	ایک مشافہہ (پرو پیگنڈا) اور اس کا جواب	۱۳
۶۱۸	دستور اسلامی کی مختصر سرگزشت	۱۴
۶۲۵	ہم کارکنان تحریک پاکستان اب شرمندہ ہیں	۱۵
۶۳۱	حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ اقبالؒ	۱۶
۶۳۹	ایک سوال اور اس کا جواب	۱۷
۶۴۷	پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ کا توبہ نامہ	۱۸
۶۵۱	انہما یرتکرا (الحمد لله)	۱۹
۶۶۶	ماخذ جرائد علیہ السلام	۲۰
۶۶۸		



۸
الْأَمَلَاءُ
مَنْدُومَانِ عَالِي مَقَامِ

جناب مولانا محمد اسعد مدنی صدر جمعیت العلماء ہند
جناب مولانا محمد ارشد مدنی استاذ حدیث و الاصول دہلی
جناب مولانا محمد اسعد مدنی ناظم دفتر جمعیت العلماء ہند
زید مجدد

کے حضور نذرانہ عقیدت

پیش کردہ
خادمہ آستانہ حضرت مدینہ
محمد زامد اکبر غفرلہ
محمد اکرم ۱۳۱۸ھ

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ ذَا الصَّلٰوَةِ وَالسَّلَامِ عَلٰی مَنْ لَا یَمُوتُ بَعْدَهُ

حق تعالیٰ شاد نے اپنی رحمتِ کاملہ کے ساتھ حضرت انسان کو پیدا فرمایا اور اس کی ہدایت و نجات کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور کسی وقت بھی انسان کو راہِ ہدایت کے بغیر نہیں چھوڑا۔ چنانچہ پہلے انسان آدم ہیں اور پہلے نبی بھی آدم علیہ السلام ہی ہیں یہ سلسلہ چلتا رہتا آ نکہ اللہ تعالیٰ کے آخری اور لاڈلے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اس لیے آپ کے بعد نبی اور رسول تو کوئی نہیں ہو گا مگر چونکہ ہدایتِ انسانی کا سلسلہ تو قیامت تک رہے گا اس لیے نسلِ انسانی کی فلاح و فوز کے لیے ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اس امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تسلیہ و سلام میں ایسے ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کے متعلق سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اَلْعُلَمَاءُ وَكَثَّةُ الْاَنْبِیَاءِ

اللہ تعالیٰ نے آخری، کامل اور مکمل دین اس امتِ محمدیہ کو نصیب فرمایا تو اسی دینِ حق کو قیامت تک باقی رکھنے کا ذمہ بھی خود ہی اٹھایا اور پھر ہر چیز کی حفاظت کے جو طریقے ہو سکتے ہیں انہیں بھی اختیار فرمایا، نیز اہل ایمان کو افضل ترین عبادت یعنی نماز میں یہ درجہ مانگنے کا حکم فرمایا، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ذُو الصِّرَاطِ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ اور اس شعور پر گروہ کی نشاندہی بھی خود ہی فرمادی، جیسا کہ سورہ ساد میں ارشاد فرمایا: اُوَیْلَیْكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمَصْدِیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ اِرْوَادِ الْعٰصِلِیْنَ۔ ترجمہ ایسے لوگوں کو قیامت تک مجبور رہنا ضروری بھی ہوا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق بھی ہوا۔

ایسے پاکیزہ نفس کی پاکیزہ زندگیوں، واقعات، احوال و اقوال بیان کرنے اور یاد رکھنے ضروری ہیں

کیونکہ جب تک ان لوگوں کی زندگیوں اور پاکیزہ سیرت سے کا حشر آگاہی نہیں ہوگی ان کی دعوت و توفیر دل میں آ نہیں سکتی اور جب تک کسی کی توفیر و عظمت دل میں نہ ہو اس وقت تک اس کی بیروی اطلاع مشکل و بجاری معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ خود اللہ رب العزت نے بھی اس منتخب گروہ کا تذکرہ اجتماعی اور انفرادی دونوں صورتوں میں فرمایا، ارشاد رب العالین ہے، وَإِنَّهُمْ جُنْدًا لِّبِنِ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ۔ (سورۃ ص آیت ۱۷) ترجمہ "اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے" اور فرداً فرمایا بھی تعارف کرایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے، وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ الْإِنشَاءِ أَنَّهُ كَانَ صِدْقًا نَبِيًّا۔ وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ أَنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا۔ وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ أَنَّا كَانَ مُخْلِصًا وَمُكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا۔ اہلک بزرگوار انسانوں نے جب حق تعالیٰ کے پیغام پہنچانے میں ہر صورت، اذیت، تکلیف، مصیبت اور پریشانی کو برداشت کیا تو اللہ رب العزت نے ان کے نقصان عام کو بھی اپنی لادریب اور پکی کتاب میں ذکر فرمادیا کہ وَذَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ۔ وَذَرَكْنَا

عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامًا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ۔ جب ایسے بزرگوار انسان جن کے مطلق سرور پر زمین صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عباد حق ہی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔ تو ایسے علم و باعمل کے زندگی میں ان کے اقوال و افعال کی بیروی ضروری ہے اور بہانہ و عفت ان کے تذکرے کا کرنا فضیلت بیان کرنا، پھیلاتا، دور مریوں کو بتانا اور ان کی نشر و اشاعت کرنا بھی ضروری ہوتا۔

اسی سلسلۃ الذہب میں دور حاضر کے امام الادب شیخ ابو نعیم قسطلی الارشاد والعرف حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں آپ کی سیرت و سوانح پر کافی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جاتی رہیں گی، لیکن اپنے شیخ کے جو حالات و واقعات عشق و محبت میں ڈوب کر فہم و عقل کی روشنی میں حضرت ابابکر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے وہ شاید ہی کسی اور کے حصے میں آئیں۔ چنانچہ صاحبزادہ مکرم حضرت مولانا محمد اسجد مدنی صاحب دامت برکاتہم دیوبند سے تحریر فرماتے ہیں، آپ سے جس خوبی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ اور ان کے فضائل کا احاطہ کیا ہے خوب

آپ کی روحانی اور جذباتی وابستگی کے علاوہ آپ کے علم و فضل، نظر کی گہرائی، ذہن کی پرواز اور
فہم کی روحانی کا مظہر ہے۔“

شیخ العرب و العجم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کیسی تھی؟ پوری تفصیل تو آپ کو
کتاب پڑھ کر معلوم ہو سکے گی، یہاں میں صرف اپنے حضرت آبا جی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ نقل کرتا
ہوں جو آپ ہمیشہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ”آج دنیا حضرت مدنی اور حضرت لاہوری نور اللہ مقدمات
کو نہ پہچان سکی لیکن ان برگزیدہ ہستیوں کی قد پانچ سو سال بعد اسی طرح آئے گی جس طرح آج دنیا
سید الاولیاء سیدنا شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ کو جانتی و مانتی ہے۔“

یہاں میں گہمہ عرض کرتا ہوں کہ جس طرح دنیا ان برگزیدہ ہستیوں کو یاد کرے گی اسی طرح ان دونوں
بزرگوں کے فیض یافتہ، شاگرد و شبیہ خلیفہ ہماز حضرت آبا جی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یاد کرے گی جن کے متعلق
ایک دن اللہ مجاہد روضہ رسول اللہ حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ جو آج بھی
جنت البقیع میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں آرام فرما ہیں، کے خادم خاص اور خلیفہ جاز
جو خود بھی مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہیں حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مدظل نے بوقت ملاقات فرمایا
کہ ”بھرا اللہ تعالیٰ آج میں نے حضرت اقدس قاضی صاحب کی زیارت میں اپنے دونوں بزرگوں یعنی
حضرت مدنی اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہما کی زیارت کر لی۔“ اور پھر ان دونوں برگزیدہ ہستیوں
کی شایان شان سوانح لکھنے کی سعادت بھی حضرت آبا جی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی نصیب ہوئی۔ چنانچہ حضرت
آبا جی رحمۃ اللہ علیہ خود فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس حیات مستعار میں دو کام مجھ سے لیے، ایک تو
محبوب کائنات، محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر رحمت کائنات
تحریر کی جس کی مقبولیت خود بارگاہ نبوت سے ہو گئی، اور دوسرے اپنے شیخ و مرید حضرت مدنی اور حضرت
کی سوانح بنام ”چرخ محمدی“ اور اسی طرح شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری
قدس سرہ العزیز کی سوانح بنام ”مرد مومن“ تحریر فرمائی۔

حضرت آبا جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کی سوانح کی تیاری بہت دیر سے فرما رہے تھے اور ضرورتاً
اس کے لیے ضروری مواد اکٹھا فرما رہے تھے اور یہ ساری چیزیں تحریر میں ہی نہ تھیں بلکہ اکثر و بیشتر
حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو زبان یاد تھیں، اور جب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آجاتا تو لیسوں کچھ لہجے کہ

چو راسی سال کا بڑھا، و جمع القلب کا شکار نہیں بول رہا بلکہ ایک نور والی جس کا دل اپنے شیخ کی محبت و عشق سے معمور ہے اور جس کے نورانی چہرے پر دل و وقت، شیخ احمد و انجم کی داستانِ حیات سنانے سے نور کا ارشاد برسی رہی ہے بے مکان و دو دو گتے بولے جا رہا ہے۔

بچپن ہی سے ہمارے گھر میں حضرت مدنی اور حضرت لاہوریؒ کے تذکرے ہوتے تھے اور جس محبت و عقیدت سے حضرت اباجیؒ ذکر فرماتے ہم جیلن ہوتے اور پھر حضرت نے عیشانِ کار کے تذکرے کے وقت ہی کا نام نہ لیا بلکہ صرف حضرت مدنی اور حضرت لاہوریؒ ہی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انتہائی جنابِ رشتہ میں فرمایا کہ محمد اشد مجھے اپنے شیخ سے اتنی عقیدت ہے کہ میں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں فقط اٹھائی ہی ہیں بلکہ ان کو بٹھا گیا ہے اور پھر مدتِ احمدیہ حالت رہی کہ اس کی نسبت بھی حضرت مدنیؒ کے ساتھ ہے اس کا تذکرہ آتا تو حضرت اباجیؒ کی حالت عجیب ہو جاتی۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بوقتِ بیعت ایک تجزیہ عطا فرمایا تھا، حضرت اباجیؒ کبھی کبھی اس کو نکال کر اس کی زیارت فرماتے، ہم بھی زیارت کرتے اور پھر وہ مبارک لکھتے جو حضرت مدنیؒ کو اشد مرحوم کے سپرد کر کے ان کی زینت بنتا تھا پھر حضرت اباجیؒ کو عطا ہوا، وہ تجزیہ آج بھی حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ کے سینہ مبارک پر پڑا ہوا ہے اور ان شاء اللہ قیامت کے دن جب اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گے تو حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اپنے شیخ کی نشانی ضرور ہوگی۔

اسی طرح جب بھی اپنے محبوبِ آقا کے صاحبزادگانِ محترم کثرت سے تو حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ کی حالت دیدنی ہوتی، اپنے شیخ کے صاحبزادوں کے قدموں میں کچھ کچھ جلتے تھے اور سجدوں سے کے معاملے کے بعد ان کو اپنے گھر کو خالی اپنے گھر میں ضرور لاتے اور جس جا رہا پائی پر حیرت نمودار آفرین تھے اسی پر ان کو بیٹاتے ان کے سامنے وہ زانو فریٹھ جلتے، ان سے دعا کرتے اور نار و قطار روستے۔ میں کہتا تھا کہ حضرت اباجیؒ اب بھی یہی قصود فرما رہے ہیں کہ جس جا رہا پائی پر میرے قدم نہ لگتے بیٹھے ہیں تاکہ پر میرا سفر آخرت بھی پھرتا پھر سب کو ہم نے ایسا ہی فرمایا یا اللہ

اسی طرح حیاتِ متعارف کے آخری دنوں میں جب بتاریخ ۶ اکتوبر ۱۹۹۶ء مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ

اعظم الزاہدی و عارفین حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا جامع سوانحِ زندگانی حضرت علامہ ذہبیؒ سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہوئی۔

بروز اتوار حضرت اباجی کو حضرت مولانا محمد اسماعیل دامت برکاتہم العالیہ کا اسٹاک آگے لے کر آیا کہ ملاقات کے لیے جی پاتلس ہے، تو حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ اتنے خوش ہوئے، اتنے خوش ہوئے کہ بار بار فرماتے نہو نہ زیارت کے لیے جائیں گے۔ تازہ وضو فرمایا اور پھر حضرت صاحبزادہ مکرم مدظلہ کی زیارت و ملاقات کے لیے سفر فرمایا کہ میں روز تک شریفینے گئے۔

ہمارے خاندان کی اعلیٰ شان، بولی، وقت، عالم، بے بدل، مجاہد اعظم حضرت مولانا محمد ایاس نور اللہ مرحوم جو میرے چھوٹی زاد بھائی بھی تھے اور حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت پیارے جانے سمجھے جن کی وفات پر حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ راز و قطار روتے اور فرماتے تھے "محمد ایاس! میرا خیال تھا میں تیرے ہاتھوں میں رخصت ہوں گا مگر تو پہلے ہی بہت کر گیا، وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مدظلہ کے ساتھ محبت و حقیقت تو پہلے سے تھی مگر جب حضرت ماموں صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدظلہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ایسے محبت و عشق سے فرماتے اور اتنا تذکرہ ہوتا اتنا تذکرہ ہوتا کہ میں پھر حضرت مدظلہ رحمۃ اللہ علیہ کے سوا قلب و نظر میں کوئی بھی نہ سما سکا۔

بہر حال زیادہ تفصیلات تو آپ خود اس کتاب میں پڑھ لیں گے۔ حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی پر کام شروع کیا اور باوجودیکہ دل کی شدید تکلیف رہی مگر حضرت ذاتِ دینی کئی کئی گھنٹے اس پر کام فرمایا اس کو مکمل فرمائی گئی۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور اہل علم اہل حق نے اس کی جو قدر و منزلت کی اس کے چند نمونے بھی آپ اس ایڈیشن میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ پہلا ایڈیشن دسمبر ۱۹۹۲ء میں جمع ہوا اور اس کی عنایت سے مقبولیت کا یہ عالم کہ پورے ملک بلکہ عرب و عجم، ہندوستان، مغرب و مشرق کے جید علماء و اہل علم و فضل نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس وقت کی اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مدظلہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں پر یہ ایک قرض تھا جسے حضرت قاضی صاحب نے اتار دیا۔

دوسرے ایڈیشن کے لیے تیاری ہو رہی تھی، کئی اصلاحی حوالے اور دو مہینے ضروری امور حضرت نے تحریر فرمادیتے تھے اور اس پر کام ہو رہا تھا حتیٰ کہ حیاتِ مستعار کے آخری دن بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر کام فرمایا لیکن جب میرے عرب کا بلاوا آ گیا تو حضرت سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے پیسہ و کار کے پاس پہنچ گئے۔ اب اس بلوگران کا بوجھ ہم نالوانوں کے نازک کندھوں پر آ گیا، اللہ تعالیٰ

نے ہمیں توفیق دی ہمت دی اور زیادہ حصہ اس میں برادرِ عزیز حافظ شہار احمد حسینی خاؤ حضرت آجی
رحمۃ اللہ علیہ کا سہرا کہ انہوں نے بڑی محنت و محنت سے اس کو پائے تکمیل تک پہنچایا۔

ضروری گذارش اگر اس نئے ایڈیشن میں کوئی فروگزاشت ہو، کوئی تسخیر ہو تو علماء و علماء
کا برین ہمت اور تمام قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ اسے ہماری
ناواقفی، کم علمی پر محمول فرما کر رکتہ معاف فرما کر مطلع فرماویں تاکہ آئندہ اس کا تدارک کیا جاسکے، اسلئے
کہ ایک ویجی کامل کی سوانح ایک ویجی کامل ہی تحریر کر سکتے ہیں جیسا کہ پہلا ایڈیشن حضرت نے تحریر فرمایا،
ہم ہی دامن اس قابل نہیں ہیں یہ ایک عظیم نعمت و امانت تھی جسے آپ کے سامنے پیش کرنا
ضروری تھا۔

محتاج شفاعت و رحمت لاشات
علیہ السلام

قاضی محمد ارشد الحسینی

دارالارشاد انک شہر

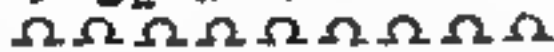
یکم شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

ہدیہ عقیدت از مرتب چراغ محمد مصطفیٰ

قطب العالم حضرت اقدس مولانا قاضی محمد زاہد احسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

بعضوں

شیخ العربیہ فہم قطب الارشاد والعرفت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



شیخ اعظم فخر عالم نائب حضرت رسول

غیر خواہ ولی آدم قسرتہ عین البتول

کلمتہ انظار مسلم دور پند آشوب میں

سے تیرے سوز وطن جس کی جانوں پر شمول

تجھ میں اخلاق رسول ہاشمی راسخ ہیں سب

مسند غیر ارسل اب ہوگی تجھ کو وصول

کر نہیں سکتا کسی کا طعن تجھ کو مضطرب

کوششیں اعداد کی ساری ہو گئیں باطل فضول

جان نثار دین احمد پھول حسین کا کربلا

نام سے تیرے ہیں ظاہر دین فطرت کے اصول

زائد سیکس کی ہے ہر دم ہی دل سے دعا

رحمت رب غنی کرتی رب سے تجھ پر نزول

نائب خیر ارسل تجھ کو سمجھتا ہے جہاں

ہے بجا تجھ کو کہا جائے اگر ابن الرسول



Phone : 3311455
3312729
FAX : 3310125

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



Jamiat-Ulama-i-Hind
1-BAGLAKI, SHAKH ZAFAR BAZAR, NEW DELHI-110 002

جمیۃ علماء ہند

Ref. No.

کراچی، ۲۶/۰۹/۲۰۰۸

مخدوم محترم (مدرسہ تانہا) محمد زاہد احمیدی کی زیر نگرانی
 اور نگرانی میں
 مدرسہ کے منظم (مدرسہ) سید عمرہ سعید سید - پیر پورہ خوسن نجیبی ہے
 جو ایک بے وقت سے آپ کے ایم ای آر کے جامع تصنیف پر درجہ اولیٰ
 دیکھے اور شرم ہے۔
 آپ نے جن خوراک سے حضرت رفیقہ علیہ السلام کی حیات طیبہ اور ان کے
 فضائل اور اطوار کی وہ موضوع سے آپ کے روحانی تہذیب،
 دانشمندی کے مدد سے آپ کے علم و فضل نظر کے گہرائی۔ (مدرسہ)
 کی پیر داؤد احمد علی کی مدد سے منظم ہے
 حضرت شیخ الاسلام قدوسی صاحب العزیز کی حیات پرستی
 و المشورہ اور اس کا علم و علم سے روشنی ڈالی ہے اور تصنیف
 آپ کے مرتبہ اور کچھ لکھتے اور نثر کے اس موضوع پر ایم ای آر کو مدد
 کیے اور یہ شیخ تصنیف روشن کر رہے ہے
 شیخ پیر پورہ سعید کا نام کتاب ہے جس میں حضرت
 کے جامع شخصیت کے کسی پیر کو نظر اور از بنظر آیا ہے
 یہ صرف ان کی سوانح حیات سے نہیں بلکہ روح اور زندگی دینی اور ملی
 اور ان کی ایک نادر و نادر ہے



By: No.

Date

کتاب بڑے اہتمام سے شائع ہوئی ہے اور اسکی دیدہ زیبی
 یہی ہر کتابی ہے کہ صرف معنوی لحاظ سے ہی نہیں بلکہ
 لہری حیثیت سے بھی اور ہمارے جمال سے واری طور آراستہ ہے
 میں آپ کے علم اور علم میں کتنے بڑے اس کے آپ کے اس علمی کارنامے
 کی ہیچ ضرورت سے عاجز ہیں۔ میری عقیدت مندوں کے اظہار
 مناسب شکل میں ہوگی آپ کے فروغ میں حاضر ہو کر صرف
 قدر مہیسی حاصل کروں بلاشبہ آپ کے عقائد علم و فضل کے خسر ہیں
 اگر یہ کتاب پہلے اسٹیمپ لے کر آپ کے پاس پہنچی تو وہ میرے
 لئے ایک فخر کا لمحہ ہوگی

پیشکش اور ان کے معنی فرما دینا اور ان کی سر فروخت
 و سعادت ہے بلکہ ان فریستگار اور فریستگاروں کے

والسلام

احمد رضا

مقدمہ

(بار دوم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدًا لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاسْتِغْفِرُكَ وَاسْتَسْلِمُ عَلٰی مَنْ لَا يَتَوَقَّعُ بَعْدَكَ
 اہقرنے "ج سے تقریباً ایک سال پہلے شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے حالات
 پر مشتمل ایک کتاب برنامہ "چند غلغلے" شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جس کی غرض
 اپنی عقیدت و محبت کا اظہار تھا مگر بفضلہ تعالیٰ یہ کتاب میری توقع سے زیادہ قبول ہوئی۔ خالصتاً
 بِاللّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

جس کی مختصر کیفیت درج ذیل ہے :-

جانشین حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد اسعد مدنی اور مولانا سید محمد ارشد مدنی
 دامت برکاتہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند خود مبارک دینے کے لیے تشریف لائے۔
 ⑤ اس کتاب کی تعارفی تقریب زیر سرپرستی حضرت میاں محمد امیل قادری دامت برکاتہم نہایت
 احتشام اور نزول برکات سے منعقد ہوئی۔ حضرت میاں صاحب زید مجہم نے اپنے جد امجد
 دورہ صفر کے امام الاولیاء مولانا احمد علی اور اپنے والد محترم امام الہدیٰ مولانا سعید اللہ انور
 نور اللہ مرقدہ ہما کی نیابت کا حق یا حسن وجوہ ادا فرمایا۔ عجیباً ہم اللہ خیر الجزاء

⑥ آپ نے اس کتاب کی مرکزی تعارفی تقریب کے لیے لاہور کے احسراہال میں سیمینار
 منعقد فرمایا اور اپنے جریدہ ہفت روزہ خطام الدین کا ایک مستقل نمبر پر عنوان "پیرایع محمد
 شائع فرمایا۔

۱۰) نئی جرائد اتحقق، کوڑہ ٹنک، انجیسر لمان، نقیب ختم نبوت لمان، دینت کراچی، انعامی کراچی، انوار مدینہ لاہور کے علاوہ ایشیا کی قدیم یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اور برصغیر کے عظیم علمی، ادبی، جماعتی ادارہ دارالمصلحین اعظم گڑھ (بھارت) کے ترجمانی ماہنامہ معارف اور جمعیت علماء ہند کے ترجمان روزنامہ ابھیت نے نہایت ہی وقیع بھرپور فرمایا۔

۱۱) پاکستان، بھارت، حجاز مقدس، افریقہ، امریکہ، انگلینڈ کے بن علماء کرام اور اہل علم حضرات کو اس کے مطالعہ کی سعادت دسترس ہوئی انہوں نے بسے وقت کی بہت بڑی ضرورت قرار دیا کہ اس کے مطالعہ سے اہل حق علماء کرام خصوصاً شیخ العرب و اعم حضرت مدنی نور اللہ مدظلہ کی سیاسی بصیرت کو شراخ جمیع ادا کیا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے کئی مقالوں کا اضافہ ہوا اور حقیقت ظاہر ہو گئی۔ افریقہ میں حضرت مدنی کے ایک عقیدتمند نے انگریزی زبان میں اس کے ترجمہ کا ارادہ فرمایا تاکہ دوسرے ممالک کے اہل بصیرت کو بھی استفادہ کا موقع مل سکے۔

کتاب کی پہلی اشاعت ختم ہو رہی ہے مگر شائقین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اس لیے حسب سابق تو کلام اللہ سبحانہ سے چند مفید اضافوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حسب سابق اسے قبولیت سے نوازیں اور حقیقت پسنداریاں علم کو اس سے استفادہ کی سعادت بخشیں۔

وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌّ وَهُوَ ذِي الْكُرْهِينِ

قادم آستانہ مدنی، قاضی محمد زاہد اعظمی غفرلہ

ذیقعد ۱۴۱۶ھ / اپریل ۱۹۹۶ء



۱۲) حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی، روحانی کمالات اور بجا ہدایتوں پر اب الحمد للہ جگہ جگہ ۳۴ ہوتا ہے۔ حال ہی میں فیصل آباد کے ایک طالب نے ایک مقام پر مولانا حضرت مولانا حسین احمد فرنگی کے تصنیف و تالیفات میں لکھ کر پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کی۔

۱۳) حضرت شرف رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند جناب بریگیڈیئر درویش خان، شہان صاحب زید پورہ پورہ محمد علی اللہ علیہ وسلم کا انگریزی ترجمہ الحمد للہ مکمل کر لیا ہے۔ (ناشر)

چراغِ محمد

مشاہیر اُمت کی نظر میں

©

حضرت قدس مولانا قاسم محمد زہرا عظیم نور اللہ قدس نے ہمہ جہت اور محنت و شاقہ کے ساتھ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح کو مرتب فرمایا، جس کے اس آخری حصے میں کتاب کے تکمیل یقیناً خدا اللہ اس کے مقبولیت اور حضرت مدنی کے کثرت ہے، اسے عنوان پر کسی تفصیل کتاب کا ایک حصہ علماء اُمت حضرات اور علم اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خوشنیتوں اور انتظار تھا، کتاب ملک اور بیرون ملک انھوں نے ہاتھ لگے گئے اور اُمت نے حضرت مدنی کے کھدسے مستند اور جامع سوانح حیات پر جس مسرت اور اعتماد کا ظہار فرمایا اسے ہم سے چند حضرت کے لئے گرامر کے اقباس میں مہینہ ناظرین ہے۔

حضرت مدنی کے جانشین صاحبزادہ گرامی قدر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی دامت برکاتہم

آپ کی کتاب دیکھی، ماشاء اللہ بہت اچھی ہے۔۔۔۔ دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی محنت قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنا دے اور ترقی درجات کا ذریعہ بنے۔ آمین (۲۷ ستمبر ۱۹۹۶ء)

صاحبزادہ گرامی قدر حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی دامت برکاتہم

آپ کی اعلیٰ پایہ کی جامع تصنیف "چراغِ محمد" دیکھنے کا موقع ملا آپ نے جس خوبی سے

سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ اور ان کے فضائل کا مطالعہ کیا وہ موضوع آپ کی روحانی اور جذباتی وابستگی کے علاوہ آپ کے علم و فضل، نظر کی گہرائی، ذہن کی پرواز اور قلم کی روانی کا مظہر ہے۔

شاید یہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جامع شخصیت کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا، یہ صرف ان کی سوانح عمری نہیں بلکہ ان کے اور ان کی دینی و ملی کاوشوں کی ایک نادر دستاویز ہے۔ (۱۱-۱۳-۱۹۹۶ء)

حضرت مولانا سید فریدالوجیدی صاحب طہمت بکام

حضرت مولانا سید فریدالوجیدی مدظلہ حضرت مدنی کے حقیقی بھتیجے امیر اٹالہ مولانا سید عبدالوجید کے صاحبزادہ اور حضرت مدنی کے بسوٹہ تذکرہ "شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی" ایک تاریخی و علمی مطالعہ کے مرتب ہیں، کتاب "پہراغ محستہ" کے حعلق لکھتے ہیں :-

— کتاب کا نام آپ نے بہت اٹوکھا اور ہاوی قلب و نظر رکھا ہے، بہت سے ابواب ایسے ہیں جو تاریخ کے لیے انمول ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں اور پھر ترتیب و تحقیق اس قدر مکمل اور بسوٹہ ہے کہ ایک بار شروع کر کے ختم کیے بغیر ہاتھ سے چھوٹی نہیں، میں نے ایک ہی دفعہ پہلے صفحے سے لے کر آخر تک مطالعہ کر کے ہی دم لیا ہے، ایسے تو آپ مشہور شریف اور صاحبِ قلم ہیں مگر اس کتاب نے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اور کتاب کو دینِ حیات میں مقبول و محبوب بنائے۔ (جزا کمر اللہ خیرا، جلد ۱، ص ۲۲، ۳، ۱۹۹۵ء)

مشہور مؤرخ اور مصنف جناب ڈاکٹر ابوالسلمان شاہجہاںپوری صاحب مدظلہ

اس تالیف لطیف کے باب میں آپ کا اجراء اللہ کے پاس ہے اور اس عہد کے تمام حق آگاہوں کا حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ سے تمام نسبت و حقیقت رکھنے والوں پر آپ کا حق شکر یہ واجب ہے، آپ نے بہت بڑا کام سرانجام دیا ہے اس کتاب کی اہمیت اس سے بہت زیادہ ہے، یعنی کہ علم و تحقیق اور دعوت و فکر کی دنیا میں عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ (۱۱-۱۳-۱۹۹۶ء)

مشہور مصنف اور محقق حضرت مولانا محمد طاسین صاحب تلامذہ العالی

(الجلسۃ العظمیٰ کراچی)

حضرت والا کی نہایت جلیل القدر اور عظیم کتاب "پہراغ محسن" کا اثر نقد و درالمطالعہ مجلس علمی کے لیے موصول ہوا جو حضرت مدنی نور اللہ فرقہ کی بڑی جامع سوانح عمری ہے جس میں حیات مدنی کے جملہ پہلوؤں کو نہایت وضاحت اور غور سے رقم کیا گیا ہے اور جو بیہ شکیت مجتہد علمی اپنی مثال آپ ہے، بلاشبہ آپ سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و عقیدت رکھنے والے پہلے شمار انسانوں پر احسانِ عظیم کیا ہے جن میں ایک یہ ناچیز بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہانوں میں اس عظیم خدمت کا زیادہ سے زیادہ اجر عطا فرمائے اور آپ کی صحت و عمر میں برکت ہو۔ (۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۹۵ء)

عالی مبلغ تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مات کاتم

پہراغ محسن علیہ السلام ایسی محبت سے آپ نے تحریر فرمائی ہے کہ حیاتِ شیعہ الاسلام پر (مذہبی) تمام کتب سے بیعت نہ گئی، کفر توک الذاکون الاخذون کا مصداق ہے۔

(۱۰ ستمبر ۱۹۹۶ء)

حضرت مولانا عبد الدیان صاحب تلامذہ العالی مولانا سید امیر کالج پشاور

حضرت مدنی کے کئی تلامذہ اور بالخصوص ہندوستان، پاکستان کے علمائے دیوبند پر قرض تھا جو آپ نے ادا فرما کر سب کے شکر اور تحسین سے بھرا کر دیا۔ جزاک اللہ فی التاریخِ خیر۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو علماء کے لیے خصوصاً اور عام مسلمانوں کے لیے بھی نافع اور مفید بنا۔ آمین۔ بعد مہتمم سید المرسلین وصلى الله عليه وسلم واصحابه وسلم (دسمبر ۱۹۹۴ء)

علمی، دینی تحقیقاتی اداروں کا

چراغ محمدی علیہ السلام پر تبصرہ



کتاب ”چراغ محمدی علیہ السلام“ صرف ایک سوانح نہیں بلکہ اپنے عہد کا ایک مبسوط تذکرہ اور تاریخی دستاویز ہے، اسے مختلف علمی جرائد و اخبارات نے توجیہ سے زیادہ پذیرائی بخشی اور شاندار الفاظ میں تبصرہ کرتے ہوئے اسے اپنے عنوان کی اہم ضرورت اور تاریخی ماخذ قرار دیا، یہ سب منجانب اللہ صاحب سوانح رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت اور مرتبہ عظام رحمۃ اللہ علیہ کے حسن عقیدت و محبت کا ظہور ہے۔ یہاں پاک و ہند کے چند رسائل و اخبارات کا تبصرہ پیش خدمت ہے جو انشاء اللہ اس کتاب کی اہمیت کو اور زیادہ واضح کرے گا۔

① ایشیا کی عظیم علمی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ ”داعیہ معلوم دیوبند“ نے ”چراغ محمدی علیہ السلام“ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا،

”حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی ان علمائے حق میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایات و توفیق سے دافرقتہ عطا فرمایا ہے، مولانا موصوف کا علم نہتہ بالخصوص کتاب اللہ کے علوم و معارف میں آپ ید طولی رکھتے ہیں! اسی کے ساتھ قرآن مجید و حکیم و حکیم نے تصنیف و تالیف کا بڑا سمجھلوق مرحمت فرمایا ہے، چنانچہ آپ کے روال دو الیٰ علم سے اب تک ایک سو چودہ کتابیں منصفہ شہود پر آپ کی ہیں جن میں نیز یہ صرف کتاب ”چراغ محمدی علیہ السلام“ سوانح حیات قطب الارشاد و استکون شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ، امتیازی شان کی حامل ہے۔ مولانا موصوف حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے تلمیذ و مقرر ہیں، استاد و شاگرد کی کارشتہ اپنے اندر ایک گونہ وسعت اور پختی و پیرا کی گنجائش

رکھتا ہے جبکہ میری مرید کی کارابیلہ کامل انقیاد اور سزا گفتگی کو چاہتا ہے، ایسے بیک وقت ان دونوں تعلقات کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا کوشش و آہن سے مرگنا ترک کام ہے بلکہ مولانا موصوف کی مسادت کہیں یا کرست کہ کمال حسن و خوبی سے دونوں منزلوں سے گذر گئے جس کی نہ شہادت اُن کی یہ تیز نظر تالیف ہے۔

عصر حاضر کے علماء و مشائخ میں حضرت شیخ الاسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے طالع و سوانح میں اب تک جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کسی اور پر اتنا کام نہیں جمنا ہے ایسے ایسی مرکز توجہ شخصیت پر قلم اٹھانا بڑا آسان ہے لیکن درحقیقت یہ انتہائی مشکل اور پتہ مار کا کام ہے ایسے کہ اس صورت میں صاحب قلم کچھ ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیشرو کے مقابلے میں اپنی تالیف کو مواد و مضامین اور اسلوب و نگارش کے اعتبار سے اس قدر لائق بنا سکے کہ اس کے مطالعہ سے گراں مغز اس میں نہ ہو، مجھے اس بات کے اظہار میں کوئی ہانک نہیں کہ حضرت قاضی صاحب اپنی اس تالیف میں کئی حیلار کو قائم رکھنے میں پوری طرح کامیاب ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ کی جامع کلمات شخصیت کا پورا مرتبہ کتاب میں آگیا ہے۔ حضرت مدنی قدس سرہ کی شخصیت، اوصاف و کمالات اور خصوصیات امتیازات کے تعارف کے لئے بلاشبہ یہ ایک چراغِ راہ ہے، اللہ تعالیٰ ترتیب مضامین میں مزینت نگاہی کی ضرورت ہے، امید ہے کہ اگلی شاعت میں اس کی جانب مزید توجہ دی جائے گی، اسی طرح حضرت طحا کے قیام مدینہ منورہ کے زمانہ کے حالات و کوائف اور آپ کے وہاں کے دینی مشاغل نیز اس دور کے تلمذ و تلمذ کا احاطہ بھی، سند و ایضاً میں آجائے تو کتاب کی نادریت بہت بڑھ جائے گی۔

دہانامہ دراصل مولانا محمد امجد علی عثمانی صاحب الرجب ۱۳۱۵ھ مطابق نومبر ۱۹۰۶ء

(۲) اسلامی دین کے عظیم ہدیہ حقیقتی و تالیفات اولاد و العنقین اعظم گڑھ تجارت کے ترجمان

دہانامہ معارف سے تحریر فرمایا ہے۔ ۱۔

— مدنی کی بیسویں صدی کی تاریخ میں جن علمائے دعوت و عزیمت کے سوانح نمونہ اسلاف اور لائق اتباع ہیں اُن میں مولانا محمد امجد علی عثمانی صاحب الرجب کا نام نمایاں ہے، ان کے سوانح پر مشتمل چھوٹے بڑے متعدد تذکرے شائع ہو چکے ہیں، تیز نظر کتاب اسی سلسلے کی جامع و بیسودا کڑی ہے، فاضل شریف نے اگرچہ اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس کتاب کو نہ تاریخی نظر سے دیکھا جائے نہ ادبی اور علمی بلکہ ایک خالص عام

کے جذبات کا ترجمانی سمجھا جائے، لیکن انہوں نے جس محنت و تحقیق سے یہ تذکرہ مرتب کیا اس سے تصنیف و تالیف میں ان کا سین ذوق و سلیقہ ظاہر دیکھا جاسکتا ہے۔ مولانا مدنی کا تاریخی نام چولہ غ محمد ہے، کتاب کے لیے فاضل مولف نے اسی اسم ہاسٹھی کا انتخاب کیا اور قاعداتی حالات، تعلیم، مدینہ منورہ میں قیام، حضرت شیخ الحدیث سے تعلق، لٹریچر وصال کی تحریک، اسارت، مالٹا، دیوبند میں تدریس اور وہاں کی تطہیر، جمعیت العلماء ہند میں شرکت، تقسیم ہند اور اس کے اثرات، تلذذ و تھانیت وغیرہ موضوعات پر مفصل مباحث کے علاوہ ایک حصہ میں مولانا مدنی کا روحانی فیض اور خدمتِ خلق کے بیہشال جذبہ کے واقعات بھی بیان کیے ہیں، بعض معاصر اسلامی تحریکوں اور علماء اقبال سے اختلافات وغیرہ بھی اس جامعیت سے بیان کر دیئے گئے ہیں کہ یہ تذکرہ برصغیر کی تاریخ خصوصاً مسلمانوں کی تاریخ پر سیر حاصل ہرگز ہو گیا ہے۔

سماہ ۱۹۹۵ء

(۳) جمعیت علماء ہند کے ترجمان روزنامہ الجمعیۃ دہلی نے تاریخ و حیاتِ مولانا مدنیؒ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا :-

— عظیم شخصیات ہمارے درمیان سے ظاہری طور پر غائب ہو جانے کے بعد حاضر رہتی ہیں مگر بھی ہمارے درمیان رہتی ہیں، جاتی ہیں، غمخیزی و غم کے اعتبار سے اوستی ہیں، اپنے عظیم کارناموں کی وجہ سے ایسی مقدس و عظیم ہستیاں موجود اور ماننے والی دونوں نسلوں کیلئے منارہ نور اور زندگی کی شہب بیا باں ہیں، قنیل ربیبانی کا کام کرتی ہیں، اویہ مقام طلب ہے خود کو خدا اور خدمتِ خلق میں گم کر دینے کی قیمت پر، یعنی جب عظیم افراد انسانی اپنے آپ کو کھو دیتے ہیں تب آنے والی نسل خود کو پاتی ہے، ایسے عظیم افراد میں خود کار نامے چھوڑ جانے والوں میں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ وارضوانی ایک نمایاں نام ہے، حضرت شیخ الاسلام اپنی زندگی میں بھی عظیم تھے اور ہم سے پہلے ہونے کے باوجود ان کی عظمت اور دار کی شہب ہی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے، بلکہ کچھ نہ کچھ حیثیت و اعتبار سے زندگی اور کارناموں میں وسعت ہی پیدا ہوتی جا رہی ہے اور اعتراف کا دائرہ روز بروز بھینکتا جا رہا ہے۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے فنا فی اللہ اور بے نفس بزرگ اپنی حیات مبارکہ میں اس کھلے اعترافِ عظمت کا موقع نہ دیتے جیسا کہ ان کی پوری زندگی شاہد ہے کہ آپ نے ہمیشہ خود کو چھپا کے رکھا۔

لیکن ۵ دسمبر ۱۹۹۵ء کے بعد قدرت نے یہ موقع فراہم کیا ہے کہ جس انسانیت کیلئے حضرت شیخ الاسلامؒ

نے خود کو ثابا و عیال کی عفت کرا اور بعد از نماز کا نام لیا احترام بھی کرے اور اپنی زندگی کے لیے اس سے روشنی بھی ملے۔ اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کا زندگی میں بھی اور جہاد ہونے سے آج تک کسی نہ کسی انداز میں احترام بھی کیا جا رہا ہے اور ہینغار فرد نے روشنی بھی لے ہے اور آئندہ بھی لیتے رہیں گے ایسے افراد میں اہل علم میں اور صاحب دل بھی حضرت علامہ زاہد العینی زید مجدہم کی یزیر تبصرہ کتاب بھی ایک خوبصورت احترام بھی ہے اور رقیہ عقیقت بھی اور ایک جہاد ساز شخصیت کی تاریخ بھی اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ حضرت شیخ الاسلام صرف ایک شخص ہی نہیں بلکہ ایک جہاد اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

بڑے سائنس کے ۴۲ صفحات کی کتاب میں مؤلف گرامی تصنیف، کتابوں اور ۱۳۲ اخبارات و رسائل کے حوالے دیئے ہیں اور اس سب سے بہت ہی خوبصورت اور بالترتیب انداز میں استفادہ فرماتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام کی بھر پور زندگی اور خدمات و کارناموں کا لیا صاف و شفاف خوبصورت آئینہ بنایا ہے جس میں ہم دین و شریعت، باقی امر اور روز عرفانی حقائق، جہاد زندگی، ملک و قوم کیلئے انتھک جدوجہد، خدمتِ صریح نبوی، اصلاح و تزکیہ، تعلیم و تربیت اور علم و عمل کی تصویریں کھل آکھوں دیکھ سکتے ہیں۔ حضرت زاہد العینی و امت بڑا ہم صرف مصنف ہی نہیں ایک صاحب دل بزرگ بھی ہیں اور حضرت شیخ اسلام سے تعلیم و خلافت دونوں کا شرف بھی حاصل ہے، اس لیے انہوں نے آپ کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس میں دل و دماغ نے خوب خوب ماتھ دیا ہے اور حقیقت بھی ساتھ ساتھ مایہ ناز بھی ہے۔ اگرچہ حضرت مدنی جیسے شخصیت کی زندگی اور خدمات و کارناموں کا احاطہ بہت مشکل ہوتا ہے تاہم مؤلف گرامی تصنیف نے اپنی حد تک اپنی سب کو بخش و کاوش فرما کر آپ کے حلق سے بہت کچھ لے لیا ہے حضرت مؤلف نے اپنی اس زیر تبصرہ کتاب کو انہماق و حقیقت کا نام دیا ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک جہاد کی تاریخ ہے جس سے بہت سے تاریخی و شخصی اور ملنے کی رفتار اور مسائل و واقعات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ کتاب میں حضرت شیخ الاسلام کے وقت کے سماجی ماحول، سیاسی صورتحال، خاندانی پس منظر، سلسلہ نسبت حضرت کے والد ماجد بادشاہ حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر، تفریح و ابتدائی تعلیم، دارالعلوم دیوبند کی تکمیل، قیام مدینہ منورہ و درسِ حدیث نبوی، تحریکِ علمی و رجال، اسارت، مالٹا، تحریکِ خلافت میں شرکت، مقدمہ کراچی، قیام سلیٹ، ازبکستان دارالعلوم دیوبند کی مسندِ جہاد، جمعیت علماء ہند، حلقہ و مدار

جنگ آزادی میں حصہ اور اسارت تقسیم ملک کے تعلق سے نظر، جمعیت علماء ہند کے اجلاس ہائے عام کے جلسہ ہائے صدارت سیاسی نظریات، مسئلہ تہذیب و قومیت جیسے اہم موضوعات پر کتاب کے حوالے سے اس قدر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ مباحث و تفصیلات کتاب کے صفحہ ۱۹ سے صفحہ ۲۹ تک ہیں۔ دوسرے حصہ صفحہ ۲۹ سے شروع ہوتا ہے، اس حصے میں حضرت شیخ الاسلام کے روحانی مقام، کشف و کرامات، قدمیت فلسفی، تحریک مدح صحابہؓ، آپہ اور علامہ اقبال کا معاملہ، تفردات، اور اردو وظائف، مکتوبات، ہمنسہ، یہ اشعار، جماعت اسلامی کے سلسلے میں نقطہ نظر، تحریک پاکستان ایسے اہم موضوعات زیر بحث و گفتگو آئے ہیں۔ غرض کہ زیر تبصرہ کتاب اپنی صحت بہت ہی معلومات افزا اور ایک اچھی کاوش ہے۔“ (روزنامہ اجمیہ دہلی، ۲ تا ۱۳ فروری ۱۹۹۴ء)

④ حضرت مولانا محمد جان ندوی رحمت اللہ علیہ کی یادگار جامعہ خیر المدارس ملتان کے ترجمان ماہنامہ الخیر نے اپنے تبصروں میں لکھا۔

”حضرت مدنی قدس سرہ پر بہت کچھ لکھا گیا اور انشاء اللہ مزید لکھا جائے گا لیکن اس وقت حضرت کے علاوہ ستر شہین میں ذابہ پھر حضرت مولانا قاضی محمد زاہد امینی دامت برکاتہم و بوجہ خصوصی مقام حاصل ہے اس کا متفقہ تھا کہ انہی کے قلم سے حضرت مدنی قدس سرہ کی ایک جامع مستند سوانح حیات سامنے آئے، ان کے بارے میں حضرت موصوف نے اس بارے میں فریضہ کو بطریق احسن پورا فرمایا ہے۔ کتاب کا نام تجزیہ حضرت مدنی قدس سرہ کے نام لکھا گیا ہے، جس کے مقدمہ میں حضرت قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اس پر اس کو برہنہ کی بنا پر حضرت سے محفوظ رکھے تاکہ اس کی روشنی سے ہم جیسے کئی ہی دامن طلبہ حق کے صحیح مقام ان کی فکر پائیدار اور ان کی علمی و عملی زندگی سے واقف ہو کر ان کے اختیار کردہ راہ ہدایت پر چل کر نجات دابین حاصل کر سکیں۔ ہم اس متن و دعا پر صدقہ دل سے آمین کہتے ہوئے ناظرین سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ حضرت شیخ الاسلام مدنی کی علمی و دینی اہم روحانی شخصیت اور آپ کی مہارت زندگی کے مجاہدہ کارناموں سے دلہن عزت و رعیت حاصل کرنے کے لیے اس کتاب کا ضروری مطالعہ فرمائیں۔ مدارس وغیرہ کے کتب خانوں اور ذاتی و سرکاری معیاری ٹیٹریوں کا اس مستند تاریخی دستاویز سے فائدہ ہونا بہت بڑی محرومی ہے۔“

(ماہنامہ الخیر ملتان، ربیع ثانی ۱۴۱۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۹۵ء)

⑤

علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے ترجمان ماہنامہ بینات نے تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :-

— یہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی سوانح حیات ہے۔ چراغ محمدیہ ۱۲۹۶ھ (۱۸۸۷ء) موصوف کا تاریخی نام تھا، قاضی صاحب نے کتاب کا نام بھی 'چراغ محمدیہ' رکھا ہے۔ حضرت مدنی کی شخصیت مجموعہ کلمات تھی، موصوف نے اپنے آپ کو اکابر کے کلمات سے راستہ کیا تھا۔ وہ قائدانہ صلاحیتوں کے مالک، مجاہد عالم ربانی، جلیل القدر شیخ طریقت اور اپنے اسلاف کا نمونہ تھے، یابیں ہمہ اپنے آپ کو ننگ اسلاف سمجھتے اور کہتے تھے ان کا حرام سے بھی ربط تھا اور خواہش سے بھی، وہ علماء بھی تیار کرتے اور طالبان طریقت کی تربیت بھی فرماتے تھے، وہ علماء و مشائخ ہند کی صف میں جس طرح یکاؤن قرار دیا کرتے تھے اسی طرح قائدین کراچی اور چوٹی کے سیاست دانوں کی صف میں بھی اپنی نظیر آپ ہی تھے، اس لیے خلقِ کار جمع بھی ان کی طرف بہت تھا اور ہر طبقہ میں مقبول تھے۔

درکتِ جامِ شریعت، در کون ندانِ عتلق ہر سو مسئلے کے نڈاند جام و سندان بافتن
 جسے ایک تاریخ ساز شخصیت کی سوانح حیات ہی نہیں دیوبند کی تاریخ، اس کے اکابر کا اجماعی تذکرہ، ہندوستان کی سیاسی و مذہبی تحریکات کا مختصر جائزہ، ہندوستان کی آزادی کی تاریخ، بحوالہ علماء دیوبند قیمتی معلومات سے آراستہ کتاب ہے، اس میں حضرت مدنی کے صدیقی خطبات کے اقتباسات، پیش کیے گئے ہیں جو بہت سے حقائق سے پردہ اٹھاتے اور بہت سی غلط فہمیاں دور کرتے ہیں۔ کتاب محنت سے تیار کی گئی ہے، دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت قاضی صاحب کی مساعی قابل تحسین ہیں، تاریخ و ثقافتِ اسلامیہ کے طلباء، ہندوستان کی سیاسی اور مذہبی تحریکات نیز آزادی ہند کی تاریخ کے شائقین اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں کے لیے چراغ محمدیہ کی مطالعہ کا بہت مفید ہے۔

(ماہنامہ بینات کراچی ربیع الثانی ۱۳۱۶ھ)

⑥

تحریک تحفظ ختم نبوت اور مجلس احرار کے ترجمان امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ماہنامہ نقیبِ حستہم نبوت نے اپنے تبصرہ میں لکھا ہے :-

کتاب چراغ محمد نیرے سامنے کھلی پڑی ہے اور میں مسلسل یہی سوچ رہا ہوں کہ
 روایتوں کے تراشیدہ لوگ کتنے کیسے !

کون سی روایت؟ کیسی روایت؟ وہی روایت جو ہماری ضرورت تھی، ضرورت ہے
 اور ضرورت رہے گی، بات کو اگر مختصر کیا جائے تو اقبال کا سہارا لینا پڑے گا وہ فرطے ہیں۔
 مولو ہند ایک ضرورت تھی، اس سے مقصود تھا ایک روایت کا تسلسل، وہ روایت
 جس سے ہماری تعلیم کا رشتہ ماضی سے قائم رہے۔

اور حضرت مولانا سید عیسیٰ احمد مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) اسی دارالعلوم کے شیخ الحدیث تھے،
 شیخ الحدیث تو ہم بہت سے دیکھتے سنتے اور پڑھتے ہیں لیکن یہ واقعہ ہے کہ سید عیسیٰ احمد مدنیؒ
 اپنی مثال آپ تھے، وہ جہاد آزادی کے کارواں کے سالار تھے، بہادر تھے، نیک تھے، صاحب علم
 تھے، قیاس سنت تھے، علیم تھے، بردبار تھے، متواضع تھے، لیکن ایسے نہیں جیسے ہم آپ تصور کریں
 گے۔ اس بہادری، اس نیکی، اس علمیت، اس اتباع سنت، اس بردباری، اس علم اور اس
 تواضع کا تصور بھی بہت مشکل ہے، اتنا مشکل کہ کم از کم آج اس کی کوئی مثال ڈھونڈنی محال
 ہے، محال نہیں ناممکن ہے، جی ہاں! مگر ہم ترستے ہیں کلی کو وہ گلتاں بہ کنار۔
 ایسے ہی موتے تھے ہمارے سلف صالحین۔

اللہ تعالیٰ قاضی محمد زاہد الحسنی مدظلہ جیسے بزرگوں کو تادیر سلامت رکھے تاکہ وہ اسی طرح
 بزرگوں کی مٹی میں جان ڈالتے رہیں۔۔۔ (ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" ملتان)
 (۷) ایشیا کی عظیم تعلیمی درس گاہ جامعہ فاروقیہ کراچی کا آرگن ماہنامہ "القاروقیہ" (دو دوروں میں)
 انہما رعقیدت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے فتویٰ ہندوستان دارالحرب ہے" سے جس تحریک
 آزادی کا آغاز ہوا تھا حضرت مدنیؒ اس تحریک کے نمایاں قائدین میں سے تھے اور جس عزیمت
 اور استقامت، حوصلہ و ہمت کے ساتھ آپ نے اس تحریک کی مردانہ واریت کی اور اس
 کے ساتھ ساتھ علمی مشاغل اور اصلاح خلق کے ذریعہ کو جاری رکھا وہ آپ ہی کا حصہ ہے کپ
 کے حالات زندگی، سیرت و کردار پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اس کتاب چراغ محمدؐ کی

خصوصیت یہ ہے کہ یہیں شخصوں کے ہاتھوں لکھی گئی ہے وہ فنا فی الشیخ کی جیسی ہانگی تصویر ہے۔
 قاضی محمد زاہد العینی دامت برکاتہم جب سے حضرت مدنیؒ کی چوکھٹ سے وابستہ ہوئے
 آج تک حضرت مدنیؒ کے عاشق صادق اور غلام بے دام ہیں۔ آپ کی یہ کتاب اپنے شیخ
 سے محبت و محبت الہی کے نظریہ کو اجاگر کرنے اور ان کے کام کو آگے بڑھانے کے
 سببے جذبے کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ”ماہنامہ الفروق، رمضان مبارک ۱۴۱۶ھ
 ④ عالمی انجمن خدام الدین کے آرگن ہفتہ وار جرنل اہل الدین لاہور نے پورا خراج تحسیناً
 کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک خصوصی نمبر بنام ”چراغ محمدی“ شائع کیا اور اس نمبر کے
 تعارف میں لکھا۔

... اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مولانا قاضی محمد زاہد العینی دامت برکاتہم العالیہ کو صحت و تندرستی کے
 ساتھ سلامت باکرامت رکھیں کہ جنہوں نے اپنے آستاں اور شیخ قطب الارشاد و اولاد کو یہ شیخ اسلاف
 مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ کی سولخ پر برسہا برس کی محنت شاقہ کے بعد ایک گورنریاب
 رچا پر خراج تحسیناً پیش کیا۔ سید سید الطغرئی نے شیخ العربیہ صاحب حضرت مولانا سید
 حسین احمد مدنیؒ کا تاریخی نام ”چراغ محمدی“ ہے، اس حوالے سے کتاب کے نام نے اور بھی تانگی اور
 جگہ کا ہٹ پیدا کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی اس محنت، بیگیاں کو شرف قبولیت
 بخشیں اور اس کتاب کو عالم اسلام کی تہذیبی کا قدیم بنائیں۔ ”آئین یا الہ العالین“ حضرت قاضی صاحب
 مدظلہ کی دوسری کتابیں بھی عوام بالخصوص دینی اور علمی حلقوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکی ہیں
 اور خصوصاً وہ جعفری کے امام الاویہ شیخ القاضی حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا سوانح ”نور منیر“
 کا کوئی جواب نہیں۔ ہمیں یقین واثق ہے کہ یہ کتاب بھی دینی اور علمی حلقوں میں خوب پذیرائی حاصل
 کرے گی۔۔۔۔۔“ و بوقت رفقہ خدام الدین لاہور، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰
 ④ پاکستان میں دہا علم و تہذیب کے ترجمان اور جامعہ مدنیہ لاہور کے انجمن ہائے اہل علم و تہذیب نے
 نے ترجمہ فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت اس قابل ہے کہ اس پر جس عنوان سے
 بھی لکھا جائے کم ہے، خدا کی شان ہے آپ کی حیات سے لے کر تاہم آج آپ پر لکھنے کا عمل جاری
 ہے ہر ایک اپنے فرق اور معلومات و واردات کے مطابق لکھ رہا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک

عظیم کاوش زیر نظر کتاب "چراغ محمد" ہے جو حضرت مولانا قاضی محمد زاہد احمسنی دامت برکاتہم نے بڑی عمر قریبی کے ساتھ ترتیب دی ہے۔ موصوف حضرت شیخ الاسلام کے شاگرد و مسترشد بارگاہِ مدنی سے بروز دست فیض یافتہ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جہاز ہیں، آپ پہلے بھی مختلف رسائل و جرائد میں حضرت شیخ الاسلام کی شخصیت سے متعلق مضامین لکھتے رہے ہیں، حال میں آپ نے حضرت شیخ الاسلام کی سوانح سے متعلق یہ ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام کا تاریخی نام چراغ محمد ہے، اس نام کی مناسبت سے حضرت قاضی صاحب نے اپنی اس تالیف کا نام بھی "چراغ محمد" رکھا ہے۔

انگریزی حضرت شیخ الاسلام کی سوانح کے حوالے سے یہ کتاب انتہائی قیمتی معلومات سے پُر ہے، کتابت و طباعت عمدہ ہے، ڈاٹائی دارجلد کے ساتھ مزین ہے۔

ماہنامہ انوارِ مدینہ ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ / اپریل ۱۹۹۵ء

⑩ دراصوم حقانیر اکوڑ خشک کے ترجمان ماہنامہ الحق نے اپنے بصرہ میں لکھا۔

..... "شیخ العرب والعم مولانا سعید حسین احمد مدنی" ایک شخصیت ہی نہیں ایک تحریک، ایک تاریخ، ایک عہد اور فکری اور علمی لحاظ سے ایک دیستانِ فکر کا نام ہے۔ وہ جتنے عظیم انسان تھے قدرت نے ان سے علوم نبوت، فروع تعلیم و مدرسین آزادی ملت، اُمتی و اُمت اور ملی قیادت بننا عظیم کام لیا، اسی طرح ان کا حلقہ تمدن و اثر جس قدر وسیع اور عظیم تھا، ان کی خدمات جس قدر کثیر اور بے پناہ تھیں، اسی تناسب سے ان کی جامع سوانح ان کے متوسلین، طالبانہ یا خصوصاً علماء دیوبند کے ذمہ ایک فرض اور فرض تھا جو حضرت کے ساتھ انحال کے بعد بھی تک باقی چلا آ رہا تھا۔

دربارِ حضرت مدنی کی زندگی اور سوانح و افکار پر متعدد کتابیں لکھی گئیں، مجموعی طور پر لکھے گئے ہیں۔ سوانح کے علوم و معارف، عقائد اور ترتیب ہونے لگے، مگر یہاں ہر ایک جامع اور ہر پہلو جاوی سوانح کی تشنگی محسوس کی جا رہی تھی۔ ایشیہ کیم برائن نے غیر عطا فرمائے بقیۃ السلف حضرت مولانا قاضی محمد زاہد احمسنی دامت برکاتہم کو جنہوں نے "چراغ محمد" کے نام سے حضرت مدنی کی جامع سوانح اور مکمل تذکرہ لکھ کر ایک فرض کفایہ ادا کر دیا جس پر پوری اہمیت کی طرف سے وہ ہر تیرے تبریک اور شکر کے مستحق ہیں۔ "فأحمد محمد علی اللہ....." (ماہنامہ الحق اکوڑ خشک، مارچ ۱۹۹۵ء)

۲۲ مقدمہ

(الف)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على من لا نبي بعده ولا نبي بعده
واصحابه اجمعين۔ آمنا بعد!

قرآن عزیز نے انبیاء علیہم السلام اور خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت مبارکہ کے حالات جہاں فرماتے ہیں بعض انبیاء علیہم السلام کے حالات تفصیلاً اور بعض کے اجمالاً بیان فرماتے ہیں۔ مسلمان کے حالات کا ذکر بھی قرآن عزیز میں موجود ہے جیسا کہ حضرت عثمان کی وہ نصیحت جو انہوں نے اپنے اکھوتے بیٹے کو فرمائی وہ قرآن عزیز نے رشاد فرمائی ہے۔ اصحاب کہف کے حالات، حکومتِ وقت سے اختلاف اور غلامی پناہ لینے اور دوسرے امور کو بیان فرمایا۔ سورۃ ابتر و ج میں موحیدین کے استقلال اور ظالم حکومت کی سزا کو ذکر فرمایا۔ ان سب حالات کے بیان کرنے میں حکمت یہ فرمائی کہ لوگوں کے لیے نصیحت، راہ نمائی، عبرت کا ذریعہ بن جائیں۔

اسی طرح صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے علماء کرام، اولیاء عظام کے حالات بھی امت کے لیے راہ نمائیں خصوصاً ان علماء کرام کے حالات اور ان کی سرگذشت سے امت کو واقف کرنا اور واقف ہونا ضروری ہے جنہوں نے حواری اور مشواریت دین کو بھانپنے کے لیے ہر جاہد طاقت کا مقابلہ کیا خواہ وہ طاقت انڈین ملک کی ہو جیسا کہ مجددِ ثانیؒ نے دینِ اکبری کا مقابلہ کر کے اس کا قلع قمع فرمایا یا وہ طاقت بیرونی ہو اور اپنے گھر و فریب سے ملک پر قابض ہو جیسی کہ انگریزوں نے اسلامی مملکت ہندوستان پر قبضہ کر کے دینِ اسلام کے فطرت پر علم و حکم کو روکا اور انہیں جن اصحابِ عزیمت، علماء کرام اور اولیاء عظام نے عیسائی حکومت کے قبضہ کو علم و حکم کے ساتھ تعمیر کرتے ہوئے اسے دارالکرب و قتلہ کر دیا۔ ان میں شاہ ولی اللہ سے لیکر حضرت شیخ الہند اور ان کے پیچھے جانشین مولانا سید حسین احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ممتاز مقام ہے اگرچہ اس بجا ہرگز وہ میں کئی علماء حق اس قابل ہیں کہ ان کا ذکر و تالیف کیا جائے مگر اس گفتار کی نظر میں اپنے گم فرماؤں میں سے حضرت مدنی اور عبد جانز کے امام ابو یوسف اور مولانا احمد علی لاہوری نے اللہ تعالیٰ کو ذکر فرما دیا ہے۔ چنانچہ اس گفتار نے کچھ عرصے پہلے حضرت لاہوری کے حالات پر نثر و مضمون کا حرب کی اور اب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت مدنیؒ کی سوانح حیات پر قلم اٹھانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

حضرت کا تاریخی نام چراغ محمد ہے اس لیے نزول برکات اور حصول حسنت کے لیے اس کتاب کا نام
چراغ محمد رکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس چراغ کو ہر قسم کی باوجود مرے معذرت کے تاکہ اس کی روشنی سے ہمیں
کئی تہی واسن عبادت کے صحیح مقام، ان کی قرانیوں اور ان کی طبیعتی زندگی سے واقف ہو کر ان کے اختیار
پر ہدایت پہنچ کر نہایت فائزین حاصل کر سکیں۔ وما دلک علی اللہ بعزیز، واقعہ ولی التوفیق

فتہ۔ حضرت مدنی نے اکثر اوقات اپنے مکاتیب میں نکتہ اسلاف حسین احمد تحریر فرمایا ہے
مگر بعض غلطیوں میں چراغ محمد بھی تحریر فرمایا ہے۔

مجاہد آستانہ مدنی، زاہد الحسینی

حال دار و منزل نور انوار، شارع مدنی ایبٹ آباد، روز ۱۶، ۱۳۳۱ھ / ۸، ۱۹۱۳ء

مقدمہ برائے طباعت ثانیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو چراغ آج سے کچھ عرصہ پہلے جو یا گیا تھا اس کی طبیعتی اور روحانی روشنی سے
کئی اُن سعادتمندوں نے نور بصیرت حاصل کیا جو بعض انہوں اور بیگانوں کے معاندانہ مشاغلہ رویہ سے بیکار رہنے سے متاثر
ہو کر شکوک اور دوام کی تاریکی میں ایک مقبول ہانکا، خداوندی بند علیٰ نسب، مجاہد و فضائل پرانی صاحب سائنس و تبحر
کے تعلق اپنے اذہان اور قلوب میں کھنکھ اور کینہ کی آگ سلگنے ہوئے تھے اس چراغ کی روشنی سے وہ اپنے منور
ہو گئے اور اکثر جو غمروں نے اپنے غلط خیالات سے توبہ کر لی اور حضرت مدنی اور دیگر علماء حق کے مجاہدانہ کارناموں اور
ان کی سیاسی بصیرت کو تمام عالم اسلامی کو درپیش مسائل کا حل بتھیں کر لیا۔ اکابر علماء کرام و مشائخ عظام اور
علمی و دینی مکتوبوں نے اس چراغ کی پذیرائی کو سعادت سمجھا، حضرت مدنی نورانہ و قدس کی سند و سبب حدیث کے جانشین
حضرت مولانا سید محمد رشیدی مدظلہ ہمارے ہاں رہنے کیلئے خود تشریف لائے، جبکہ عالمی اہل علم و ایمان الہی لاہور کے امیر
مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ نے لاہور میں ایک عظیم الشان سینما راسی چراغ کے متعلق منعقد فرمایا بہت روزہ
خدا م الہی سے خصوصی خبر سے امداد ہائے امت، اخیر بیانات ظہیر الدینی و علمی جرات نے اس قرض کی ادائیگی فرمادیا اور
حضرت مدنی کے تلامذہ، نوریین اور معتقدین کے ذمے تھا چنانچہ چند ہی ماہ میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا اور اب
اصحاب کے بے پناہ اصرار کی وجہ سے اس شدید گرانی میں حالات کی نامساعدت کے باوجود بعض اختلافات
کے ساتھ یہ کتاب دوسری بار شائع کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب خوبی کی طرح اس کتاب کو مزید قبولیت سے
لوازیں اہم سب کو مستحضر زندگی کا سفر اس کی روشنی میں لے گئے کی سعادت بخشیں۔ قیاد ذلغ علی اللہ بعزیز
قاضی محمد زاہد الحسینی (دسمبر ۱۹۹۹ء، شعبان ۱۴۲۰ھ)

(ب)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي

اس گنہگار پر خداوند کریم کے جو بے انتہا کرم اور احسانات ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ علم القلم کے ساتھ ایک گونہ ربط پیدا فرمادیا، چنانچہ احقر کے قلم سے جو نہ تعالیٰ تقریباً ۱۴ اکتب اور رسائل نکل چکے ہو کر طبع اور شائع ہو چکے ہیں۔ بحمد اللہ علیٰ حسانتہ

ان میں سے اپنے کرم فرما حضرت کے حالات گاہ بگاہ دینی رسائل خصوصاً ماہنامہ الارشاد میں شائع کرنے کی سعادت حاصل رہی اور اب بھی ہے، مگر قابل ذکر اس موضوع پر حضرت شیخ تفسیر دور حاضر کے امام الاولیاء مولانا احمد علی قدس سرہ المعزیز کے سوانح حیات سے جو ملک کے عظیم تجارتی ادارہ فیروز سنز لاہور سے کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ حضرت کے اس سوانح حیات موصومہ بہ "مرد مومن" کی ترجمہ میں اس گنہگار کو نہ صرف شکر کرتے بلکہ ترمیم اور توسیع میں حصہ وافر عطا ہوا جس کا مختصر سا ذکر حیدر علی خان صاحب مرحوم کے قلم سے درج ذیل ہے۔

"ہر امر روز روشن کی طرح جیاں ہے کہ حضرت کا علقہ اثر اور مقدرین کا سلسلہ وسیع ہی نہیں بلکہ لائق تہنیت ہے، چنانچہ ان سب حضرات سے جو حضرت کی بابرکت جمعیتوں سے مشرف ہو چکے ہیں ماہین غزل نصیب حضرات کو آپ سے تعلق کسی نہ کسی گوشے میں رہ چکا ہے حضرت کے حالات و واقعات کراہم کرنا آسان کام نہ تھا پھر بھی میں نے سوائین سو سے زائد علمائے کرام ہر وقت کے علاوہ اور حضرت کے تہنیت یافتہ خدام کی خدمت میں عرضے ارسال کیے کہ وہ اس میں اعانت فرمائیں مگر چند دن کا بیاری نہ ہوئی.....

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کی تکمیل کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے لیے ذرائع و اسباب خود مہیا فرمادیتے ہیں، چنانچہ میں اُس وقت تک کہ کام ابھی ابتدائی مراحل میں تھا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تعلقہ مجاز حضرت مولانا فاضل محمد زاہد سیفی صاحب جامعہ مدنیہ کبھل پور اکتب کی فائز لڑائی ادا ہو چکی بن کر اکتب سے

آئی تاہم مرحلہ میں قاضی صاحب موصوف کی پرانوں سماجی شامل نہ ہوئیں تو حضرت کے سوانح حیات کا اس قدر جلد پڑھنا تکمیل کو پہنچنا ممکن نہ تھا، آپ کی تریب و تدوین میں موصوف کا نہایت قیمتی اور عظیم حصہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کے روحانی مراتب کو اور بلند فرمائے۔ آمین (مرد مومن ص ۴)

مرد مومن کی اشاعت کا اصلی محرک تو فیروز سنہ ۱۹۸۰ء کا ادارہ ہے مگر پہلے محبوب آقا حضرت مدنی تو قدر قدس کے حالات کے شائع کرنے کا ادارہ مدت سے تصور تھا جب بھی موقع ملتا ملک کے معتدرو رسائل اور اخبارات میں مختلف عنوانوں پر لکھنے کی سعادت حاصل رہی جبکہ اپنی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہنامہ اور شاہدائے عین ہار مدنی غیر شائع کرنے کی سعادت حاصل کی مگر یہ تشنگی پھر بھی باقی رہی اور قلب و فکر کا تقاضا روز افزوں ہو گیا پھر یہ بات بار بار کات کی تو تہنات اور دعاؤں کے صدقہ میں رتبہ العالیوں نے اس قدر توانا ہے اس ذہن بابرکات کے حالات میں ہتھابو ہونے کے تحریر کرنا ضروری ہے، اس سے ایک نوح

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

کی روحانی اور ایمانی لذت حاصل ہوتی رہے گی اور دو سوانح طالبان حق کے یہ رہنمائی ہو جائے گی جو ذاتی اور سیاسی تعصبات سے بالاتر ہو کر وقت کے ایک دل کابل، باخدا رہنے والے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے کسی ایسی جامع کتاب کے متلاشی ہیں جس میں حضرت مدنی تو قدر قدس کی حیات مبارکہ کے سادے سادے اطوار اور سارے احوال کا داخل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو کیونکہ یہ بات نظر آتی ہے کہ کسی ہا کمال نیا میں شخصیت کے ساتھ سادگی رکھنے والے اس کے خاص کو تو پردہ میں کر دیتے ہیں مگر اس کی بشری کمزوریوں اور غیر ارادی لغزشوں کو اس کی زندگی کا مقصد تا کر حق کے متلاشیوں کو اندھیرے میں رکھنے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسی کے بھروسہ پر اس اہم موضوع پر قلم اٹھا رہا ہوں، جو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس مخلص بندے و مجاہد فی سبیل اللہ خیر خواہ امت کے صحیح حالات امت کے سامنے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے قبول بھی فرمائے۔ آمین

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ کسی بھی شخصیت کے حالات زندگی پر تبصرہ تقریباً آسانی ہی ہوتا ہے کہ اس کے حالات اور اطوار کا مرکز اس کی ایک اہم حیثیت ہوتی ہے جس پر اس کی زندگی کے سادے حالات اگر جمع ہو جاتے ہیں مگر یہی شخصیت اور ایسے انسان کے حالات پر تبصرہ کرنا، ان کی بیان کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے جو بالفاظ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

تو قلم کو چلے، جو واضح میں شہرت خاک و تدری میں لطیف پانی و بقیق فی اللہ میں آئیں عظیم سقا و ستار
میں باریک ہوا، شجاعت قلب میں آہن، بخاری بھر کم ہونے میں دوزخار طلعہ میں، اور تدری میں بلند

آسمان جس میں طرقتیں نمایاں نظر آتی ہیں ان میں سے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 ساتھ ساتھ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہیں ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 میں اتنی ہی شان کے ساتھ کہ وہیں ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 جگہ جگہ ہم کہنے کے ساتھ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے

ان کے زیادہ تعداد کے ساتھ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 یہاں ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 یہاں ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 یہاں ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 یہاں ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے

کیسے نماز میں نماز کی کئی کئی باروں میں نماز کی کئی کئی باروں میں نماز کی کئی کئی باروں میں
 ہے ذکی اذیہ اور لوگوں کی عزت کے لیے ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 دنیاوی جگہوں سے خارج ہو کر ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 لطف انسانی بہت ہے اور سب سے زیادہ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 خالق کی کئی عزت بہت ہے سب سے زیادہ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 مشکل ہے رحمت الہیہ شہداء و شہداء کے ساتھ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 ہے اپنی برکتوں سے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 تری کسے اور اس کے لیے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 دہ کے وقت نہایت سزا میں ہے اور ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 بلکہ کہ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 میں مشعل اور جس سے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 ہر ایک عالم پر سب سے زیادہ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 کہ پہلے ہیں ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 یا مطلقاً ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 کے ساتھ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے
 خلوت خانوں کو سب سے زیادہ ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے ایک قوس ہے

مضمون حدیث کے بموجب انہی اربعہ ائمہ علیہم السلام سے مشابہت، یہی سجدتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب، اُسے صحابہؓ کا سچا پیروا، یہی ہے صلح خلق، یہی ہے شیخ وقت، یہی ہے مُرشد ملاق، یہی ہے قطب عالم، ان کی زندگی وہی عبرت ہے، قابل اتباع بلکہ واجب الاتباع ہے۔

اچھا بتاؤ دورِ ماضی میں کون ہے اس مقدس زندگی کا مالک اور اس مبارک مُنت کا حاصل و ماہر اور کجا بہ وقت قطب عالم، مرشدِ خلقت جس کا نام نامی اس تمہید کا مبارک عنوان ہے سیدنا و مُرشدنا شیخ العرب والمسلمین شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ سید حسین احمد مدنی صاحبِ شرح الحدیث والعلوم دیوبند و علامہ الامامی و امت پرکاتہ۔۔۔ دارالعلوم دیوبند اپنی قسمت پر میں تمہینا کر کے کم ہے کہ ہر زمانہ میں اس کی صدارت کے لیے قدرت کے ہاتھوں نے مخلوق کا بہترین فرد منتخب فرمایا، آج بھی مجد و وقت دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث ہے، جنہوں نے مولانا ظفر علی خان مرحوم سے

گرمیوں ہنگامہ تیرم سے حسین نے احمد سے آج
جس سے پرہیز ہے روایات سلف کا سرپرست

راہنامہ الامت شاد و خوش نصیب

اس میں شک نہیں کہ علماء کرام اور مشائخ عظام اپنی اپنی صوابدید اور توفیق کے مطابق مسلمانوں کی راہنمائی کا فریضہ ادا فرماتے رہتے ہیں مگر جو مقام اعلا کلمۃ اللہ کے لیے مجاہد کو ملتا ہے وہ ان عبادت گزاروں کے اعز و خراب سے کئی گنا زیادہ ہے، ارشادِ قرآنِ عزیز ہے۔

كَيْفَ يَأْتِيهِمْ لِيُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ يَجْعَلُ لِكُلِّ شَيْءٍ سُبُلًا
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ لِكُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلِّ مَكَانٍ حَرَامٍ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْقُرْآنُ فَتِلْوهَا وَلْيُحَذِّرَنَّكُمُ الْمَسْجِدَ وَكُلَّ مَسْجِدٍ يَدْعُونَ إِلَى التَّوْحِيدِ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْقُرْآنُ فَتِلْوهَا وَلْيُحَذِّرَنَّكُمُ الْمَسْجِدَ وَكُلَّ مَسْجِدٍ يَدْعُونَ إِلَى التَّوْحِيدِ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

اللہ تعالیٰ کے ہاں راجع و تواب ہیں، برابر نہیں اور اللہ تعالیٰ راہ پر نہیں لانا ان کو جو اس کی حدیث کوڑھے واسے ہوں۔

(سورۃ التوبہ ۱۹)

اور حسب ارشادِ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَمْسِكُوا أَيْدِيَكُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَالْمَسْجِدِ الَّذِي يُدْعَى إِلَى التَّوْحِيدِ
وَأَمْسِكُوا أَيْدِيَكُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَالْمَسْجِدِ الَّذِي يُدْعَى إِلَى التَّوْحِيدِ وَأَمْسِكُوا أَيْدِيَكُمْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَالْمَسْجِدِ الَّذِي يُدْعَى إِلَى التَّوْحِيدِ
رَدَّاهُ التُّرْمُذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ - مَشْكُوعَةٌ بِأَبِ الرَّفِيقِ وَالْحَيْبَاءِ وَحَسَنِ الْعَسْقِ

دیکھتے۔ وہ مسلمان جو لوگوں کی ہر شے میں دل نہائی کرے، اور نہ صرف لغو باتیں سے توڑا جائے بلکہ حق کی طرف
مردانہ وار رہنائی کرے اور حق کے مخالفوں اور تہمتوں کو برداشت کرتے ہوئے ان کی نیر غلامی کا دامن نہ چھوڑے، یہ
دوسرے ان مسلمانوں سے افضل ہے جن کا طریقہ کار ایسا نہ ہو۔

حضرت عبدالعزیز بن مبارک اور عمار و جرم حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہم ہم زمان میں اول لڑکے
عالم با عقل، محدث و مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ بہادری و قوت بھی تھے اور فضیل بن عیاض حرم کعبہ میں مجاور
تھے اور وہیں انتقال ہوا، حضرت عبدالعزیز بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فضیل بن عیاض کا چشمہ کو ایک طویل منگھوم خط لکھا،
جس کی ایک رُباعی درج کی جاتی ہے۔

يَا عَابِدَ الْحَرَمَيْنِ كَوَا بِنَصْرَتِنَا

لَعَلَّسَتْ اَنْتَ فِى الْعِبَادَةِ تَلْعَبُ

هَتَّكَ اَنْ يَخْفَبُ خَدَّاهُ بِدُمُوعِهِ

فَتُخَوِّرُنَا بِدَمِ بِنَاتِنَا تَخْفَبُ

بیتات اللہ العزیز

حافظ ابن عساکر نے امام موسوی کے ترجمہ میں یہ اشعار نقل کیے ہیں۔ امام موسوی ایک سال درج شدہ
وہ ایک سال حجرت کرتے، ایک سال جہاد میں شرکت کرتے، حضرت فضیل اس عہد کے مشہور مجاہد و بہادر
میں سے ہیں، حاصل ان اشعار کا یہ ہے: اے حسین کے گوشہ نشین عابد! اگر تو نے جہاد میں دیکھا ہوتا
تو معلوم کر لیتا کہ دنیا سے لائق ہو کر جس جہاد میں تڑھنوں ہے وہ تو ایک طرح کا کھیل ہے، جو
شخص اپنے زخماں آفسوں سے جہاد میں آکر کرتا ہے اسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری جہاد
وہ ہے جس میں زخماں آفسوں سے نہیں بلکہ گرد میں خون سے رنگین ہونا کرنا ہے۔ حضرت فضیل نے
لے جب یہ اشعار پڑھے تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا: صدق ابو عبد الرحمن و جہاد
بن مبارک نے سچ کہا۔

حضرت مدنی کا تقریباً ساری زندگی اسی طرز عمل کا مکمل نمونہ تھی۔ (تو اللہ مقررہ)

کتوبات شیخ الاسلام کے مرتب حضرت مولانا نجم الدین اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدنی
رحمۃ اللہ علیہ کو عراق حقیقت پیش کرتے ہوئے ان کی حیات مبارکہ کا مسین مرقع اس طرح
بیان فرماتے ہیں۔

صحاح کی حیات پاک کو اس سے نہیں جانا
وہ جس کی خلوت شب کی بدلتا اب بھی زندہ ہے
حقیقت میں یہ شان زندگی جس سے نہ بچانی
گداز یوزر و عشق اویس و سوز سلسانی

ایسے جامع انصاف انسان کی کون کونسی ادا اور اس کی زندگی کے کون کون سے کارنامے کو جان کر کیا جائے؟
 خصوصاً یہ بات ایک ایسے صاحب علم کے لیے اُس وقت زیادہ مشکل ہو جاتی ہے جبکہ اُس کے دل میں صاحب
 عنوان کا ادب و احترام ایک ایسی حیثیت اختیار کر چکا ہو کہ وہ اُسے اگرچہ محسوس نہ کرتا مگر اپنے دور میں اُس
 کے سوا کسی پر نظر نہ جتی ہو اور وہ اسے "امامِ پیر" سے تعبیر کرتا ہو۔

اس لیے ناظرین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کو نہ تو تاریخی نظریے دیکھیں نہ ادبی اور علمی
 نظریے بلکہ ایک خادم کے جذبات کے عکس کے طور پر ملاحظہ فرمائیں تو زیادہ مفید ہوگا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور واقعات، کرامات اور شہادت پر کافی کتابیں شائع کی گئی ہیں اور
 ان کے ناموں میں حضرت مدنی شیخ الاسلام، بجا صاحبین وغیرہ معنویات اختیار کیے گئے جو برصغیر اور صحیح تعبیر
 مگر احقر نے حضرت کے تاریخی نام چنانچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اختیار کیا ہے۔ حضرت نے نبی اور علمی،
 علمی اور روحانی طور پر اسکی ساری میراثیں مستفید کیں جن سے کل عالم ارض و سما نے فیا کا اقتباس
 کیا ہے اور اسکی کئی کئی جلدیں صوفیوں کو سونپ کر آئے ہیں۔

اگرچہ کتاب کا تعلق حضرت مدنی کو راشد مرقدا کی سوانح حیات کے ساتھ ہے مگر یہ کتاب انکی حیات کے شاملہ نہیں ہے اور
 اور وہ اسلام کیسے جدوجہد کو پوری طرز سے سمجھنے کیلئے ان شاملہ اور خدمات کا یہ منظر سمجھنا ضروری ہے بلکہ انکی خدمات کی
 اور حیرت اور عظمت معلوم ہوسکے اور کتاب کے پڑھنے والے حضرات کی مسلمات میں تشنگی باقی نہ رہے، جیسا کہ۔

— تم کو یہ نواہش میں آپ نے قایم دھند لیا اور انگریزی حکومت کی شاہ رگ کاٹنے کے لیے نوبت آتی تو اُٹھ کر دینے
 کا نہ خوف لگتی رہا بلکہ خالق و ربنا ال کرانی میں افضل الجہاد کا فریضہ ادا کرتے ہوئے علی الاعلان اسے بیان فرمایا۔
 اس ساری جدوجہد کو سمجھنے کیلئے انگریزوں کی تہذیبوں میں آمد ہندوستان پر لگانا نہ تھا کہ ان لوگوں کی دل کے لیے
 ان تمام عمرانیات کا اجمالی تذکرہ اور ہندوستان سے انگریزوں کے اخلاقیات حضرت مدنی کی قیادت کے تذکرہ میں لکھا گیا ہے۔

واللہ السوفق والمعون

دقاصی محمد زاہد الحسنی غفرلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(ج)

حضرت مدنی اور حضرت شیخ الہند کا تعلق

جو نگر اس کتاب چوواغ محمد زامل القندھلہ وسلم میں حضرت مدنی کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ الہند کا ذکر یوں آیا ہے جیسا کہ حضرت شیخ الہند کی حیات تھی اور حضرت مدنی کی حیات اور کلامی اس فن کی شرف تھی، اس لیے نہایت ضروری ہے کہ کتاب کے شروع میں اس تعلق سے امداد الی الابد کو ذکر دیا جائے تاکہ ناظرین حضرات کو حضرت مدنی کے حالات اور واقعات اس صحبت کی روشنی میں سمجھنے آسان ہو جائیں، اس تعلق، ربط اور صحبت کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

۱۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہا کے تلامذہ اور فیضانہ حضرت کی تعداد اگرچہ ان کی حیات طیبی کے لحاظ سے کم تھی مگر کیفیت کے لحاظ سے وہ لاکھوں پر بھاری تھے لیکن انی سب حضرات میں سے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی اور خلافت صرف حضرت شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عطا ہوئی :-

حضرت شیخ الہند نے ۱۲۸۹ھ سے ۱۳۰۰ھ تک بیست و تین سال دارالعلوم دیوبند میں بیانی شروع فرمادی تھی، اور ۱۲۹۲ھ سے آپ باقاعدہ درس فرماتے تھے، اس لحاظ سے پچاس سال خدمت تعلیم میں صرف فرما کے اور ۱۲۹۵ھ سے ۱۳۲۲ھ تک تو اڑیس سال کامل علی الاطلاق حضرت نے علم دین کو خدمت کی اور بیست و تین سال مدرسہ میں و شیخ الحدیث پچیس برس تک فائز رہے، اور آپ کے حلقہ درس کا بلکہ قندھار، بلخ، بخارا، مکر، مدینہ منورہ اور یمن تک کے ۸۶۰ مسافر تشریف لے کر مالامال ہو گئے ان تلامذہ کرام میں محدث کبیر حضرت علامہ ابو شاہ کاشمیری مسند نشین حضرت شیخ الہند و تلامذہ اساتذہ کرام حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، فقید عظیم انصاری مفتی کفایت اللہ نور اللہ قیوم، مہر علیہ، اکمل علیہ کرام تھے مگر جو مقام قریب و صحبت حضرت مدنی کو حاصل ہوا وہ اور کسی کو حاصل نہ ہوا، جیسا کہ حضرت شیخ الہند

کے شکر و شہید با زید وقت اولیٰ کامل حضرت میاں سید امیر حسین نور اللہ برقدار نے فرمایا ہے۔۔

۱۲۰۰ھ کے زمانہ قیام پنڈپور میں حضرت مولانا شیخ الہندؒ جالپور سے واپس
 واپس آئے تھے ایک دفعہ کے لیے پنڈپور ٹھہرے، مولانا حسین احمد صاحب بہراہ تھے
 رمضان المبارک کا تیسرا روز تھا، شب بیدگی کے کسل سے صبح کی نماز کے بعد حضرت
 نے آرام کرنا چاہا، تنہائی کے لیے مسجد امارہ کے بالائی درجہ پر بستر کھیا، حضرت کو نہایا
 مولانا حسین احمد (جو اس زمانہ میں ہرگز خدمت کرواؤ خود مٹھ کے صبح مصداق ہو
 گئے ہیں، ہمیشہ سفر و حضر میں خدمت کے لیے حضرت کو بلا تے، پہنچتے تھے،
 حسب حاجت پاؤں دہانے لگے، خاکسار مروج الخدمت کو درجنائی و دوپٹا مل دینا
 شروع کیا اور شیخ مولانا حسین احمد صاحب سے کہا مولوی صاحب آئی ام کی آپ
 کے برابر آئے، حضرت (شیخ الہندؒ) نے شکر فرمایا بھائی تم کہاں کہاں انکی برابری
 کہتے رہتے

حضرت شیخ الہندؒ کا یہ ایک جملہ اتفاقی نہ تھا بلکہ حضرت مدنی کی رفاقت، کرب اور محبت کے
 ایک حکیم پیشینگوئی تھی جس کی وضاحت حضرت میاں صاحب نور اللہ برقدار نے یوں فرمائی ہے۔۔
 ۱۳۰۰ھ وقت تو یہ ایک معمولی لقمہ کہا گیا لیکن مولانا حسین احمد کا مدینہ منورہ میں اور پھر
 بیش قیمت بحالی کو قرآن کے نور علی سے نظر بندگی میں حضرت کی محبت لگاتار تھا، اس سفر
 خصوصاً نواب قاہرہ اور ایسی ماں میں جان نثار اور خدمت کرنا اور پھر آتہ آق کے
 اعلان پر زندان کراچی میں ایسے وقت اور تمام ہندوستان میں ہتھیار بچنے کی بان بھدیرہ اشعار میں
 حسین احمد لانا پہننا بتلا رہا ہے کہ وہ ایک ہر مغرور کا تھا اور مولانا حسین احمد صاحب کی
 آندہ شاہزادہ دینی و قوی زندگی کے ساتھ کسک معنی عزیز اشارہ برکت تھا، شیخ الہندؒ

سے حضرت شیخ الہندؒ کو رائی پور سے مستند رہی مولانا صاحب نے حضرت مدنی کو فتا کے ساتھ تمہیر کرتے ہوئے

فرمایا ہے
 حضرت آئیں گے جیسی احمد کو بھی آئیں گے ساتھ
 شیخ آئے کوبے ساتھ ان کے فتا آئیں گے

اس سے زیادہ وضاحت حضرت مہاں صاحب رضوانہ علیہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے: آپ فرماتے ہیں :-

”مولا حسین احمد صاحب کی شریفانہ بیان بخاری اور صحیح شیخ کے متعلق ہم اپنی طرف سے ایک طرف بھی کہنا نہیں چاہتے لیکن اس وقت کے حالات کو پیش نظر رکھ کر خود اندازہ فرمایوں کہ اس زمانہ میں ایسی جان بازی کی نظر مل سکتی ہے جتنا نہیں! مدینہ منورہ میں شیخ الحدیث ہونے کی عزت و شرف اور علم و تجربہ میں رکوع و وجاہت بصیغہ والد اور بیس نک و فرزند زائد الخواتم کی حفاظت اور آئندہ قسم کی امید آرام و راحت یہ سب ایک طرف ہیں اور یہی وفا اور محبت شیخ و پوری طرف جس میں جان کا خطرہ ہے اور طرح طرح کے مصائب کا اندیشہ، مگر یہ شخص اس طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا اور خطرہ کی طرف سے تامل و ملاحظہ نہ بڑھا جاتا ہے۔“

گذشتہ زمانہ کے فنائی شیخ اور سرست لوگوں کی حکمتیں جو آپ نے سنی ہیں کہ اگر عالم شوق میں قیام کے تابان میں سرگستاخ ہو کر شیخ کی آواز سن کر گویا ہو جائیں! بدعات کا پانی صحن میں! جاتا ہے اور شیخ بد و صاف کسے کے لیے زور سے بانس لہرتے ہیں تو سر سے غول کے فراسے جاری ہو جاتے ہیں مگر نہیں ہٹتا! اس شخص (حضرت مدنی) بے آقا ٹھوں سے دکھلا دی کہ ہاں حالت ہوش و حواس میں اس طرح بلکہ قتل کیا کرتے ہیں!۔“

(دقت) مولا محمد جمیل صاحب استاذ دارالاسلام دیوبند نے ایک مرتبہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت شیخ الحدیث نے یہاں ایک دفعہ بہت ہمایاں گئے، بیت اللہ صرف ایک ہی تھا اور وہی جگہ کہ گنگہ سے پہنچتا تھا لیکن جیسے تہمت تھا کہ وہاں بیت اللہ صبح صادق سے پہلے ہی صاف ہو جاتا تھا اور پانی سے دھلا ہوا پاپا جاتا تھا، لہذا اس کی جستجو تھی، اپنا چہرہ ایک مرتبہ میں تمام اہلک اس راز کو معلوم کرنے کے لیے پہنچا، جب وہاں کے دو بچے تو حضرت شیخ الاسلامؒ کو اس کے بارے میں واقف ہوئے اور بڑے ہنر و ہنر کے چنگل کا رنگ کیا تو انہی میں نے حکایت سنا کر روک لیا تو فرمایا کہ دیکھئے کسی سے تذکرہ نہ کیجئے گا۔“

لے جہاد شیخ الحدیث ۶۳۳ھ ۱۲۳۵ھ ہمایاں نے شاہی مولانا دارالہدایت (اہلک لہری) سے لکھا

استاذ کے ادب و احترام اور جاں نثاری کا حال تو آپ نے دیکھا خود حضرت شیخ الہند کے قلب میں آپ کے لیے کتنی محبت اور کیسا مقام تھا؟ یہ اس سے بھی عجیب تر ہے، حضرت شیخ الہند کے شاگرد حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:-

”حضرت مدنی مدینہ منورہ سے تشریف لائے اور مدینہ حدیث میں شریک ہوئے۔ دورہ حدیث میں قرأت میں ٹھوکر کا مقام، حضرت مدنی نے کتاب مجھ سے لے کر خود پڑھنا شروع کر دیا، میں چونکہ آپ کو پہچانتا تھا اسلئے کچھ ناراضگی کا اظہار کیا تو حضرت شیخ الہند نے فرمایا کتاب اسی کو دے دو آپ نے کتاب قرأت فرمائی، واپسی پر پانچ گوبیہ میں نے اٹھائی تو حضرت شیخ الہند نے فرمایا یہ بھی ان کو دے دو، خانقاہ میں جب میں نے حضرت کے سر پر تیل ملنا شروع کیا تو حضرت نے فرمایا اس کو سٹھو دو، جب حضرت شیخ لیٹے اور ہم نے دباننا شروع کیا تو منع کیا اور فرمایا اس کو دبانے دو اور پھر اس جہان سے فرمایا تم لیٹو تاکہ میں تمہارے پاؤں دباؤں، جہان نے انکار کیا تو فرمایا تم روٹھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حدیث پڑھتے رہے ہو اس لیے تمہارے پاؤں دباننا میری عادت ہے، میں اور دیگر طلباء میراں تھے کہ یہ کون جہان ہے، پتہ چلا یہ مولانا حسین احمد مدنی ہیں؟ (ردلات مولانا محمد امین صاحب مدظلہ وفاضل دیوبند مسلم دارالعلوم عثمانیہ راولپنڈی)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور کشتی جو سرف تاریخ کے اوراق میں منور کا نہیں بلکہ عالم وقوع میں اس کی صداقت آشکارا ہو گئی کہ حضرت شیخ الہند کے جلیل القدر تلامذہ کو علم و عرفان کے بلند مقام تو حاصل ہوئے مگر جس سعادت و دریاں کو اپنے شیخ کے قدموں میں ابدی راحت کی نعمت، مترجمی و تفسیر حسین احمد علی ہے، دہلی دارالعلوم دیوبند، ہذا تحریرت کے مکتبہ علم و جہاد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے قدموں میں آپ کے تمام جلیل القدر تلامذہ میں سے صرف محمود حسین ہی کو مقام رفعت حاصل ہوا اور حضرت شیخ الہند کے بیٹوں تلامذہ میں سے صرف حضرت مدنی کو تمام تلامذہ عطا ہوا، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہی نے فرمایا۔

”مولانا حسین احمد کے سوانح حیات کو حضرت شیخ الحدیث کے سوانح حیات سے وہی تعلق ہے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوانح حیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات سے ہے“ (ذیات غیبنا بندہ مکہ) وذلک انوار العظیم

یہ تو حضرت مدنیؒ کے ہم سبق، ہم ہالہ و ہم نوالہ، باجریہ و ملت حضرت میاں احمد حسین نندائندہ مرقدہ کی تعبیر ہے نظیر حق مگر یہ تعلق اس قدر آشکارا اور حقیقی تھا کہ ہر ذی فہم اس کو ناہمزاحسوس کرتا تھا۔ جیسا کہ احمد محمود کے اس جاودانی و لائاتی خلق کو مولانا عبدالمذاق طبع آبادی مرحوم نے نہایت ہی جامع اور حسین طریقہ پر بیان فرمایا۔

”جون ۱۹۱۶ء میں شریعت منڈی کی بغاوت نے انگریزی ہتھیاروں کی بدولت حکومتِ بریت اللہ کا راستہ کھول دیا اور جو بوجہ جنگ کے ہند موچکا تھا، میں مصر میں تھا اور حالات کچھ ایسے تھے کہ انگریزی حکومت مجھے ہندوستان آنے نہیں دینا چاہتی تھی، لہذا کے بہانے میں جہاز پہنچا اور مقام منی میں حضرت شیخ الحدیث کی زیارت ہو گئی۔

جہاں اللہ! آسماں پر بھی فرشِ غرورش کا کوئی انکلام ہے، صوفی بچھے ہیں، شاندار فرنیچر کی سجاول ہے، اہل آنکھوں نے ایک ماہ کی مجلس بسرا دیکھی، ایک آفتاب جلوہ گر تھا اور ستارے مغرب تھے اس آفتاب جہاں تاب پر شام ہو رہے تھے، ایک منحنی سا آؤ کی بیٹھا تھا اور میں نہیں تھا لیکن مدد رہا ہوا تھا، غیرت حق کی شامیں نا تو ان شخص سے صورت چوٹ کر مجلس کو بتمہ لودناتے ہوئے تھیں۔ عزمِ حیدری، شجاعتِ خانہ روقی، استقامتِ صدیقی کے

جلمے تھے کہ پڑے برس رہے تھے، ادنیٰ الزعم۔ یہ حتیٰ مجلس شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود کی اور اس پر ہم کھوتی میں ایک ستارہ سب سے زیادہ روشن سورج سے سب سے زیادہ قریب بلکہ سورج پر روانے کی طرح ٹوٹا پڑتا دکھائی دیا، یہ ستارہ حسین احمد کے ساکن ہو سکتا تھا“ (المصعبۃ فی تاریخ اسلام نمبر ۵۹)

اسی طرح حضرت شیخ الحدیث کی تحریک کے آزاد خیال ملکوت اسلامیہ کے ہمران اور جان نثار حضرت مدنیؒ کے بارہ میں سابق امیر امام احمد خان مرحوم کی بہترین رائے کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ

تسلیوں بیان فرمایا۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ ایک ٹور تھے تو شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اس ٹور کی ضیاء اور چمک تھے اور انعام دار العلوم دیوبند جو سیستہ ۱۹۵۵ء ص ۶۱
اسی نسبت اور تعلق کی وجہ سے حضرت مدنی کے سوانح حیات میں حضرت شیخ الہند ٹور انڈیا قورام
کا تذکرہ ضروری ہے۔

رفتہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے والد ماجد سید سعید اللہ ٹور انڈیا مرقہ لے آئے آپ کا ہاتھ بچی مام
چو داغ محمد رکھتا ہے بھی گویا ایک قسم کا منجانب اللہ القاد تھا جس کی تعمیر و مدد بہ بال اتقدنی کلمات میں
کی گئی ہے، انسانوں کے جلائے ہونے چہاڑے کو کسی زکی وقت بچھ جاتے ہیں مگر سراسر ہائیر کی طرف نسبت
میں سعادت مند چراغ کو حاصل ہو گئی وہ ہمیشہ نور افزا رہے گا، بقضو تعالیٰ و کرمہ سے
اگر گیتی سراسر باد گیرد چہاڑے تمبلاں ہرگز نمیرد
اور اس چراغ کو بجھانے والی چوٹیں ناکام رہیں گی سے

نور خدا سے کفر کی حرکت پہ فخر نہ زن مچھو نکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
رفتہ حضرت شیخ الہند کے حالات پر محقق مگر جان کتاب حضرت شیخ الہند کے خزانہ جناب میاں احمد حسین صاحب
کا مکتبہ تعارفیہ ہے کہ آپ دارالعلوم کے ابتدائی معاونین میں سے حضرت میاں مفتی شاہ صاحب کے بعد آئے تھے آپ
پوشاہوں اور حاجی ابراہیم اللہ رحمہ اللہ کے عزیز بھائی تھے دورہ میرٹھ کی شہور کتاب سنسکرتی و لکھنؤ میرٹھ چھاپا کرتے تھے
داخترتے بھی ان سے لکھنؤ اور پٹنہ (۱۲ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ میں ان کا دعوا ہوا، آپ کا مزار
راڈ پیر علی سہرت میں ہے) (تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد ۲ ص ۲۸) واللہ الموفق والمعین

برصغیر پر دینی اقدار مٹانے کیلئے

دو حسلے

مغربی قاسم کی برصغیر میں تشریف آوری ہی سے اسلام کا پرچم برصغیر میں لہرنے لگا اور اس کفرستان میں اسلامی عقائد اور اقدار کو فروغ ہونے لگا، حتیٰ کہ برصغیر میں مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار برس حکومت کی تمبر کے دور اور جہاں گیس کے ابتدائی دور کو چھوڑ کر باقی سارے مسلمانین شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف الف الف الف کے زخموں پر پروکار تھے بلکہ دین اسلام خصوصاً فقہ حنفی کو عملی طور پر اپنا حکومتوں میں نافذ کرنے والے تھے۔ برصغیر میں پہلا دینی فقہ اکبر کے زمانہ میں ظاہر ہوا جس کا بانی محمد اکبر تھا، اس نے حکومت کے نشے میں بے دینی اور دشمنی اسلام و مذہب اور صاحبین کے مشورہ اور ان کی تائید سے دین الہی کے نام سے نیا دین قائم کیا تھا وہ کہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ سے اب تک ایک ہزار سال ہو چکے ہیں اس لیے وہ دین اسلام میں ترمیم ہے، وہ اسلام کے تمام عقائد اور احکام کو نامعقول جانتا تھا، فقہ ہدایت کو منسوخ سمجھتا اور اہل اسلام کو ملعون کرتا تھا اس لیے اپنے نام کا خطیرہ لا الہ الا اللہ اکبر یعنی اللہ ہماری کیا مائیں نے آنکھ پرستی کو رواج دیا اور اس کا منتظم ابو الفضل کو مقرر کیا، وہ علی الاملان مشرکانہ عبادت کرتا تھا اور سورج کو پوجتا تھا، اسلام کو عیدوں کو بند کر دیا، شراب اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیا گیا، اس تمام لادینی میں اس کے راہب دوستوں کو منتقل اور بھیجتے تھے۔

بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ اکبر عیسائیت کی طرف بھی مائل ہو چکا تھا (جیسا کہ اکبر کے زمانہ میں گواہ ہے عیسائی مشن لاء سورڈ اور ایک گرجا بنا کر تیسلیٹھ کی ۱۵۶۵ء میں تک ۳۷ آدمی عیسائی ہو چکے تھے جن میں اکثریت جاردو بکٹول کی تھی۔ "اکبر ٹیلیس" ص ۳۳۵)۔ ایسے آدمی سے کچھ مستبعد نہیں ہو کہ اپنی ذاتی خواہشات اور اقتدار کے لیے یا ایسے بھی دین حق سے دوری کی وجہ سے ہر نئے نظریے کو قبول کر لے۔

بکر گشتہ ارشدہ میں فوت ہوا تو اس کا بیٹا فیروز سلیم جس کا لقب جاگیر تھا کشت لشیرین ہوا اس نے پہلے ہی کچھ اہم ہتھیار رکھے، بیسکہ وہ خود تو رکھ جہاں گھیری میں تھا ہے۔

اور افضل نے میرے باپ کو قرآن مجید کے کتا بہ جو بروئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں لکھی ہیں ڈکھایا تھا، محمد نے اس کا لہجہ دیکھ کر ہوا ڈکھلا اور اسی وجہ سے مجھے اپنا باپ سے بناوٹ کی قسم دے

پناناچہ ز سگھدا ہنہ اور افضل کی لڑائی کر فیروز اور کی حدت میں پھیرا تھا صاحب فیروز کشتہ ہوا تھا تو اس نے پہلے ز سگھدا کو ایک بڑے تہ پہنایا اور اس پہ لکھتے مہرانی اور فاریہ کی تاریخ۔

مگر جاگیر نے کسی روم ایسی جاری کی تھی جہاں فرما تا بہن ز تھی، علامت آن کی تروید کر سکتے تھے غوث محمد امت ثانی سر ہندی نے بکر اور جو جاگیر کے فریب سے ہی حقا دار اور قوم کے خلاف رسالے لکھے اور علامت سے ہی علامت کثرت کی اس چیز کو مطلق امتنان بلو شاہوں کی طرح جہاں گھیری پر داشت نہ کر سکا اور علامت خود نے جس کا ساکان جہاں شروع کرے، آغا اس نے حضرت محمد امت ثانی کو دو سال قید کا حکم سن کر گروہ کے قتل میں قید کر دیا، آپ نے قید خانہ میں کئی بیخ فرمائی میں کہ دست کی لاکھڑیاں پھر گئے اندر بہا گیا ہے غرض انہوں نے کہا کہ۔

بہا کی کہ باج بھر میں سلطان کا ایک حکم آتا ہے کہ کہ سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قید کی کے لیے بیتاب میں اور بدی باقی حضور خود صلی اللہ علیہ وسلم کی ریت کاشرف حاصل کر ہے اور یہاں گھیری حاضر خدمت ہوا اور رعیت و عوام صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگ اسے زندہ کر دیا کہ لوگ ایک بہت بڑے انسان کو قید کر رکھا ہے (۳۰) ہنہ علامت صلی اللہ علیہ وسلم (ملاحظہ)

چنانکہ خواب سے بیدار ہوتے ہی جاگیر گروہ ایام کے قتل میں پہنچا اور غوث محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف مہرانی کا خواستگار تھا بلکہ آپ کے مکتوب لڑتوں میں داخل تھا اور کافی وقت تک حضرت کی خدمت سے اپنے خواجہ اور حکام میں تمام کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ نہیں ہجرت سے بہرہ ور ہو سکیں۔

یہاں گھیری اگرچہ اکبر کی نسبت دیندار تھا مگر پھر بھی اس کا رسم بہا بلو اور سے پھر کنٹی تھا مہارانی تھی جس سے شاہ جہاں بیدار ہوا اگرچہ اس کی دولت غیر مسلسل تھی مگر شہنشاہ نے شاہ جہاں کو وہیں اسقام اور جہادات سے دافتر سے مطلق فرمایا تھا اور ہتھیار گندہ اور زخمت سلطان تھا بلو اور کی ہجرتی نور کی شہا میں مانگیر پیچھے باہل اور قتی بلو شاہ کی خدمت میں پہنچیں کہ خضر کا سند میں جوٹس سے سہرا تھا اسی طرح وہ پکیر مہارانی

کے اقتدار کی سادھ پر قائم ہو گئی ورنہ اگبر کے بعد ہی ہندوستان میں ملام راج کی مہیاں ہوتیں۔ اگبر سے لے کر
مالگیر تک حملے ہندو کشاں نڈا نامی کے الفاظ میں سلاطین مغلیہ کے شہنشاہوں کے درجہ ت ملاحظہ فرمائیے۔

عمل اور مذہب کی ترتیب زمانہ اگبر سے لے کر عہد عالمگیر تک درج ذیل ہے۔

اگبر ————— لا مذہب

جہانگیر ————— مذہبیت اور لا مذہبیت میں متوسط

شاہ جہان ————— مذہبیت میں بجز جنتیت اور مقدسیت میں متوسط

عالمگیر ————— مذہبیت میں بجز اور خاص مذہبی

رہنما اور ماضی جلد ۱ صفحہ ۵۲۳

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مجدد العتباتؑ کی محنت سے دین حق کی اشاعت اور کافرانہ
تدابیر اور دفاع حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خاندان میں اللہ تعالیٰ نے ودیعت فرمادیا اور شاہ
بندہ اور وفاقی اور صاف دیگر علماء و مجتہدین اور دیوبند میں منتقل ہو گئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے
فرزند ارجمند شاہ عبد العزیز دہلویؒ کے دور میں جبکہ مسلمانوں نے ہندوستان پر و حکم کے ساتھ عمل کیا، کسی
تفصیل آگے آ رہی ہے تو شاہ عبد العزیزؒ نے ہندوستان کو آ کر ہر قرار دے کر اس جاہل اور ظالم حکومت
سے نجات حاصل کرنے کے لیے ہر ممکن تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا جس پر اعتقادی، قلبی، عملی طور پر عمل کرنے
والے علماء کرام میں حضرت مولانا سید حسینی احمد مدنیؒ کی شخصیت رکھتے تھے جس کی تفصیل آگے آجائے گی۔

ہندوستان کے مذاہب اور ضام طور پر اسلام پر دو مراحل وسیع ایم کے تحت غیر ملکی پریگریوں اور گریوں
نے حکومت کے زعم اور برطانوی مہر کی اور ہندی مشنری سوسائٹیوں کے ذریعہ کیا تھا اور پرتگالی و پریگری دور
سے لے کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے شاہد حکومت تک پریگریوں اور گریوں نے ہندوستان کے مذاہب کو
نیمت و نابود کرنے اور ہندوستانوں کو عیسائی بنانے کے لیے انتھک کوششیں کیں جنہوں نے ۱۷۵۷ء سے
قبل اور بعد کے دور میں کامیابی حاصل کی، مگر روس تو یہ اقدام نہ کر سکا البتہ پریگریوں
اور گریوں نے ادھر تو جہ کی جیل کا مختصر سا حال درج ہے۔

— چوتھی صدی عیسوی میں کچھ شاہی خاندان کے عیسائی ہندوستان کے ساحل ملایا
پر آیا ہو گئے تھے، مالابار کے راجاؤں نے ان سے بہت اچھا سلوک کیا اور

یہ سال میں ان کو مزاحمت دی، رشاہی جہنوں کے تمام اوجہ دی حدیث الہیہ سے انہیں خرد ان کے
جشن کرتے تھے۔

اُس وقت پرتگیزیوں کو دستخطا کردہ میں واقعہ کہہ کر کہ اس کے علم اور اس کے اہل دیوان کو
ایک کے جہاں تک میں ہر سلطنت میں بھیجتے تھے، چنانچہ واقعہ پرتگیزیوں کے ماکم اور انہیں حدیث ان کے
ہندی کی بدستور تعزاتی باکر آگے پرتگیزیوں کے لئے وہاں کے لئے تیسری بار ان کے لئے یہاں سے کہتے
خاص طور پر پرتگیزیوں کے اہل دیوان کی کلب حالت تھی، یہی تھی کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے
مذہبوں میں وہاں کے لئے تھے، انہیں کتب موسیقی نہیں کرتے تھے، انہیں وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے
تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے
کہنے کے لئے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے
تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے
تھے وہاں کے لئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے وہاں کے لئے تھے

ریایا کو زبردستی مسجد پہنچا لای وہ کہ جسٹانیا نگر فرنگستان پہنچنا شروع کر دیا اگرچہ عالمیہ کے کہہ جانے سے
 بعد کار و حیرانوں کو گروہ سے بھرتا پڑتا تھا مگر اس کے باوجود اس نسل سے باز نہیں کئے تھے اُنکی کھوئی
 دیہات کسی کسی صوبہ میں تھی بلکہ دنیا کے کئی حصے پر جو آدھی ملتا اس کو کچھ فرنگستان بھی دیکھتے تھے جسے
 سونے و ہونکے کا مال ضبط کرنا، متوالی کے ہندو مسلموں بچوں کو جھانکنا، ناکر غلام بنانا، ناقابلیت اور لطف سے داخل
 ہونے پر ہندو تہذیب کو کلینڈر سے کر مارڈانا اور مسلمان تہذیبوں کو کٹر میں دفنانا ان کا شیوہ بنانا ہوا تھا جسے
 اس ظلم کا افسوس اور آرزو شاہجہاں بہا شاہ کو کرنا پڑا اس نے ان لوگوں کو سخت سزا میں دیں مگر کچھ کے
 دور میں بھی پڑھیں لوں گا یہی حالانہ طور طریقہ جاری تھا غشی زکامی نے اپنی تاریخ ہند میں اس کا ذکر کیا ہے
 لکھتے ہیں :-

ہندو گیری مسجد کے کھنڈے زیادہ ہندو لگوں کے قریب دیکھتے تھے مسلمانوں کیلئے ایک جگہ پر
 آباد کیا تھا، بلکہ بلا تشریح کے کوئی نہیں پڑھ سکتا تھا اس کے تقعر میں دعایا کوئی آدی مولا اور
 اس کا کوئی تابانج راکھوتا اور بلا تابانج راکھوتا ہوتا تھا تو اس کے بچوں کو اپنی مسلمانیت کا
 کھڑکھڑا کر پھر جاتیں لے جاتے تھے پوری اسی کو جھانکنا سب کی باتیں سنانا تھا اور ہندو
 اس کا مسلمانوں اس کو جھانکنا یا بھانکنا اور غصوں کی طرف اس سے نصیحت لی جاتی تھی یہ
 میں کہ مسلمانوں کو بارہا جتے ہی کو گرفتار کیا، حاجی پور کئی سوالی مگر یہی بہا پڑ پھر کر کے
 اس کو گرفتار اور جتنے مسلمان بہا پڑ سوتے اور کڑھنکایا اور مستورات کی بے ہمتی کہ جس کے
 سے مستورات نے مسلمانوں کو تہذیب اور غصہ کی وجہ سے نذر ہو جانا ہوا کیا؟

عیسائی مذہب کو بچانے کے لیے ہرگز نہیں لگا کر نہ لیا گیا بلکہ کینڈا ٹکنڈے استعمال کیے،
 لہذا کینڈوں کو بادشاہوں کے درم میں بٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا اور بادشاہوں کی بیویاں نہیں جہا پڑ اکبر
 بادشاہ کی بیوی سیم زماں، عالمگیر کی بیوی مستح النساء، شاہ عالم کی بیوی قس بنری اور نصیر الدین محمد شاہ کی بیوی
 خندہ علی ٹکنڈوں کو جھانکنا اور عیسائی مذہب بچانے کا باعث بنی۔

مظاہر میں عیسائی اپنے مذہب کی تبلیغ ہندوستان میں بڑی جانفشانی اور تندہی سے کرتے تھے مگر کئی

ان کو ناکامی کا سزا دیکھنے نہ آتا تھا، چنانچہ ڈاکٹر ذریعہ پہلے سزا میں گستاخ ہے ..

- کہیں آپہنہ نہ کہ میں کہ میں اس معاملے کے شروع میں اس قدر محکوم یا بیوقوف نہ ہوں کہ میں نے یہ
 پہلے کہ میں قدر جو یوں کے ایک دفعہ دھکے سے ایک شہر میں تھا اتنا ہی اس کا سزا
 جتنی لوگوں کے دھکے سے ہی لگے ہے کہ کوئی بھی سزا کو کوئی لگا سکتا ہے جتنے ہی
 کے باعث ان کے دل کی تار کے سے ہے اس لئے وہ غنیمت کوئی ہے کہ بڑے بڑے زمین میں لگا سکتا
 تین بڑی بڑی ایک دیوں میں یا اس سے انہیں، خصوصاً سلطان بادشاہوں یا اس کی اس لئے طالب ہے
 تو کسی دن بھی تیری ذہن کی نہیں میں سوچ کر تاکہ ظالم کو سزا سے عقاب لگایا جائے کہ
 میں جہاں سزا دے سکتا ہوں اس لیے میں ہتھیار لگاؤں گا کہ سزا کو سزا میں لوگوں کی حالت
 اور زمینوں کا اثر سزا کوئی ہی پر اس کی ہے، اور زمین میں کسی کو سزا دے گا ہی ایک سلطان جہاں
 جانتے ہی ہے کہ اس میں ان کو سزا میں اس سے سزا سزا، اور زمین کو سزا سے سزا ہی
 کہنے اور یہ سزا کو سزا میں کسی کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ سزا
 اور سزا میں اس کو سزا سے پیدا ہو سکتے اور اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا
 ہے کہ سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 اور اس سب باتوں کے سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ

یہ سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ
 سزا میں اس کو سزا میں اس کو سزا دے گا ہی اور سزا میں اس کو سزا دے گا ہی کہ

ہری اور جرمنی جیسی مغربیوں کی مذی دل لڑی شہرہوں، لیبوں، دیہاتوں، جنگوں، پہاڑوں، بادلوں اور تھنوں میں
 کہیں ہاتھ تھی اور جیسا کہ ذریعہ تبلیغ تھی، سکول کھولے جاتے، ہسپتال قائم ہوتے، کھانوں اور مدرسوں میں
 نصرت سے کہ سناہیت ثابت کی جاتی اور اسلام کی کتب و کتب کی ہائی لٹی اور ان کاموں میں لگے پھرتے تھے۔
 جیسے کہ مسلم کے نام پر عالم اعلیٰ نے لکھا ہے، نے نصرت کا یہ بیگزہ سکول میں شروع کر دیا تھا اس
 زمانہ میں لکھتے کہ اند کوٹ ملہ کوئی تو میر جیسے جو ہندو مول کیا گیا اس پر اسے لکھتے میں غری سکول قائم کیا
 گیا اس کے ہتم گورنر مقرب ہوئے۔ راجپوت کی تعلیم کا بند بست اس سکول میں تھا اس حد تک تعلیم کی غرض یہ تھی
 اس میں ہر قوم کا بچہ تیس تا پندرہ سال سے دس سال تک ہوتی داخل ہو سکتا تھا اور ہر طالب علم کے لیے
 یہ تمام قریب دیا گیا تھا کہ وہ مسوزندہ ماہوں میں شامل ہو اسی تعلیم ضرور حاصل کرے۔

اس مدرسے کے علاوہ اس زمانہ میں جرمنی حد درجہ قائم ہو اس میں نصرت کی تعلیم حاصل کر سکتی تھی
 چنانچہ جیسے کہ لکھتے ہیں ۱۸۱۹ء میں قائم ہوا اس کے ہر طالب علم کو سکول ہی تھی کہ وہ تعلیم سے غلط ہوئے
 کے بد شہری کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

جس سکول میں لڑکوں کو انہیں پڑھا لکھنے سے سوال کیا جاتا تھا کہ تمہارا کوئی ہے اور تمہارا دھرم
 وہاں کو ہے جیسا کہ ذریعہ تبلیغ کے مطابق جواب دینے والوں کو انعام دیا جاتا تھا، مشورے کے سیکولر سکولوں میں
 داخل ہونے کے لیے تمام طبع ترقیب دیتے تھے اور سکولوں میں جا کر دیکھتے تھے کہ کوئی کن شامل ہوا اور لڑکے
 بچوں کو شامل نہیں کرتے تھے تو پھر کہا جاتا تھا کہ کن داخل ہوتا ہے تاکہ

انگریزی تعلیم دینے کی غرض ہندوستان میں سناہیت کی تبلیغ کرنا تھی، لہذا آریل مشورے میں گرانٹ
 ڈاکٹر کیپٹن جو ہندوستان میں انگریزی زبان ہندی کسے کے مافی تھے وہ اس کی غایت ہے بیان کرتے ہیں۔

— ہائل انگلستان کے اقتدار میں ہے کہ وہ ہندوستان کو تمدنی بنا کر زبان سکول اور

اندیشہ ای کے ذریعہ جاسٹنویہ لکھتے ذریعہ کی تعلیم دے اور جو ذریعہ ہے تعلیم

جو ہندوستان کو ہندی زبان کے ذریعہ لکھتے ہے کہ وہ ذریعہ کی تعلیم دے اور جو ذریعہ ہے تعلیم

نئی مملکت کے زمانہ میں جو ہندوستان کے ذریعہ لکھتے ہے کہ وہ ذریعہ کی تعلیم دے اور جو ذریعہ ہے تعلیم

ہرچھڑ دیا۔ لیکن ہمیں ہندوستان بھول کر سچے مذہب (مسیحی مذہب) سے اور بہترین انسان
سے اور علوم و فنون کے اصول سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔

سالانہ ہندوستان میں دستور تھا کہ جب کوئی ہندو جھانسی جاتا تھا اس کو شاستر کے مطابق ہندو مشرو و ملاحات
کے ساتھ تھے جس سے ہندوؤں کو آسانی کے ساتھ ہندوؤں کو جھانسی بنانے میں وقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا،
چنانچہ ہندوؤں نے اس ہندوستانی کا مذہب باب کولہ کے لیے ایک ایک شاستر میں نافذ کیا کہ اگر کوئی ہندو
جھانسی ہو جائے تو وہ اپنے حقوق اور وراثت سے محروم نہ ہو سکے گا۔

انگریزی حکام نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے مخصوص مذہبی نشانیوں کو مٹانے کی کوشش کی اور
میں کچھ بار مقام دیورہ میں سر جان کر اور ایک کانڈرا کیفیت نے اپنے فوجی قوانین میں تین باتوں کا احاطہ کیا
اور رقم دیا کہ ہندوستانی فوجی ملحقہ ہر ملک نہ لگائیں، راجیاں مٹائیں اور اپنی ہندوستانی وضع کی ٹوپوں کو
چھوڑ کر انگریزی ہیٹ پہنیں۔

اسی برس میں کیا جاتا تھا بلکہ تمام شہر اور افسران فوج اپنے ماتحتوں سے مذہبی باتیں کرتے تھے، اپنے
کو شیوں پر بلا کر پلویوں سے مذہب کی تلقین کرتے تھے، اور چھوٹی ٹوکریوں کے لیے یہ ضروری قرار دے دیا گیا
تھا کہ شعلگیٹ پر لڑائی اسپیکروں کے دستخط ہونے ضروری ہیں، یہ ڈپٹی اسپیکر زبیاں ہنڈری ہوتے تھے جی کہ ہندوستانی
لوگ کا پادری کہتے تھے، اگر شعلگیٹ پر ان ڈپٹی اسپیکروں کے دستخط نہیں ہوتے تھے تو نوکری نہیں ملتی تھی۔

یہ سب کچھ ہوتا تھا اور ان کے علاوہ کتابیں، اسٹاک اور اخبارات بھی شائع ہوتے تھے اور ان سے
بتایا کہ رسول قبول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر سب ذیل الزمات جھانسی مشنری علی الامون لنگتے تھے۔

(۱) قرآن مجید اصل نہیں ہے اس میں تکریم و تبدیلی ہوئی ہے۔
(۲) قرآن مجید میں کوئی نئی چیز نہیں ہے تو ریت و زبد سے سرقہ کی گئی ہے اس کے علاوہ اس میں جو کچھ
ہے وہ یہودیوں کی وضوہ بائبل و خرافات ہے۔

(۳) نبی کی نبوت کے لیے پھر سے ضروری ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مجرم کا ٹھہر نہیں تھا
اس بنا پر وہ وضوہ بائبل نبی نہیں تھے۔

(۴) کتاب مقدس کے مطالب قرآن و حدیث کے خلاف ہیں اس لیے قرآن کتاب الہی نہیں ہے۔
(۵) اسلام جھوٹ کی تعلیم دیتا ہے۔

(۶) اسلام جہاد اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پھیلا ہے۔

(۷) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جی نہیں آئی تھی بلکہ وہ مرثا کی بیماری تھی جس میں (مخوذ ہوا) وہ مبتلا تھے۔

(۸) حضور اقدس کی ذات اقدس پر شرناک و نازعہ با الزامات و حملے۔

(۹) اقرباب مطہرت کی ذات پر ناپاک الزامات۔

عیسائی مشنری سر بازار علی الاعلان پھیلنے لگے پھر تھے کہ ان الزامات کا جواب دو، جواب دینا تو کہا سنا
 انی ناقابل برداشت الزامات کو سنتا تھا اور خاموش ہو جاتا تھا۔ پہلے رسول اللہ کی عزت و آبرو کی خاطر اپنی
 جان و مال اور آل و اولاد کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اس وقت اس کو اپنی جان زیادہ پیاری تھی اس لیے عیسائی
 مشنری ان پر حاوی ہو گئے تھے اور مسلمانوں کے خاندان عیسائی بننے پر آمادہ ہونے لگے تھے چنانچہ
 عماد الدینی پانی پتی مع اپنی اولاد کے عیسائی ہو گیا اور ان کے باپ چارخ الدین اور ان کے بھائی خیر الدین نے
 بھی عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور صدر علی، رجب علی بھی اسلام کو خیر باد کہہ کر عیسائی بن گئے تھے۔
 برتیر نے کہا تھا: یقینی نہیں کہ دس برس میں بھی ایک مسلمان عیسائی ہو جائے۔ لیکن یہاں اس کے برعکس
 عمل ہو رہا تھا۔

گراں پڑا خوب زمانہ میں اللہ کے نیک بندے اور طبع تو محمد کے بولنے میں تھے، مولانا آلہ حسن صاحب
 نے انہی حالات میں ۱۲۵۱ھ بروز جمعہ ۱۸۳۳ء میں ایک کتاب استصدار شائع کی جس میں پادری فائزر کی کتاب
 "ہیولنا الحق" کے اعتراضات کے جوابات بھی تھے۔

اس کے بعد مولانا رحمت اللہ صاحب نے کتب ترجمانی لکھیں لیکن انہوں نے اس پر ہی اکتفا نہیں
 کیا بلکہ اگر وہ میں پادری فائزر کی کوٹھی پر اسلام کی حقانیت ثابت کرنے اور عیسائیت کی تکذیب کرنے کے
 لیے بیچھے اور اس کو مناظر کی دعوت دینے لگے وہ وہاں ملا لڑنے کو کہتے تھے اس سے مناظر ملے، چنانچہ اپریل
 ۱۸۴۰ء میں دوسرے تاریخ مناظرہ اگر وہ میں پادری فائزر سے ہوا، جس میں پادری فائزر کو مناظرہ کرنا پڑا اور اپریل
 ۱۸۴۰ء میں تیسری تاریخ مناظرہ میں مولانا رحمت اللہ صاحب کے ٹرک کب ڈاکٹر محمد وزیر مخلص صاحب تھے۔

لے ہندوستان میں اسلام کو ختم کرنے کے لیے جو دوسرا عیسائی مشنریوں کی طرف سے ہوا اس کا خاکہ مولانا رحمت اللہ صاحب نے
 ان کے حوالے سے لکھا ہے اس کی پندرہ کتب مولانا صاحب کی تالیف "ترجموں کا جہان" پر ملے۔

اس تاریخی مناظرے سے ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی نہیں بلکہ ہندوستان کی ہر قوم میں بیادیں پیدا ہوئی۔ حالات نے کروٹ لی اور یہ مناظرہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ابتداء کا باعث بنا اور مولانا رحمت اللہ صاحب بھی اس جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے صوبے اور انہوں نے ایک دہائی کے طور پر اس میں حصہ لیا اور اسی کے ساتھ انہوں نے بیکر مکر اسلام کو عقلمیں علم کی شمع بجھنے لگی اور برصغیر کی بنیاد رکھی جس کا آج سعودی عرب کی مشہور درمگاہوں میں شمار ہوتا ہے اور خصیصہ کا درجہ اسی کو حاصل ہے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا رحمت اللہ صاحب اور ان کے پیروکاروں نے مولانا محمد علی مونگیری، مولانا شرف الحق صاحب، مولانا ابوالحسن صاحب، مولانا شامہ اللہ، سر سید، مہتمم اہل حق و غیرہ حضرات کی جدوجہد و ایمان کی تم دنیانے عیسائی مشنریوں کے منصوبوں کو خاک میں ملایا اور ہندوستان کے مسلمانوں پر بدوہرا حملہ عیسائی مشنریوں کی طرف سے کیا گیا تھا وہ بھی ناکام بنا دیا گیا۔ مولانا رحمت اللہ صاحب اور ان کے حامیوں نے کتابوں کا جواب کتابوں سے، اخبارات کا جواب اخبارات سے، مشنری سوسائٹیوں کا جواب تبلیغی جماعتوں سے دیا اور مناظروں میں مقابلے کر کے ذہن شکن جوابات دے کر ان کے غرور تکسٹ اور مکر و فریب کی قلعی کھولی۔

گارساں ویسی بولپٹے خطبوں میں مشنریوں کی کوششوں کو بڑا امر ایسا تھا اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتا تھا وہ مولانا رحمت اللہ صاحب اور ان کے تبلیغی اہل حق کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا جتنا کچھ اپنے ایک علمبر میں لکھتا ہے۔

صیح بات آسانی سے سمجھنا آتی ہے کہ ہندو لوگ کبوں زمین اسلام میں شامل ہوئے ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بعض عیسائی نامعلوم کیوں اسلام قبول کرے ہیں اور ان کے اخبار و پیشہ علم میں ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے کے حالات بیان کیے گئے ہیں یہ لوگ وہاں کی ایک مسجد میں جمع ہوئے اور مسلمان ہو گئے اور ان میں مسلمانوں کے ساتھ کلمہ کی، ایک سوئٹز لینڈ کے باشندے نے کہا کہ یہ صرف یہ کہ اس نے اسلام قبول کیا بلکہ اب مشرقی لباس زیب تن کیا ہے بنیاد میں تبلیغ کرتا پھر رہا ہے، جموں میں تقریباً کر رہا ہے اور قرآن مجید کے طالب اور میں بیان کر رہا ہے۔

آخر میں تاسی کو مولانا رحمت اللہ صاحب لورائی کے عامیوں کی مخلصانہ کوششوں کی کویریا یا ایہ
 اور شہریوں کی جدوجہد کی آگاہی کا اعتراف سادہ نصیحتوں میں کرنا پڑا اور تمہرے کرتا ہے۔
 ہندوستان میں ان مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے جنہوں نے وہی سب سے قبول
 کیا ہے۔

ہندوستان جنت نشان پر انگریزوں کے قبضے کی مختصر داستان

پہلے کہہ چکا ہے کہ پرتگیزیوں نے ہندوستان کو دینی، اخلاقی اور اقتصادی طور پر کس قدر
 تباہ کیا، یہ مظالم جنت سے ظہور تھے مگر انگریزوں نے جس طرح ہندوستان کو سونے کی چڑیا بج کر
 دھوکہ اور بے وفائی بلکہ ظلم سے اس پر قبضہ کیا اس کی مختصر داستان درود اللہ علیہ حضرت علیؑ
 کے اہل خانہ میں مندرجہ ذیل ہے۔

سب سے پہلے ایک مشہور پرتگیزی کپتان واسکو ڈے گاما نے ہندوستان کے پہلے پہلو ۱۴۹۸ء میں
 ہند کے مغربی شہر کالی کٹ میں وارد ہوا پھر تھامز مال کے تباہی کی شکل میں ہندوستان تک
 تجارت اللہ کے ہاتھ میں رہی مگر ساتھی گوا کے مقام پر ایک مشہور علوی بنایا جب انگریزوں
 نے ہندوستان کی شہر کاہ مال سنا تو ہندو تاجروں نے مل کر اس وقت کی حکمران ملکہ ازبخت سے تہاتف
 پر روانہ حاصل کیا اور کچھ تاخیر کری راستہ سے جہانگیر کے زمانہ میں ۱۶۰۰ء کو سوت ظہور ہونے اور اسلئے
 شروع کر دیا، اس کے بعد علیہ ۱۶۰۰ء میں مغربی ساحل کے مقام سول پور میں کارخانہ کھولا،
 اور ساتھی ایک علیہ کی تعمیر کیا، ۱۶۰۰ء میں شاہجہاں سے اجازت لے کر ۱۶۰۰ء میں کنگھ
 میں ایک کارخانہ قائم کر لیا جو بعد میں کنگھ کو مختل ہو گیا، اس طرح ہندوستان کی بیخوبی بندگاریں
 کنگھ، تاجی، سندس رٹس انڈیا کمپنی کے قبضہ میں آئیں۔ کمپنی کا پہلا دور ۱۶۰۰ء تک
 تجارتی دور کہلاتا ہے اس دور میں یہاں سے وہ دولت اکٹھی کی جو ان کے خواب و خیالوں میں تھی

نہ عہدہ ہندوستان کا پہلا صدر ۱۶۰۰ء میں تاسی کو مولانا رحمت اللہ صاحب لورائی کے
 ہندوستان میں کنگھ کے تاجروں کی ہندوستان میں بیخوبی کا سبب بن گیا، اس کے بعد سے لفظ کنگھ میں۔

دستی، اور ساتھ ہی انگریزی اور دینی طور پر مسلمانوں میں ایسے اعمال اور اخلاق پیدا کر دیئے جو ان کے ہاں بھی قابلِ نفرت تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا وزیر اعلیٰ تھا کہ اب ہندوستان کو طاقت کے زور سے قابو کیا جائے اور وہ ۱۷۵۷ء سے لے کر ۱۸۵۷ء تک رہا ہے جس میں مظالم کے تفصیلات بڑی دردناک ہیں۔ اسی دور میں انگریزوں نے میر جعفر جیسے نیک مہم کو غلام بنا دیا، بنگالہ کے میدان میں انگریزوں اور مسلمانوں میں جنگ ہوئی، اس جنگ میں کامیابی کے بعد انگریزوں نے اور بڑھانے شروع کر دیئے اور اب نگران بن گئے۔ اس کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کا سربراہ شروع ہوا جو کہ ۱۸۳۳ء تک رہا اور اس کی حقیقت مداس کے بعد ڈاکٹر دیو پریو کے صدر سرمان ایلیور کے لکھنے میں آئی ہے۔

ہمارا طرز حکومت اسٹیج سے بہت شاہت رکھتا ہے اور گنگا کے ڈیلے سے تمام زمینیں لگتی ہیں اور ہندوستان کے دیہاتوں کے کام نہ ٹھیک ہے جس کے نتیجے میں صرف ہر سال میں ایک کروڑ نوے لاکھ افراد قتل سے ہلاک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہندوستانیوں نے مسلمانوں نے اس ظالم اور خرد خواہ حکومت سے جان بچوانے کے لیے ہری صدی متبادل کیا جس کا خلا حضرت مدنی کے الفاظ میں واضح ہے۔

۱۷۵۷ء یعنی جنگ پلاسی سے لے کر ۱۸۵۷ء تک ایک صدی کا زیادہ غلبہ ہندوستان میں تھا اور انہوں نے اور جنگ سے ہزاروں سالوں میں ہندوستانی زبانوں پر ہاکہ مسلط کر دی ہے اور ہندوستانی سرکاری نوٹا جانا آ رہا۔ اسی صدی میں لوہے کی حالت عالی مرشد آبادیوں کی روانی اور کام لواب اور وغیرہ کی پٹنہ اور کیمسکی کی حالت کی طویل دور میں، کننگ اور کن کی لڑائیاں، سلطان پور حرم کی لڑائیاں اور ہندو سے لڑائیاں شمال اور بھونان کی لڑائیاں بہت اب اور اور سندھ، کشمیر کے لڑائیاں جس میں پیشابا نہیں نسلے ہوئے اور آخر ۱۸۵۷ء کی انقلابی روانی ہوئی جس سے تمام ہندوستان آہٹائی بر باد کے گھاٹ ہلا کر دیا گیا تھا۔

بالآخر ہندوستان سے اسلامی حکومت کے آفری چراغ کو نکل کرنے کے لیے بہادر شاہ ظفر کو
۱۸۵۸ء کو مجرم بنا کر رنجون بیج دیا اور یہ ظالم خود تخت و تاج اوس کے مالک بنا بیٹھے۔
بہادر شاہ ظفر جتہ احمد علی کی جلا وطنی اور مرتدوں کی موت کے مختصر سامان منتریب آ رہا ہے۔

حضرت مدنی کی مجددانہ حیثیت

کسی شخصیت یا جماعت کی حیثیت اور اس کا مقام معلوم کرنے کے لیے اس ماحول کا بھنا ضروری ہے
جس ماحول میں اُس نے اپنی خدمات کا مظاہرہ کیا ہو، جیسا کہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو اُمت نے
تجددِ ملت ثانی کا خطاب اس لیے دیا ہے کہ آپ نے برصغیر میں اسلام پر حملہ آور ہو کر اہل عربی کے خلاف
جہاد کیا اور ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں مگر آخر مظفر و منصور ہوئے۔

اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے جن حالات کلبے نظیر مقابلہ کیا وہ صرف
آپ ہی کا کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ انگریز جی جی بارہ ظالم و غاصب قوم کے ساتھ مقابلہ کرنے والے
اور ان کو ملک سے بدر کرنے والے علماء کرام اور دوسرے مجاہدین و جہادان قوم کافی صاحبِ عزت
تھے مگر جس مجاہدِ جلیل نے ۱۹۹۹ء کو بیچوس سلطان کی شہادت پر انگریزوں کے اس بگڑاؤں نعرہ
راج ہندوستان ہمارا ہے) کا ۱۹۲۲ء میں پابندِ سلاسل ہوتے ہوئے یہ جواب دیا تھا ہے

ہذا ملک کو اہمہ دلہ بلوت سے کام نہیوں

جلا کے خاک نہ کردوں تو داج نام نہیوں

وہ جلاسنہ والا صرف چراغِ محمد حسین احمد مدنی ہی تھا، اسی نضون کو منتقل طور پر سمجھنے کیلئے
انگریز کی مگراد، غدارانہ سرگذشت کا جمل ذکر کیا گیا ہے تاکہ مسلمان اس بات کو سمجھ سکیں کہ اسلام
اور مسلمانوں کا دینی، دنیاوی، اخلاقی، اقتصادی دشمن عیسائی تھا اور اب بھی وہی ہے اور عیسائی ہی
وہی ہر دیوں اور دوسرے دشمنانِ اسلام کی پشت پناہی کر رہا ہے، لہذا اگر عیسائی ان کی امداد نہ کریں
تو یہ ختم ہو سکتے ہیں۔ (حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ)

آخری مغلیہ فرمانروا بہادر شاہ ظفر کی

ہندوستانوں کے نام اپیل

ہم وطنوں سے اتحاد کی ضرورت

ہندوستان جنت نشاں میں تھا اگر بلا لاکھوں و منصب تمام ہندوستانیوں کی بسکے ہے شاہی حاکم
 تھاری کیساتھ لڑنے کے وطن قبضہ کر لیا اور ان کی جان مال عزت ہرگز نہیں چھوڑے مسلمان فراتوں کے
 پہ غریب باجیوں واری باہم لغتوں نے مریلی صاف کہہ جب ان لوگوں کی مخالفت کیلئے کر لیتے
 آری وقت گذر چکا تھا کہ جس احساس ہوا، تو سب سے پہلے آخری مغلیہ بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے اپنی
 بطور شاہی فرمایا کے تاکہ ہندوستانوں کے نام جاری کیا جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے۔

۔۔۔ اب اگر ہندوستان میں رہیں گے تو اس ملک کے ذریعہ کو مار ڈالیں گے اور
 ہمارے نہیں کو ماروں گے، ہندوستان کو مارنے کے لیے ہندوستان میں رہیں گے اور
 ان کی حالت سے غم نہ ہونے میں ان کے عمل پر تجویز کر لیا گیا تو ظاہر ہوا ہے کہ اگر ہندوستان کا
 گھوڑوں کے ہونے سے اس کی حالت میں ہم سے بڑھتے ہیں تو ہم نے یہی اور جان کی ساری
 واسطے کیا ہے کہ ہندوستان کو ہندوستان کے لئے جس کو بہت آسانی سے ہندوستان کو
 کہ کہ ہندوستان کو ہندوستان میں ہندوستان کو ہندوستان کی ہندوستان کی ہندوستان
 اگر ہندوستان فرقی کا دشمن ہے ہندوستان ہندوستان کی حالت کو اس اور ہندوستان کے ہندوستان
 آخر ہندوستان ہندوستان ہندوستان کے ہندوستان کے ہندوستان کے ہندوستان کے ہندوستان
 ہے اور ہندوستان کو ہندوستان کی ہندوستان کے ہندوستان کے ہندوستان کے ہندوستان
 کے واسطے اگر ہندوستان کو ہندوستان سے نکالیں گے (ہندوستان ہندوستان)

ذکر اب فی طالع ۱۳۱۳ بحوالہ و تصانیف و تاریخ و حکومت ہندوستان ۱۹۱۳ء

بہادر شاہ ظفر کی جلا وطنی اور حسرتناک موت

دارالعلوم دیوبند کا قیام

سراج الدین بہادر شاہ ۱۷۷۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱۶ء میں شاہی تخت پر شکر ہوئے اور ۱۸۱۷ء میں بحالت غربت جلا وطنی پر ورجوہ الہدیکہ ۱۳ جمادی الاول ۱۲۱۹ھ رنکھت میں وفات پانگے اس وقت بادشاہ کی عمر ستاشی سال تھی۔ اس احوال کی مختصری کیفیت یہ ہے کہ۔

وہ شخص جو ابراہیم، اکبر، شاہ بہمان اور عالمگیر کا ہاشمین تھا ایک بے حقیقت بزم کی طرح قید کر لیا گیا، غلاموں نے اپنے آقا کو گرفتار کر لیا، جو تہمت کہنے لگے تھے وہ بادشاہ بن بیٹھے اور جس نے تہمت کر وادیا تھا وہ بگڑا قرار پایا، اس کے چاریٹوں کے سراٹ کر بادشاہ کو بھیجے گئے اور پھر ان کی لاشوں کو سولہ چھڑا گیا۔ (معارف شہر ۱۹۹۲ء ص ۱۱۱)

۱۰ جنوری ۱۷۷۷ء کو بہادر شاہ ایک فوجی کمیشن کے ذریعہ لائے گئے جس میں تھی مراد علی خان کی طرف سے اور وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے تھے اس کمیشن کے خاندانہ فیصلے کے مطابق بادشاہ کو جلا وطن کر کے دکن بھیجا گیا، بہادر شاہ سے آنے ہی گوردلی کی حراست میں بند گاہ سے ملکبارہ کے ایک وینزیر جنرل میں نظر بند کر دیا گیا جس پر موت تک گوردلی کا پہرہ رہا، اس کے بعد بہادر شاہ کی ایبہ کو اب زینت محل کو بھیجی اسی طرح رنگون بھیجا گیا کہ وہ سو گوردلی اور ایک کوہ خانہ کی عذابی میں شاہی خاندان کے ۱۲ مرد و عورتوں کو ۲۸ مارچ ۱۷۷۷ء کو بھیجا گیا اور گوردلی میں ۲۷ ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی گئی، کچھ دنوں کے بعد علی گڑھی رنگون میں انتقال ہو گیا اور بادشاہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اس منظر نامہ قہر کی داستان کی ایک جھلک عموماً بہادر شاہ ظفر ہی کے افسانہ میں

درج ہے سے

بہ کسی کی آنکھ کا ٹور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
 جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مہشتِ غبار ہوں
 مرا رنگ و روپ بچو گیسا مرا یار مجھ سے بچھو گیسا
 جو چین نزاں سے آجو گیسا میں اسی کی فصل بہاں ہوں
 ہنہ قاحہ کوئی آئے کیوں بوئی چار پھول پڑھائے کیوں
 کوئی آکے شمع جلائے کیوں میں وہ بے کسی کا مزار ہوں

سے نہ دہایا زیر زیں انہیں نہ دیا کسی نے کفن انہیں
 نہ ہوا نصیب وطن انہیں نہ کہیں نشان مزار ہے
 اسی پر بس نہیں ایک درہین ستر گواہیں نے جہاں اس کی کوشی تھی اپنے کھینے کے میدان
 کے لیے اس قبر کا نشان بھی مٹا دیا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں ایک دردمند مسلمان عبد السلام مرحوم نے مشکل نما اور بگڑتلاش
 کیے کے ایک کتبہ انگریزی زبان میں لکھوایا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے :-
 ”دی آئی کامرول بادشاہ بہادر شاہ ۷ نومبر ۱۸۵۷ء کو مرا اور اس جگہ کے قریب دفن ہوئے“

۱۸۹۴ء تک مزار پر جانے کی اجازت نہیں تھی بعد میں ایک معمولی سا توجہ تعمیر کیا گیا، ۱۹۴۳ء میں
 بعض اش چند برس نے وہاں آزاد ہند فوج کی ایک پریڈ کی اور بہادر شاہ ظفر کو تحریکِ آزادی
 کے پہلے قائد کی حیثیت سے یاد کیا۔ (معارف ستمبر ۱۹۹۶ء ص ۲۲۳)

اب انگریز اس ملک کے بادشاہ بن گئے اور چند دستاویزوں کو
 بہادر شاہ کی جلا وطنی کے بعد تقریباً ایک سو سال عذابِ ایسٹ میں مبتلا رکھ کر اب حکم کھلا انگریزوں
 کی حکومت کی عملدرمی یوں شروع ہو گئی کہ عیسائی ہلاک شدہ گوروں کی یادگاریں قائم کی گئیں۔

۱۹۹۵ء میں ڈیرک آف اڈنبرا ہندوستان آیا۔ ۱۹۹۵ء کے آخر میں حکومت نے
 دوسرا مہا مزار ڈیلوک آف اڈنبرا ہندوستان آیا اور امرتسر کے ہاشمندگان ٹھہر اور

فری ہسائیموں نے اس کا غیر مقدم کیا، ۱۳ مارچ ۱۸۴۹ء کو بلاستہ بمبئی واپس لوٹے اور ۱۸۴۹ء میں مد ہار قیصری صنعت ہوا جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ اب انگریز اس ملک کے بادشاہ ہیں۔

یکم جنوری ۱۸۵۷ء کو دہلی میں ملکہ متلک کے شہنشاہ ہند ہونے کا اعلان کیا گیا۔ ہندوستان کی سلطنت برطانیہ، فرانس، ہولینڈ کے مساوی ہے۔

۲۳ دسمبر ۱۸۵۷ء کو وائسرائے لارڈ لٹن آئے اور دہلی میں اُس کا استقبال کیا گیا۔

یکم جنوری ۱۸۵۷ء کو ایڈورڈ، ملکہ کی تاجپوشی کے لیے دہلی میں دوبار منعقد ہوا۔

اگرچہ بھارتیوں نے ملک پر قبضہ کیا تھا مگر درحقیقت انہوں نے پرنسپل سے اسلام کو بدر کرنے کا عزم رکھا تھا، ان کو علم تھا کہ اس ملک پر مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار سال حکومت کی اور ان کی فیاضی اور غلط انٹرنی نے انگریزوں کو اس ملک کا بادشاہ بنایا، اس لیے وہ خطرہ محسوس کرتے تھے کہ کسی بھی وقت یہی مسلمان ان کو اس وطن سے نکال سکتے ہیں، اس لیے انگریزوں نے پرنسپل پر اپنی حکومت کے دفاع کے لیے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کیے۔

(۱) مسلمانوں کی تعلیمات اسلامیہ سے جہاد اور جذبہ جہاد کو ختم کر دیا جاتا اس کے لیے جموں نے نئی اور ایسے افراد اور طبقات پیدا کیے گئے جنہوں نے جہاد کو منسوخ کرنے پر پورا زور دیا اور انہیں ان کے لیے صرف کیا، جیسا کہ مرزا قادیانی اور اس کے دوسرے ہم مشرب تھے۔

(۲) جذبہ جہاد کو ختم کرنے کے لیے اسلامی عقائد سے کفر، اسلام، منافق، مرتد و غیر ان اہل ایمان کو ختم کر دیا جائے اور اسلامی تعلیمات کا طرہ امتیاز نہیں، جس جہاد کو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے درود و سلامہ الجہاد فرمایا ہے اسے بالکل فراموش کر دینے کے لیے طریقہ کار اختیار کیا جائے۔

(۳) جذبہ جہاد اور اسلام کی صحیح تفسیر کامل اور مکمل طور پر چھلانے والے اردوں (دینی مدارس) کو کبھی ختم کر دیا جائے اور ان کے متبادل میں ایسے مدارس کھولے جائیں جو بالکل مادی اور مادی جیسا کہ ترقی یافتہ ممالک میں ایسا کہ مشن سکولز، یا ان میں مذہبی اور دینی نصاب کا کچھ حصہ رکھا جائے جس میں اسلام کی تعلیم تعلیمات ہیں جہاد پر خودی اور جذبہ جہاد پر توجہ دینا ہوتا ہو

یکسرخارج کردیا جائے اور ان برائے نام اسلامی اداروں کے فضلاء کو ملازمین میں جتیا کر دیا جائے تاکہ علمی طبقات میں ان درسگاہوں کی عزت زیادہ ہو۔

(۴) دینی مدارس کی اندر بند کر دی جائے اور ان کی وہ جاگیریں ضبط کر لی جائیں جو ان کے اخراجات کے لیے مسلمان بادشاہوں نے عطا کی تھیں تاکہ یہ مدارس معاشی مشکلات کی وجہ سے از خود بند نہ ہو جائیں۔ چنانچہ اُس وقت کے حالات کا پرچشم خود ملاحظہ کرنے والے ایک صدر عالم دین کا بیان ہے کہ :-

”مجموعہ حال کے دیکھنے سے یوں نظر آتا تھا کہ اب علم دین کا خاتمہ ہے نہ کوئی پرمسختے گا نہ پڑھا سکتے گا، بسے جیسے شہر ہو کہ مرکز اس دائرہ کے تھے خراب ہو گئے تھے علماء پریشان کتب مفقود جمعیت نہ وارد، اگر کسی قلب میں شوقی علم اور طلب کی عزت ہوئی تو کہاں جائے اور کس سے سیکھے؟ اور یوں نظر آتا تھا کہ بیس تیس برس میں جو علماء بقید حیات ہیں اپنے وطن اصلی ہجرت کر سدا جا رہے ہیں گے تب کوئی آنا تارنے والا بھی نہ رہے گا کہ (مضمر کے کتے فرض اور نماز میں کیا اور اجابت) (۱۳۲۵ء)

فصل :- بہادر شاہ ظفر کا انتقال رگڑن میں ۷ نومبر ۱۸۶۲ء مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۲۸۹ھ کو جمعہ کے دن خراہ دار معلوم دیوبند کا افتتاح مسجد چتر میں ۳۰ مئی ۱۸۶۲ء مطابق ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ بروز پنجشنبہ ہوا جس کے پہلے بانی سید محمد عابد نوادر قادری تھے، ایسی یہ در اسلام صرف ایک کتب کی شکل میں اس تکویم مسجد میں قائم ہوا تھا مگر اس کی اصل غرض کیا تھی؟ سید محمد عابد نوادر قادری کے القادریوں میں ملاحظہ فرمائیں :-

”ان بزرگوں کا سب سے بڑا مشغلہ یہی ذکر و فکر ہر وقت رہتا تھا کہ انگریزوں کا جو کس طرح کنہ صول سے تاراج جائے؟ اسی کے بار میں پیشگوئیاں اور کائنات تھے اور اسی کے بار میں عام نظم و انظام، ایک دن چٹنے کی مسجد میں سب بزرگان جمع تھے انگریزوں کا تسلط اور غیر مسلمی لاقوت کو دیکھ کر حضرت حاجی سید محمد عابد عابد نے فرمایا کہ انگریزوں نے گہرے نیچے جلتے ہیں دیکھنے کس طرح اکٹریں گے، اس پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمودہ کہ سب سے پہلے شیخ الحدیث تھے قرآن

حاجی ماسب! آپ کس خیال میں ہیں وہ وقت تو نہیں جبکہ ہندوستان صفت کی طرح
پلٹ جائے گا، کوئی جنگ نہ ہوگی بلکہ بحالت امن و سکون یہ ملک صفت کی طرح پلٹ
جائے گا رات کو سوئیں گے ان کا گلابی اور پتے کرینگے وہ سری مللاری میں گرا بیچ ڈالیں گے

اسی دارالعلوم نے سینکڑوں منسٹر، محضرت، صوفیاء اور مجاہدین پیدا کیے جن کے فیوضات اور
برکات سے عالم اسلامی بہرہ ور ہوا ہے۔ مگر ان کی ریاضات کا امین اولاد کی خواہوں کی تعبیر نہیں
ذاتِ بابرکات کی مخلصانہ جدوجہد سے ہوئی وہ حسین احمد مدنی ہی ہے جس نے اپنی آنکھوں سے
انگریزوں کا ہندوستان سے اخراج دیکھ لیا اور ولسی کے نعرہ کی عمل ترمیم کی۔

ذیقعدہ ۱۲۱۳ھ مطابق ۲ مئی ۱۷۹۹ء کو چچو سلطان نے جام شہد دست نوش فرمایا
ضروری اور اپنے باپ کے پہلو میں بیٹھو میں دن کر دینے گئے، آپ کی تاریخ وفات
شہر بوجہ دین محمد شہید مندر لنگی۔ جب جنرل ہارس آپ کی لاش پھاڑا تو خوشی سے پکارا تھا کہ
”آج ہندوستان ہمارا ہے۔“ مگر وہ دارالعلوم دیوبند میں کانتقاع ۵ محرم الحرام ۱۲۹۳ھ
مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء کو ہوا، اسی دارالعلوم کے ایک مجاہد سچوت سید حسین احمد مدنی نے ۱۹۲۶ء اور
یہ اس نعرہ کا عملی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ۔

”آج سے انگریز ہندوستان سے ہمیشہ کے لے جانے کا درگاہ ہے اور اب ہندوستان
ہمارا ہے۔“ (مکتوبات، شیخ الاسلام جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)

۱۱۔ دارالعلوم دیوبند کا افتتاح بطور دینی مدرسہ ۱۸۶۶ء کو ہوا اور ساتھی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کا
افتتاح بطور مدرسہ اعلیٰ ۱۸۶۸ء کو ہوا جس کے بانی سید احمد خان نے لندن کا سفر کیا اور ملکہ مظہر سے ملاقات
کی جس کا منظر ان ہی کے الفاظ میں درج ہے۔

”جب ملکہ مظہر شریف آئیں تو میں نے بھی پیش کیا اور ہاروں کے اپنے نمبر جا کر سلام کہا
سلام کرنے کا دستور ہے کہ ملکہ ملکہ سے اٹھ کر اور یا یاں گھٹنا تک کر حضور محمد ص کے ماتھے پر
بوسہ دیتے ہیں۔“ (دعاؤں اور دعاؤں ص ۲۲) مفیہ میں ترقی اب لاہور

نظر لگی اپنی پسند اپنی اپنی

بالکل برعکس ہے، مدرستہ العلوم کے سب سے بڑے نفاذ دہیزرگ
تھے، دونوں معزز سرکاری ملازم یعنی مولوی، مداد اعلیٰ ڈپٹی کلکٹر اور مولوی
علی بخش سب صحیح ہے (صوبہ کوئٹہ ص ۶۲)

علی گڑھ کالج کی انہی بنیادی کمزوریوں کی وجہ سے کالج علم و حکمت کی وہ خدمت
نہ کر سکا جس کا چرچا کیا جاتا تھا، سوائے چند انگریز ملازموں کے کالج سے کوئی
قابل ذکر علمی شخصیت پیدا نہ ہوئی، شیخ محمد اکرام مرحوم لکھتے ہیں:-

”جن روشن خیالوں نے کالج کی عالی شان عمارتوں میں تعلیم حاصل کی تھی اور
جن کی رسائی مغرب کے بہترین اساتذہ اور دنیا بھر کے علم و ادب تک
تھی، وہ سطح نظر کی پستی اور کیرئیر کی کمزوری سے فقط اس قابل ہوئے کہ
کسی معمولی دفتر کے کل چنڈے بن جائیں یا اپنے باپوں کے خیالات اور
ان کی عظمت کا کوئی اندازہ کئے بغیر جو باتیں ان کے مخالف کہہ رہے
تھے (جو خود کتبوں اور مسجدوں کے پروردہ تھے) انہی کو زیادہ آب و تاب
اور رنگ و روغن دے سکیں“ (صوبہ کوئٹہ ص ۶۳)

دارالعلوم دیوبند کی خدمات کا مختصر تذکرہ | دارالعلوم دیوبند نے ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۸۲ھ تک
مرف سوسالوں میں ۵۳۶ اشاعتیں طبع کیں،

۵۸۴۸ء میں ۱۱۶۳ مضامین، ۷۸۳۱ مفتی، ۱۵۳۰ مناظر، ۶۸۳ صحافی، ۲۲۸۸ خطبے اور ۲۸۸۰
طیب، ۴۷۸ ماہرین صنعت و حرفت، ۸۹۳۶ مدارس و مکاتب قائم کیے۔

یہ حضرات تھے جو ہر فن میں اعلیٰ علمی اور عملی صلاحیتوں کے حامل تھے اور انہی کو خاص
عنوانات پر ان کی خدمات دینی دنیا تک امت کے لیے رہنما ہوں گی۔

اس کے برعکس دارالعلوم دیوبند نے علم و ادب کے ہر شعبے میں وہ نامور ہستیاں پیدا کیں
جو اپنے وقت میں اپنے فن کے امام ہیں، دارالعلوم دیوبند نے اشاعت اسلام میں جو کردار
ادا کیا آج دنیا کا کوئی کونہ اور ہر مسلمان کا دل اس عظیم ادارہ کی خدمات پر نہایت شکر سے
پرنے ہے۔

حضرت مدنی نور اللہ مزرقہ کا سلسلہ نسب

اسلام نے ہر امتیازی شان مسلمانوں کو عطا فرمائی ہے اس میں نسب اور سند کا خصوصی مقام ہے جو دوسری کسی قوم کو حاصل نہیں، اسلام میں نکاح کے لیے گواہوں کا ہونا بکر نکاح کا اعلان عام کرنا ضروری ہے تاکہ اس نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب صحیح رہے اور پھر آگے نکاح اور وراثت وغیرہما کے احکام صحیح طریقے پر عمل کیے جاسکیں جبکہ دوسرے ادیان اور ان کے معاشرہ میں اس قدر جامع اور محتاط کوئی ضابطہ نہیں اس لیے بعض ممالک میں نسب کا خاتمہ ہی نہیں۔ (النجیتر) — اسی طرح علمی اور دینی بلکہ روحانی تعلیمات کے لیے سند کا ہونا ضروری ہے۔ استاد اور شاگرد، پیر اور مرید کے درمیان ربط کے لیے سند کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ دینی مدارس اور اسلامی دہالعلوم کے سند یافتہ اپنے استفادہ کا ذکر اور ان کا سلسلہ اسناد بنا سکتے ہیں جب کسی بھی نوجوان یا علمدار میں صرف ذکر عمل جاتی ہے اس سلسلہ کا سلسلہ مندرجہ ذیل ہے۔

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور زبانیں بنا دیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو بے شک تم میں سے بہترین گارتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز تر ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتے والا اور بخیر واقف ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ إِنَّ اللَّهَ
خَبِيرٌ فَحِيمٌ

(الحجرات ۱۳)

یعنی انسان اور انسان میں انسانی ضروریات کے لیے کوئی تفریق نہیں کہ سب ایک ہی مال اور باپ کی اولاد میں مختلف اقوام اور زبانیں بھی اللہ تعالیٰ ہی نے بنائے ہیں۔ خاندانوں کا وجود اقوام کا تصور بھی نسبی نسب کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ نشانہ از روی ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قرب اور غیبت کیلئے ہم امر کی ضرورت ہے وہ تعالیٰ ہے کیونکہ سب سے بہتر نادر اور اولیٰ تعالیٰ ہے اور فرما لے۔

فَإِنَّ خَيْرَ الْبَرِّ ذُو الْقُرْبَىٰ (البقرہ ۱۹۷) بے شک سب سے بہتر نادر اور اولیٰ تعالیٰ ہے۔

عقوبت اور شہرت میں نسب کا اتنا بہت ہی ضرور ہے اور اس میں نسب کا بڑا اثر ہی نہیں ہے۔
 صحیح حدیث میں ہے کہ جب قریش نے ایمانیوں سے سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شعلہ چند
 سو روپے کے انعام میں سے پہلا سولہ ہوا تھا کفایت نسبہ فیکلہ قلت کھوینا فو نسبہ از رسول اس
 مدعی ہوتے تھے کہ اس سلسلہ نسب میں کسی سے بڑا اور خیاں نے جواب دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 میں نسب دالے ہیں ان سولہ دجہا یا سید جب ہر قریش کے سوا کسی اور قبیلہ کا نہیں ہے۔
 اپنی اپنی قوموں کا نسب میں جو مفاد کے ہوتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسب کی عظمت کا تعلق ہی افراد اور اقوام سے ہے، یہی حکمت ہے کہ اسلام نے
 عقیدہ کے لیے طریقت نسب ہونے کو بہتر قرار دیا ہے اور نکاح میں جو کہ انسانی معاشرت اور تمدن کا ہمہ گیر ہے
 گھنہ کو ضرور قرار دیا ہے، معاشرہ کی تمام کتابوں میں کتاب النکح اور کتاب الادبیا، مروجہ ہے، تاکہ کتاب
 بقرہ میں گھنہ کا ذکر پایا جاسکے۔ قریش کے ساتھ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شاؤر مالاً۔

تھا بکتاب ہم غنمہ کفر کفر غنمہ ہم کفر۔ دروغ ہے جس کا عمل نسبت ہوا ہے اس کا نسب نہیں رکھتا۔
 لیکن اپنی نسب کا پہچانا اور ضرور کرنا بھی بہت ضروری ہے اس لیے کہ۔

دانت ہران عزیز اور اہل بیت میں سب سے زیادہ نسبت تاکہ اس کے ساتھ حکم آیا ہے جو جب تک پہنچے غایب ان کو
 ہادی اور ہادی نسبت سے پہچانے گا، سب سے زیادہ نسبت کسی طرح کر سکے گا۔

دب اور اہل بیت کے احکام میں رشتہ داروں کا پہچانا نہایت ہی ضروری ہے، ہادی کے رشتہ داروں کا احکامات کا
 اور والدہ کے رشتہ داروں کا جن میں اکثریت قوی الذمہ قائم کی ہے، اگر تخط نہ ہوا تو مال وراثت کس طرح
 تقسیم ہو سکے گا جس کی بکری اسلام میں بہت زیادہ آتی ہے کتاب الکسب ہادی کے حق میں سے گناہیں
 تصدیف کی گئی ہیں، خصوصاً یہ کہ حق اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

”پہلے نسب اور رشتہ داروں کو پہچانو، ہادی کے ساتھ صلہ رکھو، اس لیے کہ ہادی
 مال و عیال میں بہت پیدا کرنے والے ہیں، ہادی کے بڑھنے اور عرق کے بڑھنے کا ذریعہ بنتی ہے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

”عرب زبان سیکھو کہ اس سے مراد میں اضافہ ہوگا اور شہرتوں کو پہچانو اس لیے کہ اس
 سے بہت سے معلوم رشتہ داروں کا نہیں ہے، ہادی کے ساتھ احسان و
 صلہ رکھو گے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ گرامی ہے کہ :-

”لپٹے خاندان والوں کا احترام کرو ان سے رعبہ کھو کہ وہ تمہاری قوت، اور تمہارے بازوؤں تم ان کے ہمارے سے پران چڑھ سکتے ہو انکلیت کے وقت وہ تمہارے کام آسکتے ہیں بڑھکے احترام کرو بیماروں کی بیماریاں چھوڑ کر وہ پریشان ممالوں کی یاد کرو :-
اس عنوان پر تفصیلی بیان حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمودہ درج کیا جا رہا ہے :-

اسلسلہ نسب حسب ذیل ہے :-

سلسلہ نسب

حسین احمد بن سید حبیب اللہ بن سید سعید علی بن سید جہانگیر بن سید شاہ نور شرف
بن شاہ مدنی ابن شاہ محمد باہ شاہی بن شاہ خیر اللہ بن شاہ شفقت اللہ بن شاہ محبت اللہ بن شاہ محمود بن شاہ لادن
بن شاہ قلندر بن شاہ محمود بن شاہ راجو بن شاہ عبدالواحد بن شاہ محمود زاہدی بن شاہ نور الحق رحمہ اللہ تعالیٰ
شاہ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ وہ محدث اعلیٰ ہیں جو کہ اس سرسبز میں الہ داد پر تھیرے ہوئے ہیں پہلے تشریف
لا کر اقامت کریں ہوئے۔ اس زمانہ میں قوم راجہوں کا ناندھ کے گرد و نواح میں تمام دیہات وغیرہ پر قبضہ اور تھیر
تھا اور وہ مسلمانوں کو ستاتے رہتے تھے، حضرت شاہ نور الحق صاحب مرحوم نے ہاتھ پکڑاں کو دعوت اسلام دی مگر وہ
لوگ اور راجہ متاثر نہ ہوئے، آپ نے زور کراہت ہی کوڑک دیا، ان کا لاجہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا، آپ نے وہیں اقامت
فرمائی اور اس موضع کا نام الہ داد پور رکھا جس کی وجہ تسمیہ ظاہر ہے، قلعہ کے آثار اب تک موجود ہیں، شمالی دیوار
اور غربی اور مشرقی بروجوں کے باقی ماندہ چھرو وغیرہ باقی ہیں، اسی قلعہ میں آپ کا اور آپ کی تمام اولاد کا مزار
اب تک بنتا چلا آتا ہے۔

یہ تو شجرہ نسب کا مختصر ہے کہ تھا شجرہ طریقت کے متعلق ایک سند آپ کے خاندان میں ملتی ہے
اس کے متعلق حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

یہ شجرہ طریقت بہت پرانے کا خذات میں پایا گیا تھا، اس کا تصنیف کرنے والا والد ماجد
مرحوم کے پڑدادا شاہ نور اشرف قدس اللہ سرہ العزیز کا کوئی مرید یا بیٹا ہے، الفاظ
حسب ذیل ہیں :-

خدا و ناکریسا کار سازا	کہ ہستی پسند ہر دور بے نیازا
بحق داد شاہ نور اشرف	کہ در رکشن دلی از نور اشرف
سخن راز حضرت پیر مدن	کہ دینی فقیر از دگشتہ مزین

سخن آن محمد ماه شاهی
 سخن شاه نیرا شد نیکو
 خدایا هم بحق آن شهیدین
 که صفت اشد نام نامیش بود
 خدایا هم بعز و رفعت شاه
 که چون نام خود آن را سخ بخت
 خدایا هم بحق شاه محمود
 خدایا هم بحق شاه لایق
 شریعت را زد شد خانه آباد
 خدایا هم بحق شاه قلند
 عمل بر فقر لغزی داشته او
 بکار فقر عمر خود بسر برد
 خدایا از برای شکر منور
 شده روشن ز ذات آن یگانه
 خدایا هم بحق شاه راه
 خدایا هم بان شاه ستوده
 چو در عبادت واحد سر آمد
 خدایا هم بحق شاه زیاد
 ازان وقتیکه از تمیز دم زد
 بنزد اندر چنان گو نمود ساخت
 بحق شاه نور بحق لاریب
 ازان وقتیکه حق تمیز دادش
 خدا را از برائے شاه داود
 چنان بود او بر راه شریعت
 بحق شاه کتاب الدین چشتی

که در برج فقیسری بود ماهی
 نه آلودش هیچ مطنوسه بجز تو
 پناه معرفت تو حیدر آئین
 مستحق درج اسم سائیش بود
 محبت الله سمار فخر را ماه
 بهین بود از روح دل محبت
 چه گویم وصف او جز این که مستود
 کز و گشته چراغ فقر روشن
 طریقت را از دستور بسیار
 که بخون دلق فقیسری کرده و در
 فقیسری فقر خود انگاشته او
 بجز راه طریقت کام نسپرد
 که باکش بود از نودت منور
 چسرا بر معرفت خانه به خانه
 که در فقر و فنا برد از همه گو
 که عبد الواحد او را ناک کرده
 ازان این نام نامیش بر آمد
 محمد زاهدی گو بود زیاد
 بر راه زهد بس ثابت قدم زد
 که یکدم با خودی خود ز پر و اخت
 که نور حق نمایان داشت از غیب
 ز بوده غیر ذات حق مرادش
 که اهل چشت را پیر هدی بود
 که جز تعصبات امرت نمی بست
 که اندر آتش عشقش بر شستی

الهی ہر جسم الدین چشتی
 الهی ہر شہ زوی چشتی
 سخن خواجہ قطب الدین کاک
 بآن خواجہ سعید الدین چشتی
 سخن خواجہ عثمان ہارون
 سخن تدوہ پیران اعظم
 سخن قطب دین موذود چشتی
 سخن خواجہ یوسف ناصر دین
 خداوندنا بمعزرت بر محمد
 سخن خواجہ ابو احمد خلیا
 سخن خواجہ بو اسحاق شامی
 سخن خواجہ دین خواجہ مشاد
 ہیرہ بصری آل ہیرہ ہران
 سخن آل کہ فخر عارفان ست
 سخن خواجہ ابراہیم اومم
 پشے خواجہ طفیل اکرم خلیق
 بعد الاموالے واحد حقیقی
 سخن اسوۃ اصل کمالان
 حسن بصری کہ مخدوم جہاں است
 سخن آی شہ ملک ودلایت
 علی مرتضیٰ دروازہ مسلم
 سخن کار فرما شاہ لولاک
 برائش از خدمت آمد بہستی
 طراز اقل کہ کلک حق رقم زد
 سخن آل واصحاب کبارش

کہ زانش پاک ز آلائش سرستی
 کہ آمد فرود در ظاہر سرشتی
 کہ از قطبیتش نطق است خاک
 کہ زانش دین و دنیا ست واپشتی
 کہ باشد واقف اسرار بیچون
 شریف زبانی خواجہ معظم
 کہ سازی پیرو او را بہشتی
 کہ ست از عارفان اہل تسکین
 دل او مقبوس از نور احمد
 بحال نار ما رستے بغیر ما
 کہ دارد علیے ما در عسلا می
 علو دینوری از خویش آزاد
 کہ باشد دستگیر و دستگیران
 خدایہ معشری قطب جہاں ست
 شہنشاہ دو عالم شاہ اعظم
 شہنشاہ کریں اعظم خلیق
 کہ یکتا بود در واحد طریق
 امام و تدوہ ارباب حالان
 رئیس خواجگان اہل و جان است
 معظم تیر برج ہدایت
 در وہ ہائے خلق و معدن مسلم
 کہ از سمت اشری تا عالم پاک
 کہ بروئے کس نہ دارد پیش دستی
 شفیخ امتان یعنی محمد
 سخن راز جسد دوستانش

مرا وہ پنج چیز ازودگ خریدش
 دہم رزقے کہ می دارم تمنا
 سو ہم نریں وقت خود تا آخری دم
 چہاں ہم وہ فروغ مسلم مارا
 پہنچسم بچو تکہ در گورم رسانند
 سپس ہامن یکسر دستگیرند
 یکے مسلم واپ زاید ز حد میش
 عطا فرما سراد دار و نسا
 ہمانم در جہاں خوشنود و خرم
 کہ چون خورشید باشد آشکارا
 و دہم کردہ از من بازمانند
 زمین از دنیا من بدستش نمیند
 محمد مصطفیٰ یا دم وہ آن دم
 دیگر زہرہ و مسین معظم

اس سے بہتر چلتا ہے کہ موصوف حضرت خواجہ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ با حضرت خواجہ
 شمس جودا کئی ردوئی رحمتہ اللہ علیہ کے مہر تھے اور شمس سے پہلے یا قریبی زمانہ میں یہاں تشریف لائے تھے اور
 اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غالباً موصوف ہندوستان ہی کے کسی حصے سے تشریف لائے تھے، مگر یہ ممکن ہے
 کہ خراسان وغیرہ سے آئے ہوں کیونکہ شاہ داور شمس ہی ہو کہ ان کے ہر دور شمس ہی ان کی نسبت مشہور ہے کہ وہ سادات
 ہیں تھے پوشت کے باشندہ تھے، خاندان کے بڑوں سے تعلق میں آیا ہے کہ موصوف کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے دو ائمہ اعلیٰ کہا جاتا ہے کہ نسب نامہ شاہ فیروز صاحب مرحوم کے ساتھ کافذات میں چلا
 گیا، موصوف صاحب کی منازعات کی وجہ سے ناراض ہو کر وطن سے چلے گئے تھے اور بقیہ عمر پور بی اضلاع ہند میں گزاری
 جس کا کچھ یہ معلوم نہیں، بعض بزرگوں کا کہنا یہ تھا کہ شمس کے انقلاب میں جبکہ راجہ جہیش نے نانا کبیر علی صاحب
 مرحوم کے گھرانے کو لوٹا تھا تو اس نے تمام کافذات قدیمہ بھی لوٹ لیے، لیکن کو تعلق کر دیا، بہر حال آج خاندان
 میں کسی کے پاس اوپر کا نسب ہمہ موجود نہیں ہے۔

والد صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ میں جبکہ صغیر تھا اور بائیس برس میں بیٹا ماسٹر تھا اور لوگوں سے تذکرہ آتا تھا کہ میں
 سادات سے ہوں اور میرا خاندان بہر زادوں کا خاندان ہے تو لوگوں تصدیق نہیں کرتے تھے کیونکہ اودھ کے شہروں میں
 ناندہ کپڑوں کے بیٹھے والوں (لوہا فون) کی بستی مشہور تھا اور یہاں کے کپڑے واقع میں بہت اچھی تھی کہتے
 تھے، ناندہ کی آبادی کا بڑا حصہ اسی بڑوں کا ہے اس لیے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ بھی اسی قوم میں سے ہوں گے،
 مگر حضرت مولانا افضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی قدس اللہ سرہ العزیز نے ایک روز مجھ سے مل کر فرمایا کہ اہل کس
 تو سید اور پیر زیاد سے ہیں ان کے سوا، اعلیٰ شاہ نورا کئی رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں، ملت میرے

بیشتر جو مسلم بلوچوں اور مسلمان خاندانوں کے دل اور دماغ پر سنگین اور دفرائش ٹھیس گنتی ہے بلکہ اشاعت اسلام اور اس کی ہر گہری میں بھی فرق پڑتا ہے، اسلامی اصول اور اس کا تفوق چکنا چور جتنا ہے، کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے حجاب بنتی ہیں، آیت مرحوم کی زیادتی میں روشے لگتے ہیں جس کی اسلامی تعلیمات میں انتہائی ممانعتیں وارد ہیں۔ ولعیاذ باللہ

انہیں وجہ سے مجھ کو بہت ڈر لگتا ہے اور شرم معلوم ہوتی ہے کہ موجودہ اعمال و اسباق اور اس کے پانچویں پرستید یا پھر زیادہ اپنے کہ کہوں یا لکھوں اور اپنے اس نسب پر فخر کروں یا اس میں بھی چونکہ شک نہیں ہے کہ غیر اختیاری سوار الہیہ میں سے یہ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے یعنی جیسے کہ انسان کا پیدا ہونا، تمام اعضاء کا صحیح و سالم ہونا، خوبصورتی اور اعضاء کا متناسب و موافقہ و خیر و اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ہیں جن میں ہم سے کسی اختیار اور ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہے اور ان پر بندہ کو جتنے شکر گزار رہنا چاہیے اور تحریف یا نسیہ کرنا اور دل میں سوچنا اور اللہ تعالیٰ کو شکر گزار ہی سے شکر کرنا چاہیے، اسی طرح یہ عزت نہیں بھی ایک غیر اختیاری نعمت اور علیہ غلطی ہے، اس پر شکر گزاری کرنا اور مسپ ارشاد و افعالاً بیعتاً نہ تہت فہت، شکر پیش کرنا ضروری ہے، اس لیے اس مقام پر رسالہ خدائیں یہ ذکر کیا گیا۔ (ذخیرہ حیات)

والدہ ماجدہ کی طروت سلسلہ نسب یہ تحریر فرمایا۔

حضرت اکبر علی بن محمد و محمد بن تراب علی شاہ مدین (موجودہ) شاہ مدین کے تین صاحبزادے تھے، اولاد ہدایت اللہ اور نور اشرف۔ نور اشرف مرحوم کی اولاد میں سے والد صاحب مرحوم تھے اور تراب علی کی اولاد میں سے والدہ مرحومہ تھیں۔ (رقت حیات جلد ۱ صفحہ ۱۱۱)

حضرت کے والد ماجد مولانا حبیب اللہ کا مختصر تذکرہ

آپ کی ولادت ۱۲۵۲ھ میں قصبر الہ و اولاد میں ولادت باسعادت ہوئی، نانڈہ میں قرآن شریف پڑھا اور ساتھ ہی سکول میں آردو مل پاس کیا، مختلف سکولوں میں ملازمت کرتے کرتے قصبر منی پور ضلع اناول میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے اور پھر ہنگویش میں تبدیل کر دیئے گئے، ملازمت سے سبکدوش ہونے پر اپنی ذاتی جائیداد کو کچھ ٹکڑا کر بیعت لی، چونکہ علماء اور لوگوں کے ساتھ گہرا تعلق تھا اس لیے اپنے سب بیٹوں کو ابتدائی تعلیم کے لیے بھی والد معلوم اور پند میں داخل فرمایا، یہاں اساتذہ کرام خصوصاً حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ علیہ کی نظر کہیں اثر سے فیضیاب ہوتے رہتے

چونکہ سلوک اور احسان و رشتہ میں ملی تھی اس لیے وقت کے ولی کامل حضرت مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ویسے ہی دل و بار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں مستغرق رہتا تھا مگر ص ۳۱۳
 ۲۲ ربیع الاول بروز جمعہ آپ کے فرشتہ کا ایک سو پانچ سال کی عمر میں وصال ہو گیا تو پھر دل بہت اچھے
 بے گلین رہتے لگا، آخر مدینہ منورہ میں ہی وہ خیال کے ساتھ کو پہنچ گئے۔ زیادہ وقت روئے صفا مہر کی زیارت
 یا پھر اپنے ہم عمر ہائیرین کے ساتھ ذکر و شغل میں گذارتے تھے۔ چونکہ فلکی، اردو، ہندی، بھاشا، شعر
 کہنے کا عکرا سچ تھا اس لیے اشعار میں زیادہ اشعار ہی ہیں جن میں نعت سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ میرزا
 ایک قلم آردو نعت کا درج کیا جاتا ہے سے

پارو ناچار جو محفل سے ترے جلتے ہیں	صورت و رنج و قلق ساتھ وہ سے جلتے ہیں
جان سے جان ہے ترے پاس سے جان جانا	پہچتے جاتے ہیں مگر ترہ بنے جاتے ہیں
ایک اپنی رہے اس بزم میں باقی ساقی	لوگ بیخاندہ سے لپ کی کے چلے جاتے ہیں
اسے رسول عربی آپ کی فرقت کے قبیل	ہل عشر سے شبک پار آتر جاتے ہیں
سر پہ تلوار ہے ہر دم ہے سودا سر میں	عشق احمد کا خدا یا یہی ہم چلتے ہیں
اس جیت پ دل شستہ پر نظر ہو جائے	درد مندوں کی درد آپ کیسے جلتے ہیں

چند قطعات نعت و رفا سے

۱۔	زیر جمال حسن عالم سوز تو	لہذا رخ پر نور دل انور تو
	گرد گل صد ہزاراں جبریل	تاوں مژگان سپینہ دور تو
	جان و دل دہم و یک آن تو	دل چمن لست لے جان شبان تو
	سوختا از درد و جہتیب زہر عجب	لے لے با جبریل شد قربان تو

۲۔	لے بہار باغِ فوان کوئے تو	بہل برسدہ اسیر شوئے تو
	بجدہ ریزان آرد صورت جہتیب	لے ہزاراں کعبہ درامدئے تو

(نعتی حیات جلد ۱ ص ۳۳)

آپ کا دل مدینہ منورہ کے لیے کس قدر بے قرار تھا اس کا اندازہ ابن امیر سے لگایا جا سکتا ہے۔ ۱۔
 ۱) آپ کے بڑے صاحبزادے کی منازلی سلوک کا بھی کچھ باقی نہیں جن کے لیے کچھ عرصہ و من ہی میں رہنا پڑا۔

تھا تاکہ اپنے مرشد حضرت گنگوئی سے بحال کی جاسکے۔

(۲) خود حضرت مدنی بھی کہہ سکتے ہیں انہوں کی بائی تھیں جن کو درالعلوم دہلی میں پڑھنے کی تلقین تھی۔

(۳) اہل راہ اور اقراب کا اصرار تھا کہ حج و زیارت کے بعد واپس آجائیں۔

(۴) شاہی شد و پیشوں کے سہ حیا رسراہل (والے اپنی بیٹیوں کو پیشہ کے لیے آتی تھیں بیچنے پر تیار نہ تھے۔

(۵) چونکہ اس سال ہندوستان ظالموں کی تہلک اور لاعلاج مرض کی لاپرواہی میں تھا اس لیے عام لوگوں نے نہ ہی یہ شور مچایا کہ ساری بنگا میں بے مہربانی اپنے بے سفرنی اہل فتویٰ کو روایا جانے، مگر۔

یہ تھا ماشق نام کا حبیب اللہ تھا جو کہ حقیقت کا حبیب اللہ اور حبیب اللہ تھا آپ نے فرمایا :-

”جس کو اپنی زندگی بچھیننے سے طرد ہو وہ طلاق لے لے، صاحبزادوں سے کہا جس کی تعلیم آتی ہے وہ میری متواہل کر پوری کر لے، جو کہہ کر کہا ہلے کہ کبھی لوہے کے تھپے پر بازو کر کے لڑھکا جاتے گا اور تو دینہ رہنی جاتے گا تو میں اس کے لیے ہی تیار ہوں“

غرضیکہ یہ خانہ دہلی ہو کہ دہلی تیسری صدی ہجری میں مدینہ سے نکل کر ہار پانچ سو برس کے ہجری سنار کے بعد ترقی اور ترقی ہو کر ۳۳۰ ہجری میں آ کر کے نصیر آباد کے قصبہ مانڈہ میں قیام پذیر ہوئے اور انہوں نے ۱۳۳۹ء مطابق جنوری ۱۹۲۰ء کو انڈیا کے پھر دہلی کو آیا اور حبیب کے لیے روز بروز اور کئی سفر کے بعد مدینہ سے بڑی سفر کر کے ہوا اور آج سے تقریباً ایک سو سال پہلے ۱۲۴۰ یا ۱۲۵۰ء زقیدہ ۱۳۳۹ء کو ترقی کر کے ہوا اور کئی مہا کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ۱۲۵۰ء زقیدہ ۱۳۳۹ء کو مدینہ منورہ پہنچ گیا، اور دولت و دولت سے شرف و شرف یہاں بے ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ وہ دور نہ تھا جو آج کل سمجھ کا دور ہے اسے وہ دور تھا کہ ہر طرح کی مدد ملی اور ایمانی برکات کے نزول کے باوجود معاشی اور اقتصادی تکالیف اس قدر تھیں کہ ان کا برداشت کرنا بڑی مشکل تھا، محو طرہ اس گہوار کو کئی ہیبت انداز زراعت مدینہ منورہ کی پہلی بار سعادت ۱۳۳۹ء مطابق ۱۹۲۰ء زقیدہ ۱۳۳۹ء کو ہوئی تو اس وقت یہ حال تھا کہ۔

جب ہم طواف و دعا سے فارغ ہو کر بیٹھ رہے تھے تو ہمیں اپنے معلم سید عزیز شاہ صاحب مرحوم کے خادم جناب علی صاحب سے پوچھا کہ جب حاجی ترقی اپنے بھائی کو واپس چلے جاتے ہیں تو آپ لوگ کس طرح گزارہ کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب بیوہ کی سستی ہے تو یہی اندک کا طواف کرتے ہیں اور اگر کوئی بیوی لیتے ہیں بیوہ کو تم ہو جاتا ہے۔ اس وقت چار سو روپے کا تھا اور ان کے ساتھ پانی

کھلا جاتا تھا۔ ان طرح جبہ بیزنتور سے واپسی ہوتے ہی اور ہمارے عزیز و صاحب دربارت کے علم و حکم کے مطابق ان کا ہم کو اپنی
 اب یازدہویں (بہاؤ شاہ) کے قافلہ کو ہوا کے گرنے کے لیے منبرج تک تشریف لے گئے تو ان کے ہمراہ میں نے بھی اپنے ہمراہ
 کو اپنا ہمراہ کے ایک صاحب حضرات کی بسراوقات کس طرت ہوئی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ پریشانی کی حالت میں
 رخصت ہونے کا عمل نہ ہو سکے گا۔ حضور صلاۃ و سلام پہنچاتے ہیں اور گنہ گزرا۔ اولیٰ صاحبہا ان دنوں کچھ نہ ہو سکتی
 کو زیارت کرتے ہیں۔ یہی سب پریشانی دور ہو جاتی ہے۔

حرمین کے ان مسلمانوں کے پاس ہجرت کی ایماں اور توجیہ کی پہلی معلوم ہونے کے ساتھ اس وقت حرمین کی مسکن
 اور معاشرتی حالت کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو ۱۲۹۳ھ کی بات ہے تو اس سے چالیس سال پہلے کی حالت
 کیا ہوگی؟ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُس زمانہ میں زیارت حرمین اور ہجرت الیٰ اہل حرمین کا اصل توک جذبہ
 ایمانی اور روحانی ڈھپ ہوا کرتی تھی جس کے پیش نظر حضرت مولانا کے والد ماجد سید صاحب ائمہ حرمین تھے۔ حضرت
 کوئی بیٹا نہ تھا۔ حضرت نے فی ثار شاہ فرماتے ہیں :-

۱۲۹۳ھ میں ۲۶ ربیع الاول ولدی ماجدی کے ہر و مژدہ حضرت مولانا فضل الرحمن علی مغربہ آبادی
 تھے۔ مولانا نے ۲۶ ربیع الاول سال انتقال ہو گیا تو والد صاحب اس وقت نابالغ و غلام ہونے کے
 فرمایا۔ اب ہندوستان میں رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ اب تو ہرگز متورہ چل بیٹے ہمارے وغیرہ گھلنے
 کی فکر فضول ہے۔۔۔۔ اور جوئی اور عشق اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ اس زمانہ میں سفر ہجاز میں
 گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے سختیاں بہت زیادہ کی جا رہی ہیں۔۔۔۔۔ اور جوئی و اطراف ہجرت
 گیا کہ دونوں قصوں را لہذا ہجرت اور جزاویں پیدا کا اندھی رہے۔ سلسلے کا سامان نہایت ہی اندیشہ
 قابل تھی ہزاروں ہجرت پر رخصت کر والا اور خاندان کے بارہ آدمیوں کا مختصر سا قافلہ اس بار کو سفر کیلئے
 ضیاء المسکنہ کو روانہ ہو گیا۔ اسی ہجرت کے ترکہ اور جوئی سفر کے بعد ۱۲۹۳ یا ۱۲۹۴ھ میں ۱۲۹۳ھ
 کو ترکہ کو پہنچ کر مگر جبار میں مقیم ہو گیا اور چند ایام قلمب نام مولانا صاحب مولانا نور شاہ مرتد کی
 موصوف میں معاشرتی کی سلاحت کے بعد، عمر اکرام ۱۲۹۳ھ کو ہرگز متورہ تھوہ حضور کی سیدہ عالم
 حضرت ائمہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا اور باب الفلاس کے قریب زقاقی اہل ہند کے کنارہ پہاڑ مکان
 کو پہنچے کہ قیام کیا، رفقہ حیات جلد افسا

پھر ہرگز متورہ میں مستقل قیامت کے لیے شہر سے باہر ایک قطار زمین خرید کر تعمیر شروع فرمائی۔ اتنی گمانش
 کہاں تھی کہ داد و غمور لگاتے، ہرگز متورہ کے کچھ چھرا کٹھنے کے اوپر ایٹھیں اپنے ہاتھوں سے تیار کیا اور سکر
 خانہ کے کچھ دی تعمیر میں لگ گئے اور خانہ میں کھڑی دھنوں اور صاحبزادگان کو لے کے چلے گئے تھے اور پھر نورانی

ہاتھ سے نہتے تھے، انہیں بچو کے اور گارہ صاحب زادگان علماء، اتقیا راہد او بہا، صاحبزادگان مولانا صدیق احمد صاحب
 و خلیفہ مجاز مولانا رشید احمد گنگوہی، حمیدہ نصوصی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا سید احمد صاحب، علیہ السلام، شیخ الہند
 مولانا محمود حسن صاحب، پانی مدرسہ العلوم الشریعہ لیسائی مدینۃ المنورہ اور حضرت شیخ الاسلام، محدث جلیل
 محمد عظیم مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دعوے تھے سونے کو گزند بننے کے لیے ہمیشہ میں سے گھنٹا ہی
 پر لٹکے۔ کنوئیں سے پانی بھرنا، ٹھکرا پانا، سہارا تیار کرنا اور دوسرے کام وہ محرم خواتین کرتی تھیں جنہوں نے
 زندگی میں کبھی گھر سے باہر قدم نہیں لگائے تھے، پانی کی علیا بھی نہیں اٹھاتی تھیں اور کسی سنت کام کو ہاتھ بھی
 نہیں لگایا تھا اب اہماء اور بحارِ محنت اور شفقت میں مصروف رہتے تھے اللہ جان پر آیات قرآنیہ اور
 ذکر اللہ جاری رہتا تھا قرآن ذیوقع ایلوہیسم القوا حدیث النبیر و ارسنبیثل ہو جنانفیشل جنانفیشل
 اثنت الشیخ العظیم راتلابینہ میں روزانہ شب و روز آکلارح محنت اور قوت اہل بیوی اور سنت نبوی سے
 علیہا السلام ان کرتے رہے۔ بظاہر یہ کہا اور معمولی مکان تھا مگر دنیا کے مملکت اس کے متاثر میں یہ
 ہیں، سیدو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں اپنا مکان اسے

دو وقت تک یہ لیکھا ہیں اپنے بڑی راحت ہے کہ کاشیال میں

ای طرح خود طریش کا وقت بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس کی تحصیل کا یہ موقع نہیں حضرت مولانا صاحب
 کار یاد و ترویج ذکر و فضائل اور اور وفات میں گذرنا تھا مسجد نبوی میں نماز باجماعت کس حال میں تک پہنچا
 ہی، مدینہ طیبہ میں ہاروں کے نالے میں بڑے کڑکے کی سردی پڑتی ہے الجبر کہ نماز بھی جلس میں منہ اندھیرے
 ہی ہوتی ہے مگر کوئی بھی نماز آپ کی مسجد نبوی سے باہر یا بیرونی مسجد کے یا بیرون شہر اور کے نہیں ہوتی ہر جگہ
 رمضان ملازم میں ہی کافی وقت گزارتے تھے، عام طور پر لوگوں سے ملاقات اجازت چیت یا کلاس سے گزرتے
 تھے صرف اہل اللہ، اتقیا راہد اور صاحب سہت بندہ گوں کے پاس کسی کسی بیڑ کر ذکر اللہ اور توبہ الی اللہ کی
 نعمتیں حاصل کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مدینہ منورہ کی اقامت میں بڑی آزمائش ہوتی ہے خصوصاً ان
 لوگوں کے لیے جو صرف سہت نبوی کے پیش نظر اپنے وطن اوریں، خوشی و اقبال کو چھوڑ کر صرف دماغی سہت
 ڈال دیتے ہیں، ان کو شروع شروع میں بہت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے مگر رحمت و دوا عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس کا اجر و ثواب بھی بہت ارشاد فرمایا، ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَاتِبًا | وَرَسُولًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَاتِبًا
 كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا وَ شَهِيدًا | وَرَسُولًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَاتِبًا

نورِ نبوتِ مجدد

اور اس کے بیان کی گواہی دل دے گا۔

چنانچہ مہاجرین حضرات کو شروع شروع میں بہت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے، حضرت مابی اعلیٰ مدظلہ العالی نے ان کو بڑا دلچسپ اور مزہم پر گزارہ کرنا پڑا تھا، اسی طرح حبیب اللہ حبیب رسول پر ان کا شوق اکہم پر یہی نازل ہوا کہ حضرت مابی نے حضرت سے فرمایا۔

”والد صاحب مرحوم کا آخری فتنہ عمر یا خصوصاً وہ وہ مرحوم کی وفات کے بعد بہت زیادہ گذرا وہ
 لڑکی رہ گذر ہے، ان کی اولاد اور نولاد کی اولاد اور گھرنے کے نفوس تقریباً چالیس لاکھ کے بعد گریب
 وفات پائے خود لڑتے تھے کہ تقریباً چالیس لاکھ لڑنے گھرنے کے میں نے اپنے ہاتھ جوڑے ختورہ
 میں دل لیں گے، مگر اتنی ہی بے وقتوں میں پل پل میں لڑنے، نقش حیات جلدی صلح
 دولت تقدیر اللہ عزوجلیم فظلمہ اللہ من قذرتہ وقضی وحسبہما قد
 ومظلم اللہ اجرا لجمع وهو ارحم الراحمین“

یہ وقت گذریا ہوا تھا کہ حضرت شیخ الہدیٰ رضی اللہ عنہ نے اور اپنی عمر کے سلسلہ میں حضرت ولی
 الہی کی خدمت میں بلوچستان علیہ اور شیرپاؤ علاقہ میں مقیم تھے کہ آپ کو اور آپ کے شیخ اور سب سے میں وقتاً فوقتاً
 میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور ترکی حکومت نے آپ کے والد ماجد نور الدین قادری کے ساتھ جو لوگ کیا ہوا ہوا تھا
 مورانا دینا محمد کے فرزند بزرگ فرید اللہ علیہ کے الفاظ میں درج فرمایا ہے۔

ایپینیا نوبل کی نظر بندی اور وصال
 میں ایک ٹریک تک تھا، فلاں فلاں تھا، حکومت ترک لاہور کا
 رہا تھا ہوا تھا، اور شہر میں ہوا تھا، نور الدین کے شک و شبہ پر گھر کے گھر کو روک دیا گیا تھا،
 سولی صاحب کا دولت خانہ ہندوستان کے لالہ احمد ظاہر اور برادر اور قاتلین لاہور کا ہوا تھا، آپ کے
 نامبرگان کو گھر پر لایا گیا، ان میں سے مہاجرین آراؤنگ کے تھے، پانچ شاکر اور احمد تھے، مرید علیہ
 وہاں آپ لوگوں سے بہت صحبت اور دوستی قائم کی، وہیں ایک گھر کی بہت سے لڑکیاں تھیں، ان میں سے
 لالہ ان سے دوستی ہوئی اور اس کی وجہ ان کی شادی استفادہ پر وہاں ہوئی، سادگی اور گہری دوستی۔

ہنر پر چشم عداوت بزرگ تھے بہت

یہ لوگ حکومت اور شہر اور نورد والا ملک کے وہاں موجود تھے، ان میں سے بہت سے گریب
 سلطان ان کے وہاں ہندوستان کے یہاں لوگ بھائی رہتے ہیں ان کے وہاں ہر وقت متعین اور
 کابج رہتا ہے، وقت آنک تھلا پڑا ہو تو کراہی نہیں جی ہو وہاں کر دیتی ہے، بلکہ یہ ہوا کہ جس سے لڑنے

معاہدہ میں اور اس سال پہلے وہ جید اور کریم مسیحی نے تم میں گرفتار کرنا کہا ہے جنہوں نے اس وقت کے خلاف
 کرنا چاہوں گے دونوں حضرات کو ہا ہوا مل کر لیا گیا اور یہ کہہ کر لیا۔ بڑا عجب ہے کہ میں ایک ایک کیلئے بیٹھے
 اور پتے کا انتظار کر رہا تھا کہ ہانگ تھبانے جگہ کی آواز اور حالت قیامت جزیب مانا کہ دعا کی آواز ہی
 بزم و مزار تخلص تو معلوم نہیں ہوئی، بلکہ سننے کو دونوں کو پہاڑی دی جاسکتی۔ مولیٰ صاحب صبر کی چٹان
 اور نکلنے جانتے مگر تھکے تھکے سے اور مٹی پانی کے بنے ہمارے انسان ہی دونوں ہاتھ پارا گاما میں
 شوق کے پہلے لڑنے لگے مگر ساتھ ہی بے اختیار لڑنے ہمارے دل سے آہ بھی نکل ہی گئی ہے۔

یہی ہے پھر فوجوں کی اور بھی لڑاؤ نہیں پھیندے گئے سوئے سماں دیکھا

اور ہر روز فقیر کی ترکی پالیس جنگ مسلم کی وجہ سے اور رطاری رہا یا کہنے کی وجہ سے مسلموں کو تفریق
 کو شبہ کی نظر سے دیکھتی تھی، اس کا غامضانہ پرکھنا مسیحی کی رشید و فضل اور فضول کی کرداروں کی چھٹے سرور
 خزانہ تھی، مزید ہوا کہ انہی دنوں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد حسن اور مولانا طویل احمد صاحب قدس قدر سہیلان مگر
 میں برفان فرزند ہوئے، ان حضرات کی زیارت، دعا و تحویل اور ملی و روحانی استفادے کے لیے ہر روز ہر جگہ کے
 حرم و عوام پر مشتمل ایک تقویت کو مشہور کیا، اس لیے مولانا محمد احمد صاحب نے بھی پتے کو ننگ گھڑا اور ایک سولہ ماہ
 بہانہ اور ہاتھ آگیا۔ حضرت شیخ الحدیث کے تمام میں بعض حضرات مزید تھکے سے، ان کو بونے کرنے سے قسطنطنیہ
 ماہوں کے آخر طویل طور پر مشہور اور کھلیا اور حجاز ای میں حضرت کی خدمت میں روانہ کیا، اس کا کافی طور پر عربی
 اور ترکی زبانوں کے طور کو زبان میں اور سرکاری ڈاک کے علاوہ ہی اور ذریعے سے ریل و سائل کی تازہ رفت
 تھی، اس وقت اتفاق سے بعض سولہ ماہ کی کئی مسلمات پر مشتمل تفسیلات حکومت کے ہاتھ آگئیں، ان میں کوئی قابل
 احراز مسلمات تھی، انہیں معر شہر وہ گمانی کے لیے ہمارا ہاتھ نہ لایا گیا تھا، ترک حکومت کو وہ تو کسی دی تھی
 جو یہاں عرب میں ہر گمانی کے ہر ایک گھر سے تھے، اسی نام میں ان نے مولیٰ صاحب۔ یہاں انگریزوں کے
 عوام پر اردن مولانا سید احمد صاحب اور مولانا سید محمد احمد صاحب کو گرفتار کر لیا، غامضانہ کے بیٹے انگریزوں نے ہی
 انہ کو ہمارے ہونے کے لیے ایک جوان بیٹا اور فرخیز نڈا تانندوی پہلے قید ہو کر سمندر پر پہنچے ہانگے تھے، اب
 کسی نہ کسی طرت لڑنے ہونے کے واسطے اور تمام عرصہ دل کے ساتھ بڑا عجب ہے کہ وہ دونوں کی مدد سے بچے کہے
 پہلوں اور خود تکی کی دیکھ بھال کر رہا تھا، جنہوں کو بے غلطو سے قصور ہے گئے تو طرقت شیخ الاسلام کی
 اہلیہ شامی ان کا ایک گویہ و سالہ ہوا، اشفاق پھل ایلی کی گویہ سالہ تھی زہرا، مولانا سید احمد صاحب کی دوسری اہلیہ
 مولانا سید محمد احمد صاحب کی دوسری اہلیہ اور مولیٰ صاحب کی چوتھی اہلیہ گل پار بیباؤ، ضعیف و محنتوں اور
 دھنوں کا جس کے سوا کوئی آسرا اور سہارا نہیں رہ گیا تھا، تخلصیں اور غیر غریبوں کے بہت دوزخ و صہ کی،

حکومت کو نہیں دیا کہ غریب عسید شخصوں کو باغی بنائے۔ ان کو سیاست یا اعلیٰ سطاحت سے کوئی توجیہ یا
 تفصیل نہیں ہے مگر کوئی دستورال نہیں ہوگا، باپ اور اولاد بیٹے باہر والوں تک کے شہر والے یا تو ان میں غصہ و
 کدے بڑھ کر نہ ہونگے، مولوی صاحب اپنی سب سے بڑی خواہش ہی جو جملے پڑنے تک کی ساری
 محبتیں بہرہ ور کر کے ساتھ برداشت کر رہے تھے سب سے بڑا، عرصہ دولت ہوا انہوں نے دنیا کی ساری دولتوں
 سے سزا زبہ بھری تھی، ماسکی دیکر کے لیے آپ نے اپنا بیڑا دیا، بیڑے کے لیے خیرا دکھ دیا تھا، جب سیرا قدمی
 پہ ہمیں سالی نصاب ہوئی تھی تو ہم اس میں نکلا تھا کہ ہمیں سزا کا سکتا جس سے ہر گھر کے لیے سکھو کی نہ کہتا
 آج جب آپ کو گھبر کے مرنے سے پہلے اپنا نامی رگڑت سے ہوا کہنے کے تو زندگی جتنی ہی (محمول
 کاٹنی ہو گیا وہ جہد و ن تڑپ تھی۔

مکمل نئے صورت بنوں کو دیکھا اور ضیافت اور عداوتوں کو بہا دیا کہ اس دور سے گھوڑا راستہ کے لیے
 کیا نظام بنایا اور کیا ناراہ اور دوران مسافت کیا کیا ساتھی بنائے، ہمیں اور فرنگیوں کے گزرا توجیہ دیا گئے
 اور قتال کے لیے کی نہیں، میں غصہ کر اٹھا یا تو یہ بیٹے تو شہر یزیدی تھے، رگڑتوں کو جو اہل اسلام ان میں
 ہوتے تھے تھے مولوی صاحب ہم ملک میں پیدا ہوئے تھے مولوی درگم ہی مالک کے بیٹے تھے اس وقت
 اور شکر تھے کہ ہم نے بھی اولاد میں تھے تمام راحت و آسائش اور ہمدردی گزارنے کے لیے آؤں کہ گھر تھے
 تھے اپنی بڑھاپا تمام نے سہانی قوت برداشت ہاسکی تھی تم کوئی تھی اس غصہ و غمی نظر ہندی گھرو
 بڑا اور سہارو سہائی کو برداشت نہ کر سکتے حکومت نے اسی گھروں کے تمام کا انکشاف شہر سے وہ پھیلنے کے
 لاکھ گھروں میں کیا تھا اور میں اٹرنی، باہر کے سرگتار سے کسی لیے تفریک تھی، مگر تو یہ کم قیمت سے کیے ویسے
 میں نکالی تھی اور گزروں پر حکومت کے نکلنے کی نکتہ ہی کیا رہا جانتے ہے، ایک نئی بیسوں کے بھاؤ میں
 جلتی تھی ایسے میں گزراؤں کی کس طرف ہوا تو اس کا عالم اتنی ہی کہ ہے اور کوئی تھے تو سمولو مولوی گری
 سے بھی ہمارے نہیں کر سکتے اور کوئی بیسے جو میں تھیں، بیرون سے تیار ہونے پائی تھا اور کھڑے ہونے
 تھا میں ہمارے تہہ کے لیے آفتا اور ہم شخصہ پائی سے و سوزنا اور ہندی ہوا کے تھیں سزا
 میں نہیں ہوتا ایک نگر ہندس کے پورے ہمارا اور گھروں کے ہاں سے باہر ہو گیا اور مولیٰ کا
 عسید مولیٰ ہو گیا، جس کی اور دعا، ملاح تو ہندی کی باتیں تھیں مولیٰ آدم اور خدا میں بھی مشورہ ہو سکیں اور
 ایڈیٹر نے پہنچنے کے ایک ماہ بعد ہونے میں آپ فاکٹوری سے جاملے اور وہیں کہ مالک میں ہونے
 رہیں کہ گئے۔ (در محمد رفیع صاحب)

حضرت مولانا حبیب اللہ نور اللہ مرقدی کی اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو لاکھ بیٹے اور بیٹیاں عطا فرمائی تھیں ان سب کے منتقل حالات مندرجہ ذیل ہیں اور
 تیسرا شیخ الاسلامؒ میں مذکور ہے یہاں اختصار کے طور پر صرف اسماء گرامیہ درج کیے جاتے ہیں۔
 (۱) مولانا سید محمد صدیق صاحبؒ اولاد ۱۲۶۹ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۳۱ھ میں ہوئی۔ جنت بقیع میں
 آسودہ حال ہیں، آپ کے فرزند نواز محمد و حیدر احمد علی اسیر پالنا تھے۔

(۲) مولانا سید احمد صاحبؒ اولاد ۱۲۹۳ھ و وفات ۱۳۵۱ھ میں ہوئی، آپ نے اہل مدینہ کی بڑی
 علمی اور دینی خدمت کی، اور سزا علیہم اشرفیہ قائم فرمایا، یہاں سے سینکڑوں علما
 فضلاء و فضیلاب ہوئے، یہ مدرسہ پہلے حرم مدنی کے متصل باب النساء کے ساتھ طوق تھا اب وہ جگہ داخل مسجد
 ہو گئی ہے، اللہ مدد سے کہ دور قائم ہے۔

آخر نے ۱۲۹۳ھ کے حج میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، آپ کے عطا کردہ ایک خاص کمرے
 میں جو کہ حرم اظہر کے بائیں قریب تھا اقامت کا شرف حاصل ہوا۔ آخر نے کراچی کے سوان محلہ کا ایک ڈبہ
 پیش کیا تو آپ نے فرمایا، محلہ خود مدینہ داروں کے باہر۔ بوقت وفات آپ کی صرف ایک دختر تھی جو کراچی کا
 مولانا محمد اسعد سے شواہس سے ایک بیٹی ہوئی، جس کا نام احمد ہے اور وہ اب علی مدینہ منورہ میں ہے۔

(۳) حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اولاد ۱۲۶۶ھ و وفات ۱۳۲۶ھ، مزار اولیٰ بنہ کے لہا لیل اللہ
 میں ہے۔

(۴) مولانا سید جمیل احمد صاحبؒ اولاد ۱۳۰۶ھ، بسات شہاب مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

(۵) مولانا سید محمود صاحبؒ اولاد ۱۳۰۹ھ کرائیہ علیہ علیہ باہر ہوئی، آخر نے ۱۳۵۲ھ میں ان کا زیارت کا شرف
 حاصل کیا، حکومت کی طرف سے جہد میں قاضی ترہانہ کے بھائی خزانہ حکومت
 کی پندہ یعنی ہوئے، ۱۹۶۲ھ میں مدینہ منورہ ہی میں وفات پائی، آپ کے صاحبزادہ خان خانان صاحب اللہ کے
 ہاشم و چتران سید صاحب کا آئینہ سوری عرب کے طویل القدر، قادر میں شمار ہو سکتے۔

نوٹ: مولانا سید احمد اور مولانا سید محمود صاحب و والد صاحب کے ہمراہ ایک ریاضیہ میں یہ رہتا ہے آپ کی
 وفات کے بعد مدینہ منورہ آئے، جبکہ مولانا سید محمد صدیق اور مولانا سید جمیل کا پہلی انتقال ہو چکا
 تھا اور حضرت مفتی آس وقت اسکا مراثی تھے۔ رحمہ اللہ علیہم

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب دہلی نور اللہ مرقد

سے زبان پر بار خدا یہ کب سے کا نام آیا
 کہ جھک لے تو نے بوسے میں بختیاب کے لیے

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا سید صاحب نور اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے پاک و نیک بے عطا فرمائے تھے بن سید سے حضرت دہلی دریا لے تھے آپ کی ولادت اور ابتدائی حالات صرف آپ کی تحریر کردہ کتاب فضیلت حیات ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں چنانچہ حضرت نے لکھی حیات میں تحریر فرمایا ہے جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

۱۲۹۱ھ شوال کی انیسویں تاریخ کو شب میں گیاں بچے دو شنبہ کا دن نور چلنے کے بعد بیوی شب
 شنبہ بچام ہاگر شنبہ طلوع اتفاقاً پیدا ہوا، تاریخ نام جوں اے چھاں ہے حضرت والد صاحب مرحوم
 سے اپنی بیاض میں صرف ہی تحریر فرمایا ہے، تاریخ و سنہ بیوی نہیں لکھی ہے، صاحب سے سنہ ۱۲۹۱ھ
 سے اس زمانہ میں والد صاحب مرحوم قصبہ باگڑ میں اردو خلاء کے اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے اور کئی
 سال سے متعلقین وہاں ہی مقیم تھے، لکھی جیسا ہے

تعلیم
 آئین سنل آپ اپنے والد صاحب کے ہمراہ ہاگر میں مقیم رہے پھر ان کی تبدیلی اپنے قصبہ آباد
 میں ہو گئی تو آپ بھی نانہ کی آگے اور ابتدائی تعلیم وہاں حاصل کی، جب آپ کی عمر پندرہ برس کی ہو
 گئی تو آپ کو اراکین صوفیہ جمعیہ تعلیم کے لیے روانہ بھیجا گیا جہاں آپ کے دو بڑے بھائی (مولانا سید محمد حسین
 اور مولانا سید محمد صاحب) رہ رہے تھے، حضرت شیخ ابوبکر کے ارشاد سے مولانا خلیل احمد رحمان نے علماء کے مجمع میں
 آپ کو گلستان اویسہ آنحضرت شروع کرادی، اس طرح دارالعلوم دیوبند میں آپ کا مطالعہ تصدقاً بابت ہوا حضرت
 شیخ ابوبکر اور دوسرے علماء کرام کی موجودگی میں محنت کبیرہ حاصل فرمائی، شارح الی داؤد مولانا خلیل احمد نے آپ کے
 اس ایمان کی بجا فرمائی جو ان کے منصب بڑھسی کے لحاظ سے اس درجہ اور نظام کے نہ تھے، ذلک بفضل مولانا سید محمد
 آپ شیخ شہان شاہ گرامی کے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی سعادت اور توفیق
 شان ہے کہ ابتدائی کتب سے لے کر آخری کتب تک سچے دو عالم دیوبند کے جلیل القدر اساتذہ سے پڑھیں جس
 کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے دس دس نظامی و نصابی ولی الہی کے ستر و نونوں کی سرسٹھ کتابیں ماڑے
 پھر دس دس کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل کیا:

دارالعلوم دیوبند میں خواندہ کتب کا نقشہ

پہلا سال ۱۳۶۹ھ تا ۱۳۷۰ھ

نمبر شمار	اسما کتب	حضرات سائذہ عظام	نمبر صفحہ	نمبر صفحہ	کتب انعام	یقینیت
۱	دستور الہندی	شیخ الہدیہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب	۱۹	۲۰	سورجی	تقریری
۲	صرف یر	مولانا حکیم محمد حسن صاحب	۲۰	۲۰	قلین	"
۳	زبدہ	"	۲۰	۲۰	مصباح	"
۴	شکوہ	"	۱۹	۲۰	میر قلین	"
۵	شیخ گنج	"	۱۹	۲۰	مراج لاد روح	"
۶	میزان دانش	مولانا صدیق احمد صاحب (برادر اکبر)	۲۰	۲۰	ایضہ صرف	"

نوٹ۔ اس سال دارالعلوم میں حضرت علیؑ کے علاوہ آپ کے دونوں برادران مولانا صدیق احمد صاحب مولانا سید احمد صاحب اور مشہور مناظر اور اہل حدیث عالم مولانا شاد اللہ امرتسریؒ نے تعلیم تھے مولانا شاد اللہ امرتسریؒ علیہ جلوساتی اور بعض دوسری کتب پڑھتے تھے۔

دوسرا سال ۱۳۷۰ھ تا ۱۳۷۱ھ

دارالعلوم میں اس سال طلبہ کی تعداد ۲۸۸ تھی حاجی سید محمد عابد صاحب صدر مہتمم اور مہتمم ملشی فضل حق صاحب تھے جو عالم نہ تھے حضرت شیخ الاسلام اپنی عمر عزیز کے چودھویں مرحلہ میں داخل ہو چکے تھے، زیادتی عمر کے ساتھ ساتھ ذہانت اور طوق علمی میں بھی قابل رشک اضافہ ہو رہا تھا جس کا کچھ اندازہ اس سال پڑھی ہوئی کتابوں میں حاصل کردہ مندرجہ ذیل نمبر سے ہسانی

نمبر شمار	اسماء کتب	حضرات اساتذہ عظام	نمبر مقررہ	نمبر مقررہ	کتب انعامی	کیفیت	
۱	فصول اکبری	حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب	۲۰	۲۰	حاصل اللہ بقیۃ الخیرین	تقریری	
۲	مرصع الادراج	حضرت شیخ بہزاد	۲۰	۲۱		"	"
۳	مفید الطالبین	"	۲۰	۲۰		"	"
۴	زنجبانی	"	۲۰	۱۹		"	"
۵	کافیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب	۲۰	۲۳		"	"
۶	ہدایت النجوم	"	۲۰	۲۱		"	"
۷	ایساغوجی	حضرت مولانا صدیق احمد صاحب	۲۰	۱۸		"	"
۸	مفسرہ	"	۲۰	۲۰		"	"
۹	کبری	"	۲۰	۱۹		"	"

تیسرا سال (۱۳۱۱ھ تا ۱۸۹۳ء)

اس سال ادارہ علمی میں تشنگانِ علوم نبوی کی تعداد رطاحہ ۲۹۸ ہو گئی تھی، شوری نے مولانا فضل حق کی جگہ مولانا محمد سعید صاحب کو ایسٹا کے منصب پر فائز کیا تھا۔ نظامِ تعلیم، اصول تربیت میں نمایاں ترقی ہوئی تھی۔ غرضیکہ اس مرکز علمی میں علوم نبوت کی شعبیں آب و تاب کے ساتھ روشن تھیں، اس وقت ماحول میں حضرت مدنی ترقی کی شاہراہ پر رات دواں تھے، اس سال بھی سالانہ امتحان میں اعلیٰ کامیابی نے بڑھ کر آپ کے قدم چوسے۔ ملاحظہ فرمائیے آپ کی نکتوں کا پھل !

نمبر شمار	اسماء کتب	حضرات اساتذہ کرام	نمبر مقررہ	نمبر مقررہ	کتب انعامی	کیفیت
۱	شرح تہذیب	حضرت شیخ بہزاد	۲۰	۲۱		تقریری
۲	تہذیب	"	۲۰	۲۲		"

نمبر شمار	اسما و کتب	حضرات اساتذہ عظام	پر طبع کردہ	نمبر مرقومہ	کتب افہامی	کیفیت
۳	نغمۃ امین	حضرت شیخ الہند	۱۹	۲۰	قاصی مبارک ، قادیوری	تقریری
۴	مرقات	"	۱۹	۲۰		"
۵	اصول انشاہی	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب	۱۹	۲۰		"
۶	مینتہ المصلیٰ	"	۲۱	۲۰		"
۷	شرح جانی بحث فصل	"	۲۰	۲۰		"
۸	شرح جانی بحث اسم	مولانا حافظ محمد احمد صاحب	۱۸	۲۰		"
۹	قادیوری	"	۲۰	۲۰		"
۱۰	میزان مطلق	"	۲۰	۲۰		"

چوتھا سال ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء

حضرت مدنی کی عمر اس وقت سولہ برس کی تھی، اب تک پڑھی ہوئی کتابوں کا امتحان تحریری ہوا تھا جس میں آپ ہمیشہ فائق رہتے تھے، مگر اس سال پہلی مرتبہ اکثر کتابوں میں تحریری سوالات حل کرنے کی نوبت آئی تھی، وہ تو معلوم کے تحریری امتحان کے مشکل ہونے کا رعبہ خارج پر غاری تھا، اس لیے سال رواں کے امتحان میں آپ کی بعض کتابوں کے کلمات حد اقل یا زیادہ سے لگائے، اگر یہ وقتی تخلف آپ کے بلند پایہ عزم میں جو پیدا کرنے کا بجائے کاظم خیزی کا سبب بن گیا، نتیجہ سبب ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسما و کتب	حضرات اساتذہ عظام	پر طبع کردہ	نمبر مرقومہ	کتب افہامی	کیفیت
۱	قلبی تصورات	حضرت شیخ الہند	۱۸	۲۰	سیدنا احمد سالہ تصوری	تحریری
۲	قلبی تصدیقات	"	۱۴	۲۰		"
۳	تفہیم المحتاج	حضرت مولانا خلیل الرحمن صاحب ابی داؤد	۱۸	۲۰		تقریری
۴	خواصہ الحساب	حضرت مولانا شفقت علی صاحب	۱۷	۲۰		تقریری
۵	کنز الدقائق	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب	۱۹	۲۰		تقریری
۶	الکلید	"	۲۶	۲۰		تقریری

نوٹ۔ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری اس سال دارالعلوم میں بخاری شریف ترمذی شریف، ہدیہ اخیرین وغیرہ کتابیں پڑھتے تھے، حضرت مولانا محمد شفیع صاحب حضرت شیخ الہند کے بڑے ناماد اور موجودہ مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب زید مجدہم کے والد ماجد مولانا شمس الدین صاحب بھی حضرت شاہ صاحب کے ساتھ اکثر کتب میں شریک تھے۔ شوال ۱۳۱۲ھ منہج اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لے گئے، اس سال دارالعلوم کی باوقار مجلس شوریٰ نے مولانا محمد نعیم صاحب کی جگہ حضرت مولانا حافظ احمد صاحب خلیفہ الصدق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو اہتمام کی گرفتار ذمہ داری سونپی اور صرف ۱۳۲۱ھ تک ان ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی اہتمام دیتے رہے۔

پانچواں سال ۱۳۱۳ھ تا ۱۳۱۶ھ

پچھلے سال امتحان میں نبرات کا اوسط گھٹ جانے کی وجہ سے اس سال امتداری سے آپ نے کتابوں میں محنت تیز کر دی تھی، انتہائی دلیلی کے ساتھ کراہ و مطالعہ میں وقت گزاری کرتے رہے، تا آنکہ سالانہ امتحان کا وقت آ گیا، اب آپ نے اپنے راجت و آرام کو ترک کر کے امتحان کی رات میں محنت کیا شروع سے اخیر تک مطالعہ فرماتے اور اگر نیند کا غلبہ ہوتا تو نینک پلانے کا انتظام فرماتے، جس کی وجہ سے تیسرے پر قابو ہو جاتا، اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آپ کو تحریری امتحان کی مشکلات پر ظہر حاصل ہو گیا اور سال گذشتہ کے مقابلہ میں اس سال تحریری امتحان میں اعلیٰ نبرات آپ کے ہتھ میں آئے جن کی ایک جھلک یہ ہے۔

نمبر شمار	اسما کتب	حضرات اساتذہ عظام	تہ طبع کردہ	نمبر مقررہ	کتب لغوی	کیفیت
۱	شرح عقائد نسفی	حضرت شیخ البدیع	۱۹	۲۰	مہذب کلان	تحریری
۲	ہدیہ اقرین	مولانا حکیم محمد حسن صاحب	۱۸	۲۰		"
۳	مختصر الہمامی	"	۱۸	۲۰		"
۴	ملاس	"	۱۹	۳۰		"
۵	اسم سلو	"	۱۹	۲۰		"

نمبر شمار	اسما و کتب	حضرات اساتذہ عظام	نمبر جلد	نمبر مقررہ	کتب انعامی	کیفیت
۶	شرح و قلاء	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب	۱۹	۲۰	کتب انعامی	تخریری
۷	نور الانوار	مولانا غلام رسول صاحب بلوچی	۱۹	۲۰		"
۸	صامی	"	۱۸	۲۰		"
۹	رکشیدہ	مولانا محمد شفقت علی صاحب	۱۳	۲۰		"
۱۰	میسبذی	"	۱۳	۲۰		"
۱۱	ہدایتا لکھتہ	"	۱۲	۲۰		"

نوٹ :- اس سال ۲۲ ربیع الاول کو حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی ۱۵ برس کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ والا معلوم ہے علامہ اور شاہ کشمیری جیسے علم شریفین ابو داؤد شریف اور مدظلہ وغیرہ سے تھے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب بھی بعض کتابوں میں حضرت شاہ صاحب کے ہم سبق تھے۔

چھٹا سال (۱۳۱۲ھ / ۱۹۹۶ء)

اس سال حضرت مفتی نے دارالعلوم کے فاضل اساتذہ اور قابل فخر ہم سبقوں کے گھومتے بیٹے فین حدیث کی ابتدائی منزل میں قدم رکھا، نوجوں جوں وقت گندہ ہاتھا، آپ کی طبیعت پلیر تمام علوم سے جٹ کر حدیث اور صاحب حدیث (طیبر، تلموہ و التمام) کی طرف راغب ہو رہی تھی، آٹا اوگل حضرت شاہ کی عنایتیں بھی روزانہ لفظ تھیں، اس بار بھی آپ نے اپنے روایتی اقیانہ کو برقرار رکھا، دیکھئے۔

نمبر شمار	اسما و کتب	حضرات اساتذہ عظام	نمبر جلد	نمبر مقررہ	کتب انعامی	کیفیت
۱	مطلوب	حضرت شیخ الہند	۵۰	۵۰	کتب انعامی	تخریری
۲	میرزا ہند رسالہ	مولانا محمد شفقت علی صاحب	۵۱	۵۰		"
۳	میرزا ہند مآل جلال	"	۲۸	۵۰		"
۴	مشکوٰۃ شریفین	مولانا غلام رسول بلوچی صاحب	۵۰	۵۰		"
۵	شمال ترقی شریفین	"	۵۰	۵۰		"

نمبر شمار	اسماء کتب	حضرات اساتذہ عظام	نمبر جلد کردہ	نمبر مقررہ	کتب انعام	کیفیت
۶	دیوان شنبی	مولانا حبیب الرحمن عثمانی صاحب	۱-۲۹	۵۰		تحریری
۷	مقامات تحریری	"	۲۲	۵۰		"

نوٹ۔ اس سال حضرت مدنیؒ کے ساتھیوں میں آپ کے برادر اکبر مولانا سید احمد صاحب اور مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی کتابیں آپ سے کچھ عرصہ قبل، میاں سید اصغر حسین صاحبؒ اس سال قوالانوار، سہم علوم وغیرہ پڑھتے تھے، اس سال امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے آخری مرتبہ لنگوہ میں دورہ حدیث شریف پڑھایا، اس آخری جماعت میں مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ (والد ماجد حضرت شیخ بہار پوریؒ) شریک تھے، بعض ایسی ضرورتوں کی وجہ سے ساری رداں میں امتحان تک اعلیٰ نمبرات ڈیک سے بڑھا کر وہاں اس کر دیئے گئے۔

ساتواں سال ۱۸۹۵ء

اس سال شروع ہی سے حضرت شیخ الاسلامؒ کے دل و دماغ فرحت و نشاطانی، مسرت و انبساط سے معمور تھے۔ یہ غیر معمولی بشارت محسن انسانیت، مخدوم عالم سنی اللہ علیہ وسلم کی امامیٹ مبارک سے حد درجہ اشتغال کی بدولت تھی، دورہ حدیث شریف کو مبارک سال دیکھتے ہی دیکھتے گدگیا تھا، آٹھ امتحان کا پورا وقت زما نہ آگیا، جبکہ دارالعلوم کی فضائیں رات دن بحث و مکرار کی دنوں آوازوں سے معمور تھیں، اس سلسلہ میں نے بھی اپنے شاندار امتیاز کو برقرار رکھنے کے لیے جی جان سے محنت کی، باآں فر آپ کی محنتوں کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوا۔

نمبر شمار	اسماء کتب	حضرات اساتذہ عظام	نمبر جلد کردہ	نمبر مقررہ	کتب انعام	کیفیت
۱	بخاری شریف	حضرت شیخ الہندیؒ	۲۹	۵۰		تحریری
۲	ترمذی شریف	"	۵۰	۵۰		"
۳	ابوداؤد شریف	"	۵۰	۵۰		"
۴	نسائی شریف	مولانا عبد الملک صاحبؒ	۲-۲۸	۵۰		"

نمبر شمار	اسما کتب	حضرات اساتذہ عظام	نمبر صفحات	نمبر مقرونہ	کتب انعام	کیفیت
۵	مولانا امام مالک	حضرت شیخ الہندؒ	۲۶۹	۵۰		تحریری
۶	مولانا امام محمد	"	۵۰	۵۰		"
۷	محمد اللہ	مولانا عبد العلی صاحبؒ	۲۶۹	۵۰		"
۸	جلالین شریف	مولانا محکم محمد حسن صاحبؒ	۴۰	۵۰		"
۹	قاضی مبارک	مولانا غلام رسول بھوی صاحبؒ	۴۰	۵۰		"

نوٹ: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا دارالعلوم میں یہ آخری سال تھا، حضرت مولانا میاں سید امیر حسین حسامی، مقامات وغیرہ پڑھتے تھے، اسی سال حضرت مولانا سعید اللہ سندھی دوبارہ حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں دیوبند حاضر ہوئے اور حضرت نے انہیں اپنی تحریک سے وابستہ کر لیا، اسی سال حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا پورہ چھوڑ کر مستقل طور پر تقاد بھون میں اقامت گزری ہو گئے، رمضان المبارک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا مدظل میں پیدا ہونے اور امیر مالٹا مولانا وحید احمد مدنیؒ دہلوی زادہ حضرت مدنیؒ کی پیدائش بھی اسی سال ہوئی۔

آخری سال (۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء)

اس سال حضرت مدنیؒ اپنی عمر کی بیسویں منزل میں تھے، صحت ستھ سے فراغت ہو چکی تھی۔ فنون، اصول، فقہ وغیرہ کی ادق کتابیں زیرِ درس تھیں، اب آپ کے ذہن میں صلابت، فکر میں عمیقگی اور نظر میں شائستگی آ گئی تھی۔ وہ دارالعلوم اپنے مستفیدین کو معرفت حق، اہمیت الی اللہ اور عشق نبویؐ کا شہرہ جذبہ جفا کرتا ہے اس کے مبارک آپ کی ذات سے عیاں ہوئے لگتے تھے، علم میں رسوخ اور زبردستی بول پڑھنے کا یہ حال تھا کہ مدرسہ میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمبر ۵۰ ہونے کے باوجود آپ قنداً جیسی مشکل کتاب میں ۴۰ نمبروں کے قنداً بیچے گئے، ملاحظہ کیجئے اس سال کے امتحان کا نتیجہ۔

نمبر شمار	اسما کتب	حضرات اساتذہ عظام	نمبر صفحات	نمبر مقرونہ	کتب انعام	کیفیت
۱	بیضاوی خربین	حضرت شیخ الہندؒ	۵۰	۵۰		تحریری
۲	خیال الخیر شرح عظام	"	۴۷	۵۰		"

نمبر شمار	اسما و کتب	حضرات اساتذہ عظام	پر طبع کردہ	نمبر مقررہ	کتب انعام	کیلیت
۳	ہدایہ آخرین	حضرت شیخ الہندؒ	۲۵	۵۰	کتابی شش روزہ، نظام انصاف عدل	تقریری
۴	صدرا	مولانا عبدالعزیز صاحبؒ	۴۳	۵۰		"
۵	سببہ منقہ	"	۵۲	۵۰		"
۶	ابن ماجہ شریف	"	۵۰	۵۰		"
۷	تصریح	"	۵۱	۵۰		"
۸	مسلم شریف	"	۴۹	۵۰		"
۹	توضیح تلخیص	"	۴۵	۵۰		"
۱۰	شمس باز	"	۴۵	۵۰		"
۱۱	سوراجی	مولانا مفتی علی صاحبؒ	۴۰	۵۰		"
۱۲	انجمنۃ الفکر	حضرت شیخ الہندؒ	۲۵	۵۰		"

فتیہ اور دارالعلوم کے ہزاروں قضاہ میں سے یہ سعادت صرف حضرت مدنیؒ کو حاصل ہوئی کہ
 علم صرف کی بائبل ابتدائی کتاب دستور الہندیؒ اساتذہ علماء حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی ہوئی ہو وہ دفعہ حدیث
 کی پانچ کتابیں بھی حضرت شیخ الہندؒ سے پڑھی۔

فتیہ اور اشرفی کتاب اہدایہ العزیز مولانا صاحبؒ پر حضرت نور الدین قادریؒ کی تقریر سے حضرت کے
 مقالات میں بھی روشنی کامل کا پتہ چلتا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۶ء میں طبع ہوئی ہے۔

فتیہ اگرچہ آپ فراغت کے بعد اپنے والد ماجد نور الدین قادریؒ کے ہمارے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے اور مدرسہ کا
 جلسہ دستار بندی بھی نہ ہوا تھا مگر ۱۹۶۰ء مطابق ۱۳۳۹ھ مدرسہ کی طرف سے جلسہ دستار بندی کا اعلان کر دیا گیا جبکہ
 آپ کو عرصہ کے لیے دارالعلوم کے لیے ۱۳۳۶ھ میں تشریف لائے اور دورانہ مدینہ میں شرکت بھی فرمائی اور مدرسہ کے متم
 حضرات نے آپ کو بیش بہا ۳۳ روپے ماہوار مدرسہ رکھ لیا، تاہم زمانہ میں جلسہ دستار بندی ہونے کا مقصد
 حضرت مدنیؒ کے الفاظ میں درج فرمایا ہے :-
 مدرسہ دستار بندی اور جلسہ ہجرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے ارباب بھٹا نے ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۷ء

مطابق ۳۳۵ بجے کو جلسہ کا اعلان کر دیا، مدرسہ کے کلاب میں نہر سے پانی لایا گیا جس کی وجہ سے مجمع کے لیے وضو وغیرہ میں بہت آسانی ہو گئی، شوب و میل جگہ جگہ گائے گئے، پنڈال نہایت وسیع بنا یا گیا، علاوہ اسی پر ہی تنظیم کی تکمیل کے باقی تعمرات اور دوسری برکات کا ہر جگہ ظہور تھا، غیر معمولی بات یہ تھی کہ باوجود یکہ ہر وقت کئی کئی سو دن غذا اور گوشت پکنا تھا مگر کسی ہلڑکت نظر نہیں آتا تھا باوجودیکہ گرمیوں کا زمانہ تھا مگر تکبیروں کا ہمیں اجتماع نہ تھا، خلافت اور گندگی جو کہ ایسے جماعت میں عموماً پائی جاتی ہے کہیں دیکھنے میں نہیں آتی تھی، اس قدر عظیم ارشاد جمع میں کوئی شخص کھانے اور پینے کے فرائض سے محروم اور شاک نہیں پایا گیا، حالانکہ معمولی معمولی پارٹوں اور جماعت میں اس قسم کی بے عنوانیاں سینکڑوں پائی جاتی ہیں، اس زمانہ میں اتحادوں نے جلسہ کی غیر معمولی کامیابی پر زور دار اور طویل طویل آرٹیکل شائع کئے تھے۔

جلسہ کے پہلے اجتماع میں تقاریر ہوئیں اور اس کے بعد دوسرے اجلاس میں دستار بندی کا سلسلہ شروع کیا گیا، سب سے پہلے حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی ہوئی اس کے بعد سری دستار بندی ہوئی۔

مجھ کو ایک بزرگ نامہ حسب اصول مدرسہ اور دوسرے حضرات کی طرح مدرسہ سے از دست حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بندھوا یا گیا اور مجھ کو خصوصی طور پر علاوہ دستار مدرسہ حضرت حکیم مسعود احمد صاحب اور حضرت قطب العالم گلوہی رحمۃ اللہ علیہ ہانے دوسری دستار عطا فرمائی پھر شیخ حکیم مولانا احمد صاحب نے پوری رکن مجلس شوری نے تیسری دستار عطا فرمائی۔

دفترت سیادت جلد ۱ ص ۱۳۶ ۱۳۷



دارالعلوم اور نصاب دارالعلوم کی جامعیت

ایک انگریز جاسوس کے دلچسپ مشاہدات

دارالعلوم دیوبند میں زمانہ میں قائم ہوا، اس وقت ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی پر صرت ۹ سال گزرے تھے، چونکہ تمام مسلمان اور دارالعلوم کے اکابر جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف صف آراء ہو چکے تھے اس لیے انگریزی حکومت مسلمانوں کے سخت عداوت اور ان سے بدظن اور پرکشتہ تھی، مسلمانوں کی حرکات و سکنات پر بڑی نگرانی رکھی جاتی تھی، اس بنا پر دارالعلوم کی نسبت مدت تک خفیہ و اعلانیہ تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا، چنانچہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۵ء) میں صوبہ متحدہ (اتر پردیش) کے گورنر سر جان اسٹریکی نے اپنے ایک دستبردار جاسوس کو اس غرض سے دارالعلوم میں بھیجا کہ وہ خفیہ طور پر تحقیقات کو کھول پورٹ پیش کرے کہ دارالعلوم کے قیام کا مقصد کیا ہے؟ اور مسلمان علماء دارالعلوم کے پس پردہ کس فکر و عمل میں مصروف ہیں، جان پانے دارالعلوم کو دیکھ کر حیرت و حیرت تیار کی اور جو تاثرات اس نے اخذ کیے وہ اس نے اپنے ایک دوست کو خط لکھے جو نے نہایت تفصیل سے بیان کیے ہیں، جان پانے دارالعلوم کی تعلیمی کیفیت کا انگریزی میں نیو ریٹھولڈ سے سواژہ کرتے ہوئے اپنے مشاہدات و تاثرات کا حس دلچسپ اور حالانہ انداز میں اظہار کیا ہے، وہ دارالعلوم کے علمی موقوف کو سمجھنے میں بڑی مدد دیتا ہے، یہ واقعہ دارالعلوم کی ابتدائی زندگی کہ ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا تعلیمی معیار شروع ہی سے کیا رہا ہے، یہ خط جہاں دارالعلوم کی تعلیمی اور دوسری جزئیات کی تفصیل اور نقد و تبصرے پر مشتمل ہے وہیں ایک ایسے شخص کی زبان سے جو مخالفانہ نقطہ نظر رکھتا تھا، دارالعلوم کی تعلیمی خصوصیات اور اس کے ندرت حال کا ایک دلچسپ مرقع ملنے آجاتا ہے جو نہایت گہرے تاثرات پر مبنی ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خط کا پورا متن پیش کر دیا جائے۔

ہاں پامر لکھتا ہے کہ: ریفرنسٹ گوزر مالک مغربی و شمالی کے ساتھ دوسرے میں ۳۰ جنوری ۱۸۵۹ء
کو دیو بند میں قیام اگرا، گورنر نے مجھ سے کہا کہ یہاں دیو بند میں مسلمانوں نے گورنمنٹ کے خلاف ایک دورہ
جماری کہا ہے تم اجنبیاد طور پر اس دورہ میں جا کر پتہ لگاؤ کہ کیا تعلیم ہونے ہے اور مسلمان کس فنکار میں لگے ہوئے
چنانچہ ۲۲ جنوری کو انور کے دیوان میں آباد گزشتہ پنجاب افسر نہایت مہمان سے یہاں کے افسر سے
مطلق اور نیک میں مگر غریب اور مذاکرت زدہ ہی ایسے جتنے ہوتے تھے دو میں پنجاب یہاں آ کر لکھنے لگا ایک
بڑا کھود بجا جس میں چٹائی کے فرش پر لٹ کے کتابیں سامنے رکھے ہوئے بیٹھے تھے اور ایک بڑا لاکھائی
کے دیو بند میں بیٹھا بیٹھا تھا انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا استاد کوئی ہے؟ ایک لڑکے نے اسٹاپ
سے بتایا، معلوم ہوا کہ جو شخص وہاں میں بیٹھا بیٹھا وہی استاد ہے مجھے تو بہت چاہا کہ یہ کیا استاد ہوگا۔
میں نے اس سے پوچھا آپ کے لٹکے کیا پڑتے ہیں؟ جواب دیا "یہاں لٹکے پڑھائی جاتی ہیں" یہاں
چھ گے بڑھاتا تو ایک گھر ایک صاحب میانہ تہ نہایت خوب صورت بیٹھے ہوئے تھے اس نے بڑی عمر
کے طالب کی ایک تقاریر تھی تقریباً پندرہ سالوں کا علم مطلق کی بحث ہو رہی تھی میرا خیال تھا کہ مجھے اجنبی
بمگر کہ یہ لوگ جو نہیں گئے مگر کسی نے مطلق تو جو نہ کی میں قریب جا کر بیٹھ گیا اور استاد کی تقریر سننے لگا،
میری محنت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ علم مطلق کے ایسے ایسے عجیب اور مشکل قاعدہ
بیان ہو رہے تھے جو نہیں نے کبھی ذکر کیا ہوا ہے۔ یہاں سے آکر گئے اور وہاں
میں گیا تو دیکھا کہ ایک مولی صاحب کے سامنے فاطمہ محمول کپڑے پہنے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں یہاں
افطیس کے چہنے منگائے کی ڈوسری شکل کے اختلافات بیان ہو رہے تھے اور مولی صاحب کی پرسنجی
سے بیان کہہ رہے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا الہدٰی کی زندگی ان میں آگئی ہے۔ میں نے کلمہ لکھا

لکھتے ہوئے حضرت مولی صاحب نے جو اس وقت ۱۸۵۹ء میں بنیم اختلاف کے لئے لکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوا ہے
کہ چند سال کے بعد مولی صاحب نے ۱۸۶۳ء میں مولی صاحب کا کوری سے حضرت مولی صاحب نے لکھا ہے
جو ۱۸۶۳ء میں مولی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت مولی صاحب نے مولی صاحب کے لئے لکھا ہے کہ مولی صاحب نے
فاطمہ محمول کی لکھی ہے کہ حضرت مولی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت مولی صاحب نے مولی صاحب کے لئے لکھا ہے کہ مولی صاحب نے
اور حضرت مولی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت مولی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت مولی صاحب نے مولی صاحب کے لئے لکھا ہے (مصدقہ ۱۸۶۳ء)

محبوب شائق کا دعویٰ بنا دینا ان کے حق میں عین حکمت اور آئندہ زندگی میں پیش آنے والی مشکلات پر قابو پانے کے لیے بہت ضروری ہے۔ آج کل مسلمانوں میں یہی تو ایک بات بہت اور محنت کی رہ گئی ہے اور اسی لیے کچھ ٹرٹا پھوٹا دین ان کے پاس باقی ہے #

نیکم نے پوچھا کہ ششتر سال اخباروں میں دیکھا تھا کہ چار طالب علموں کے دستاویزیت بائبل کی تھی ان میں سے یہاں کوئی موجود ہے؟ وہ بولا کہ ہاں ایک صاحب ہیں پچھلے میں ملائے دیتا ہوں، وہ مجھے ایک مکان میں لے گیا جہاں ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا، ایک موفی کی کتاب سامنے رکھی تھی اور دس بارہ ظلم پیچھے پڑھ رہے تھے، ایک طرف دو بندو قہیں پڑھی ہوئی تھیں، میں نے سلام کیا اس نے کالی خلاق سے جواب دیا، میں نے پوچھا کہ گزشتہ سال آپ ہی کے دستاویزیت بائبل ہے؟ ہم نے کہہ دیا کہ اساتذہ کی حیثیت ہے، ہمیں نے کہا کہ کیا کتاب ہے؟ فرمایا کہ "سزلی زبان میں ایک نئی کتاب ہے، ایک مبلغ کے ہجرت نے ترجمے کے لیے بھیجی ہے، اس کی اہمیت ایک ہزار روپے ٹھہری ہے، مجھے ترجمہ کرتے ہوئے قہن میں سے جو کچھ ہیں اور قہن جو تعالیٰ کے قریب ہو چکا ہے، بقیرہ انشاء اللہ ایک چینی میں ہو جائے گا، میں نے پوچھا پندرہ میں کیسی ہیں؟ کہنے لگے "مجھے شکوکہ کا شوق ہے، سات بجے سے دس بجے تک پڑھاتا ہوں، گیارہ بجے ایک بجے تک شکر کیلتا ہوں، دہاؤ کے لیے نشا نہ پکاتا ہوں، اور دس سے چار بجے تک ترجمہ کرتا ہوں #

میں نے دریافت کیا آپ کو کوری کیوں نہیں کرتے؟ ہم نے جواب دیا کہ تعالیٰ ٹھہریٹھے شکر تعالیٰ کو روپے میں نہ دیتا ہے، پھر کس لیے کو کوری کر دوں؟

یہاں سے اٹھ کر کتب خانہ میں آیا، منتظم کتب خانہ نے میرا غیر متوقع کہتے ہوئے فہرست دکھائی، میں حیران رہ گیا کوئی قہن ایسا نہ تھا جس کی کتاب موجود نہ ہو۔ ایک دو سواڑ شہر دکھلایا جو طلبہ کی حاضری کا تھا،

۱۹۲۸ء کے سال کا ایسا سال تھا کہ اس طلبہ کے لئے لکھا گیا کہ دو سو کم کتابت کو انھوں نے اس کے اہتمام میں بنایا، جس سے طلبہ اور اس میں ملازمین کی نمونہ کو حینت، دی بیانی قہن اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی ہی وقت میں دو سو کم مرنے سے اتنا زخمہ حینت سے دیکھا جائے گا تھا۔ ۱۹۲۹ء میں یہ شرح شرح، ہڈی تھے، ۱۹۳۰ء میں انھوں نے غلام ہوئے تھے اور ۱۹۳۱ء میں انھوں نے ۱۹۳۲ء کے سال کے غلامی کے سال میں حضرت شیخ الحدادی فرمے مگر پتہ نہ لے سکا تھا، ان کا کتب خانہ شرق تھا، جہاں پورے حینت میں کتب خانہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اس میں ہے کہ اس کا پتہ نہیں مل سکا۔

اور نہایت صاف، خوش خط لکھا ہوا تھا، میں جلد ۲۱۰ ظہیر کے ۳۸ ظہیر حاضر تھے۔

میں اُسٹننے والا تھا کہ ایک صاحب سبزہ رنگ آئے اور سلام کے بیٹھے گئے، میں نے پوچھا آپ کی تعریف؟ بولے کہ میں تمہارے ہیں اور تین بڑے بڑے ریسرچ میرے سامنے رکھ دیئے اور بتلایا کہ یہ سال کے آمد و صرف کا حساب ہے، ملاحظہ کیجئے۔

میں نے دیکھا تو تاریخ وار نہایت صحت کے ساتھ حساب لکھا ہوا تھا، گو شواہد سے معلوم ہوا کہ گذشتہ سال کے آخر میں خرچہ کے جد کچھ روپیہ بیچ گیا تھا۔

بلجست جہاں تھی کہ کتابوں کی کچھ سیر کروں، مگر وقت تنگ ہو گیا اور شام ہونے کو تھی، مجبوراً واپس ہوا۔

میری تحقیقات کے نتائج یہ ہیں کہ یہاں کے لوگ تعلیم یافتہ، نیک خلق اور نہایت سلیم الخلق ہیں، کوئی ضروری فن ایسا نہیں جو یہاں پڑھایا نہ جاتا ہو، جو کچھ بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں کے صرف سے پڑھا ہے وہ یہاں ایک سووی چالیس روپے میں کر رہا ہے، مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلمان بھی یہاں تعلیم پائے تو نفع سے خالی نہیں، انگلستان میں انہوں کو اسکول سنا تھا مگر یہاں انہوں سے دیکھا کہ دو اندھے پھر یہاں تعلیم کی شکلیں کھینچ کر دست پر اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ باید و شاید اچھے انیسویں ہے کہ آج سرفہریم میوہ موجود نہیں ہیں ورنہ کھالی ذوق و شوق اس قدر رکھ دیکھتے اور ظہیر کو انعام دیتے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد اول ص ۱۶۹)

دارالعلوم دیوبند کو اپنی ابتداء ہی سے سعادت نصیب رہی ہے کہ اولیاء اللہ کی دعاؤں سے اہل حق کی خدمات اور تعاون اس کے ساتھ رہا اور ہر ماہ سے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کی روحانی فضا کو موسم ہوتے سے بچایا، چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

حضرت مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۸۵ھ سے ۱۳۸۶ھ تک اور مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۸۶ھ سے ۱۴۸۸ھ تک منہوا تمام یہ قائم ہے۔

قیام مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ کے

مشاغل

حضرت رجتہ اللہ علیہما اپنے والد ماجد کے ہمراہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اس مقدس بستی میں آپ کے جو مشاغل مبارک تھے ان کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ کے والد ماجد تک رسالے حسب ہجرت کا ارادہ کیا تو حضرت سیدہ العہد رجتہ اللہ علیہما نے احسان و سلوک | آپ کے والد ماجد سے ارشاد فرمایا۔

”ان دونوں (مورانامہ سیدہ رجتہ اور حضرت مدنی) کو حضرت گنگوہی سے بیعت کر دو خدا نے یہاں سے جانے کے بعد کسی کے پلے پڑ جائیں کہیں کسی پدختی سے وابستہ نہ ہو جائیں یا (نقل صفحہ ۱) چنانچہ آپ کو حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے شرف بیعت سے نوازا اور پھر ارشاد فرمایا کہ۔

”میں نے بیعت تو کر لیا اب تم مکتہ معظمہ جا رہے ہو وہاں حضرت قطب عالم حاجی ابو اللہ موجود ہیں ان سے عرض کرنا وہ ذکر تلقین فرمائیں گے“ (نقل صفحہ ۱)

حضرت مدنی نے اپنے والد ماجد کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی صاحب سے شرف زیارت کا ذکر یوں فرمایا۔

”اور فریقہ ۱۳۱۹ میں حاضر ہو کر نصیب ہوئی، موصوف اس وقت بہت ضعیف ہو گئے تھے حضرت گنگوہی رجتہ اللہ علیہما کا سلام و پیام شکر بہت خوش ہوئے اور رتک نہایت بخت سے تذکرہ فرماتے رہے اور فرمایا اتنا ہے ایک مرتبہ بجز زندگی میں ملاقات ہو جاتی، اور مجھے پاس لٹھاس کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ روز صبح کہہاں تاکر بیٹھا کرو اور اس ذکر کو کہتے رہو“ (نقل صفحہ ۱)

چند دنوں کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو اس پاکیزہ تر سرزمین میں اپنے احسان و سلوک کے اسباق کو پھر یاد فرمایا۔

چنانچہ درجہ حرارہ میں بیٹھ کر پاس انھیں کیا کرتا تھا، تھوڑے ہی عرصہ میں سلسلہ چشتیہ تک افتاد مرزا م کی نسبت کے آثار ظاہر ہونے لگے اور گریہ کی حالت طاری ہوئی شروع ہو گئی، اس اثنا میں دلکھانے صاحب اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت خواہد میں بکثرت ہونے لگی نیز ذکر کی

وہ سے جس میں بے اختیار کلمات بھی جھونے لگیں، مسند نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا کر ان کے
 کاتبین ہر وقت جتنا کہ اس لیے رسالت مقرر کیا جس میں کہ سے کہ صبح رہے اور وہ وقت آفتاب نکلنے
 سے ایک گھنٹہ بعد کا تھا اور جب آئینہ زکریا سے پادہ ظاہر ہونے لگے تو لوگوں سے شرم کی وجہ سے
 شہر کے باہر جنگل میں چلے گئے۔ مسجد شریف کی مشرفی جانب جو ہر بقیع شریف ہے آباد کی ہیں اور
 نکل جاتا تھا اور کبھی مسجد اذھار میں، یہاں پہلے میں اور میر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں
 ہوئی ہیں اور کبھی اس کے قریب مجھوں کے جھنڈوں میں تنہا بیٹھ کر ذکر کرتا تھا کبھی ہارسید و سلم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت منائی کا شرف حاصل ہوا، ایک دن اشعار کا ایک کتاب پڑھا
 تھا جس میں نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مصرع

عکس اے جیب زنج سے آشنا دو حجاب کو

بہت بعد معلوم ہوا میں مسجد شریف میں حاضر ہوا اور صاحب فریضہ میں بعد اوستے آداب و کلمات شروع
 ہوئیں انہوں نے پڑھا اور شوق و بیدار میں رونما شروع کیا اور تکبیر کی حالت میں جس پر ہر کسی ہونے
 لگا کہ مجھ میں میر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کہ حجاب دو لوگوں اور جالیوں وغیرہ کا حال
 نہیں ہے اور آپ کسی پر سانسے بیٹھے ہوئے ہیں آپ کا چہرہ صبر کا سانسے ہے اور چمک رہے
 زینت حیات جلد و صغرت

چنانچہ آپ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ اس سوزن میں ہو کر صیقلی ہوئی سے جہاں سید و عالم صلی اللہ
 علیہ وسلم ہر ماہ نماز، چہاں زیچیم لنگام کے بعد بہترین سعادتوں کے ملاقات ہیں جس کی خاطر میں اب بھی ہدی
 انوار اور برکات کو جو ہمیں کائنات سے چودہ سو سال پہلے تھے، اگرچہ دین خودہ کی زمینی حیثیت میں تبدیل ہو چکی ہے
 اور آتی رہے گی مگر آتھ تو وہی ہے، جہاں شمع خودہی ہے، نیت اور اذکار تو وہی ہے، جگہ ساری فضا ہی ہے
 نہایت سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے مشرف ہوئی ہے اور اب بھی اس حرم پر انہوں کی لائتا ہی کہ شمس
 اور ہی ہے اس فضا میں جس سعادت کو ان نے احسان و سلوک کے مراتب کے اس کی عظمت کیا تھا؟
 چنانچہ ہر دو سال بعد آپ کو قلب اذھار حضرت گلشنی نور شہر قدوس نے مجاز طریقہ فرمایا

رفت حضرت مدنی مدینہ ستودہ سے گلہ شریف حاضر ہوتے رہے، جب و دہری بار حاضر ہوئے
 حضرت گلشنی رتہ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ میں گلہ شریف آنے کا حکم دیا، چنانچہ آپ جب حاضر
 ہوئے تو آپ کے برادر بزرگ بھی آپ کے ساتھ تھے، حضرت گلشنی نے خانقاہ قدوسیہ کے لوگوں
 میں آپ کو کیا مکی سعادت بخشی اور مراقبہ و شمس کی ہدایت فرمائی، حضرت مدنی نور اللہ قدس اور شلا

فرماتے ہیں :-

”یہ گمراہی نے تعلیم شدہ مراقبہ پر عمل کرنا شروع کر دیا، حضر کے بعد جب مجلس عمومی فرماتے تھے تو اسی مراقبہ میں عجز و قدس کے برآمدہ میں شہوں کے کچھ تقریباً دو تین گز کے فاصلے سے نہیں مشغول ہو جاتا تھا، مغرب کے وقت تک وہاں ہی مشغول رہتا تھا، اس مراقبہ سے مجھ کو نہایت قوی اور بہت زیادہ فائدہ پہنچتا تھا“ (نقشِ ستارہ جلد ۱ ص ۱۰۳)

اسی قیام کے دوران آپ نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے کہ چالیس دن گذرنے کے بعد مقصود حاصل ہوگا، چنانچہ حضرت گلگڑی حضرت ائمہ علیہ السلام نے ٹیکہ اسی تاریخ کو آپ کو خلافت سے نوازا۔ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کے سلوک کو بھی لے کر اپنے خواہش کا اظہار فرمایا تو حضرت گلگڑی نے فرمایا :-

”جو تعلیم دی ہے وہ سب کی بائبل آخری تعلیم ہے یہاں پر تمام سلاسل مل جاتے

ہیں اسی کی کشتی کرو“

حضرت مدنی نے ایک کتاب گرامی میں فرمایا :-

”صیرت سرمد و آقا حضرت گلگڑی قدس سرہ العزیز نے مرحوم محمد کو چاروں طریقوں میں بیعت فرمایا تھا جن میں سے طریقہ نقشبندیہ مجددی بھی ہے مگر اصلی طریقہ اہل عام تعلیم حضرت ریتہ ائمہ علیہ السلام کی تہشتیہ صاحبزادی“ (پہلوان ص ۱۰۳)

تعلیم و تہذیب کا آغاز تو خود تہذیب و عالم علی ائمہ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی تعلیم شروع آپ نے محاسبہ و حالتی سے تھی آپ کہات: ”دن اسی پابزہ میں گئے تھے تیسری طور پر اس کتاب فتح کی تعلیم کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ فتح و رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل اس گاہ تھی اس کی مسجد بڑی کبھی جبریل بن علی ہاشم نے حاضر خدمت، جو کہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند روز سوالات کیے تھے جن کا متن سلسلہ دون کے ساتھ ہے یعنی اسلام، ایمان اور امتحان، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے، ان کے تشریحات لے جانے پر ارشاد فرمایا: ”خدا جسید بل اتا کہو بیٹا کہو دیکھو (ترجمہ) جبریل تھا جبر تھا اسے اس آیت الکریم کو تمہارے دل کی تعلیم دے جائے“

(فتح) یہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دو دن و تہذیب کا اہتمام پھر حضرت سے پہلے فرمایا تھا، جیسا کہ بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر بارہ اہل مدینہ شرف پر اسلام لائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جلوہ حضرت محاسب بن علی بن ابی طالب اور حضرت ائمہ علیہ السلام کے لئے قرآن مجید پر صلوات اور اسلام کی تعلیم سے اور ان کو دین کے

احکام سمجھائے (دکوہ قہائل ص ۲۱۷)

غزوہ ہند میں بعض جنگی قیدیوں سے یہ قصیدہ لیا گیا تھا کہ وہ اپنی مدینہ کے کم بزرگم دس دس آدمیوں کو پڑھائیں۔
 ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں درس و تدریس کا اہتمام سینچہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہایت
 ہی اہم اور ضروری تھا چنانچہ مدینہ منورہ میں علوم و ذہنی کارسگاہ زمانہ عنبر شریف صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ہے
 اور بقیہ کمالی و کرمہ تیار مست تک ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ تشریف لے جانے لگے تو حضرت شیخ ابوالقاسم نے خود ان کو بلوایا
 کیا جس کی کیفیت حضرت کی زبان ہی عرض ہے۔

”انا خوشبخت انسان ہوں کہ میں جبکہ ہم تینوں بھائی و بیویوں سے آخری حورید روانہ ہونے کو نکلے رخصت کرنے
 والوں کے خود حضرت شیخ ابند قلیک اندر سزا العزیزہ ساتھ ساتھ اشیشی و بیوی ننگ پیدیں تشریف لائے
 تھے راستے میں یہ زور طرقت پر ہدایت فرمائی کہ یہ صاحب برگو و چھوڑنا تو ایک ہی دو طالب علم ہوں اس
 لیے تعلیمی مشکو کا خیال بہت زیادہ ہو گیا تھا، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد بعض طلبہ ہندوستانی اور بعض عرب
 کتابوں کی تدریس کے خواستگار ہوئے“ (فتش حیات جلد ۱ ص ۵۹)

اگرچہ مدینہ منورہ میں دوسرے اشغال بھی بہت زیادہ ہو گئے تھے مگر قطب عالم حضرت حاجی املا اللہ قرادند
 مرقا نے ارشاد فرمایا: ”پڑھاؤ اور خوب پڑھاؤ“ (فتش حیات جلد ۱ ص ۱۳)

چنانچہ آپ نے امانت بٹا کر (۱۳۲۵ھ) تک مسجد نبوی میں عظیم و تندرین کا مبارک سلسلہ جاری رکھا، اور یہاں یہاں
 کچھ واقعات کے لیے رویندا اور گنگوہ تشریف کی ماہری رچی گئی جو پندرہ سال تک عروج اطہر میں آپ کی سعادت
 میں سر ہوئی جو شایانہ کی کسی عالم کو حاصل ہوئی ہو آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

”علوم میں ہندو بہد کرنے والے طلبہ کا ہجوم اسی قدر ہوا کہ اور علماء مدینہ کے علاوہ اسے مدعوں میں
 ان کی مثال نہیں ملتی“ (فتش حیات جلد ۱ ص ۱۱۵)۔

آپ سے پہلے بھی ہندی طلبہ کراہ دس ہادی فرماتے تھے مگر آپ کا درس نہایت ہی متہوں سلا، حضرت
 میاں صاحب نے فرمایا۔

”صوفیانا محمد احق صاحب امر سہری ایک باخدا عالم نمونہ آفتاب کے سلسلے اور مصداق علی دین الہیانا
 سند مدینہ منورہ میں جا کر دس جاری فرمایا، اللہ کی وفات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مولانا صدیقی احمد
 اسی مقدمس (لاہور) میں مخصوص علماء سے اپنے مکان پر اور سید نبوی (علی صاحب) اصفیاء (تاسم)
 میں اشاعت علم کرنے لگے اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا حسین احمد کا مقدمس خاص سید نبوی

آپ کے درس مدینہ منورہ کا چشم دید حال مولانا عاشق اپنی میرٹھی رحمت اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا۔
 "سوا آسین اور صاحب کا درس حرم نبوی میں ایک لمحہ بہت عروج پر ہے اور عزت و جاوہر جس
 حق تعالیٰ نے وہ عطا فرمایا ہے کہ ہندی علماء کو کہا سزا یعنی دشامی بلکہ ہندی علماء کو بھی وہ بات حاصل نہیں
 نہ ایک فضل اللہ یکتا حق و نساؤ آپ سزا کا مطلق مہمان نواز پلیر یا حیدر اور بعض اُن صاحب عہدہ
 سے شخص اہل جن پر دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے" (تذکرۃ الاشیاء جلد ۲ ص ۱۵۹)

کچھ زمانہ آپ نے علوم و فنون کی کتب کا درس دیا مگر بعد میں جلدی شیخ الحدیث کے حسب پرنا نہ گئے اس
 زمانہ میں درمیں شریفین میں جو بھی صاحب مسلم منقادی یا بیرونی ہوتا تھا وہ انہیں کو دین کی طرح سے حاصل کرتا تھا
 اور مدینہ منورہ تک بھی صرف رکھی جا رہے ہوتے تھے بلکہ وہ عارف ہا تھا ہوتے تھے جن کی زبانوں کتابوں کے خواگی
 اور شروع نہ کرتے تھے بلکہ ان پر زمین کر مین کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی تھیں جن کا مختصر حال حضرت شاہ ولی اللہ
 نورانی مرتضیٰ کی مرتبہ کتاب فیوض لحد میں اور اندر انہیں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس حضرت حکیمت شرف مدینہ اور ساتھ مدینہ تعلیم کے لیے مدینہ منورہ کے
 کتب خانوں سے استفادہ کرتے رہے جن میں اکثر فلسفی کتابیں تھیں بلکہ آپ نے کچھ زمانہ ان کو نقل کرنے کا
 مشغلہ بھی اختیار فرمایا تھا اس لیے وسعت مطالعہ کا ایک اور ٹولی تدریہ آسانی سے پیش ہو گیا۔۔۔ جیسا کہ
 آپ نے فرمایا۔۔۔

میں نے سلسلہ کتابت علی ۱۱ عزت شروع کر دیا یعنی نسخ میں کتابیں نقل کرتا تھا اور اجرت
 حاصل کرتا تھا، مدینہ منورہ میں اس وقت وہ کتب خانے منظم تھے، ایک کتب خانہ شیخ الاسلام
 اور دوسرا محمودیہ، ان دونوں میں فلمی کتابیں کتاب کثرت تھیں، مجاورین مدینہ رہا ہر کے ہنسے
 جو مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہیں، اور مال شہزاد زارین کو بسا اوقات کسی کتاب کی ان کتب خانوں
 سے ضرورت پڑتی تھی تو وہ ان کو نقل کرواتے رہتے تھے۔ کبھی مصر یا مغربی افریقہ وغیرہ سے جو
 لوگ کسی کتاب کی نقل جاتے ہیں تو وہ اپنے نامندوں کے ذریعے سے یہاں سے نقل حاصل
 کرتے ہیں، مگر ہر دو کتب خانوں میں اس کی اہمیت نہیں تھی کہ کتاب کتب خانہ سے باہر نکالی
 جاتے، البتہ یہاں تک تھا کہ جو شخص کسی کتاب کو نقل کرنا چاہتا تھا پہلے سے وہ وہ کتب خانہ
 میں آکر استفادہ کرے۔۔۔ (فتوح حیات جلد ۱ ص ۱۵۹)

چنانچہ اس فلمی اور تحقیقی مطالعہ کے دوران آپ نے اسلام کے بنیادی عقیدہ سمجھ بھدی علیہ السلام
 پر ایک کتاب قلمبند فرمائی جس کے مقدمہ میں اس کی حیثیت، موضوع و جامعیت کو یوں بیان فرمایا۔۔۔

”قیامت کی علاماتِ کبریٰ ہی میں سے مہدیؑ آخراں مان کا ظہور الٰہی کی علامت اور حضرت علیؑ علیہ السلام کا آن کی اقتداء میں ایک نماز میں فجر کا پڑھنا وغیرہ بھی ہے۔“
 ”احادیث میں امام مہدیؑ کا نام، ولایت، تخلیہ و ظہور بھی بیان کیا گیا ہے، نیز اُن کے زمانہٴ خلافت میں عدل و انصاف کی ہمہ گیری اور مال و دولت کی فراوانی کا تذکرہ بھی ہے۔“
 ”غیر خاتم مہدیؑ کے متعلق اس کثرت سے احادیث مروی ہیں کہ اصولِ محمدیوں کے اعتبار سے وہ حد تو اتار کر پہنچ گئی ہیں۔“

”امام مہدیؑ سے متعلق جن حضرات صحابہؓ سے حدیثیں منقول ہیں ان میں حسبِ دلیل اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم شامل ہیں، خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن عباسؓ، آدم اللومئیںؓ، اُمّ سلمہؓ، اُمّ المؤمنینؓ، ام حبیبہؓ، ابو ہریرہؓ، ابو سعید خدریؓ، جابر بن عبد اللہؓ، انس بن مالکؓ، عمران بن حصینؓ، خذیفہ بن یحییٰؓ، حارث بن یاسرؓ، جابر بن ماجہ صدیقیؓ، ثوبان مولیٰ رسول اللہؓ، علیہ وسلم، عوف بن مالکؓ رضی اللہ عنہم اجمعین۔“

یہ جامع اور اہم مضمون کتابی شکل میں مکتبہٴ الحرم مکہ معظمہ میں محفوظ ہے، بعض اہل علم نے اس کا عکس حاصل کیا ہے۔

حضرت مدنیؒ نور اللہ مرقدہؒ نے جس طرح بیحد اہم اور جی میں احسان و ولوک کی مثال ملے فرماتے کہ سعادت حاصل کی اور عظیم نجات کی تدبیریں سے حیرن اور اشیاء کے ان سعادت مندوں کو مالا مال فرمایا جو مدینہ منورہ میں حصولِ برکات و دعائیر اور عظیم اسلایہ کے لیے قیام پذیر تھے، اسی طرح آپ نے مدینہ منورہ میں مقیم علماء کرام سے اکتسابِ فیض کی سعادت بھی حاصل کی، آپ کی سندوں میں کھانسی سے بھی دوسرے علماء کرام سے عالی اور جامع ہے کہ علماء حجاز خصوصاً بلدۃ طیبہ کے علماء کرام سے اجازتِ روایت حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت مدنیؒ کی خصوصی سند میں مرقوم ہے کہ۔

”واروی عن مشیخۃ اعلام من اہل الحجاز اجازۃ و قرأ فی لا وائل بعض الکتب اجلہم متبعہا تفسیر حسب اللہ اللف فی المنی، مولانا عبد الجلیل برہ، مدنی و مولانا عبد السلام اللہ خاں تانی مفتی الاحناف ہا لمدینۃ المنورہ و مولانا المتین احمد الیوزجی مفتی، لشافعیۃ ہا لمدینۃ المنورہ و حسبہم اللہ تعالیٰ و اسرار ضاہم۔“

اس تدریس میں بھی آپ کی نظر یہ ہو دو تھانوں کی اسلام دشمنی پر مرکوز رہتی تھی، اپنے حلقہ درس کے شرکاء کو زیادہ طور پر ادھر ہی متوجہ فرماتے تھے جس کا اندازہ کرنے کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ بطور شہاد کے درج ہے۔

طاہر ابراہیم کے سپہ سالار و مجاہد آزادی اور اس ملک میں روح حریت کے بانی شیخ عبدالمعین انیسویں اس وقت حضرت کے حلقہ فیضانِ برکات میں شامل تھے، ان کے سوانح نگار جناب ترک راہی لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں شیخ ابن ہارون کے ساتھ شیخ الاستاذ محمد عثمان نے ان کو ابراہیم سے ہمیشہ کے لیے ہجرت اور حجاز مقدس میں مستقل قیام کا مشورہ دیا، جناب شیخ حسین احمد لہندی نے اس مشورہ کے خلاف ان کو ابراہیم کو واپس ہانے کی نصیحت کی اور فرمایا کہ گہرا زور لیں جانا ضروری ہے کیونکہ ابراہیم تہارے علم و عمل کا زیادہ متبع و محتاج ہے، چنانچہ وہ شیخ موصوف (حضرت مدنی) کی حکمت آمیز نصیحت پر عمل پیرا ہو کر واپس چلے گئے اور حجاز میں قیام کا ارادہ ترک کر دیا۔ خود شیخ ابن ہارون نے اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

”مجھے یاد ہے کہ جب میں مدینہ طیبہ گیا تو میرے آستاذ محمد بن مونس سے اور اپنے دوست شیخ حسین احمد لہندی سے ملا، اللہ کے فضل سے قطع تعلقی کہتے ہوئے مدینہ طیبہ کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ تم نے جو بڑے عالم ہوئے کے ساتھ صاحبِ دستے بھی تھے، انہوں نے مشورہ دیا کہ وہاں جا لو، جس کا تذکرہ مکن ہو اسلام اور وطن کی نعمات انجام دو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ حسین احمد لہندی ہی کے

فرمانے کو پورا کیا اور شیخ الاسلام مدنی ^{۱۳۲۸ھ} آپ ^{۱۳۳۳ھ} کے لوائل میں ہندوستان تشریف لائے اور پھر جلد جنگ عظیم کی ابتداء اور حضرت مدنی کی ترغیب حجاز

ہی واپس مدینہ منورہ گئے جب کہ جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی، عراق اور برطانیہ کے درمیان میں اعلان جنگ نہیں ہوا تھا، اگرچہ فرس گرم تھیں، بیشتر میں اوت کر دینی نہیں کی جاتی تھی اور آبدوزوں اور جنگی جہازوں کے نظرات ہوشیار کیے جاتے تھے۔ بہر حال دوسری یا بارہویں دن جدو جہد پھٹا، حجاز اور مدینہ منورہ میں قیام کے قیام کے وقتوں کی ساری سے مدینہ منورہ ^{۱۳۳۳ھ} شروع ہوئی، اسی زمانہ میں ترک کا اعلان جنگ بھی ہو گیا اور فوج کئی کے سامانوں اور جنگی تحفظات وغیرہ کا اثر حجاز میں اور بالخصوص حرمین شریفین میں شروع ہو گیا، میں متعلقین کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ کر مشاغلِ تعلیمیہ وغیرہ میں مصروف رہا، اس وقت میں مدینہ منورہ میں ^{۱۳۳۳ھ} شروع ہو گیا، اسی ابتداء میں حجاز کی فوجیں مدینہ منورہ کی طرف بھیجی جاری تھیں اور مجاہدین متلو میں روڈ نیٹروں کو ہار کر کیا جا رہا تھا اور

آپ نے مدینہ منورہ سے دیوبند کا پیار باز سفر کیا مگر پھر واپس چلے گئے، قیام مدینہ منورہ میں تقریباً اور غریب
 جہاد کی طرف نیا وہ توجہ فرمائی۔ آپ کے قیام مدینہ منورہ کا مختصر نقشہ درج ذیل ہے۔

پہلا قیام	ابتداء ۱۳۱۷ھ	انتہاء ۱۳۱۹ھ	دوسرا
دوسرا قیام	۱۳۲۰ھ	۱۳۲۴ھ	ساتھ
تیسرا قیام	۱۳۲۶ھ	۱۳۳۱ھ	دوسرا
چوتھا قیام	۱۳۳۲ھ	۱۳۳۵ھ	چار ماہ

قیام مدینہ منورہ میں آپ کے مشاغل | (۱) جن میں اسباقی سلوک و احسان (۲) تہذیب و ترقی
 جہاد کے علاوہ مسکب حقہ کا دفاع بھی تھا جس کا مختصر مگر
 جامع تذکرہ اسی کتاب کے ص ۱۱۱ پر کیا جا رہا ہے۔



اور فرمایا کہ وہ قہر بہت تشدد سے آراہم ہو کر ہاتھوں ہاتھ خودی تم لٹھ کے جیسے حضرت رضی فرماتے ہیں۔
 — اور جو کہ ابن سعد کے تسلط کے وقت میں حلقہ امداد دہنے سے مسلمانوں کو قتل اور ان کے اموال کے لوٹنے کی صورت
 میں ہو گیا تھا اور بالآخر ابن سعد نے تلخ آگزیں قہیوں کی نوبت کا قلع قمع کیا۔ (مکتوبات ص ۳۶)

ایسے نمازیں کسی عالم یا کسی بہت علم کو سفر کر کے لیے یہی ذرا مشکل کیا تاکہ یہ لوگ باہر میں چنانچہ اب جلیل
 کے خلاف بھی ہنگامہ استعمال کیا گیا اور اس کی تائید کے لیے یہی کے رئیس اعظم خواجہ احمد رضا نے زمزمی کا سفر کیا جس کا نام لکھنے
 نے حضرت مدائسے کیا، حضرت مدائسے کے انکار میں اس کا قصہ مذکورہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا قصہ

۱۹۱۳ء کے ابتدائی میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب
 قدس سرہ العزیز بعد از فراغت حج مدینہ منورہ
 تشریف لائے اور تقریباً پندرہ روز قیام فرمایا، پھر نگر مومون میرے اساتذہ کرام میں سے تھے اس لیے
 طلباء مدینہ منورہ کا ان کی طرف بہت ہجوم تھا اور مولانا علماء مدینہ بھی ان کی زیارت اور دست بوسی کے لیے حاضر
 ہوتے رہے اور بہت بڑے مجمع نے اہل کتب اعدیث سنا کر سید شریفین کے اندر بڑے حلقہ میں لیاڑت
 کتب حدیث و علوم کی بے اہر تعداد ان سے و سناؤں کو نہایت شوق اور خودی ان کے اکابر صحت طلبانہ
 اور ان کے اسلاف رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کا خوف نہ کرتے تھے نیز خاں جہد و دستکوں کو بھی ان کے مصنفے
 اس پر مجبور کیا۔ ہم پر تو ان کا داؤ اس لیے بہت تک نہ تھا کہ اہل مدینہ اور وہاں کے علماء وغیرہ سے ہم سے
 تعلقات قوی ہو گئے تھے اور خودی ان کے نزدیک اور احباب ہم سے بڑھتے تھے اور سخی وغیرہ کا حق تھا، نیز
 ہمارا سنا کر آئی تھی جس سے ان کو حلقہ انوار پھیلانے کا موقع ملے موجود تھی ہر قسم کا کتب و سید ہفت
 و اشاعت کی سیرت میں تھیں اس لیے ان کی حلقہ بیانیوں کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی تھی، مگر حضرت مولانا
 کی عظمت اور بزرگی کے لیے ان کے گھروں پر سانپ لوٹے گا، کتاب براہین قاطعہ عظمت مولانا مرحوم کی
 اہل بدعت کے لیے یہاں قدر عظیم قاطع اور ہون کر بھی کہنے والے ہے اس کو اہل بدعت کا گھری جانا ہے۔

پھر حضرت مولانا مرحوم قافلہ کی ویسی پر مجبور تھے کہ لیے ہند ہویں دن موافقہ وقتا کے
 واپس ہو گئے مگر خالصی کے سینوں میں زخم کر گئے۔ حضرت مولانا مرحوم کی دلہنی کے ہند میں
 خوب رکھا کہ میں سید شریفین میں میٹھا ہوا ہوں اور میرے ایک طرف حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز
 تشریف فرما ہیں اور دوسری طرف دغاب داہنی جانب، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب ہے جو ہے

تشریح دلاتے ہیں، بیادک بہ مجھ کو ٹکر ہوئی کہ کیا بات ہے کہ مرہو آقا میری اجازت پر چھ دنوں اور تین دن کے بعد مولوی احمد رضا صاحب بریلوی عزیز حضور نے پہنچے، وہ مکرگنہ میں بعد از اپنی ایک رسالہ ختم اکثرین پر دستخط کرانے کے لیے کہ ظہیر نے تھے، ان کی آمد پر، رومی جماعت نے خاصہ ہوشیار بننے کی تیاری کی اور ان کے درگاہ جمع ہو گئی، اور ہماری برحق ہوتی وہاں سے اور رخصت سے جو خطرات ان کو لاحق تھیں انہیں خیرات کے حصول اور اپنی اپنی پوزیشنوں کے باروں میں نظر آ رہے تھے شیخ کیا نہیں کہا کہ مسئلہ آقا اکبرین کے خلاف اگر مسیحیوں نے کوئی حرکت کی تو کامیابی نہ ہو سکے گی اور یہی ہمیشہ انشان مقصد مولوی احمد رضا صاحب کا مقصد ہے کہ اس رسالہ کی تصدیق طلبہ مدینہ کر دیں، اس لیے مشورہ ہوا کہ بڑے بڑے علماء ہمایوں اور مذہبی سے ملاقات اور تعارف کرایا جائے اور ان کی خدمات میں اختلاف پیش کیے جائیں جو مسائل جنہاں کے جائیں، احمد رسائل مولانا صاحب موصوف کے ہیں کہ ان کی طرف سے مرعوب کیا جائے اور کشش کی جائے کہ ان میں باہر کی خاندان کو شہر بدر اور جہ وطنی کر دیا جائے، ایسا پہلے بہت ترس رہا تھا کہ کسی آفتالی عالم کا شہر وطنی ہوا اور اس سے طلبہ یا کارہ مدینہ مستورہ کو فضائل یا واقعی خلاف پیش آیا تو اس کو بدریہ حکومت ملاوٹ کر دیا۔ چنانچہ علامہ شیخ محمد شقیلی اور دیگر و غیرہ سے ایسا معاملہ پیش آیا تھا کہ فضائی اعتراض مذہبی نکتہ میں ظاہر ہوتی تھیں جیسا کہ عمر کا دیکھا جا رہا ہے، چنانچہ اس پر علماء مد شروع کیا گیا اور بہت بڑی تعداد فقروں کی طرف کی گئی اور وہ سو پہ شروع ہو گئی اور مد شروع کا جمل پوری طرح سمجھا دیا گیا۔ ہم ہاسکل بے خبر تھے کہ فریڈینج کہ کسی رسالہ پر تعلق ہے جا رہے ہیں اور جلسے اور مسائل و کرام کے حصول و اہمیت کھر با اثر شخص سے ہو گیا کہ کیا ہوا ہے۔ یہ جو سلطان جلیل العین خان مرحوم کے اوائل زمانہ حکومت میں محمد یونس جاناہ علیہ ہو چکا تھا اور انہوں نے وہی ایک مکرگنہ میں اور تین برس اخیر کے مدینہ مستورہ میں حکومت کی تھی، یہ لوگ محمد بن عبداللہ اب کھری کے بیروستے اور اپنے خاندان و احوال میں نہایت سخت حال تھے، یہ لوگ اہل عربین پر بہت زیادہ تشددات کیے تھے اور اپنے مخالف عقائد و اعمال والوں کو بہت زیادہ ستایا تھا اس لیے اہل عربین کو ان سے بہت زیادہ بغض اور نفرت تھی۔ ان کو سلطان عبدالعزیز خان مرحوم نے خود ہی عمر لے کر ہاشم رحیم والی مسعر سے برکت صلح فرود کی کہ وہ اہل مکہ کو جاناہ سے نکالے، چنانچہ خود ہی مرحوم نے اپنے بیٹے ابو یوسف پاشا کو جہان نوری کے ساتھ بھیجا اور اس نے نہدیروں کے قبضے سے جہان نوری کو گناہ شہید کیا اس زمانہ سے جہان میں یہ طریقہ جاری ہو گیا تھا کہ جس شخص سے تعلق پہلے نہ تھیں وہ اس کو وہاں سے ہٹا کر

نسبت کر دیا جہلے، اہل جہاد کو وہاں سے اس قدر نفرت مظالم مذکورہ کی وجہ سے ہو گئی تھی کہ صافیت اور یہودیت وغیرہ سے بھی اتنی نفرت دیکھی یہی طریقہ انگریزی حکومت نے بھی ہندوستان میں اپنے مخالفین کے ساتھ جاری کیا۔

بڑی شکلوں سے رسالہ "شعاع" اور "بعض ان شخصوں کے پاس سے جن کے پاس تصدیق کے لیے گیا تھا" تصاویر کو لے گیا جس پر ہم نے فوراً اس کی غلطی مافی اور دفتر ہندوستانی کا پتہ لکھنے کا پتہ لکھ لیا۔ اور بروی و سائنس اور ان کے منویا بان بھلاؤ پر اب ہندو اور عربی اہل مدینہ میں ان غیر حکموں کے باشندوں کو کہتے ہیں جو کہ مدینہ میں نہ پیدا ہوئے ہوں اور باہر سے آکر قیامت پذیر ہو گئے ہوں) نے اس رسالہ کو جو کہ ہم صاحب المومنین علی حسن اصل انکفروا البین کے نام سے شروع کر کے بعد میں شائع کیا گیا تصدیق اور ہرودتھ کے لیے وہاں کے اہل علم اور مذہبی رؤسا پر پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ ان عنوانات سے ہر باقاعدہ مسلمان پوسٹ وغیرہ غضب میں آجائے گا اور جو کچھ بھی اس سے ہو سکے گا کہ گندے گا اور جہاں تک ممکن ہوگا برا بھلا لکھتے گا۔ چنانچہ یہی ہوا بعض بیوقوفوں نے تو غیظ و غضب میں آکر ہر شرط و استثناء تکفیر و تصدیق کر دی اور اکثر بھلا اور محتاط لوگوں نے شرط و سوائی کہ اگر واقع میں ان اشخاص کے لیے یہی اقوال و عقائد ہیں تو ان کا یہی حکم ہے مگر حرمین شریفین کے جلیل القدر علماء کرام نے تمام ان اشخاص کی تصدیق سے انکار کیا۔ مگر کفر کے جھوٹے جلیل القدر علماء کرام نے انکار کیا وہ حسب ذیل ہیں:-

۱) مولانا شیخ عبداللہ کی شافعی ۲) مولانا شیخ طیب مالکی ۳) مولانا شیخ احمد ۴) مولانا شیخ عبداللہ کی شافعی ۵) شیخ احمد رشید مالکی ۶) شیخ محمد الدین حنفی
۷) شیخ محمد سعید حنفی ۸) شیخ محمد سعید حنفی ۹) شیخ محمد سعید حنفی ۱۰) شیخ محمد سعید حنفی

علماء مدینہ متون میں سے جن علماء کرام نے اس کتاب پر دستخط کرنے سے انکار فرمایا تھا ان کے

اسماء گرامی درج ذیل ہیں:-

۱) حضرت مولانا شیخ حسین مہری شافعی ۲) مولانا شیخ عبداللہ مالکی ۳) مولانا شیخ عبدالکیم بخاری حنفی ۴) شیخ سید ماسٹر بخاری ۵) مولانا شیخ سید محمد امین رضوان شافعی ۶) مولانا شیخ آفتاب ماسون بری ۷) مولانا شیخ فاتح طاہری مالکی ۸) مولانا شیخ آفتاب ماسون بری

چونکہ یہ کاروائی نہایت جلد و جہد اور احتیاط کے ساتھ ہو رہی تھی ہم کو صرف اس قدر معلوم ہو سکا
 تھا کہ یہ اشخاص علماء اور مصلحی اور ائمہ اہل تشیع کے پاس مدعو ہو چکے ہیں مگر کس مقصد کیلئے یہ کاروائی
 ہو رہی ہے یہ بالکل پتہ نہیں چلتا تھا اور صورت یہ خیال تھا کہ نیکو حضرت مولانا فیصل احمد صاحب مرحوم ابھی
 تشریف لائے تھے اور ان سے یہاں کے احکام علماء اور کلا طلبہ ملتے تھے اور منہ مدبر شاد اور اجازت مند
 حاصل کی تھی اہل علم میں ان کی بہت مقبولیت ہوئی تھی اس لیے حاسن علی احمد مدنیوں کو ان کے خلاف
 اور اسی ذریعہ سے ہمارے خلاف ہونے لگا کر ناخوش ہو چکے تھے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خیال تھا کہ اگر کوئی بات
 ہمارے یا ہمارے کار کے خلاف ہوگی تو ہم اپنے ہم سے پرہیز کرنا چاہتے تھے۔ اسی حالت میں مولانا نے کئی
 پتھر تھیس پر معلوم ہوا کہ کسی قسم پر تصدیق کرائی جائے ہے تو اس کی تلاش ہونے لگی کہ وہ کون ہے اور
 باوجود تشریح عبد الاحد عطیلی طرابلسی کے پاس حسب مقررہ بھیجی تو انہوں نے جواب دیا کہ مولانا صاحب مدظلہ
 میں سفار کو حقیقتاً لاہور سے مطلع کیا اور پھر میں ان میں ہفتویٰ شیعہ حیران دہرہ مرحوم کے پاس گیا اور کئی باتوں
 اور فتاویٰ رشیدیہ و غیرہ کی جگہ میں دکھائی تو انہوں نے بہت افسوس کیا اور کئی اصلاحات افسندہ
 کا حاج الدین الیاس مرحوم کے پاس پہنچے اور ان سے تمام حقیقت بیان کی انہوں نے بھی افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ
 ہم کو تو حقیقت کا علم نہ تھا کہ ہم کو پہلے کیوں نہ مطلع کیا اور کئی سبب تحقیقات ان لوگوں سے پہلے سے بہت
 گہرے تھے۔ مفتی صاحب مرحوم کو صرف کلاس کے ہمارے پاس پہنچا تھا نیز طبرستان میں تشریح مولانا صاحب
 یا اجازت تھے اس لیے میں نے ان سے کہا کہ تم کو اجازت دے دو کہ اگر میرے مشائخ اور ساتھ یا میرے مفتی صاحب
 کے پاس کسی قسم کی کوئی خبر پہنچے گی تو آپ ضرور مطلع ہے اس کو دریافت کر لیا گیا انہوں نے جواب
 دیا کہ ہم کو بالکل علم نہیں کہ یہ حضرات میرے ساتھ ہیں اور مشائخ میں بہر حال اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ہے
 تصدیق میں کافی اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہے کہ اگر واقع میں ان اشخاص کے یہی اقوال اور عقائد ہیں تو
 رواج ثابت نہیں ہے تو خوشنہد سزا کا قول صحیح ہے اگر پہلے سے اس کا علم ہوتا تو ہم ہرگز اتنی جگہ
 تصدیق نہ کرتے۔ اسی طرح اور دوسرے اشخاص نے جواب دیا۔ اسی اشخاص نے بھی حیرت کیا کہ انھوں نے ہم
 بذریعہ مرحوم مفتی شافعیہ کے پاس کوئی احمد رضا خاں صاحب پہنچے اور دوسرا شخص کے ساتھ مدظلہ صاحب
 بھی پیش کیا۔ مفتی صاحب نے ہاشمیہ سلسلہ کی تصدیق تو کر دی تھی مگر سزا جو غیب میں مخالفت کی
 آرزو تھی کہ ہوتی مفتی صاحب ناماں ہونے اور ظاہر کر کہا کہ یہی تصدیق واپس لیجئے وہ مگر کوئی

احمد رضا خان صاحب چلے آئے، اس کے بعد منشی صاحب نے رملہ سہیہ ماسونہ میں منہجہ رسول
 (جس وقت) کہا، بلکہ بدوستان میں چھپ کر شائع ہوا تھا، مولانا احمد علی صاحب مرحوم راہپوش کی سٹیٹسٹک
 جو کہ اس زمانہ میں وہاں موجود تھے اس کی اشاعت میں نیاوا کار کر گئی۔

اس وقت یہ اگٹھ برس سے منہجہ سے عمل میں آئی تھی کہ انہیں جہالت کے تلامذہ اور قبیح حسین احمد
 اور اس کے برادرانہ طرح وہیں، لوگوں نے بیکار آنے لگے، چھپنے کوئی بات ان سے سوائے طرح اہل سنت
 والجماعت نہیں دیکھی تھی، جو اب ہر جا رو دکھاتے ہیں اور فتنہ رفته و سب کو لگا کر دینے لگے ہیں، یہ سٹیٹسٹک
 کو سید جمعی مرحوم، اہلی کے دور سے جو کہ تمام ہاشمیانہ دین کے جہاں ڈوب کر اکل کر کھاتے تھے، ہاشم
 چنبا یا گیا، شریعہ لکھ جانے اور تاجہ زدی کے شامل ہونے اور جناب مسلمان صاحب علی اند علیہ السلام کی
 بدکاستی کو لگا کر کیا اور بھلا ہوا، مگر اہل بال بیکار کر کے۔ کہ جو جنک ہندوستانی ہلاورین اور بعض
 آج کے بنو اور میں گناہاں بکتی رہیں، جنی لطفیں بھی ہوگے کہ رہے گریہ اور جہالتی اور بڑھتی رہا، تلامذہ
 جہالتی دین اور اہل علم و فضل میں دو نافرین ہوتی رہی اور مخالفت اشخاص کو ناکامی کے ساتھ زلت کا
 سامنا ہونا پڑا، آج ہم نے کسی کسی سے تمام اور تو میں کا سامنا نہیں کیا، مگر ختم حقیقی کی آنکھیں کھلی ہوئی
 تھیں، جہتیں ہی سال میں تمام غنائین کا طبع و قلم ہوتا تھا، جہت احمدیہ (رضی اللہ عنہما)

اگر حضرت شیخ ابندہ ^{۱۳۳۲} میں اپنی اعتقاد دولت کو اس وقت کا تک حکومت کے سامنے پیش
 کرنے اور ان سے ارادہ کرنے کے لیے تشریح کرنے تھے، بلکہ ہمیں روئے ہوئی احمدی غنائین صاحب
 اس سے کہ پہلے ^{۱۳۳۲} میں وہ خودی حاصل کرنے کے لیے زمین پہنچے تھے، مگر مولانا نے اس سے بات
 صاف کہہ دی کہ اس اتوی سب غلوئی حضرت کی اس غلوئی کو کہ اس طرح ناکارہ تھا، لکن پہلے جاننے
 سے پہلے ہی ترک حکومت کر کے کہ حضرت مقلد کو جہت نکال دیا جائے، اس حالت اگر یہ حکومت کو چھوڑ
 دینا چاہیے۔ اس بات کی دلیل دینے کی کوئی حکومت نہیں کیا، مگر ذی حکومت نے دارالعلوم دیوبند پر کڑی
 دیکھی ہوئی تھی، اور جہت میں حضرت شیخ ابندہ کی تمام طریقوں اور ارادوں سے اپنے خیر قبول کرنے سے
 پہلے طرح واقف تھی، حضرت مدائن نے ارادہ فرمایا کہ۔

”جب مدائن پہنچے، اس سے بیانات لے گئے تو پہلے پانچ ایک بہت بڑا رشتہ پیش کیا
 گیا جس میں بہت بڑا تھا، مولانا نے حضرت شیخ ابندہ کو کہہ کر کہ اس کے ساتھ ملا دیا تھی“

ابن ہی التزوات کا مدنی جواب دہے جسے حضرت مدنی نے ایک کتاب بنام "مشاہدات القاب
 علی المستور" لکھا ہے جسکی وقت صحیح ہوگی اس کتاب میں ان عبارات کے جوابات کے علاوہ آپ نے
 اہل بدعت کے اس مشہور مشافہہ کتاب بھی دیا ہے جو اس وقت میں کیا ہوا ہے اور آج تک جاری ہے اور
 ہندوستانی اس کا کوئی اثر نہیں مگر ان کا طریق کار وہی ہے کہ دیوبندی لوگ وہابیوں کے مخالف ہیں جو کہ
 محمد بن عبد الوہاب بخاری اور اس کے پیرو کاروں کے ہیں، حضرت مدنی نے مختصر طریقہ پر تقابلی فرمایا جیسا کہ۔
 یہ کہا گیا کہ دیوبندی علماء انبیاء طیبہ اسلام کی حیات جیانی اور عقائد میں ازواج و انہم کے بعد وقت بخاری
 کے نکلو ہیں، مگر یہ صرف اس کے قابل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور جسے زور دہش سے اس پر داخل قلم
 کہتے تھے وہ متفقہ درساں اس بارہ میں تصنیف لیا کر شائع فرما چکے ہیں، رسالہ "آب حیات" مولانا حضرت
 مولانا محمد قاسم خان قادیانوی نے از حدیث قرآن صرف اسی موضوع پر مدنی کتاب ہے جو آپ نے ۱۹۲۸ء میں اپنے مرشد
 حضرت حاجی لایا اللہ نور اللہ رحمہ اللہ کے حکم سے سفر حرمینہ کے دوران میں مرتب فرمائی تھی، فرما دے فرماتے ہیں۔ ۱۔
 "دل شہادہ شہادتی کہ قلم اٹھایا اور شہادتی کہ شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پرشہ سے تو
 بلا سگاہ، عام سوجہ عالم علی اللہ علیہ وسلم پر احکام کو بجا اور سچے تاکہ ابتدا سے لے کر آج تک وہی ہے
 ہماری اور میں تو وہی پرشہ نے نظرت ہے کہ کیونکہ اس وسیلے سے اس علوم و جمہول کو امید صحت
 اور حسیں کو قبول ہے" (صحت منکم)

تجب ہے کہ قاضی بریلوی سے حضرت تالوئی کی مرتبہ اور جو کہ کتاب تحذیر الناس جو آپ نے
 ۱۹۲۹ء میں مرتب فرمائی تھی ملاحظہ فرمائی مگر تصدیق حیات تصدیق کتاب آپ عیاشی کے مطالعہ کا ذکر نہیں کیا
 حالانکہ اس وقت آپ کی عمر ۶۰ سال تھی۔ "تَوَدُّ بِلَانِشُو مَعَا شَرُّو بِلَانِشُو" (صحت منکم) (عبدالحمید)
 اسی صفت کے واسطے مساک مسعودیہ خود بولتے نہایت مستبد عالم علی اللہ علیہ وسلم تو قتل والا نہیں ہے
 طیبہ اسلام و اولیاء ہمد الوفاۃ و غیرہ وہ عقائد جو کہ علماء دیوبند کے ان تباہی عقائد میں سے ہیں، ان کے
 خلاف ہیں ان سب عقائد کو تخیل کے ساتھ اپنی ہی کتاب میں درج فرما کر شائع فرمادی تھی، یہ سب عقائد
 باطل زائل ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنی نور اللہ رحمہ اللہ کو اپنی حکمت اور رحمت کے ساتھ مدد فرمادہ پہلے
 پہنچا دیا تھا۔ صلوات اللہ علیہ

ظہوری فائدہ پاکستان میں بعض لوگوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضرت مدنی نور اللہ رحمہ اللہ نے جو

میں ان عقائد میں ترمیم فرمادی یا رجوع کر لیا تھا، ملاحظہ فرمائیے بات بالکل غلط اور اہل بدعت کی طرح افتراء ہے، حضرت مدنیؒ کے وہی عقائد تھے جو تمام اکابر کے تھے جن کا ذکر ”المہند“ میں ہے۔ ملک کے نامور صاحب قلم عالم دین مولانا ریاض احمد افریقی مرحوم نے اس افتراء کے بارے میں حضرت مدنیؒ کی خدمت میں یہ عرض ارسال کیا تھا۔

بخدمت شیخ الحدیث مولانا سید حسین احمد مدنی مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

”کیا کتاب الشہاب الثاقب علی مستشرقین کاذب وہابیوں اور بریلویوں کے خلاف آپ ہی کی تصنیف ہے کیا آپ اب بھی وہی مسلک رکھتے ہیں یا اس سے رجوع فرمایا ہے؟“ اس سوال کا جواب حضرت مدنیؒ نے یہ فرمایا۔

مخبر القام کہ یہ مجدد اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مورسٹولہ جنہا کا جواب ذیل ہے۔

”بے شک کتاب الشہاب الثاقب علی مستشرقین کاذب“ میری ہی پہلی تصنیف ہے جو کہ مولوی احمد رضا خان بریلوی کے زور و تمام الجرمین کے خلاف میں لکھی گئی تھی، وہابیوں کا تذکرہ اس میں نمٹنا آیا ہے جس سے تصور یہ ہے کہ ہمارے اسلاف افرات و فریادوں سے غلط ہوئے ہیں، ان کا مسلک مقلد اور عینین ہے اور اہل سنت والجماعۃ اسلاف کرام کے سچے پیغمبر ہیں۔

اب بھی میرا وہی مسلک ہے جو اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہی مسلک میرے اسلاف کرام کا ہے؟

نگہ اسلاف حسین احمد غفرلہ

دہرہ بند ۲۲ ریح الاول ۱۳۴۰ھ

(دائکتوبات جمعہ ۲۹، نام حافظہ ریاض احمد قاسمی صاحب)

آپ احمدی مشاغل میں مصروف عمل تھے کہ حضرت شیخ المہند اپنی تحریک آزادی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مجازہ مقدس پہنچ گئے جس کا ذکر آئندہ اوراق میں آ رہا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث کی روانگی حجاز

کے وجوہ

● پہلی وجہ تو یہ تھی کہ حجاز پر اس وقت ترکی کی حکومت تھی اور ترکی حکومت دارالعلوم دیوبند کے دینی، علمی بلکہ روحانی کمالات سے پوری طرح واقف تھی، ترکی حکومت کو اس امر کا احترام تھا کہ ترکی پر مسلمانوں کی ابتدائی بیعت کے دوران دارالعلوم نے مال اور اطلاق کی طرح جو ترکی حکومت کی امداد کی ہے وہ بے نظیر ہے جیسا کہ ترکی حکومت نے پورے سفیر دولت عثمانیہ و صومالیہ دارالعلوم دیوبند کو مقدس گھنٹے کی طرح چھایا تھا اس میں رحمت و دعاء مستفی اللہ علیہ وسلم کا پختہ مبارک پیمانہ جزا تھا۔ ماہنامہ انعام و لطف ازبہ کے در۔

حضرت سفیر دولت عثمانیہ جب دیوبند اس بابرکت و عظمت پوری سلطان کو ملے کہ تشریف لائے تھے تو فرماتے تھے کہ یہ مبارک خلاف سلطان انعام کے نزدیک بہت ہی بیش قیمت حد ہے جو سلطان اعظم نے آپ کے دارالعلوم کے لیے عطا فرمایا ہے اور آپ انشاء اللہ اس کی برکات کو آنکھوں سے دیکھیں گے خرقہ مبارک کا یہ نفاذ ایک نہایت عظیم جانی و دیکھنے کا بنا جو اسے ہر سال خرقہ مبارک پر سے بدلا جاتا ہے، اس میں خرقہ مبارک نہایت صاف طور سے نظر آتا ہے، اس میں ایک ترہ حضرت سلطان اعظم ص ۱۱۱ کی دولت کے نہایت انجام و قیمت اور بے احترام کے ساتھ اس خرقہ مبارک کی زیارت فرماتے ہیں اللہ مستعملات اس کو عطا تے ہیں جس کو اس کا اہل سمجھتے ہیں۔

واقام دارالعلوم سفیر ملک بابت عزم عوام ۱۳۶۴ھ

● دوسری وجہ یہاں شامل کے ایہ حضرت علامہ امداد اللہ خرقہ مبارک امداد اللہ خرقہ مبارک سے بھی ان کی خور ہوا تھا، طریقہ صلح پر پشتی کی اشاعت آپ کی وجہ سے ہوئی جو حضرت تعالیٰ آج تک قائم اور جاری ہے۔

● تیسری وجہ، حضرت مرزا قاسم اللہ کی لونی کی تعدد عیسائیت کے سلسلے میں ترکی میں تعدد ملت بلکہ ترکی کی حکومت کے ان عزت و احترام دارالعلوم دیوبند کے علمی دینی اور معاہدہ حالات کا قوی تیر اور یہ تھا۔

ان وجوہ کے علاوہ ترکی سے اسلحہ اور دوسری ضروریات جنگ کا ماحول کرنا آسان تھا کہ دوسرے ممالک تو خود پیدہ دست دیا کرتے مگر ایسے خطرناک وقت میں کسی بڑی حکومت سے رابطہ قائم کرنا اور اس کو مدد پر آمادہ کرنے کے لیے ایک شکم بادل خاجان نظر واصل کی ضرورت تھی اور صرف حسین احمد علی بہوکتا تھا اس لیے حضرت شیخ الہند کے سفر پر از اختیار فرمایا، جیسا کہ حضرت مدنی نے فرمایا۔

تیسرے حضرت مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تو تاریخ سلاطین مانیہ خصوصاً شاہنشاہان ہندوستان کے واقعات و انتظامات و نہایت زیادہ پڑھ کر لکھتے تھے۔ ہندوستان کی اقتصادی اہمیت، سیاسی تبدیلی، حضرت قلیلی، انگلستان، جنگ و مصیبت و غیرہ موضوعات پر اس کو غور تھا کہ بیٹے سے مرزا ڈاکٹر اور کانگریس پر قیصران ملک نہیں پہنچ سکتے تھے، انہما پر تھی اور واقعات عالم پر اطلاع کا بہت شوق تھا، یہ حال ان کو انگریزی حکومت اور ہندوستان کے نئے نئے واقعات سے بے خبر کیا کہ اپنی جان کو تحویل دے کر انگریزی استبداد اور مظالم کا مقابلہ کیا جائے اور اس کو جس سے اکھاڑ دینے کی ہوس تھی جدوجہد عمل میں لائے جائے اور کسی قسم کے غصے سے بچنے کے لیے کوہا ڈوی جائے، اگرچہ ان مباحث کی تفصیل بہت وسیع ہے جس کو ہم انشا اللہ مستقبل آئین میں دیکھ سکیں گے۔

حضرت شیخ الہند کا یہ سفر ایک عظیم انقلابی منصوبہ کی تکمیل کے لیے تھا جس کے لیے ترکی حکومت کا تعاون ضروری تھا، مگر فکر برابری سے جمہوریوں اور مسلمانوں نے اس مخالفت ہی کو تسلیم کر دیا جس کے لیے ترکوں پر کفر کا فتویٰ ہندوستان کے بعض علماء سے حاصل کیا گیا اور اس کی تصویر کے لیے حضرت شیخ الہند کو استعمال کرنا پڑا، حضرت مدنی فرماتے ہیں کہ حضرت رحمت اللہ علیہ نے نہ صرف انکار کیا بلکہ جسے جمع میں بھیجا کر کھنے والوں کو بہت بوسے الفاظ کہہ کر (نقل حیات ج ۲ ص ۱۲۸)

چنانچہ حضرت شیخ الہند نے اپنا اس دورہ میں ہندوستان کے بعض مجاہد علماء کو رام اور خیر مسلم انقلابیوں کو بھی شریک فرمایا کہ ان کو مانا فرمایا، حضرت مدنی نے تحریر فرمایا۔

حضرت شیخ الہند نے ایک مستقل مکان اپنے مکان کے قریب لکڑی کے گھر کا تھا جس کو کوشی کے نام سے مشہور کیا جاتا، اس میں حضرت کے خیر مسلم جمہور جمیل دوست اور فقائے انقلاب مشہور کرتے تھے، ان کو نہایت داندلی کے ساتھ تمام خاص مشورے تھے اور ان کے کمالے پنپنے کے انتظامات کرتے رہتے تھے، اکثر

جس کے بانی پروفیسر ہکتا لٹھ تھے باری کیا تھا ایک سربراہ جین سے بھی نکالاجاتا تھا اس کا نام اگلیتھیوں تھا۔
 جین میں غنڈہ پلٹنے کے زیر اثر تھا ایک جین قائم کی گئی تھی جس نے وہاں سے انقلاب نامی اخبار جاری کیا۔ اسی
 طرح واٹنگٹن سے بھی دو اخبار نکالے گئے جس کے نام تھے "اور انقلاب" تھے۔

اسی سال ۱۹۴۷ء فروری ۱۹۴۷ء کو لکھنؤ میں تحریک دیا تھا کہ اس دن علی گڑھ ریاست شریعہ کو چھوڑنے کی گئی تھی
 کی وجہ سے حکومت ہند بہت چوکس تھی اور یہاں تک کہ کھیالی ملکی یعنی چٹانگہ تحریک کے بڑے بڑے لیڈر مل کر
 جو ملک سے باہر گئے تھے وہی حکومت کو سائل سے گرفتار کر لیا گیا ان میں کئی لیڈر مل کو تین ہند کی سخت
 سزا میں دی گئیں اور انہیں پھر وہ ملک کے جزیرہ مان میں محبوس کر دیا گیا جہاں سے وہ لیڈر عرصہ تک سخت سزایں
 کٹتے کے بعد رہا ہوئے۔

دارالمصروفیہ اور مذکورہ اصرار کے علاوہ قبائل و طبرہ میں باقاعدہ انقلابی کارروائی ہوتی تھی جس
 کی تکمیل کا یہ موقع نہیں، اگرچہ یہ ساری کارروائی راز میں رکھنے کی کوشش کی گئی مگر حکومت کو مطلع کر دیا گیا کہ اگر
 شیخ الہند کو اسی طرح آزاد چھوڑا گیا تو بہت جلد حکومت کے خلاف ایسا انقلاب آجائے گا جو بڑا خطرناک ہوگا۔
 چنانچہ حضرت شیخ الہند نے تحریک کو باقاعدہ روکنے اور ایجاب بنانے کے لیے جتن چلانے کا فیصلہ فرمایا تاکہ
 ترکی حکومت کو وساطت سے تحریک کو آگے بڑھانا یا جاسکے۔ حضرت مدنی خود اذہ مرقند نے آپ کے سفر چلار
 کی اجمالی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے۔

حضرت شیخ الہند کا سفر بھارت

حضرت شیخ الہند کے پاس برابر کیفیتاں جہاد کی عمریں آتی رہتی تھیں لہذا
 انہوں نے انہوں میں کارکنان کی مرکز کھلیا مگر انہوں نے اس کا کام نہ لیا اور وہاں کارکنوں کے تہہ
 جانے کی وجہ سے سخت مہم جوئی سمجھ گھڑیوں کا انعقاد ہو گیا اور جہاد و حیرت باری نہیں رہ سکتا، پھر اذہ
 جہاد سے پاس جہاد آکر ان کی گئی نہیں ہے اس لئے اذہ کے بغیر ہم بالکل بے دست و پا ہیں، ساتھ کی کوئی
 ہوئی رہیوں کے نظم ہو جانے پر مجاہد کو اپنے کاؤں جانا پڑے گا، اس لئے اذہ کو جو جاتا ہے اور کاد تو میں تمہیں
 جانے پر مجاہد بے اختیار ہو جائے گا، اگر کاد تو اس اذہ سے کافی تھوڑی سی تہہ تو تریوں، بعضی گنوں کو انہوں نے
 کا ہم خبری متاثر کر سکتے ہیں، آپ جلد از جلد کسی حکومت کو ہماری پشت پناہی اور اذہ کے لیے تیار کیجئے۔ چنانچہ
 اس امر کی بنا پر حضرت شیخ الہند کا ارادہ بدلا اور مولانا جیلان شاہ صاحب کو کابل اور خود کو استنبول پہنچانا ضروری

لے (معدنی جلد ۱، ص ۱۰۷) اور پروفیسر کرم جیلان شاہ صاحب

کہ کوششیں نہ کیں اور حضرت شیخ الحدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کے آگے ۶ ماہ تک طرہ ہو کر مکتوبہ لکھی گئی
(مقتضی حیات ۳۳ ص ۲۱۲-۲۱۳)

مگر کوششیں نہ کی گئیں اور حضرت شیخ الحدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کے آگے ۶ ماہ تک طرہ ہو کر مکتوبہ لکھی گئی
۷۰۳ قلم سے ملاقات کے لیے ان کو اپنے وطن کی اجازت بھائی، آخر میں سلطنت عثمانیہ کے گورنر ہماز قلم پاشا سے
ملاقات کی اور ان کو اپنے کام آفرشہ اور ترکیک کہا، اجازت بھائی کہ میں ترک جاؤں اور خود پاشا سے عطا
کیا جاتا ہے، آپ نے اس سلسلے میں ضروری سہولتیں اور اجازت دینا پائی، قلم پاشا کے مسئلہ کے
میرے پہلو پر کر کے اور مکمل طور پر تہاؤں خیال کر کے عرض کی کہ ہم ہر طرح سے ترکیک کو نقد لکھی تھیں
بہم پہنچا کر کے اس نے ایک غصہ دینے والا لکھنے کے گورنر ہماز قلم پاشا کو لکھا کہ حضرت شیخ الحدیث کا یہ صاحب
کے ساتھ استقبال کیا جائے اور غصہ دینے والی چیزوں کے ان کو ترک کر دیا گیا ہلے، اور اس کے بعد ترک کے لکھنے
اور پاشا کو لکھا جس میں حضرت کا مکمل تعارف لکھا گیا کہ ہم نے کہا کہ ترکیک کو یہ ہی ناہیہ اور حدیثی ضروری ہے جس کے
۷۰۳ قلم پاشا نے حضرت شیخ سے کئی ملاقاتیں کیں اور ہندوستان کی ہنگام آزادی کا پورا نقطہ بھائی اس
نکتہ پر زور دیا کہ تمام ہندوستان کو ہی جیسے ابھریں آزادی کا لہر لگنا چاہیے اور اس کا پورا پورا
کہ ہندوستانی علم ہیڈ این برطانیہ اور سامراجی طاقتوں کے فریب میں مبتلا ہو کر ڈراموں اور شیشوں میں
قسم کی ناقص خود اختیار ہی پر سماعت نہیں، آپ تک کے غصہ کو ہم کو یہ یاد رکھنے کی کوشش کریں
بہم باہر سے ہم کو مدد کریں گے۔

مگر مگر مسک اس ہم سے فارغ ہو کر حضرت شیخ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، یہاں آپ کے ساتھ صوفی
وہ لکھا، ہر کاب تھے جسے ان کے کام میں کام لینا تھا، باقی حضرت کو آپ نے مختلف لوگوں کے لیے
ہزاروں تعلیمات دے کر وہیں ہندوستان کے لیے جان کر دیا، حضرت شیخ نے آپ کے اپنے علم و
دوران فرزند حضرت شیخ سلیمان آغا کے مکان پر قیام فرمایا اور یہی فرصت میں حضرت کو تنہائی میں طلب
لوا کر ترکیک کی پورے تصدیق سے مطلع کیا، اس آفری بیعت کی تحصیل میں حضرت مدنیؒ کے علم سے
طاقتور کی ضروری ہے۔

۷۰۳ میں اس وقت تک کہ علم آزادی ہند میں ترکیک جو اتحاد حضرت شیخ الحدیث رضی اللہ عنہما
مگر یہوں سے واقفیت رکھتا تھا، مدنیؒ نے اپنے آپ کے بعد حضرت شیخ الحدیث سے ایک

کی گائی تہا رتھر مگر انہوں نے سواری سے انکار کر دیا کہ ہم سرکارِ دو عالم رضی اللہ علیہ وسلم کے خیر میں اور عاموں کی طرح دہار میں ماضی رہیں گے۔ پھر پھر پیشکش سے زہم پاک تک دست بستہ نگاہ رو برو با اوبہ با ملاحظہ ماضی ہوئے۔ جماعتِ حضرت مدنی قدس اللہ سرہ نے راستے ہی میں اپنی تحریر پیش کی جس میں حضرت شیخ الحدیث سے تہائی میں خصوصی ملاقات کا وقت مانگا گیا تھا، مقامی افسران بالا پہنچے ہی سے تائید و موافقت میں تھے پھر آپ اسی دن مغرب کے بعد حضرت شیخ اور مولانا غنیل احمد صاحب نے ان حضرات سے ملاقات کی اور پوری تفصیل و شرح کے ساتھ اپنی تحریر ایک اس کے مقاصد اور لائحہ عمل ان کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے ہر قسم کی اعانت، امداد اور تائید کا وعدہ کیا اور ایک وفد ہندوستانی عوام کے نام اور دوسرا ترکی افسران کے نام حضرت کے سپرد کیا۔

ہندوستانی عوام کے نام خط میں تمام ہندوستانی عوام کو جدوجہد آزادی پر بہار باد دی گئی تھی اور یہ وعدہ تھا کہ ترکی حکومت ہر طرح ہندوستان کی آزادی کے مشن میں ان کے ساتھ ہے اور جس وقت کسی مدد کی ضرورت ہوگی تھی الاکان حاضر ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ تاکید بھی تھی کہ آزادی کے مطالبہ کے لیے پوری ہندوستانی قوم کو متحد ہو کر صحت آراء ہو جانا چاہیے، اور ترکی افسران کے نام خط میں یہ ہدایت تھی کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ پر مکمل اعتماد کیا جائے اور ان کو ہر قسم کی سہولت دی جائے۔ حضرت نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ ہم لوگوں کا افغانستان اور پاکستان پہنچانا بہت ضروری ہے اس کے لیے انتظامات کر دیئے جائیں مگر ان حضرات نے فرمایا کہ روس نے ایران اور افغانستان کے درمیان قبضہ کر لیا ہے اس لیے اس وقت افغانستان جانا مشکل ہے۔

ریشمی رومال کی تحریر

یہ وہی خط اور چند دست و ثنائی ہیں جو "ریشمی رومال" کے نام سے مشہور ہیں اور بڑا ڈیرا آفس لندن کے محفوظ ریکارڈ میں انتہائی تحفیہ کے عنوان سے محفوظ ہیں۔ باوجود کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے طلبہ سے منکر مکتوبہ واپس آنے کی تیاری فرما رہے تھے اور اُدھر ان خطوط اور ضروری تحریریں دل کو تھر تھک کے مرکزِ پاکستان پہنچانے کی تیاری فرما رہے تھے تاکہ مجاہدین اطمینانِ قلب کے ساتھ اپنا کام جاری رکھ سکیں۔ ان تحریرات کے ارسال کرنے اور پھر اس راز کے افشاء ہو جانے کا مختصر حال حضرت مدنی کے

بزرگان کا نام ہو گئیں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مدنی نے فرمایا :-

یہ تحریکات اور وثائق بہت زیادہ کارآمد ہوتے اور حکومت ترکی اور اس کے حلقہ
 بعدی طرف سے جو کہتے مگر قدرت سے انہیں ہی پلٹ دیا اور ترکی کی فتح مندی اور کامیابی کے
 بعد جب اس کا گریزوں کا طیف ہو گیا اور مشرورسن کے یہ فریب نکات سامنے آئے
 تو یہ ایک حالت بدل گئی اور اس کی فتح آج کی شکست بن گئی اور یہ کہ یہ شمار میں وہ
 لاتعداد تیار جب اتحادیوں اور گریزوں اور فرانس وغیرہ کی مدد پر گئے اور وہ فرانس
 نے خود اور نیابت کے انگریزوں کی حمایت میں ترکوں اور ان کی قوت کو ہر قسم کا
 نقصان پہنچایا عربوں اور ترکوں میں انتہائی نفرت پیدا کی تا آنکہ سوریا، فلسطین، عراق
 وغیرہ میں عرب کے تمام ترکوں کو قتل و غارت کرتے تھے اور عرب سپاہی ترکی فوج
 بدل گئے تھے اور بدو و بدو سے جانی چرانے لگے تو یہی طہ پر ہر جگہ ناکامی ہی ناکامی سامنے
 آئی اور جو کچھ نہ ہونا چاہئے تھا وہ واقع ہو گیا تفصیلات بیان کرنے کی ضرورت نہیں
 خدا کا حکم ہے جس کو چاہتا ہے دینا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے“
 (مقتل حیات ج ۲ ص ۱۲۷)

نوٹ ۱۔ تحریک کشمیری، رومال پر برہمنی کی فداوت خلد ج کے ایک مباحثہ ڈپٹی سیکرٹری اور برہمنی یونیورسٹی
 میں سیاسیات کے استاد پروفیسر اطف غزل ایک تحقیقی کتاب بنام برہمن پٹان مرتب کر رہے ہیں
 جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ یہ پٹان دراصل شیخ الہند مولانا محمود حسن کے فن کی ایجاد تھی
 اگر یہ پٹان کامیاب ہو جاتا تو نہ سلطنت عثمانیہ ختم ہوتی اور نہ ہندوستان مندر غلام رہتا
 بلکہ سارے ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت ہوتی۔ **وَبِئْسَ الْاٰیٰتُ الرَّاسُخِیْنَ** (پارا ۱)

نوٹ ۲۔ سونہ عرضداشت جمعیتہ عربیہ اللہ اولیٰ لقتل فرما
 غالب پاشا کو اور جہاز لنگہ صفعہ پر ملاحظہ فرمائیں (مؤلف)

(فت) حضرت مدنی نے جو رسالت غالب ان کے پیشے کے اہل کتب ہاں سے جو فراموش
 ۱۲۹ کیا اسے اہل کتب کہ خدمت میں پیشہ کیا جاتا ہے۔ (مؤلف)۔

نمونہ عرضداشت جمعیت حزب اللہ

جو پاکستان کے مہاجرین و انصار حزب اللہ پر مشتمل اور حضرت مولانا سلطان العلماء کی زیر سرپرستی و سرپرست قائم ہے

نمبر

۱۳۳۱ھ آ لاق حوت اللہ ہم انفلتون
 بتوسط خدمت اہل ایمان ممالی اسلام سلطان العلماء مہاجرین، سبیل اللہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدظلہ العالی و حزب اللہ کے ذریعہ ہم
 بلا حثرت و کفایت مسلمانوں کو از سر نو قائم کرنے کی خاطر مولانا سلطان العلماء کے مدظلہ العالی سے درخواست کی ہے۔

بعد اواب تسلیمات مسلمانوں و فوجیانہ خدمت عالمی مشہور ذیل معروضات پیش ہیں۔

(۱) ہم خدام اسلام حضرت سلطان العلماء حضرت مولانا محمود حسن صاحب کی زیر سرپرستی جمعیہ کے لئے ہیں ہم نے
 اپنا نام حزب اللہ رکھا ہے اور اس کی قیادت مولانا صاحب العالی نے کی ہے۔

(۲) ہندوستان اور افغانستان کی حدود کے درمیان ایک وسیع علاقہ جو وزیرستان سے الائی کشمیر تک پھیلا
 ہوا ہے جو آزاد علاقہ ہے، یہاں اور غیر متجانسی الخیزب اتفاقوں کا کسی ہے ان جبری اہل غنڈہ
 یہاں دن سے دن لڑائی سے اپنے علاقہ کو حکومت انگریز کے تسلط سے آزاد رکھنا ہے ہم نے ۱۳۳۱ھ
 سے جہاد سے الائی تک کے علاقہ میں اپنی جدوجہد کے مرکز قائم کر کے ہیں۔

(۳) پچھری در بدر خلافت سے انگریزوں کے مقابلہ میں جنگ کا اعلان ہوا، جمعیہ حزب اللہ کے پورے ملک حضرت
 سلطان العلماء کے ایما پر انگریزی حکومت سے ہجرت کر کے اس آزاد علاقہ میں پہنچے اور یہاں کے
 لوگوں کی انگریزوں کے خلاف ہجرت کا کام شروع کر دیا۔

برطانوی حکومت کی طرف سے جو رپورٹ گذشتہ چھ سو سال کے گزشتہ میں شائع ہوئی ہے

اس میں بتلایا اس جدوجہد کا اقرار موجود ہے۔ چندا اور افغانستان کی ترکیب میں بھی ہم نے پوری کوشش
 کی ہے اور کتنے رازوں کے باوجود اب تک اس میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

(۴) ہم خدام اسلام میں انگریزوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے اور خاص طور پر جنگ کے خاتمہ کے بعد

اس لیے بعد آداب عرض گزار ہیں کہ۔

والف) صلح عمومی اور مختلف حکومتوں کے درمیان معاہدے کے وقت مذکورہ علاقہ کی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے طے کر لیا جائے کہ یہ علاقہ سربراہ خلافت کے زیر اثر رہے گا۔

دسب) اس علاقہ کے انتظام اور اصلاح کے لیے وہ پار خلافت سے افسر بھیجے جائیں، اور
 رنج) اگر موجودہ جنگ کے دوران ہی کچھ افسر، تھوڑی فوج، سلعائی جنگ اور صلحانہ خوراک کے ساتھ یہاں بھیج دیئے جائیں تو یہاں سے لاکھوں جنگ آزمودہ غازی تاج خواہ اپنی خدمت پیش کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے اور یہ اقلیم افغانستان کو سرگرم کرنے میں بھی معاون ثابت ہوگا انشاء اللہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہاں خلافت کی بنیاد سے زیادہ خدمت کی توفیق و استطاعت بخشے۔ آمین ثم آمین
 مؤرخہ ماہ جنوری الحکم ۱۳۳۵ھ تقریباً مطابق ۱۹۱۵ء

نوٹ ۱۔ غالب پاشا گورنر حجاز شریف کا فرمان، جس میں جنگ میں شریک ہونے والوں کی مخالفت کا وعدہ کیا گیا ہے اور جو ہم تک مولوی ابوالکلام انصاری ابوالبرہنی کے ذریعہ پہنچا ہے اسے عرضداشت کے پیش کرنے کا محرک بنا ہے۔ نقطہ

مہر صاحبہ بی صاحبہ ترغزنی مہاجر غازی فی سہیل اللہ جمعیتہ حزب اللہ

مہر غازی محبت جناب علی صاحبہ بابرہ صدر انصار جمعیتہ حزب اللہ

مہر مولوی فضل ربی مہاجرکن جمعیتہ حزب اللہ

مہر مولوی عبدعزیز صاحبہ کن جمعیتہ حزب اللہ

ضروری نوٹ اس عرضداشت میں جنہی المذہب کا ذکر بھی ہے، یاد رہے کہ محرک آزادی کے سب قادیان حنفی مسلک کے پیروکار تھے اور خود خلیفۃ المسلمین ترک حنفی ہوتا

تھا، خلافت ہی تمام اسلامی حکموں میں مقبوط رہنے تھا، الاسب تکمیل میں حنفی بطور قانون نافذ تھا، خلافت کے ماتم سے خلیفہ بھی قائم لڑی گئی، اگر آبادی روم نے اپنے کلام میں اس کو قبول کیا تو کیا ہے۔

جنگوں سے نماز اور وظیفہ رخصت کا بیج سے امام ابوحنیفہ رخصت

صاحبہ سنی اہل قیامت کی خبر قسطنطنیہ سے ہیں خلیفہ رخصت

نقل فرمان غالب پاشا

(گورنر حجاز شریف)

قائم مقام (نمائندہ) اعلیٰ حضرت خلیفۃ رسول رب العالمین امیر المؤمنین امام اقبال

یہ بات کسی پر معنی نہیں ہے کہ جنگ عمومی گذشتہ ایک سال سے ترکی کی اسلامی حکومت کا رخ کیے ہوئے ہے۔ روس، فرانس اور انگریزوں نے رومناں مسلم ممالک عثمانیہ پر بڑی بوجھری حملے کر رہے ہیں، اس صورت حال کے پیش نظر حضرت امیر المؤمنین و خلیفۃ المسیح نے محض اللہ کی نصرت اور قائم الامام علیہ السلام کی توفیق سے کئی دفعہ فوجوں کو روانہ کیا ہے جو اب میں ایشیا، یورپ اور افریقہ کے مسلمانوں نے لٹیک کہا ہے اور ہر قسم کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر میدان جنگ میں کود پڑے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ ترکی فوج اور مجاہدین کی تعداد دشمنان اسلام کی تعداد سے بڑھ گئی ہے اور انہوں نے دشمنوں کی قوت کو مادی اور اخلاقی طور پر کمزور کر دیا ہے۔

چنانچہ روسیوں کی فوج کا ایک بڑا حصہ قفقاز میں تباہ کر دیا گیا ہے اور ایک لاکھ برطانوی اور فرانسیسی فوج اور ان کے جنگی جہاز و درہ و دنیاں اور دوسرے مقامات پر برباد کر دیئے گئے ہیں۔ ترکوں، جرمنوں اور امریکائیوں نے مشرق میں روسیوں کو اور مغرب میں فرانسیسیوں اور بلجیجیوں کو پیچھے دھکیل دیا ہے ایک تہائی روسی اور فرانسیسی علاقے اور سارے بحیرہ اور لاکھوں رینگھوں، بندرگاہوں اور دوسرے سامان جنگ پر قبضہ کر لیا ہے اور ہزاروں فوجیوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ اب بلقان بھی مرکزی قوتوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ میں شامل ہو گیا ہے اور اس نے سربیا کے علاقہ میں اندر تک تھس کر وہاں کے لوگوں کو شکست فاش دیدی ہے۔ ایسے ہیروانہ تمام میرے سلام کے ساتھ ان مسلمانوں کو پہنچا دیا جائے جو ان حکومتوں کی غلامی میں ہیں کہ وہ اب مکمل طور پر شکست کھا چکے ہیں اور اب بالکل لاپچارہ ہے یا رومداروں اور ان کے یعنی مسلمانوں کے سامنے جس قوت و طاقت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے وہ شخص خیالی ہے۔

مسلمانو! آج تمہاری نجات کا دن ہے ایسے اب اپنی دولت و خزانہ اور اپنی غلامی پر مبنی مقلعہ درجہ

بلاشبہ آزادی کامیابی، فتح و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ اب خواب غفلت سے بیدار ہو اور تمہارے اپنے
 اندر تنظیم و اتحاد پیدا کرو، اپنی صفوں کو درست کرو اور اپنے آپ کو ان پھیزوں سے لیس کر دو تمہارے لیے
 ضروری اور کافی ہوں اور پھر اس ہیلم و جہاں عیسائی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہو جس کی غلامی کا کمزور بوق
 تمہاری گزروں میں پڑا ہوا ہے اس زنجیر غلامی کو اپنے مذہب کی طاقت اور دین کی تیز دھار سے کاٹ ڈالو،
 اس طرح اپنے وجود اور انسانی آزادی کے حقوق کو حاصل کرو۔ ہم انٹار انٹرنیشنل کمیٹی کے نفع اور کامیابی کے
 بعد معاہدے کریں گے تو تمہارے حقوق کی پوری طرح حفاظت و مدافعت کریں گے۔

اس لیے اب ہلری کرو اور تختہ عزم و ارادہ کے ساتھ دشمن کا گلا گھونٹ کر ایسے وقت کے گزریں پھینچو
 اور اس سے نفرت و دشمنی کا مظاہرہ کرو، ہم تمہاری طرف بھروسہ اور اعتماد کی نظر سے دیکھتے ہیں اس لیے یہ
 اچھا موقع تھا جس سے نہ جانے دو بدول نہ ہو اور خداوند بزرگ و بڑے سے دلی مبارکباد پوری ہونے کی امید رکھو۔

تہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ نے دہلی و ہندوستان کے مذہب میں
 تھے، ہمارے پاس آئے اور ہم سے مشورہ طلب کیا۔ ہم اس بارہ میں ان سے مشفق ہیں اور ان کو ضروری ہدایات
 دے دیں ان پر اعتماد کرو، اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو روپیہ سے آدیوں سے اور جس چیز کی انہیں
 ضرورت ہو اس چیز سے ان کی مدد کرو۔

دستخط غالب (پاشا)
 والی حجاز

مسافروں (۲) اس میں قوم ترک کی مٹانا کئی گئی ہے جو دست نہیں (۳) اس کئی کو بنیاد بنا کر مٹانا
 حمد محمد خان کا منت سے آدو بنا کر گیا ہے ملا کر یہ بھی غلط ہے (۴) اس میں خلافت سلاطین کی ختمی
 کا انکار کیا گیا ہے ملا کر یہ لہر نہایت نسو میں شرم ہے (۵) اس میں اس انتخاب اور حرکت کو شمس و کلا
 گیا ہے اور یہ کئی شرفا نہایت طبع واقع ہوا ہے۔

اس کے بعد شہنشاہ نے جہ گویا اور وہاں آگے چلنے کے ساتھ کرنل دس سے مشورہ کے بعد یہ حکم دیا کہ
 حالت مولا کا وہاں سے جملہ ہزاروں کو زیر حاکمیت جہ و بجایا جائے سیدائین ماسم صاحب کپا کہ
 تباری گورنمنٹ میں کی گئی راپا ہوا کہ وہاں رہے، اس پر مولانا عزیز گل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔
 "ہم یہاں کسی لاکر کی حکومت کو نہیں بھانتے، ہم حرم خداوندی میں امانت ہے ہونے
 اس آرزو ہونے ہم کو یہاں سے نکالنے میں تو ہم خوشی سے نہ ہائیں گے جب تک ہم یہ کہ
 ڈنڈے کے ذریعے نہ نکالو۔"

آخر کار شریف بھگتے حکم دیا کہ ان سب کو گرفتار کر لیا جانے، چنانچہ باقی حضرات کو بھی پھانسی دیا
 صرف حضرت مدنی موجود تھے ان کو کشتیوں میں رکھ کر لیا گیا تو اس نے کہا: "تو اگر بڑی حکومت کو تمہارا کہتا
 ہے اب اس کا سزا دیکھو، اور قید خانے میں حضرت مدنی کو بھریا، اس کے بعد مولانا عزیز گل اور حکیم
 نصرت حسین کو اپنے سکونتی مکان میں مقیم کر دیا اور یہ کہا کہ سب تک شیخ ابنتہ میں آئیں گے تم سب
 یہاں ہی رہو گے، ان کے بعد شریفانہ کے خادم حضرت شیخ ابنتہ کی تلاش میں معروف ہو گئے، شریفانہ نے
 حکم دیا کہ آج عشاء تک گر مولا موجود نہ ہوئے تو وہاں ساتھیوں اور مولا سے کئی اور حضرت مدنی کو گرفتار کر
 کر دو اور سطوت کو اس جہاد سے معذور کر دو، جب حضرت شیخ ابنتہ کو یہ اطلاع ملی تو فرمایا کہ میں کسی طرح
 پانچ نہیں کتا کہ میری وجہ سے کسی کو کوئی آندا ہے، چنانچہ آپ آگئے اور چند مسلح سپاہیوں کی حفاظت
 میں ۲۴ صفر ۱۹۱۶ء بروز ۱۹۱۶ء کو آپ جہاد پہنچ گئے۔

دوسرے شریفانہ کی طرف سے حضرت مدنی کو اپنے شیخ سے ہذا کر کے اپنے تریب اور قریب
 سے آگایا گیا تاکہ اس حرکت کا مرکزی نکتہ حرکت سے الگ ہو کر حکومت کے لیے سزا پریشانی کا باعث نہ
 ہو اور حضرت شیخ ابنتہ سے ایسے طعن خاد کو نیک کر کے ان کی بدی اور فتنہ پریشانی میں اضافہ کیا جائے۔
 چنانچہ پہلے تو حضرت مدنی کو تہذیب آمیز اور میں کہا گیا کہ ہم آپ سے کھٹکے، یہ کہ آپ کو لگتا ہے کہ میں کشتی

کے سامنے پیش کیا جس نے آپ سے یہ کہا کہ۔

ہم شریف کی حکومت کو انگریزی کہہ کر دست کیا کرتے ہو اب اس کا مزہ چکھو۔

اور آپ کو جیل بھیج دیا، پھر فوراً آپ کو جیل خانہ سے رہا کر کے ترغیب دیتے ہوئے کہا۔

ہم تمہاری رعایا ہو اس وقت شریف مکہ لے بغاوت کا اعلان نہیں کیا تھا اور یہ متورہ

جاننے کی اجازت ہو سکتی ہے خواہ مخواہ ہندی عالم کے ساتھ جا کر کیوں اپنے آپ کو شرم

مقید بناتے ہو؟

مگر یہ سب باتیں بے اثر ثابت ہوئیں، جب حضرت شیخ الہندؒ ہندوستان کے گئے تو حضرت مدنیؒ

جیل میں ہونے کی وجہ سے جہ خیر تھے، جب ہاہرائے تو فوراً ہندو جاننے کی تیاری کی اور عرب کی سفید چٹری

تیز سواری پر دو روز کا سفر بارہ گھنٹے میں طے کر کے حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں پہنچ گئے اور اب

چار مخلص جان نثار خدام اور ایک آقا اور مولیٰ پانچ مبارک افراد ہو گئے، حضرت شیخ الہندؒ نے ان سب

جان نثاروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

گوورنمنٹ انگریزی نے مجھ کو مرم جھانم تو بے تصور ہوڑ ہائی کی کوشش کرو، مگر

سب نے ہی جواب دیا حضرت! جان چلی جائے گی مگر ایسی حالت میں آپ کی خدمت

سے جدا ہوں گے۔

نکلے جانے دم تیرے قندوں کے نیچے

یہی دل کے حسرت بہہ آرزو ہے

آخر کرنل ولسن کے اس بیان پر کہ شریف یہ کہتا ہے میری قلمرو میں ان کا چھوڑنا میری مرضی کے

مخلاف ہے ان کو صبر چہنا چاہیے۔ اس فیصلہ کے بعد ایک ماہ ہند میں رہ کر روز تہذیباً ۱۲ جنوری

مطابق ۱۸ مارچ ۱۸۵۷ء کو سونے ہندو سے آپ کو سونے ہندوی آگیتھ کے ذریعہ روانہ کر دیا گیا، جوتے دی

۱۹ جنوری کو سونے ہند گئے، دوسرے دن ہندو بدیل تھروڈ کاس کے ڈبے میں ان حضرات کو سولہ گے کے

ہوئے ہندو گوروں کی سنگینوں کے پہرو میں آپ حضرات قاصر ہوئے گئے، نماز عصر پیشین ہی پر تازہ وضو

کر کے باجماعت ادا کی، بعد از نماز عصر آپ کو جینر ہائے گئے، ایک چھوٹے سے کمرے میں جہاں تین

نہشتیں تین انگریزوں کی تھیں ان میں سے دو تو صاف آرزو پوتے تھے، حضرت شیخ الہندؒ کو ایک گڑھا

بشاگردہ جہیز میں سوال و جواب ہوئے۔

سوال :- آپ کو شریف مکہ نے کیوں گرفتار کیا؟

جواب :- مولانا، اس کے مضر پروتھنہ کھنے کی وجہ سے۔

سوال :- آپ نے کیوں دستخط نہیں کیے؟

جواب :- مخالفت شریعت تھا۔

سوال :- آپ کے سامنے مولوی عبدالحق حقانی کافر تھی ہندوستان میں پیش کیا گیا تھا مگر آپ نے اس

کو بھی کیوں رد کر دیا تھا؟

جواب :- وہ مخالفت شریعت تھا۔

سوال :- آپ مولوی حبیب اللہ سندھی کو جانتے ہیں؟

جواب :- اس نے دیوبند میں مجھ سے پڑھا ہے؟

سوال :- اس وقت وہ کہاں ہے؟

جواب :- بے علم نہیں۔

سوال :- سرکاری خط کی حیثیت کیا ہے؟

جواب :- مجھ کو کچھ علم نہیں نہیں نے دیکھا ہے۔

سوال :- حبیب اللہ سندھی نے لکھا ہے کہ آپ اس کی سیاسی سازش میں متلاف برطانوی سرکریٹ

ہیں اور آپ فوجی کانداز ہیں؟

جواب :- وہ اگر لکھتا ہے تو اپنے لکھنے کا وہ خود ذمہ دار ہوگا، بھلا میں اور فوجی کاندازی؟ میری

ہسانی حالت ملاحظہ فرمائیے اور پھر عمر کا اندازہ کیجئے، میں نے تمام عمر مدرسہ کی مدرسہ میں گزار دی ہے، مجھ کو

کنوین ٹریبہ اور فوج کی کمان سے کیا مناسبت؟

سوال :- غالب نامہ کی کیا حقیقت ہے؟

جواب :- غالب نامہ کیسا!

سوال :- غالب پاشا گونڈر حجاز کا خط جس کو محمد میاں نے کرم حجاز سے لیا تھا آپ نے غالب پاشا

سے اس کو حاصل کیا ہے؟

جواب :- کوئی محمد میاں کو نہیں جانتا ہوں وہ میرا رفیق سفر تھا، مدینہ منورہ سے مجھ سے جدا ہوا تھا وہاں سے لوٹنے کے بعد اس کو جتوہ اور مکر میں تقریباً ایک ماہ ٹھہرنا پڑا تھا، غالب پاشا کا وہ خط کہاں ہے جس کو آپ میری طرف نسبت کرتے ہیں؟

سوال :- آپ نے انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات کی ہے؟

جواب :- بے شک! جب وہ مدینہ منورہ ایک دن کے لیے آئے تھے تو صبح کے وقت انہوں نے مسجد نبوی میں خطاب کا مجمع کیا، مجھ کو بھی حسین احمد اور وہاں کے متعلق اس مجمع عام میں لے گئے اور اس مجمع میں ان دونوں ذریعوں سے معارف کرایا مگر عام میں سے صرف مولانا حسین احمد نے تقریر کی۔

سوال :- ان کا خطاب میں لکھا ہے کہ آپ سلطان ترکی اور ایران اور افغانستان میں اتحاد کرا تا چاہتے ہیں اور پھر ایک اجتماعی جلسہ ہندوستان پر کرا کے ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور انگریزوں کو ہندوستان سے نکلانا چاہتے ہیں؟

جواب :- یہ ساری باتیں غلط ہیں۔

سوال :- شریعت مجھ کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب :- وہ باغی ہے۔

اس قدر تفصیل سے سوالات کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ کی گرفتاری صرف اس وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ حسب خبر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ :-

”جیزہ کے سیاسی جیل میں بیان لینے والا شخص انگریز تھا اور وہ نہایت سلیس اور صاف بولتا تھا، اس کے پاس بڑی بڑی خیمہ کتاہیں اور قافلے تھے جن میں سی آئی ڈی کے بیانات اور پورٹریں مندرج تھیں۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ ہماری گرفتاری فقط شریعت کے مضہد و متعلقہ کرنے اور شریعت کی شکایت کی وجہ سے ہوئی ہے، مگر بعد میں بیانات چلتے اور سوالات کرتے اور بار بار اس کے الٹ کتاہوں کے دیکھنے اور پوچھنے سے ظاہر ہوا کہ یہ گرفتاری تحریک آزادی کی اُن جملہ کاروائیوں کی بناء پر ہوئی ہے جو کراختیاں کابل، قریٹر، اہل ہند وغیرہ میں مدتوں سے ہوتی رہی ہیں اور جن کی خبری لہروں اور بیانیوں دونوں نے کی ہے، بہت سی ایسی باتیں بھی پوچھی گئی ہیں جن کے متعلق یقین تھا کہ کسی کو

لے مسجد نبوی میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریر کا موضوع تھا۔ دفتریک شیخ احمد صاحب

اطلاع نہیں ہے (مقتل حیات ۲ ج ۲۳۳)

حسب بیان حضرت مدنی نور اللہ قادرا روٹ کشور نے اپنی روٹ کٹی رہت کے بعد اسے
میں نکھلے کر۔

۱۹۱۲ء میں مدنی خلوہ کا اکتشاف ہوا اور حکومت کو اس سادھن کو پلا،

۱۰ لوگ تھیں تھا جو ہندوستان میں اس خیال سے تھوڑے کیا گیا تھا کہ ایک طرف نیکو

مردمت پکڑنے پیدا کرے اور دوسری طرف ہندو مسلمانوں کی طور میں سے تفریق

دیکھ کر برطانوی راج ختم کر دیا جائے (مقتل حیات ۲ ج ۲۳۳)

ان سوالات اور جوابات کے بعد حضرت شیخ الہند کو ایسی کوششوں میں بند کر دیا گیا جس کے بارے میں

خوشی ہے کہ اس میں پھانسی کی سزا لگانے کو بند کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ہی سوس توڑا کہ ان سب شرکاء کو

سزائے موت دی جائے گی۔ جلات کے دن مورخہ ۱۸ جون ۱۹۱۲ء کو حضرت شیخ الہند کو کوششوں میں بند کر دیا

گیا اور سب دن بروز جمعہ صبح ۱۱ بجے کو کھڑی پا کر سزا دی گئی پھر وجہ احمدیوں کو قتل کرنے اور

علم نصرت عیسوی سے بیان کے سب کو حضرت شیخ الہند والی کوششوں میں بند کر دیا گیا، سات اشخاص نڈا

کرنے نہ پیدا کی اور وہی نہایت سخت گدھے، ۱۰ فروری ۱۹۱۲ء کو ان سب حضرات کو گولیاں مار

کی مخالفت میں مالٹک کے لیے قمبرہ ریلوے اسٹیشن پہنچایا گیا اور وہاں سے بلدیہ ریل پر حضرت کو نکھلتے

گئے جہاں سے ۱۱ فروری کی شام کو ایک بڑی جہاز کے طور پر ٹرک کے آگے بڑھی جہاز کو تھامنے

کے لیے ساتھ تھا، جہاز ۱۱ فروری ۱۹۱۲ء کو فٹنگنگ نڈا ہوا اور یہ حضرات اپنے گدھے و گھوڑوں کو پہل

روٹ کے گئے راستہ میں ہسانی لاکے اور گدھوں میں حضرات کو دیکھ کر خوشیاں مناتے اور مذاق ڈالتے

تھے حضرت مدنی لڑتے رہا لکے حضرت حاجی اظہار اللہ نور اللہ قادرا کا یہ شعر یاد آتا ہے

سواک کہیں لقت نہ آتا تھائے کوئی ترنگن نہ آتا

اور یہ حضرات بڑا ہی حال بیل بھی کہہ رہے تھے۔

مجموع عشق تھاکے کشندہ فراق است تندرہ و سرہا اکھب تماطلتے است

آزاد سب کو ہمیں ناد میں پہنچا دیا گیا جو ایک تھوڑا سا صدقہ سنا جس میں پہلے سے تقریباً تین

ملاکت ملک کے جی تیری اسہو تھا،

جزیرہ مالٹا اور اسارت خانہ مالٹا کا تعارف

از محفو ظریکار ڈاٹڈ یا افس لندن

اہل ہندوستان کے لیے مالٹا ایک ایسا غیر مانوس مقام اور گنہگار شہر تھا کہ ہزار ہا اہل ہند سے بھی اس کا نام بھی دہرا تھا، خدا تعالیٰ کے عجائبات قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جزیرہ کے لیے دنیا کے دارالافتاح میں بھیجا تھا جیسا کہ حدیث میں لفظ نبیاً سے لفظ نبیاً سے مراد لیا گیا ہے، ایسے ہی ترقی و دعوت کے لیے حضرت مولانا کو نظر بند کر کے وہاں پہنچایا گیا، اور اسیر مالٹا کے فرط اعتقاد کی وجہ سے پھر شخص کی زبان پر مالٹا کا نام آسے لگا۔

مالٹا ایک مختصر جزیرہ اور پہاڑوں کی بڑے گاہ ہے، عرصہ دراز تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا ہے اب دوسری غیر اسلامی سلطنتوں کے تصرف میں رہنے کے بعد گورنمنٹ انگریزی کے قبوضات میں شمار ہوتا ہے، تمام جزیرہ مالٹا کے نام سے مشہور ہے جس میں نہایت سے شہر اور قبیلے اور دیہات ہیں، سب بڑا شہر اور جزیرہ کا دار الحکومت تھا اولیٰ اللہ ہے، خاص شہر مالٹا میں سے نہایت قریب اور جہازوں کی بندرگاہ اور نہایت خوبصورت مقام ہے شہر کے اطراف میں بجزہ زار اور آپ روں کے چشے اور عمدہ تفریح گاہیں موجود ہیں، شہر نہایت آباد ہے اور بہت قابل دیدنی جگہاں پر مشتمل ہے اور عام طور سے نہایت معنائی اور دلچسپ نظر آتی ہے ایک طرف سے رہاں مالٹا ہے اور بڑے گاہ پر جہازوں کے ٹکراؤ ہونے اور ایوان تجارت آگے اور پارکس کے لیے گودی بنی ہوئی ہے۔

یہاں ایک نہایت وسیع قلعہ ہے جو قدیم زمانہ میں پہاڑ کو دیکر بنایا گیا تھا جس کی دیواریں اور خندقیں نہایت مضبوط و مستحکم ہیں اور علاوہ ایک وسیع میدان کے بہت سی پر شکست اور آواز دہ غلامتیں بھی اس میں بنی ہوئی ہیں۔ یہ علو حقیقت میں فوج اور انسروں کے رہنے کے لیے بنایا گیا تھا اور جن کی ضرورتیں بھی اس میں ملحوظ نہیں، بڑی مقدار میں ہاروں اور انسروں کی یہاں بھی بچی بچی رہاں ہنگ میں جبکہ خطرناک ماسروں کے لیے زیادہ محفوظ مقام کی ضرورت ہوتی تو گورنمنٹ برطانیہ نے اس خاص مقام کو معزز و درجہ کے امیران جنگ اور سیاسی نظریوں کے لیے نہایت مناسب

ایران بالٹا کا تعارف

(مختصر ریکارڈ انڈیا انسٹیٹیوٹ لندن)

امیر قافلہ طلبہ داران جہاد حریت حضرت شیخ الہند کے متعلق
 ① ۱۲۷۔ محمود الحسن مولانا، حضرت مولانا بھی کہا جاتا ہے۔ مدنی خطوط کے مکتوب الیہ، مدرسہ اسلامیہ دیوبند
 کے صدر مدرس، تقدس اور پارسی کے لیے مشہور، ان کے فریڈ جن میں سرکردہ مسلمان بھی ہیں ہندوستان ہجر
 میں ہیں۔ جب بعد ازاں کے اثر میں آئے تو ان کے خیالات تبدیل ہوئے، دیوبند میں ان کا مکان اتحاد اسلامی
 کے سڈیشنوں کا گڑھ تھا۔ اسی شخص نے سیف الرحمن، فضل الہی، فضل محمود وغیرہ کو سرحد پار قبائل کو جہاد پر
 بھڑکانے کے واسطے بھیجا، ایس ایس اکبر جہاز کے ذریعہ وہ خود بھی تیرہ مخوف اشخاص کے ساتھ ۱۹۱۲ء میں بلوچستان
 کو ہجرت کر کے عرب روانہ ہو گیا، عرب میں قیام کے دوران انہوں نے پے در پے کوشش کی کہ ہندوستان
 میں جہاد کے لیے حکومت ترکی چھڑایاں حاصل کریں، انہد پاشا، جمال پاشا اور غالب پاشا سے ملاقاتیں کیں اور
 فرمان حاصل کیے جن میں سے ایک فرمان محمد علیا عرف مولوی منصور کے ذریعہ ہندوستان اور آزاد علاقہ کے
 سازشیوں کو دکھانے کے بعد کابل پہنچا یا گیا، ہندوستان میں اتحاد اسلامی کی سازش میں مولانا کی لاہنیا نے
 قائد شخصیت بڑی سرکردہ ہے، جنہو در پانچ کی غیر مست میں وہ جنرل ہیں، ۲۰ ستمبر ۱۹۲۳ء کو پٹنہ میں ان کے
 احکام سے ان کو گرفتار کر لیا گیا اور جڈہ بھیجا گیا جہاں سے انہیں ۱۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو مصر روانہ کر دیا
 گیا۔ (محرک یک شیخ الہند ص ۳۲)

متروری ٹوٹ) اس رپورٹ میں اور بعض دوسری سرسری کتابوں میں حضرت شیخ الہند کا مولانا
 عبید اللہ سندھی یا مولانا ابوالکلام آزاد کے لہلال سے متاثر ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے یہ درست نہیں،
 حضرت شیخ الہند کی تحریک تو حضرت تانزیلی کی اقتدار کردہ تحریک تھی جو دہلا علوم کی پناہ کی اصل غرض تھی۔

② ۱۲۳۱- جزو سائر کی فہرست میں لکھنؤ جزاء ہے، یہ خاندان اصل میں فضل العزیز آباد ٹوپی گا ہے لیکن
 ۱۸۹۹ء کو جتنا جوت کر گیا تھا، مولانا حسین احمد علی دہلوی کے منقح تھے، ہندوستان سے ہانے سے پہلے
 وہ دیوبند میں رہتا تھے، مولانا محمود حسن کا پکا مرید اور جہاد کا پروردگار تھے، مولانا نے ہندوستان سے ہانے پہنچنے
 پہلے وہ قید کے ساتھ جبراً اس کے ہم بھائی نام صدیقی کالاگا ہے ہندوستان آیا تھا اور دیوبند میں مولانا
 محمود حسن کے مکان میں چند ماہ قیام کرنے کے بعد قید کو عدس میں طالب علم کی حیثیت سے چھوڑ کر
 عرب و یثرب ہو گیا تھا، مدینہ میں مولانا محمود حسن اس کے مکان میں ٹھہرے تھے شریف مکہ کے حکم سے
 ۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اس کے گم ہو جانے سے نگر میں گرفتار کیا گیا تھا اور جہد و مجاہد کیا تھا یہاں سے
 اُسے ۱۲ جنوری ۱۹۲۰ء کو معرودانہ کر دیا تھا۔

③ ۱۹۶۶ء - عزیز گل پسر شہید گل کا ذیل شاہد دہلی شمالی مغربی صوبہ میں رہتا ہے، بڑی آتشیں
 مزاحمت کا پسندیدہ اور ہند میں طالب علم تھا اسی وقت سے مولانا محمود حسن کا پکا مرید ہو گیا تھا، بڑا اہم
 سا نٹھی ہے، ہجرت کا زمانہ اٹھارہ چھٹھ ہے ان لوگوں میں سے ایک ہے جنہوں نے جو شہد مولانا کو اس لیے کہا کہ وہ
 جہاد کے لیے کھڑے ہو کر جائیں، وہ دیوبند، مدینہ، حجاز، یثرب اور جہد و یثرب میں تھا، مولانا محمود حسن کے
 ہزارہ عرب گیا تھا، اس کے سفر جہاد سے قبل مولانا محمود حسن نے اس کو آزاد علاقہ میں بھیجا تھا کہ مالی صاحب،
 صحت لائق اور دوسرے نون لوگوں کو مطلع کرنے کے لیے حضرت مولانا کا ایمان بندوستان سے ہجرت کی ہے، نیز
 لڑائی اور جہاد کی تہا میں کا مشاہدہ کر سکے، وہ حضرت مولانا کے ہمراہ اس وقت ہی مشہور تھا کہ ان کے لڑنے پر
 اور مدینہ ہندوستان کو واپس کر دئے گئے، یہ کہا جاتا تھا کہ غریبوں کو مال، جمال، ایشاکے لڑانے
 کے لیے حضرت صاحب ہندوستان آئے گا اور اس فرمان کو اٹھانے سے بنا، ہوگا، لیکن یہ سب کی مستحقات سے
 مستور ہوتا ہے کہ اس کو نگر میں ٹھہرنے تک کے علم سے ڈرا ہو کہ اس کے گم ہو کر فرار کر گیا اور وہ یہاں
 گیا یہاں سے ۱۲ جنوری ۱۹۱۹ء کو اسے معرودانہ کر دیا گیا، جنہو پر پتیر کی فہرست میں مولوی عزیز گل کا نام
 لکے اسے کرنل لکھایا گیا ہے۔

④ ۱۲۱۳- وحید مولوی جید شہدہ واقعات ابجدہ کے بیان میں جو خط لکھا ہے اس میں سے
 نام آیا ہے وحید ایم صادق احمد مرحوم کا لڑکے جو پہلے فیض آباد ٹوپی میں رہتے تھے، ان کا سوا تھا خان
 ۱۸۹۹ء کو عرب ہجرت کر گیا تھا، مولانا حسین احمد علی دہلی رحمت اللہ علیہ اس کے ہمراہ ۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء

سورہ اپنے چچا حسین احمد کے ہمراہ ہندوستان آیا تھا اور آزاد کر کے والہی کے بعد علامہ طالب علم صدر دیوبند میں مشہور راہ مولانا محمود اکن کے ہمراہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں حجاز کو چلا گیا۔

⑤ حکیم نصرت حسین کا ذکر اس ریکارڈ میں نہیں، یہ اگرچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں عملاً شریک نہ تھے مگر حضرت کے اس قدر جان نثار خادم تھے کہ بیچ کے لیے گئے تھے جب حضرت شیخ الہند کو گرفتار کیا گیا تو یہ بھی گرفتار کر لیے گئے، مگر بیرون کی طرف سے مقرر کردہ کسی آئی، ڈیوی کے مسلمانانہ فلسفیانہ سے کہا کہ میں آپ کی سفارش کر کے آزاد کر سکتا ہوں شیخ کا ساتھ چھوڑ دیں، مگر آپ نے انکار کرتے ہوئے حضرت شیخ الہند کی رفاقت کو ہر تکلیف پر ترجیح دی اور ایسا ہالٹا ہو گئے تقدیر خداوندی سے مال ہی میں وفات پا گئے، آپ کا مزار مالٹا میں ہے، ان کے کچھ حالات آئندہ صفحات میں آ رہے ہیں۔

ان حضرات کو مالٹا میں صدر جہز ل نمبر ۱۱۱۱۱ کیے گئے (۱) حضرت ملا شیخ الہند ۱۲۱۹
 (۲) حضرت مدنی ۲۲۱۷ (۳) حضرت مولانا عزیز گل ۲۲۱۵ (۴) وحید احمد ۲۲۱۸
 (۵) مجسم نصرت حسین ۲۲۱۲۔

اسیران مالٹا کے مختصر حالات رہائی کے بعد

میں مذکور ہیں، جبکہ حکیم نصرت حسین شہید کے حالات بھی ذکر ہو چکے ہیں البتہ حضرت مولانا عزیز گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کا خلاصہ ہی لکھا گیا ہے۔

— آپ رہائی کے بعد کافی زمانہ آستانہ شیخ الہند پر بطور خادم کے قیام پذیر رہے پھر لڑکی کے ذریعہ مدرسہ میں صدر مدرس کے طور پر پہنچے، اسی قیام میں انگریزی دور کے کانٹراکٹ لارڈ کوچر کے خاندان کی ایک بیوی سے بیویوں کی تلاش میں وہاں مقیم تھی، اس کی خواہش پر نکاح فرمایا۔ پھر آخر اپنے بائی گاؤں میانہ کھلے رسیاں خاندان کی بستی میں آکر قیام پذیر ہو گئے، ماہر مترجم نے

سب آرام آپ کی خدمت پر قربان کر کے آخر تک خدمت کی سعادت حاصل کی اور قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا، آخری عمر میں یہ ترجمہ مکمل فرمایا، جبکہ حضرت مولانا کی تیس روزگی روحانی مقامات کے طے کرنے میں گہری توجہ اور تامل سے کام لیا گیا ہوگا۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا وحید احمد صاحب حضرت مدنی کی تربیت میں تھے، لہذا ان میں حضرت کے آپ کے

اسارتِ مالٹا میں ابتداء اور استقلال

اور دیگر مشاغل

آپ اپنے مہنی اور شیخ کی خدمت میں تقریباً چار سال رہے، قید تو قید ہی ہوتی ہے خواہ وہ سونے کے پنجے میں ہو، مگر آپ نے جس استقلال اور جوانمردی سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے یہ قید کالی اس کی تفسیر نہیں مل سکتی۔ آپ کے مشاغل کا مفصل حال تو وہی جلتے تھے جس کا اظہار آپ نے اور آپ کے رفیقِ محفل مولانا غفر بیگل فوراً لکھ دیا تھا۔ ہمارے کسی نہیں فرمایا بلکہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کیا وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کیا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔ اور اجمالی طور پر "نقشِ حیات" اور "سیرِ مالٹا" میں موجود ہے۔ یہاں اس اجمال کا بھی غلطہ عرض کیا جاتا ہے۔

① آپ کی اسارتِ مالٹا کے زمانے میں آپ کے خاندان کے سات افراد فوت ہو گئے۔ اس عظیم حادثہ کی کیفیت الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتی، آپ کے ایک سوانح نگار حضرت فرید اللہ حیدری نے جو نقشہ کھینچا ہے وہ ان ہی کلمے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

فقس میں مجھ سے رو داؤ جن کہتے نہ ڈر مہدم
گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا شیاں کیوں ہو

ایامِ اسیری میں صد مات

حضرت جب مدیرِ قیصر سے روانہ ہوئے تھے تو بھراؤ و خاندان اور سبسا یا گھر چھوڑ کر نکلے تھے، سفرِ صروت دو چار دنوں کا اور انتظامِ مختصر سی جدائی کا تھا مگر تقدیر کی بات کہ سفر طویل ہوتا گیا، گرفتاری ہوئی، مصر کی باہرے وائی ہوئی، پھانسی کی ٹبریں گرم ہوئیں اور مالٹا کی قید و اسارت پیش آئی۔ اُستاد کی تربیت، اوطان کی پختہ شفقت نے ہر مشکل آسان اور ہر مصیبت قلبی برداشت بنا دی تھی، قید و بند کی سختیاں صبر و شکر کے ساتھ سہیل رہے تھے، اپنا مک ایک ایسا حادثہ پیش آیا کہ کوئی معمولی انسان ہوتا تو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ ہی جاتا، ایک دن مولانا غفر بیگل نے یہ اطلاع ملی کہ بوز سے فیض باپ اور دو جوان بھائیوں کو حکومتِ ترکی نے قید کر کے ترکی روانہ کر دیا اور بچے اور گز و غریز میں دینے طیب میں اکیلے اور بے سہارا رہ گئے، کیسی عجیب اور طرفہ تماشا بات تھی کہ وہ ترکی حکومت میں کھیلے

حضرت مولانا سید ہنرمیں صاحب استاد دارالعلوم دیوبند نے فرمایا :-

”قسطیہ کے مرتب ماسب ہی سمجھتے اور وہ قرآن عربیہ کا ترک زبان میں ترجمہ کر رہے تھے حضرت شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوتے اور استفادہ کرتے، چنانچہ حضرت مدنیؒ نے ترک زبان کیوں کہی اس لیے اس استفادہ میں آپ ترجمہ کی خدمت ادا کرتے تھے :-“

اس طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری فریضہ کے تنازع اور خصوصاً عنوان اول و اولیٰ و اولیٰ دوم پر کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا، یہ عنوان نہایت ہی عمیق اور دقیق ہے، ہر عالم اور ہر محدث اسے اپنی طرح واضح نہیں کر سکتے، یہ وجہ ہے کہ بہت کم علماء کرام نے اس طرف توجہ فرمائی ہے، یہ صفحہ میں صرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عربی زبان میں ایک مختصر مگر جامع رسالہ تحریر فرمایا تھا، اسے پڑھنا کفایت میں حضرت شیخ الہند نے اس پر علم اٹھایا، جیسا کہ حضرت مدنیؒ نے فرمایا :-

”صاحب وقتہ کی اس ہارش کے زمانہ میں کہ بڑے بڑے شیخ القلوب ممبرا تھے وہ آپ نے اشد اعجاب و تامل کے کام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا، یعنی اس زمانہ اسلامت میں، وہی انہی کا ترجمہ ممکن کر دیا جس کو زمانہ قیام ہندوستان شروع کر دیا تھا، اس ساجم و مفہوم سے فائدہ ہونے کے بعد آپ نے اصحاب کتب بعد کتب اللہ کے تراجم کے مطلق ایک یادداشت تحریر فرمائی، اس وقت جبکہ آپ اس یادداشت کو تحریر فرما رہے تھے آپ کے پاس بخاری شریف کھری ایک نسخہ تھا اور وہ بھی مطبوعہ مصر میں پر نہ ماضیہ نہ مل نکات، شاید اسی طرح کی ایک دو کتابیں تصنیف شریف و غیرہ تھیں :-“

یہ ترجمہ بھی چند ابواب کا ہی ہوا تھا کہ آپ ہندوستان واپس تشریف لے آئے اور چند ماہ بعد حاصل یافتہ ہو گئے، مگر یہ ۲۰ صفحات پر مشتمل رسالہ حسب ارشاد حضرت مدنیؒ :-

”باہم بلکہ رسالہ اس نام کی حالت میں ہی اگر دیہ کمال کا کام نہ دے گا تو وصفہ ضرور ثابت ہوگا :-“

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم نام میں اپنی شرکت یا تذکرہ کا ذکر نہیں فرمایا جیسا کہ انکی طرف سے تھی مگر خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ کے مقدمہ میں اس عنوان کی اہمیت اور ضرورت بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

”حسب اتفاق سے عہد اللہ علیٰ الصلوٰۃ حضرت شاہ ولی اللہ دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ اس کے مطلق حسب ما یاد سے شائع ہوا اس کو دیکھ کر میرے ذہن میں جان محسوس ہونے لگا اور پورے مقام

پکن شروع ہوا اس کے معاملہ سے یہ بات تو غریب و غنیمت ہو گئی نہ شرف جراثیم کے بہت سے
 بنایا اس دلی حکم نہ دیا میں غنی میں، رہا نہ نہایت عجیب ہے، مگر یہ وہ اہمال و اقصا اس سے
 پہلا قطع انعاما شروع فرمود ہے مگر شوق دیرینہ نے سبب شروع ہونے سے قطع فکر کے اس کام کا
 تہیہ کر دیا مگر تہیہ در ماندگی اور پکار کی چوٹ کو ایسی نہیں کہ اس سے قطع نظر ہو سکے اس لیے پہلا
 یہ صحت نکالی کہ چند اہل علم فہیم و لائق کو خطبہ کر کے ان کی فہم سے یہ صحت جی ہوسکتا ہے
 کی جاوے و حسب اللہ و نعم الوکیل ۳ و مقدمہ ۳

کا ہر ہے اہل حضرات سے و حضرات مولوی جو اس قید و بند میں خدمت کی سادگی حاصل کر

سہتے اور ان میں حضرت مولیٰ نواز مرقدہ کا مقام ممتاز ہے۔

⑤ آپ کی رکن بیعت پر قطب الارشاد حضرت مگوتی قدس سرہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو اس کا حکم دینا
 میں ناگوار تھا حضرت مگوتی سے بہلا طریقت پر چلے تھے لیکن اپنے مرنے اور شیخ سے کتاب لکھ کر کہ
 منہ پر ملائمت نہ فرماتا آپ نے خوب ہی بھر کر دعائی فیض حاصل کیا اور اس پر پورے انعام دیکھا شیخ کی صف
 سے پہلے تو تم اور آپ کا اس کے لیے مستعد ہونا بہت ہی مفید ہے۔ ان مرقبہ عالیہ کو گنہگار یا نہیں کہ
 کر سکتا باہرہ حضرت کے اپنے کلمات میں آپ کے مشاغل مختصر اور یہ کہے جاتے ہیں۔

— تم کو کاتب کو کہہ مانہ سے فرول تھا، فران مجید منہ کر لوں اگر بدستی ہے کہ ایسا لارہ وقت میں لاؤ
 اس بار کے حصول کی کوئی صورت ہوئی، دیرینہ تمہاری بڑی بڑی مشکلات سے سونہ فرماؤ اور ان کی غلامی کی دوسرا کس مگر سنبھال
 نہ سکا اور قبول کیا، جب طاعت بنو انہما اس کو تو ہلا اور سونہ لارہ انہما سے انہما یا دیگر میں غریب کر کر سنا ہذا
 قبول کیا، اکثر اشتغال نے جہت بندی کیلئے درختا انہما کی مخالفت کرتا، مگر انہما کے مرنے فرما کر کیا ہند
 دن آوہاں کے اختلافات فریض میں اڑھ کر گئے، اس کے بعد تقریباً نصف چاندی کا قول سے ترشہاں کس چاہا ہے
 ہو گئے، چ کہ لارہ وقت فقہ نمبر کے ہند، اکتھرا ہے جس کی کتا علی سنے زیادہ اور نہ سکا اس رمضان میں اوفانے
 فرمایا کہ — تو اہل میں سنا، اہا بیٹے۔ چنانکہ ہر شب میں تلاوت کے بعد کہ انہما کے کتب سے تمہاری تمہا
 کیونکہ ہلے ہندی عرب زبان در شک سب کے سب نہیں کھڑے ہو سکتے تھے، انہما میں سنا سکتے تھے۔
 رمضان شریف کے بعد پھر گے یا ان شروع کر دیا مگر اس وقت میں دیرینہ مقدمہ میں ولادہ جو ان کی جہت طراوت
 دیگر کتب و اہل کے سب سے واقعات نے انہما کی بہت زیادہ کی، انہما نے ذکر انہما سے ماہ تقریباً ہوا
 تا ان تمام ہو گیا، تقریباً دس ماہ میں، اور پھر زیادہ دو کے مقررہ کھا اور اس سے رمضان شریف میں جو وہ
 نے سن یہاں قرآن شریف یا دکن کے بعد کہ انہما کی طرف کو تہیہ کر دیا، ایک دیرینہ سادگی،

آہستہ آہستہ اس میں کچھ شہد بد ہو گئی، مال میں داخل ہونے کے وقت بلکہ اسے ہلکے کے زمانہ ہی سے میری قوت میں نہیں آتی تھی۔ ان سب کے خلاف قرآن شریف حفظ کرنا۔ باطنی اشفاق میں ترقی کرنا، خدا کے فضل و کرم سے دو اول تو یکسر در تک حاصل ہو گئیں اور تیسرا مقصد باوجود صحت طبع کامل اور العجیبہ تک اچھوڑ نہیں سکتا کہ اب اسے
 تہی دستاں قسمت را چہ سو از جسم کامل
 کہ خضر از آب حیوان تشد سے آرد سکنند

مکڑتا، ہم مجھ کو فضائل خداوندی اور جبرگوں کی بجز ہلکے طفیل اس اس میں بہت کچھ آئیں ہیں کہ لا تقفلوا
 میں ترختو مذہب ارشاد کر آئی ہے، اہل اللہ کی عنایت اور توجہ کسی بھی تو ضرور و شکر کو فرمائے گا۔ اولیاد
 قوم لا یفتق خلیسہم (الحیرت) ————— (اسیر صالحہ ص ۱۵۸)

④ آپ کا سب سے بڑی ملا جو پوری ہوئی وہ حضرت شیخ کی خدمت تھی، اس بے نظیر خدمت کا تصور بھی آج
 کا مشکل ہے، حضرت مدنیؒ بھی کے الفاظ میں دیکھ لیں۔

————— ایک ماہ تک روگیت کیمپ میں قیام کے بعد ان حضرات کے لیے عرب کیمپ میں تحقیق کے انعقاد کے
 روگیت میں عمارتیں نہیں تھیں اور میوں میں گذر کرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے شدید سردی سے
 بھاؤ کی کوئی مستقل تدبیر نہ تھی، مالٹا میں دن رات برقیل ہو میں جتنی تھیں سات کو باوجودیکہ ہم اپنے اپنے کپڑوں
 پہنے ہوئے دو دو کیل اور ایک ہاڈا لڑھے ہوئے گدوں پر ایک کیل پہلے جھٹے سوتے تھے۔ سڑ
 دوڑھائی بچے رات کو نہ تپ سڑی کی ص سے ذہیند آتی تھی اور نہ اٹھنے کی ہمت ہوتی تھی، اس کے وقت بجز اور
 کر نماز کے لیے اٹھنا پڑتا تھا تو جیسے سے نکالنا ایک غلاب الیم کا سامن ہوتا تھا، سروہرا کے اس نور
 کے چھیرے لگتے تھے کہ مسلوا ہوتا تھا کہ جسم کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

عرب کیمپ میں شریعت آوری کے بعد پختہ کمروں اور مکان میں قیام ہوا اور صبروں سے نجات ملی، تاہم
 مالٹا کی شدید سردی میں حضرت شیخ الہند کے لیے جو میں گھنٹہ گرم پانی کا انتظام رکھنا ضروری تھا، دن میں تین گھنٹے
 ناشتے میں اور صبح شام کھانے کے بعد پانے پتی تھی، اس کے علاوہ بعض اوقات ملاقاتوں اور دوسرے
 کیمپوں سے حضرت کی زیارت کے لیے آئے ہوئے کیمپوں کے لیے پانے وغیرہ کا انتظام بھی کرنا پڑتا تھا،
 روزانہ علی الصبح ناشتہ تیار کرنا اور دونوں وقت کھانا پکانا کافی مشقت طلب مشغولیتیں تھیں۔ کھانا کھانا، کھانا
 اٹھانے اور دونوں کی فراہمی کا حساب کتاب اور اسی طرح کے عہدے سے کام شدید مصروفیت کے متقاضی تھے،
 ان سب سے کاموں کی ذمہ داری حضرت ہی نے اپنے ذمے لگی تھی دوسرے ہر ای، ساتھی اور غلیصین بہت
 اصرار و کوشش کے کہ ہاتھ نہ دیتے تھے مگر نیا ہی طور پر حضرت نے بیذمہ داریاں اپنے ہی ذمے کھیں پتہ ہو

دیگر رفقاء کھانا پکانے سے ناواقف تھے علاوہ ان کے ان کو دیگر مشغولیتیں فرصت ہی نہ دیتی تھیں پھر وہ ملازمت جو نہ کر سکتے تھے اور سیرا ہمراہ ہونا تھا اور ایک خدمت کی غرض سے تھا اس لیے تمام ضروری خدمتوں کو انجام دینا میرا فرض منہمی تھا جس کے لیے میں نے ماننا پسپتے ہی اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا اور ہر کام کی بائ پاسنے ہاتھ میں سہ لہ تھی اور سر سے رفقاء نے بسا اوقات معاذہ کیا اور کاروبار کے بعض یا کثر حصہ کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہا، بعضوں نے نوبت مقرر کر کے کی خواستگاری کی مگر میں نے مخالفت کی اور یہی کہا کہ میرے فرض منہمی میں آپ لوگوں کو دخل نہیں دینا چاہیے۔ اور جب اپنا فرض منہمی اور ذمہ داری استاد کی خدمت ہی کو مقرر کر لیا تھا تو خدمت میں صرف کھانے اور اس کے انتظامات ہی تک تو محدود نہ تھیں بلکہ بڑی بیسیوں ضرورتیں ہر قدم پر پیش آتی رہتی تھیں جن کو حضرت اپنے لیے فرزند سادات کا باعث سمجھتے تھے اور پوری مستوی سے انجام دیتے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی نے ان اصحاب ماننا کو خرچ محبت میں کرتے ہوئے ماہنامہ معارف اعظم دہلی مارچ ۱۹۱۹ء میں ایک عمدہ مضمون چھپوانا "نظر بندی اسلام" شائع کیا، اس میں وہ فرماتے ہیں :-
 "امام العصر شیخ ابن مولانا محمود حسن اور ان کے رفقاء کے کرام ہمارے دوسرے نظریوں کے مقابلے میں عظمت جیشیوں سے تشریح پہلو رکھتے ہیں، لیکن ان کے اس صرف اور اعتبار کا کوئی حریف نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے اپنی نظر بندی کا آغاز اس سرزمین اور اس آبادی سے کیا جس کے ایک گوشے میں اسلام کا سب سے پہلا نظریہ "شعب الی طالب میں تین برس محصور رہا تھا، اور اس لیے کہا جاتا ہے کہ مولانا کو جس طرح اپنے دیگر اعمال میں نسبت نبوی کے کامل اتباع کا ذوق و شوق تھا اللہ تعالیٰ نے اس آخری عمل میں بھی اسوۂ محمدی کا شرف ان کو عنایت فرمایا، سچ ہے اللہ ینعقنا بہ ہمارے نظر بندی کو باوجود چھ سو بات ترکہ وطن کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑی، لیکن اس مردِ فاضل کو یہ مصیبت بھی اٹھانی پڑی، وہ سچے حسنات الابدیہات لہ مقربین۔
 مولانا اور ان کے رفقاء نے ہندو بصر اور ماننا میں اپنی قید کا زمانہ بسر کیا، لیکن ان کے یہ تمام ایام جس ذوق و شوق مولانا ہندیات اور ہندک باختال میں گندہ رہے ہیں اور اس پیرائہ سالی میں وطن سے ہزاروں کوس دور جس عبادت قدم اور سوخ عزیمت کے ساتھ وہ اس سنگلاخ زمین کو سٹے کر رہے ہیں وہ گندہ شہتہ الکر کرام کے جہدِ ماضی کی یاد زندہ کر رہا ہے ایمان و تعلقین، صبر و شکر، تسلیم و رضا کا یہی نظارہ ہماری تحویل کے

سلسلے سے جو تاریخ کی دور بین ہم کو کبھی نگہ کے غاروں میں، کبھی بعد از دو شوق کے قیدانوں میں اور کبھی تلخ و ہرات اور نیشاپور کے زندانوں میں دکھائی ہے۔ یقین و ایمان، نشر علم اور اشاعت حدیث کا جو فرض وہ دارالعلوم دیوبند کے تجروں میں انجام دیتے تھے اب وہ مالٹا کی نمبر ۲۱۹ کی کوٹھڑی میں انجام پاتا ہے۔ ۱۱ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

④ ایرانِ حرب سے تبادلوں خیال اگرچہ مالٹا کے اس قید خانے میں عام طور پر آزادی کے ساتھ ایک دوسرے سے ملاقات کی اجازت نہ تھی مگر یہ سب کے

سب اپنے اپنے اوطان اور علاقوں کے ممتاز سیاسی رہنما تھے، انگریزوں نے چاہتا تھا کہ یہ آپس میں گزارا دہلی سے ملاقات کریں، گویا اتنا بڑا اجزیرہ بھی ایک تنگ و تاریک جیل نہ تھا مگر پھر بھی کبھی کبھار موقع ملتا ہی آپس میں سیاسی امور پر تبادلہ خیال کیا جاتا تھا، کئی ایسے مسائل مالٹا کی قید میں حل ہوئے جو یا پھر حل نہ ہو سکتے تھے، جیسا کہ مالٹا میں ممتاز ججی قیدیوں نے حضرت شیخ ابند کو یہ رائے دی کہ آپ اس طرح کی تحریک کو اب ختم کر دیں، میری مسلمان منگ اب خود اپنی آزادی کے لیے غیر مطمئن ہیں تو وہ آپ کی کیا مدد کریں گے، چنانچہ بندوستانہ اگر تحریک کا رخ ادھر موڑ دیا گیا جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۵) توحید اور رسالت کا علم لے کر انگریزوں کے علاقے اٹھنے والے ان مجاہدین سے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ اسارت کو بھی مالٹا میں پورا کر دانا چاہتے تھے کہ سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں تین سال نظر بند رہے۔

(۶) اسارتِ مالٹا کے دوران ترجمۃ القرآن عزیز اور ترجمہ الابواب بخاری کی تالیف حضرت شیخ ابند کی یادگار ہے۔

اسارتِ مالٹا میں عرب و ہندوستان

کے حالات کا خلاصہ

آپس اپنی شیعہ مکرم اور دوسرے اجاب باوقف کے ساتھ مالٹا میں تقریباً چار سال اسیر رہے، اس وقت میں خود عرب میں جو حالات رونما ہوئے ان کا خلاصہ عرض کیا جا رہا ہے، تحصیل کے لیے دوسری ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہلے جو سقوطِ خلافت سے متعلق ہیں۔ خود ہندوستان میں جزیہ آزادی پوری قوت کے ساتھ آ جا کر ہوا اور ترکوں کے خلاف انگریزوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے ان سے کفریت زیادہ ہو گئی۔

اسی اثناء میں ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو ہر تیسرے اس باغ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کا مشترکہ جلسہ ہوا تھا کہ بے تصور افسانہ نویس بر بلا وجہ گولی چلا دی گئی، ۱۶۵ اور ۱۶۵ چلائے گئے جس کے نتیجے میں ۳۷۹ آدمی ہلاک اور ۱۲۰۰ زخمی ہوئے۔ اس ایسویہ کثیر میں سے کسی نے پھاڑنے کے لیے نہ تو ہاتھی چلائی اور نہ ہی پتھر پھینکا، بلکہ بھاگتے ہوئے انسانوں کو بھی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ اس سلسلے میں خود برطانوی حکومت نے اپنے سیاسی مستقبل کے لیے خطرناک سمجھتے ہوئے اس وقت کے وزیر جنگ مشر چرچیل کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔ اس ظالم و جبر کی موت ۲۲ جولائی ۱۹۲۶ء کو ہوئی مگر ۱۲ مارچ ۱۹۲۴ء کو سر مائیکل اوڈنر کو (جو کہ ٹوڈنر کے مرتوی تھے) اور دم سنگھ نے لندن کے کاکسٹن ہال میں منعقد ایک جلسہ میں گولی مار کر ہلاک کر دیا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے اور دم سنگھ نے لندن کی عدالت میں بیان دیا کہ

۱۹۱۹ء میں میری عمر سوڑھ سال کی تھی اور ہر تیسری کارنگ بھی تک مجھے یاد ہے میں اس شخص کو ڈوڈنر سے سخت نفرت کرتا تھا یہ قتل کا مستحق تھا میں اپنے ملک کے لیے جان دے رہا ہوں۔

چنانچہ پھر پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

لیکن سُنت لینی بھی ہے کہ وہ اپنا صواب اور عذاب مختلف صورتوں میں نازل کرتا ہے
اور خصوصاً ایسے اوقات میں کہ اظہار قرہ بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔

یہ قدرت کی تقسیم ہے کہ انگریزوں کے ان مظالم کے خلاف جب حضرت قسطنطین ابنہ اوسان
کے رفقاء حکم جہاد بلند کر رہے تھے تو سربراہ قادیانی کے ہیروکار بظنیں بجا رہے تھے مگر مسلمانوں
کے کئی ناخوابست ازمیشہ ایسا یا بن قوم خدا کی ناراضگی سے لاپرواہ ہو کر انگریزوں کو خوش کرنے کے لیے
ان کے قدم چومنے کو تیار تھے، چنانچہ اسی ظالم ہنزل ڈار کو جس کی فائرنگ سے جلیانوالہ باغ میں
سینکڑوں انسان نقہ اجل بنے، مسلمانوں کی لاپرواہی کے دعویداروں نے برطانیہ واپسی کے وقت
سپانامہ پیش کیا جس میں یہاں تک کہا۔

”ہم حضور سے درخواست کرتے ہیں کہ جب حضور وطن کو واپس تشریف لے جاویں
تو اس ناموس تابداریہ ہندوستان کو یقین دلانیں کہ چاہے کیسا ہی انقلاب کیوں ہو
ہمداری و فاداری میں سرخو فرقی نہ آیا ہے اور نہ آسکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ
ہم اور ہمارے پیروان اور مردان فوجی و خیومیں پر سکاہ پرطانیہ کے بے شمار
احسانات ہیں ہمیشہ سکاہ کے حلقہ بگوش اور جان نثار ہیں گے۔“ (ریاست فوجوں ۱۹۲۱ء)

معاہدہ آلام اور کشکش کے اس دور میں ۱۹۲۱ء میں جب حضرت مدنی پرقان دینا پال
کراچی میں مشہور مقدمہ بغاوت چل رہا تھا علامہ اقبال کو انگریز گورنمنٹ کی طرف سے سرنگے
خطاب کی پیشکش ہوئی، آپ سے پہلے گورنمنٹ نے مشہور ہندو لیڈر گوگلے کو یہ پیشکش کی
مگراس کے جواب دیا، میں گورنمنٹ کے خلاف تحریک ترکہ سوالات کا آغاز کر چکا ہوں اس لیے
تسرا خطاب قبول کرنے سے معذرت خواہ ہوں۔ گوگلے کے انکار کے بعد گورنمنٹ نے
علامہ اقبال کو یہ پیشکش کی تو انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ مولانا ظفر علی خان نے اس واقعہ
کو اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے۔

گوگلے سے جب کہا لو گے تسرے دائیں بائیں اُس کا سر ہلنے لگا

جب کہا حضرت اقبال سے ابرو بالا آن کا سر پہنے گا
 اور لوگوں نے سنا جب یہ ماہرا محرمیت سے گردن پر پہنے گا
 ان حالات میں انگریزوں کے وفد شاموں نے کہا کیا کرنا ارادہ کیا؟ اس بارے میں جناب اکثر
 ایولمان شاہجہانپوری صاحب لکھتے ہیں۔

عراق و شام پر قبضہ اور ترکی سے نفع مندانہ معاہدہ صلح کی خوشی میں اکتوبر ۱۹۱۹ء کو برٹش
 حکومت نے ہندوستان میں جشن منانے کا فیصلہ کیا تھا، ہندوستان کے تمام انگریز پرستوں
 نے اس جشن کا اہتمام کیا، ایسے غمیر شعرا نے سرکارِ عالیہ برطانیہ کی مدح میں تصانیف لکھے، حسب
 جاو کے پرستاروں نے سجدہ اٹھے تہنیت ادا کئے، علماء شواہد مشائخ دنیا پرست نے
 برٹش استعمار کے لیے خیر و برکت ادا اہتمام کے لیے دعا میں کہیں، وہ اس خوش فہمی میں
 مبتلا تھے کہ جنگ کے نساد کے بعد صلح کے عین وسعدت کا سورج طلوع ہوگا، کامیابی
 ان کے قلوب ترکی سے معاہدہ صلح کی حقیقت سے آشنا ہو سکتے۔ (لیکن خدا ہم کو بہتیاں
 آگریزی مظالم سے ہندوستانیوں کو باخبر کرنے والا آگریزیوں کی جذبہ تیز کرنے کیلئے تحریکِ خلافت
 کے ام سے ایک تحریک شروع کر دی گئی، جس کا پہلا اجلاس ۳۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں منعقد ہوا جس میں
 اتحادیوں اور حکومت برطانیہ سے اُن وعدوں کے ایذا کا مظاہرہ کیا گیا جو انہوں نے مسلمانوں سے جنگ
 کے دوران کیے تھے۔ اس کانفرنس سے فراغت پر علماء کرام نے اس بات کو شدت سے عسوس کیا کہ
 علماء کرام کی ایک مستقل جماعت بننا، جمعیت علماء ہند قائم کی جائے، چنانچہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۹ء ہی کو
 ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں ۲۵ جتید علماء کرام شریک ہوئے، چند اکابر کا سرگرمی
 اور نیک فہمی تھی۔

مولانا محمد الہادی صاحب، مولانا شاد اقبال گری، مولانا نور احمد برتسری،
 مولانا مبین الدین اجیری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا نور احمد بیٹی،
 مولانا سید محمد داؤد خان، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری،
 مولانا شاد اللہ عثمانی، مولانا عبد الصمد الہوی، سید عالیہ صاحب، ایڈیٹر اخبار "مقدم"
 جناب ابو تراب محمد عبد الحق صاحب، مولانا محمد آرم خان صاحب اور سید محمد علی



معلقہ پتھریل کراہی کا ایک منظر جہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی پر انگریزوں کے خلاف بغاوت کے ایک مشورہ کی کارروائی کی گئی

وغیر ہم ظاہر کرانے دینی دستند، قناتک متحدہ آگرہ و اودھ و بنگال بہار، بنگال
پنجاب سے عسکر ت فرمائی۔

حجاز مقدس کا حال

ترکوں سے خداری اور انگریزوں سے وفاداری کی وجہ سے حرمین شریفین پر طرین مسیحی اور
اس کے مساویں انگریزوں نے جو ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے ان کی داستان تو بہت طویل ہے، یہاں
اشتمار کے ساتھ چند واقعات کو عبرت کے لیے درج کیا جاتا ہے کہ جن سے یہود و نصاریٰ کے ناپاک قدوں
سے جبرہ عرب کو محفوظ کرنے اور محفوظ رکھنے کی وصیت سنیہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی ان کے
لیے خود عرب کہہ نے دلوں نے کس طرح ان مقدس ترین مقامات کی پامالی کے لیے آسانی کے ساتھ
دروازہ کھول دیا تھا حضرت عدی نور اللہ مرقدہ نے ان عظیم وید عادات کو ایک سال میں جمع فرمایا جو مرکزی
خلافت کیشی نے شائع کیا تھا، یہاں ہم آپ کے ایسراٹا جو جانے کے بعد کے واقعات سلاوا داری کی
کتاب ٹوٹن حرمین سے نقل کرتے ہیں، مولانا سید ظفر شاہ صاحب مساکین اودھی نے سفر حج دربارت
کے دوران ان مظالم کا ذکر کیا ہے جو آپ نے ۱۳ جولائی ۱۹۲۰ء سے لے کر اگست ۱۹۲۰ء تک خذ
اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے، مولانا اودھی فرماتے ہیں:-

۱۸ جولائی کو ایک انگریز عسکر کی وساطت سے حار لاعتاد میں شریفین کے منظر
صاحبزادے میر عبد اللہ سے ملاقات ہوئی جسے برطانیہ نے عراق کا سلطان کرنے کا وعدہ
کیا تھا، اس سے ترکوں پر اپنی فرقیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ہمارے سیلوٹ ترکوں
کے مقابلہ میں تیسری مرتبہ تھی کیونکہ ہم آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور خداوند قدوس
کلام شہید ہے کہ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ الْمَسْجِدِ فِي الْقُرْبَىٰ، خلافت اسلامی
کا وہی حق ہے جو احکام الہیہ اور سنت نبوی کلیدی ہو، مگر مذہبی نقطہ خیال سے ان
کی حالت دلی بدن بد سے بدتر ہو گئی، اللہ شاہ اور طلعت کی ناعاقبت امتیوں نے
قوم کو برباد کر دیا۔ لیکن پھر میرے معائنات آئینہ جہ میں کہا کہ دیکھنے کو مسجد
برطانیہ اپنے عدلوں کو کہاں تک پہنچا کرتا ہے اور عراق کا کیا مشر کرتی ہے؟

اس کے بعد مولانا دارفی نے مدینہ منورہ جانے کے لیے ہرجھڑاتے میں امن اور سلامتی کیلئے شاہجہاں
(شرف حسین) سے ملاقات کی اس نے امداد کا وعدہ کیا اور پورا بھی کیا۔ مگر مولانا دارفی فرطے ہیں کہ اس کا
اعلانہ بتا رہا تھا کہ وہ اس کبرسنی میں لڑائی کی ایک تصویر ہیں۔

جسب مدینہ منورہ پہنچے تو قذافی، روضہ الطہر اور خطاب آتہ سے ملیم ہوا کہ چار مہینہ سے تنخواہ نہیں ملی
اور نصرانی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں حتیٰ کہ شریف حسین کے حکم سے نین نصرانی مہری باس میں
مدینہ منورہ (حدود حرم توڑ کر) آئے، مسجد نبوی میں مدفن کی کارٹی اختتام نہیں، قیمتی قالین بھروسے کر
لیے گئے ہیں۔

جنہ اور محو کر کے دریاں مندر تالہ لاشیں برسطہ پڑی ہوئی پائی گئیں جنہیں گتے کھارے تھے
ان گدہوں کو رکھتے تھے اور بعض لوگوں کو اس ہادیہ کی ریت سے اپنی آغوش میں لے کر تڑپا چھی کر دی تھی۔
جذہ کی عثمانی خندوں پر بید روی سے گولہ باری کی گئی اور جذہ لڑنے کو حکومت برطانیہ کے حوالے کر
دیا گیا، حتیٰ کہ کتبہ شریفہ میں بھی اس قذیم کو تم کیا گیا کہ خلافت کعبہ میں چھپنے والے بے کس و خیر و سادہ کتبہ حال
ترکوں کے لیے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا اور مکہ مکرمہ میں بے لیس تڑوں کو رستوں سے باز کر کے گزرتے
کی گلیوں میں گھسیٹا گیا، ہر دھڑکیں عورتوں کو پکڑ کر انگریزوں کے حوالے کر دیا گیا، جب خلافت کعبہ میں
پتہ چلنے والے ترکوں پر گولیاں پھلائی گئیں تو اس وقت خلافت کعبہ جل گیا، ہمسوم پنجوں کو ہادیوں کے
حوالے کر دیا گیا۔

شرفینہ مکتہ کی بغاوت اور ترکوں کے خلاف جنگ و جدال کی وجہ سے اہل مدینہ منورہ ایسے
ہلہلے اور خوفزدہ ہو گئے کہ ہزاروں کی تعداد میں اپنے ہال بچوں کو بے کر نکل مکانی پر مجبور ہو
گئے، اگرچہ انگریزی درندوں اور ان کے امدادیوں کا نشانہ ان کی زبانی صوت حرکت تھے مگر وہ تو انہیں مسلمان
کے خیانت تھے، تو ایک بہانہ تھا، چنانچہ غیر ترکوں پر بھی اس قذیم کو تم کیا گیا کہ وہ مدینہ منورہ کی
بارکت اور پوربستی کو بھوڑنے پر مجبور ہو گئے، حالانکہ اس دور میں ارضی جہاز میں نہ پڑول تھا
نہ دولت تھی، اکثر لوگ بھوک اور افلاس کے باوجود اس مبارک ظہر کو چھوڑنے کے لیے کسی قیمت
پر بھی تیار نہ تھے مگر ان ظالموں کے ظلم نے ان کو مجبور کر دیا۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ اس آبادی
اور بربادی کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں بڑی رونق تھی، شہر کی آبادی کم و بیش ڈیڑھ لاکھ لوگوں پر مشتمل تھی۔ مرنجنگھالی اور اللزاری کے آندھروں سے شہر پر نمایاں تھے، ترکی حکومت کی طرف سے شہر پر حملہ ہوا، باشندوں کی دیکھ ریکھ کا پورا خیال رکھا جاتا تھا، نہایت شاندار خوب صورت ریلوے سٹیشن قائم تھا، دن میں کئی کئی بار ٹرینیں آتی جاتی تھیں، بلوچیا کی طرف ٹھہرنا کے باہر بڑی آبادی تھیں، ایشیائی ممالک اور خوب صورت دکانیں قائم تھیں۔ جس نئے میں پھارا مکان تھا صرف اسی محلے کی آبادی کم و بیش دس ہزار تک پہنچ گئی تھی مگر دوسری جنگ عظیم اور شریف حسین کی نوابوں کے ہمدردی کے باعث آبادی گھٹ گیا بلکہ بیرونی باب مجیدی جو کہ قبل از جنگ عسری نہایت آباد اور قیمتی متعدد عمارتوں پر مشتمل ہو گیا تھا شریف کی بغاوت سے وہ آفت آئی کہ سارے شہر مدینہ منورہ کی آبادی صرف پانچ ہزار تک رہ گئی اور پچھوہا سال تک

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ خَائِفًا فِئْتَايَتِنَا يَهْتَسِبُ الظَّالِمُونَ مَدْرَئَةً وَلَيْمَ آيَاتُ

فصل: مدینہ منورہ کی آبادی ۱۹۱۳ء میں آٹھ ہزار ۱۹۱۶ء میں تیس ہزار ۱۹۱۷ء میں پندرہ ہزار ۱۹۱۹ء میں چھ ہزار رہ گئی۔ (المدینہ المنورہ، ڈاکٹر صاحب علی عثمانی، ج ۱، ص ۱۰۷)

الغرض اگر بڑی فوجوں نے حرمین پر حملہ کیا تو سب کچھ کہتے کہ یہاں سے زبان قاصر اور قلم عاجز ہے، اس کے بدلے میں شریف حسین کو ۳۰ لاکھ روپے ماہانہ دی رہی مگر اعلان صلح کے بعد وہب انگریز اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب ہو گئے، سارے سرسبز ہزار کر دیا۔ آگے جو کچھ شہر اور آب تک ہو رہا ہے وہ سب کے سلسلے ہے۔ نعت بدو ایا اولی الابصار۔

ترکوں کا احترام حرمین

ترکوں نے حجاز پر حکومت نہیں کی کہ حجاز سے ہل دو دولت سمیت کہ ترکی سے ہائیں جو بحر حجاز میں مادی طور پر کوئی چیز موجود نہ تھی بلکہ ترکوں نے تو عربوں کی خدمت کی، ان کو ہر طرح کی امداد ہم پہنچائی، اس خلاص زدہ قوم کو معاشی طور پر بے بس کر دیا، اور اپنے آپ کو غلام بحرین بنانے کی سعادت حاصل کی، اسی کے لیے وقت میں بھی ہمدردی عربی ترکوں کے خون سے حساسیوں کو ہولی کہتے کے لیے در آمد کر رہے تھے اور ریل کی پٹری کھینچی جا چکی تھی، تمام ممالک کے ساتھ خطرناک تھے بلکہ ہند کر دیئے گئے تھے سلطنت عثمانیہ کے باپ ہلی نے

پانچ لاکھ روپے نقد تقسیم کرنے کے لیے اور شام و رین سے ہر قسم کی ضروریات خاص کر نفلہ کا انتظام کیا
 یہی سلطنت عثمانیہ خود جنگ کے بے حساب اخراجات سے دبی ہوئی تھی۔

ترک جیسی بہادر اور مجاہد قوم ان حالات میں بھی اگلیزوں اور باغی عربوں کے ساتھ ٹپٹ مکتی تھی،
 وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکتی تھی، اگر شکست بھی ہوتی تو عربوں کے خون اور عیسائیوں کے ناپاک
 خون کی بھی ندیاں بہا سکتی تھی، مگر آج دنیا میں ترک قوم کو بھی اسی طرح مجرم مجرمین کے نام سے یاد کیا جاتا
 جس طرح شریعت سین اور اس کے حامی عربوں کو بڑے نام سے یاد کیا جا رہا ہے اور کیا جائے گا، کیونکہ
 مشرق وسطیٰ میں عیسائیوں اور یہودیوں کے قدم چمانے کے لیے یہی لوگ تڑپ رہے ہیں، اور آج خود بھی نہیں
 چکے ہیں، واللہ! یہ سی کید انجان ہیں۔



مالٹا سے ہندوستان میں

تشریف آوری اور مشاغل

جب شریفانہ مکہ نے انگریزوں کی حسب خواہش ان سرکیت بجا حد تک کو ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء مطابق ۱۰ بیچ اسی سنہ ۱۲۳۵ھ اور حرم سے گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کیا تو اس وقت حضرت شیخ الہندؒ حضرت مفتی مولانا صاحب دہلیؒ، مولانا وحید احمد اور حکیم نصرت حسین تھے، لیکن جب مؤرخہ ۸ جون سنہ ۱۹۲۰ء کو آپ کو مالٹا سے ہندوستان واپس کیا گیا تو اس وقت صرف ایک سپہ سالار اور تین جماعت تھے، حکیم نصرت حسینؒ کا اسارت ہی کے دوران مالٹا میں انتقال ہو گیا تھا۔

حکیم نصرت حسینؒ کوڑا بہان آباد ضلع تھوڑے بہوہ کے تھے حضرت شیخ الہندؒ کے مجلس ساتھی تھے وہ مشین آزادی کے باقاعدہ ممبر تھے مگر حضرت کے جان نثار تھے، جہڑے میں سی آئی ڈی کے فیکٹر بہاؤ فالدین نے آپ کو شورہ دیا کہ اگر آپ اعلان کریں کہ آپ کا اس جماعت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تو میں آپ کی رہائی کی صورت پیدا کر سکتا ہوں حکیم صاحب نے بجلی استقامت جواب دیا کہ میں تو آخرت میں بھی اس جماعت اور شیخ الہندؒ کے لڑے رہتا رہتا چاہتا ہوں، عاویہ نہایت اطمینان اور استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہے، قضا دادی سے نونہر کی مرض کا شکار ہو گئے اور مالٹا ہی میں انتقال فرما گئے۔ **بِئَاتِيَنَّوَدَّ قَا يُؤْتِيَنَّوَدَّ اِحْمَوْنَ**۔ ہندوستان کا زاد ہو گیا اور حرم کی بے بہن روح کو اطمینان بستر ہو گیا، باب وہ بظلمہ تعالیٰ شاداں اور فرماں بزرگ میں آرام لہو

ہو گیا ہے ۹

حضرت شیخ الہندؒ جب ہندوستان تشریف لائے تو ان کے گھر ان کی ضعیف والدہ ماجدہ اور دیگر نکلان کے ساتھ قومیت کے لیے سفر لرایا۔ اپنی حضرات کے مالٹا سے روانگی کے حالات کو حضرت ملّا نے اپنے

انٹاک میں یوں بیان فرمایا۔

”روانگی کے وقت رخصت کرنے کے لیے تمام ترکی انیس چھاس وقت دیا نہیں، چونکہ سداً علم ترکی

سے لگے بیچے کے عہدوں تک سب کے سب ملو جس کو گئے تھے اور بہت زیادہ جنت اور شہنت کا
 اظہار فرماتے ہے، شیخ الاسلام میر الدین احمد کے خاص طور سے ہاتھ مبارک اولاد سے دعا مانگنی شروع
 کی اور تمام انیسویں نے آمین کہی، آمین آمین کی آواز سے نضا کو کچھ دیکھی تھی کہ سب نے ہایت
 ہاگ سے آہید ہو کر مصحف کیا یہ مجمع اور کائن ہایت محبوب و محبوب تھا، بہت زیادہ ہایت
 اور دولت حاصلات سے اس سے پہلے روز ہونے کو یہاں پر مجمع ہوا تھے جس سے تپہ والوں کا
 اجتماع ہوا تھی جنت اور عاص کا کھڑا ہوا اور اس ہیئت پر مابہ اور آمین کا اظہار کسی کے پاس نہیں ہوا
 اگر وہی الحسب سے وہاں موجود تھے اس حالت کو دیکھ کر نہایت محسوس کہ تھے کہ یہ عزیز
 سخیلی میں میں نسا تہیت کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ مگر میں نے قول عمل میں کسی ایسے ڈال کہتا ہوں
 کیا ہو جس کو ابلی دولت اور صاحب صاحب کے اختلاف سے وحشت ہوا جس کو تکلف سموری اور طب
 وجاہت و زیادہ سے لطرت ہوا جس کی جہاں و حال، ایسٹا، ایسٹا، رفتار گتہ وغیرہ سب سے سکھ
 اور تراویح چلتی ہو اس کی عزت اور محنت، مطلق فدا ہندی میں عام الجوریت اس کے اتہائی تھی اور
 طبیعت اور بدگاہ غلط فہمی میں جھڑائی کا اثر نہ تھا اس پر کھانا کو حجت اسے کہتے ہیں، جنتوں
 لیے ہوتے ہیں۔

ایسی سعادت و عبادت کو حجت گرد بخیر خدا سے بخشندہ

رحمة اللہ تعالیٰ و امر ضاہ و امتنا یا مملوہ اب الدنيا و الاخرہ۔

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۹۲۰ء کو گھٹ گھٹ یہاں ہوا اور جمادی الثانی
 سید کی شہر میں جو کہ قرار گاہ اسرا مصر میں تھا داخل کر دیئے گئے، تقریباً اٹھارہ روز وہاں قیام کرنے
 کے بعد ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۲۰ء کو وہاں سے سرس کو روانہ کئے گئے، سرس میں
 محکم سسٹینوں کے گہرہ میں سیروں کے کیسپ میں غسل سید کی شہر داخل کیے گئے، یہاں پہلے ۱۵
 جیسے کیسپ میں رہنا پڑا۔ ۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۲۰ء کو انیسویں دن انیسویں پہنچا
 گیا، ۱۶ رمضان ۱۳۳۹ھ کو جہاز صلیب کا تھا، پھر کھلی میں چہار ایک دن ٹھہرا تھا تو ہم کندہ پر گئے
 اور مین تارہوستان کو ایک حضرت حکیم کو حسن صاحب کو رو بند میں اور مرقا شہر انصاری کو دیکھا
 تیسرا حکیم امیری کو پیل میں ہم نے دیدیا جس سے تمام اصحاب کا علاج ہو گئی، تارک انصاری صاحب نے
 تھے، ہم کو کہہ دیا کہ جیسی تمہیں نہیں ہے وہی ہم کو ہے، رمضان ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ کو ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ
 ۲۴ مئی کو پانچ کے بعد بیٹی ہونا کہ ہم کو کہا گیا، (مظاہر حیات جلد ۱ ص ۲۳۳)

شیخ آنے کو ہے ساتھ اٹکنے کو ہے

جولہ ہی حضرت شیخ الہند ادا ان کے رفقاء کی رہائی اور ہندوستان میں تشریف آوردی کی خبر شائع ہوئی تو معتقدین اور متوکلین نے اپنے اپنے معلوم کام میں اظہارِ عقیدت و مسرت کیا، یہاں صرف مولانا سراج احمد شیدی نور اللہ مرقدہ درجن سے اس گنہگار نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مشکوٰۃ شریف پڑھی ہے (سابقہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور معتقدہ الہدیہ القاسم والرشید کی نظم پیش کی جاتی ہے۔)

مالا سے اب نسیم جانفرا آنے کو ہے
وہ گئے تو زندگانی کا مزہ جساتا رہا
اب ہوں پر خیر مقدم مرجا آنے کو ہے
بحرِ سستی کا سراسر آسان ہو گا پابقیین
جو مبارک کلمہ کو اسے دارالحدیث دیوبند
پھر پھلے پھولے گا گلزارِ رشیدی قاسمی
استقامت کی نہیں تصویر دکھاؤں گا
صورتِ حسن تو گل جس کے چہرے عیاں
عاشقِ مشیدائے محمود اے شہدِ عبدالرحیم
ہے نسوس آٹھم و نپائے قانی میں نہیں
حضرت آئیں گے حسین احمد کو بھی لائیں گے ساتھ

شیخ حسین احمد و محمد احمد عزیز باؤن
دوستان باصفا کا قائل آنے کو ہے
وجہا شریخ الہند سلا

۱۔ حضرت شاہ جباریم قدس سرہ نے ۱۰۶۰ھ میں ۱۰۶۱ھ میں مولانا سراج احمد شیدی سے وصال پر حضرت شیخ البشیر نے
مالا میں ایک مثنوی تحریر فرمایا جو کہ صدر میں مالا کے نام سے شروع ہو چکا ہے۔
۲۔ مالا سے مراد مثنوی ہے، یہ حضرت مولانا کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت مولانا کے نام کو قرآن مجید میں بھی
بے ذکر فرمایا ہے، ﴿وَأَقْبَلَ تَتَوَضَّعُ﴾ (الکہف: ۲۷)

معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو سوسے ماسقہ میں قیدی ہی کی حیثیت سے لایا گیا اور بیٹی آتسکے کے بعد تلیا گیا کہ
 بہت کم لوگ آزاد ہوئے۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء
 خصوصاً حضرت ملا نے اسلامی خلافت کے تحفظ و موافقہ اسلامی اور خود رکنیر کی آزادی کے لیے جو بے نظیر قربانیاں
 دی ہیں تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپسے بظاہر بے سرو سامان کے ساتھ جو عظیم منصوبہ بنا دیا تھا ایسا
 منصوبہ بڑی سے بڑی حکومت بھی نہیں بنا سکتی اور وہ منصوبہ اس قدر مضبوط و گرفت والا تھا اور چند ایسے غلطیوں کا
 اس کو چلانے والے تھے کہ اگر وہ کامیاب ہو جاتا تو برصغیر کی آزادی کے علاوہ آج ممالک اسلامیہ باہم دست و گریباں
 نہ ہوتے اور نہ ہی یہود و نصاریٰ کو ان ممالک کی سرپرستی کا احوال ملتا، مگر مت شاخا اللہ کان و متاخر نشا
 لکر یکن۔ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ۔

اس قافلہ حریت کے سپہ سالار حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ کے بارہویں اس وقت کے ترک گورنر جانا پاشا کے
 یہ کلمات تاریخ عالم میں سنہری حروف کے ساتھ لکھنے کے قابل ہیں کہ :-
 ”شیخ الہند کی مٹھی بھر بیڑیوں اور پنجرے سے بچتے ہیں کیا راست رکھی ہوئی تھی کہ اس نے پوری دنیا
 اسلام کو اپنی پیٹ میں لے لیا۔“ مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند ص ۳۱۱
 امیر انان اللہ عثمان نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر آپ کو قافلہ حریت کا قائد تسلیم
 کرتے ہوئے یہ کہا تھا :-

”مسلما محمود و احسن یک کار را شروع کردند | حضرت مولانا مولانا اسٹوٹیک کا شہرہ فرمایا
 من اور الہند کی کہم | تمہیں اس کو پورا کروں گا۔“
 یہ تو مجھ و اعظم حضرت شیخ الہند اور ان کے جان نثار خدام کے اس جہاد کی مختصر نگار جامع کا اردوئی اور سبقت
 ہے، مگر شریف حسین کا کیا حشر ہوگا! اس کی تفصیل کے لیے تو ایک مستقل ضخیم کتاب درکار ہے۔ یہاں اختصار
 کے ساتھ اس کا اور اس کی اولاد کا شروع کیا جاتا ہے :-

”شرف حسین نے دنیاوی لالچ میں آکر انگریزوں کا ساتھ دیا اور اسلامی ترکی حکومت کو جو کہ اس کے
 آباؤ اجداد اور اولاد اور خاندان کی ولی نعمت بھی تھی کفران نعمت کر کے برباد کر دیا تو حضرت شیخ الہند
 رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

بابان یار شرف حسین خانان شرفتش گم شد
 گویا یہ معدی شیرازی کی اس تاریخی حقیقت کا عکس تھا ہے
 سگ اصحاب کہند و نئے چند چنے نیکال گرفت و مردم شد

چنانچہ بہت ہی جھوٹے سزاخانہ کے بعد خرات کا عہد اور امتیاز تمام ترک منظرہ نماز مگر عرب سے بنا دیا گیا، شریف حسین کو اس کے آقاؤں نے ہی نظر بند کر کے مجبورہ ساپریں دھریں ہیں۔ پتلا اور وہ اسی طرح وہاں بے چارگی کی حالت میں مر گیا، آفت کی خبر صاف جانے۔ اس کے لئے شریف حسین کو قرق آباد کی جے بیگ سے گیا، ہادی کا چھوٹا سا گڑھ اور شریف فیصل کو اس پر نامیاد عراقی کا پرباد شدہ اور غیر آباد صوبہ دے دیا، اور پھر جو اس کے قتل وغیرہ کے واقعات پیش آئے ان کے بہان کی کوئی ضرورت نہیں۔ شریف کے ساتھ خدا نے ہمارے سوا اور فلسطین کے عرب باشندوں کا جو حشر فرمائیں اور اسرائیل، ہیریوں کے ہاتھوں سے کرایا گیا وہ تاریخ کے سیاہ اور اذوق لوٹروں کے زخم اور گہرے گھاؤ والے زلوں سے پوچھنے میں پورپ کی تیر اندازی آج تک ختم ہوئی نہیں آئی اور اسے دن قیامت پر قیامت کوئی رستی ہے، اٹا ٹیٹک نیا ابرصا د سے

گندم انڈیا ممدید جو ز جو از نکافات عمل فی نعل مشو

ترک تو اپنے مقامات پر مستحق اور قابض اور عاکم ہے مگر عربوں کی پریشانی ختم ہونے میں نہیں آتیں کہاں عربوں کی مستقل جمہوریت اور تمام عربی بولنے والوں کا صوبائی وفاق اور شریف حسین کی سب پر صدارت، جمہوریت جس کا سب پر باغ جگہ قتل آئے خوب برطانوی ذمہ داروں نے دکھایا تھا اور کہاں یہ تفریق اور بھیدوں کا یہ تسلط اور ظلم و جبر اور عربوں کے لاکھوں نفوس کی جلا وطنی و قتل کے مجربات میں سے نہیں ہے تو اور کہا ہے، لکن، بلھتم ما یاک السنڈٹ کثوئی، اکتلف متی کثاا و قانزہ لکنڈٹ متی کثاا (قتل حیات جلد ۱ ص ۲۳)

اس کی مختصر سی کیفیت حالیہ اسلامی کے معروف مؤرخ حضرت فقیر مولانا ابوالحسن علی مدنی نے رقم لکھی

کے الفاظ میں وضع کر ل ہے۔

”اسی سلسلہ کا ایک، جمہور شریفین تک شریف حسین) کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا اور ان کو خلافت کے منصب پر فائز کرنے کا وہ تھا، لکن شریفین جب انگلینڈ کا آقا اور برطانویہ کے تائید سے اور صوبہ کے ذمہ دار لڈ لڈ نے شریفین حسین کے صاحبزادہ شاہ عبدالودود سے ہاتھ لوگھلا کے زور پر اتحادوں کا ساتھ دینے اور غلبہ عثمانی کے خلاف بغاوت کرنے پر آمادہ کر لیا اور ان کو منصب خلافت پر فائز ہونے اور مجاز کا خلق العنان حاکم ہونے کے سہراٹ دکھا کر اور ترکوں کو اور اور گری و ستا ویدوں کے زور پر اس اٹھام پر آمادہ کر لیا جو مسلمانوں کی کچھل مانتیخ میں ہر مشورہ رکھی ایک ہندو داغ اور ایک فرسٹاک لاکھ کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے، گاہک اگست ۱۹۱۵ء سے منقولہ

ان کی یادداشتوں کے ایک سلسلہ میں ترتیب دینے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے کہا، اتو کھا علی برکات اللہ

راقم سطور جب ۱۹۵۱ء میں بیت المقدس حاصر ہوا تو مسجد اقصیٰ کی ایک حاضر کی کے موقع پر ایک مختصر بزرگ سے ملاقات ہوئی جو مفتی تیزابین کاشی صاحب روم کے رفیق اور متحدہ چکے تھے، انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ مفتی صاحب کی ہمرانی میں شریعت حسین کی حیادیت کے لیے عمان گیا، اس وقت تک کہ شریعت نے کہا کہ مجھے بٹھاؤ، ان کو بٹھا دیا گیا، انہوں نے شاہ عبدالکریم کو خطاب کر کے کہا،

— "يَا عَيْنَ اللَّهِ اِغْتَبِيْزًا اَذْكَوْزًا لِيَقْلَطَا" (عبدالکریم حضرت حاصل کرو، ہوش کیا تکھیں کھولو)

سہل تو یہ انگریز کسی کے نہیں ہیں۔

شاہ عبدالکریم نے کہا کہ آرام فرمائیے، آرام فرمائیے اور ان کو ٹھادیا۔
 وحدت اسلامی اور عظیم تحریک اتحاد و اخوت خلافت کو ختم کرنے کے بعد فلسطین میں معصومین علیہم
 یہودیوں کو آباد کرتے ہوئے اس وقت کے برطانوی وزیر اعظم مشراہیل نے لنگا ہوس لندن میں فلسطین کانفرنس
 کا انعقاد کرتے ہوئے عربوں پر اپنا یہ احسان جیا کر۔

”مجھے یقین ہے کہ آپ اس امر سے حقیق ہوں گے کہ اگر ۱۹۱۳ء کی جنگ میں برطانوی
 فوجیں سلطنت عثمانیہ کا غلبہ ختم نہ کرتیں تو عرب بہت آہستہ آہستہ قومی ترقی کرتے۔“
 (انصاری، پہلی ۱۲ ستمبر ۱۹۳۶ء)

عربوں کی ترقی سکون کا مالک اب کوئی نہیں دیکھ لیا ہے۔ (راہ مرتبہ غصہ لہ)

ہندوستان میں حضرت مدنی کے مشاغل | اہل شیعہ حضرت شیخ الہندی کے ہمراہ آپ جب ہندوستان
 تشریف لائے تو یہاں کے حالات اور واقعات کا نقشہ
 سرسبز بدل چکا تھا، حضرت مدنی جب گرفتار ہوئے تو وطن آباد تھا، خاندان بھلا بھولا چھوڑا آباد تھا، باپ بھائی
 بھابھو ہیں، اہل و عیال اور گھراں اطمینان و عافیت سے آباد تھا، ازمنگی کا چین سرسبز و شاداب تھا، باپ
 ساڑھے تین برس کے بھرا ہوئے تو وطن ٹٹ چکا تھا، گھر اور خاندان آڑ گیا تھا اور ماں باپ اور
 اہل و عیال ختم ہو چکے تھے، چالیس چالیس سال کی عمر میں گھر تھکا، خاندان باقی رہا تھا، اہل و
 عیال زندہ بچے تھے۔

پچاسیہ تو بدلا ہوا زمانہ تھا | بھاری نہیں تھا آشیانہ تھا

حضرت نے عزیز عقیدہ جاننے کی اجازت کئی بار طلب کی مگر حضرت شیخؒ نے اجازت نہ دی اور اپنے ایک عملی کام "تاجہ بخاری شریف" کی تکمیل کے لیے آپ کو ممبرانے کا فرمایا، جس کی ابتداء مسدودت مانٹل کے نام میں فرمایا جکے تھے اور وہ صرف پہلے پار کے کھتر تک پہنچ سکا تھا، حضرت شیخؒ نے آپ کو فرمایا بخاری کے تمام بابوں کی تکمیل کے لیے میرے پاس ٹیبلر ہیں، حضرت مدنیؒ نے عرض کیا:-

"جو وقت چاہا اس کام کے لیے حاضر فرمائیں گے اس وقت چاہے کیسا ہی لمبے وقت لگے اس کے لیے صرف دو فرمائیں۔۔۔۔۔ فرمایا کہ قبول ہے مگر طوری ہی ایک فرماتے ہیں نے عرض کیا کہ کیا تو فرمایا اگر پھر کہیں گے۔۔۔۔۔"

اگرچہ اس شرواک کا ذکر مصراحت کے ساتھ نہیں ملتا مگر حضرت مدنیؒ کا قرب اور میزان ہونا، جہاں بیٹھ ہونا صاف بتا رہا ہے کہ آئے وہاں وقتوں اور ان سے زبرداری ہونے کی ذمہ داری، اولاً صلوات ویرت کی حدیث حضرت کے شیخ کی تکمیل اور تکمیل سب سے پہلی پر ڈال گئی۔۔۔۔۔ حضرت شیخؒ نے اجماع اور قرب کیلئے عقیدہ ذیلی واکو عرض کرنا ضروری ہے۔

چونکہ حضرت مدنیؒ نے اپنا بیچین بعد از خادم خاص کے حضرت کی حویلی میں گزارا تھا جس میں آپ سے پردہ وغیرہ نہ ہوتا تھا، ماٹل سے واپس پہنچنے پر وہ بند کی ماضی کے وقت حضرت شیخؒ نے بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے حضرت شیخؒ سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھ سے حسین احمد کے ساتھ ہاتھ کھڑا کر لیا، حضرت شیخؒ نے رقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ "تمہارے ہاتھ کھڑا کر لیا، جس سے اسے اندر لایا۔۔۔۔۔" میں ابھی دل نہیں چاہتا کہ تم حسین احمد سے پردہ کرو، اگر میرا کوئی بیٹا ہوتا تو اس کی صورت نہ کرتا مگر انہوں نے کیا ہے، مگر ہر حال شرمی طور پر سامنے کہنے کی بیانت ہیں گئے:-

اجت خدمت اور تعلق کی بنا پر آپ کا عالمگیر لقب جانفشانی شیخؒ نے ہندوستان و قریب قریب پر رسم ہو گیا۔

① وہ جہاں کے کھڑا ہوا مانتا ہے، جس صاحب نے ہر وہ جس کے مددگار ہونے کی حدیث کے لیے حضرت مدنیؒ

لے حضرت شیخؒ نے ہندوستان میں طبعاً ملنا میں بخاری شریف کے پہلے باب کے کتب خانہ اجازت لیا، اس کے بعد سالہ کا حوالہ دیکھ کر کہنے لگے تھے کہ ملا ہے ہندوستان کو تقریباً سٹائٹا پہاں کی تہذیب و روایات اور حالات سے تکمیل کی مہلت تھی، آپ کے اس روش و عمل اس طرف اشارہ ہے۔

کے نقلی حیات جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ سے شیخؒ اسلام مدنیؒ ص ۲۲۱

کسل کے لیے بغلی نہیں دینے متورہ سے باہر شریف تائے اسیو فرمایا۔

۱۰۰ صاڈا آج ہو سکتا ہے کہ کڑھب کے سے وہیں آئے تو میری یوں زلیلت نہ کہ کے

جگر تیرا آہمیری تہرہ ہو، شکر خضر جہاں خضر اشر من را در قطار دہنے کے :

— ان کی اس پریشانی کو دیکھ کر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، فرمایا کہ وہ

قیامت کے دن میرے قریب ترقی لوگ ہوں گے، جنہوں نے میرا حکم تسلیم کیا تھا :

جو بھی ہوں گے اور جہاں بھی ہوں گے۔ یعنی یہ دوست ہے کہ توجہ نہ خود پر جسے توجہ نہ

ہلنے کا عکس تھی قرب کے حاصل ہے، جگہ یا وہ قرب حاصل ہو جانے کو اس پہلے کہ گرنے

میرا حکم تسلیم کیا ہے :

اب ایک طرف کہ محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی جانے کیلئے حکمتاً اور دوسری طرف کی محبوبہ تقاسم صلی اللہ علیہ وسلم

کو وصل لکڑو فرمایا اصلاح تھی عنایت سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تم کو دلچسپی میں سمجھائی تھی کہ

یہاں ہی ظہر ہاں بھی تھا کہ میں آقا کفایت کیلئے مائل تھی جہاں میں تھوڑا سا سال ہی طرح گزار سکتی

دن کا اپنا آرام کرانہ کیا، اور ہر میں آپ کے خانہ کے ہی تھی اور لاسوت کا شکر ہو گئے مگر اپنے شیخ کے غافلہ

ہوڑا تھا کہ یہ تہہ نہیں کیلئے ماننے اور تھا اپنے بدل تھی تھی کہ تھی تھی اور کھلتے کے لیے ہوتے ہو گئے۔

۱۰۱ حضرت دو تہہ کھلتے روز ہوتے تھیں وقت اور وہ میں خود تھی خانہ کے لیے ہو رہا تھا، وہی کے

انہیں پہنچا آپ کا کھلتے تھا حضرت شیخ جنید کی طرف سے پیش سے ایک مذہبی کاغذ لکھنے کے ساتھ

جلدی میں، کھٹا لیا کہ آپ پہلے ۱۰۰ دوسرا لکھی، پانچ تھی حضرت علیؑ اور ہزار لکھے۔ حضرت شیخ امیرت مراد

محمد نکر یا مراد فرماتے ہیں کہ وہ

۱۰۲ جب تک حضرت علیؑ کو اللہ تو رحمت لکھا، تھی حضرت شیخ بہتر کی قیام گاہ اور ہر مفصلی کی کھٹا

پڑھنا تھا حضرت پر مٹ کا شہرہ مل رہا تھا، تمام سے دن سے دعائیں لکھی اور اللہ تو رحمت لکھا، تھی

حضرت علیؑ کو ہر وہ کہتے پر دعائیں لکھی اور اللہ تو رحمت لکھا، تھی حضرت علیؑ کو ہر وہ کہتے

اور حضرت علیؑ تیسویں صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیخ جنید کے مکان پر پہنچے :

فاظلوں میں اس کیفیت کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ یہاں تک کہ ایک ایسے ہی تھوڑے وقت میں آپ نے ہونے کی

جس نے اپنی اولاد اپنا نام میں اپنا نام اپنی جوانی میں زوال کی دوست کے لیے وقت کی گئی تھی تو اس کے

اتنی فطرت میں شکر کہ جو کد گہیز و مہینوں اور لکڑی کا تھوڑے میں انمول شاعر سے

پہنچا کہ وہ دیکھ لے، کھٹے جانے، کھٹا دست ہاں لکھے کہ کھٹے یہاں تھی تو وہ ہزاراں ہیں

آدھ کے ایک شاعر کی مندرجہ ذیل رباعی ایسی کیفیت کی عکاسی کرتی ہے۔
 چمن کے تخت پر جس دم سشد گل کا جھنڈ تھا
 ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا گل تھا
 جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا تجز غلہ گلشن میں
 بتاتا باغبان رو رو کر یہاں غنچہ وہاں گل تھا
 یہ شعر بھی مناسب حال ہے۔

وائے ناکامی نہ پوچھو عاشقِ دل گھر سے
 ایک دل رکھتا تھا وہ بھی چمن گیا تیر سے

اس فراق کی کیفیت حضرت علیؑ کے الفاظ میں یوں ہے۔

”میں صبح کو اتر رہا ہوں دو بندہ ہنپا حضرت کے دروازہ پر ہنپا تو دیکھا کہ لوگ دفن سے قلعہ
 ہو کر واپس آ رہے ہیں اپنی بد قسمتی اور بے چارگی پر انتہائی افسوس ہنپا کر باوجود ساہا سالہ قرمانی
 کے شرف کے آخری وقت میں زوفات کے وقت حاضر رہا اور نہ دفن میں شرکت کر سکا، گلہ یہ ذکر
 وہ گیا؟“ (مقتضی بیات جلد ۲ ص ۲۴۲)

⑤ حضرت شیخ ابوبکرؒ کے حقیقی برادر زادہ مولانا راشد حسن ہی کا بیان ہے کہ:

”میں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت شیخ الغنیؒ کے برادر مولانا حکیم محمد حسن صاحب
 اور مولانا محمد حسن صاحب نے میر شیخ الاسلام کو بلانگ پر ٹھکانا ایک بھائی ایک طرف اور دوسرے
 بھائی دوسری طرف بیچ میں شیخ الاسلام مدنی رحمتہ اللہ علیہ میں نے اپنے کان سے یہ بات سنی کہ
 حضرت علیؑ نے فرمایا اب ہندوستان میں میرا کیا ہے میرے سر پرست اس کو نہایت ہی نہیں رہے
 میں نے سہارا ہوں؟ اور ان سے شیخ الغنیؒ کے دونوں بھائیوں نے بے رحمی سے فرمایا بے شک! ا
 مگر مولانا حکیم محمد حسن صاحب نے فرمایا اب آپ اس خاندان کے جس سے ہیں اور حضرت شیخ الغنیؒ
 کے جانشین ہیں، تو چھوٹے بھائی مولوی محمد حسن صاحب نے فرمایا یہ مکان آپ کا ہے جس طرح
 بڑے بھائی رہتے تھے اب آپ اس میں اسی طرح رہیں گے، آپ کا قیام اس خاندان کے
 خوش نصیبی ہے“

ادھر جناب مولانا حافظ احمد صاحب مرحوم دارالعلوم دیوبند مانع ہوئے اور دیوبند ہی کے قیام کا حکم فرمایا

حضرت شیخ الہندؒ کے

سیاسی طرز عمل میں تبدیلی

اگرچہ حضرت شیخ الہندؒ نے امتداریہ جماعت شریعت نے جانے سے پہلے ہی عالمی سیاست اور اس وقت کے حالات سے پوری طرح باخبر تھے اور سیاسیات و کتبہ کے تمام امور پر سے پوری طرح واقف تھے مگر یہ اور مشاہدہ کی نوبت ہمارے مقدس اور پھر ہائٹا کی اساس کے زمانہ میں آئی، عالم جس نے دوسرے ممالک خصوصاً بلا و اسلامیہ کو اس قدر کھڑک دیا تھا کہ وہ اپنی جان سنبھالنے کی فکر کرنے لگے، اس ترکی کوہر و بیار کا منوں دیا گیا جس کی شجاعت کا سکہ اس وقت تمام اہل و عیال کے لئے ملا وہ اس وقت ہائٹا کے دوران دوسرے ممالک کے بنگلہ ایسٹ سے بھی ہوا اس پر اہل واسطہ بلا و شریعت ہوتا رہا، اس لیے وطن اگر آپ نے اپنی تحریک کے لیے دو باتوں کو ضروری قرار دیا۔

۱) ایک گویہ کہ آزادی کی تحریک کا مرکز اور دائرہ عمل صرف وطن ہی تک محدود رکھا جائے جس کے لیے ہندوستان میں بسنے والی تمام اقوام کو اگر بڑوں کے مسئلہ میں متحد کیا جائے کہ جو کوی مری اقوام خصوصاً ہندوؤں نے ہلیا تو لہ باغ کے مادہ کے بعد اپنی عاقبت مسلمانوں کے ساتھ الحاقہ میں سمجھی، تحریک خلافت مالا لہ خاص اسلامی تحریک تھی مگر ہندوؤں کے جلسے بلا سے لینا جیسا کہ جہاں تا گاندھی وغیروں نے اس میں غمنا شریعت کی اور پھرت جہات کے عیساء کو نظر انداز کرتے ہوئے اتحاد کا منظر ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس وقت حضرت شیخ الہندؒ ہائٹا میں تبدیل تھے مگر حالات سے پوری طرح باخبر تھے اس باعث کہ اس کے لیے دین اسلام کی روشنی میں ضروری ضرورت اور قیود کا لحاظ رکھنا ضروری قرار دیا گیا، اس لیے آپ نے باوجود شدید طالت کے بحیثیت اعلیٰ ہند کے دوسرے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۹۱۶ء میں ۱۹۱۶ء میں برقیہ برقیہ کی مدد سے کوہر نیت بخشی اور اپنا خطبہ صدارت پڑھنے کے لیے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو بھیجا، اس اجلاس میں آپ کی جو شخص پڑھ کر سنا

گئی اس کے ہندو اقباس ہدیہ ناظرین ہیں۔

..... جو لوگ اس وقت آپ سے ملے ہیں ان کو بھی مکتبہ اور موقوفہ سندسے اپنی جماعت کے ہندو جنس کیجئے اور اس میں مبادلہ کی توجہ اسے کر دو یا اپنی اپنی آئین ہونا چاہیے۔

کچھ شبہ نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کی ہم وطنی اور ہندوستان کی سب سے زیادہ شیر تھوڑی قوم ہندو کو کسی مذہبی طریق سے آپ کے ایسے پاک مقصد کے حصول میں توجہ دینا دیا ہے اور میں ان کو ان کے عقائد کے تخلف و اجتناب کو بہت سی سفید فاسفی کہتا ہوں اور علامت کی نزاکت کو محسوس کر کے جو کوشش اس کیلئے فریضی کے حوالہ سے کی ہے اس کے بعد اس میں بہت تردد ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ موافق حال اگر اس کے خلاف ہوگی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو آئندہ ہمیشہ کیلئے ناممکن بنا دے گی اور ہندو حکومت کا آئینی ٹیڈر بڑھنا اپنی گرفت کو سخت کرتا جائے گا اور اسلامی اقتدار اگر کوئی وہ خدا سے نفی باقی رہ گیا ہے تو وہ بھی ہماری بڑی نمایاں سے حرف مللا کی طرح مٹ کر رہے گا اس لیے ہندوستان کی آبادی کے یہ دونوں عنصر بلکہ سکھوں کی جنگستان قوم کو ملکر تینوں ارسطو و آسٹری سے ہیں گئے کہ میں نہیں نہیں آتا کہ کوئی جو بھی قوم خیرہ وہ کتنی ہی بڑی حالتوں میں ان اقسام کے اجتماعی اہمیت کو محض اپنے جبر و استبداد سے تسلیم کر سکتے گی۔

ان پہلے ہی کہہ چکا ہوں اور آج پھر کہتا ہوں کہ ان اقوام کی باہمی مصالحت اور دوستی کو اگر آپ خود کو براہ راست یاد دیکھنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت کو خوب بھی طرح ذہن نشین کر لیجئے اور خود ہی یہی کہنا کی پانڈی ہوئی حدود میں اس سے کوئی فرقہ و پیشہ جس کی صورت پھر اس کے کہہ نہیں کہ اس صلح فاسفی کی تقریب سے فریقین کے مذہبی امور میں کسی کوئی امر کو بھی ہاتھ نہ لگایا جائے اور مذہبی معاملات میں کسی کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی فریق کی ایذا رسائی اور دلآزاری تصدق ہو۔

مجھے انہوں سے کہا تھا کہ پتا ہے کہ اب تک بہت جگہوں کے خلاف بڑا بڑا مذہبی ہتھیار میں تو بہت لگ اتفاق ظاہر کرنے کے لیے ہندو جنس کی صورت سے گفہ جاتے ہیں لیکن کوئی کوئی اور ہتھیار میں ایک دوسرے کی ایذا رسائی کے واسطے رہتے ہیں۔

میں اس وقت مجھ سے خطاب نہیں کر رہا ہوں بلکہ میری یہ گزارش دونوں قوموں کے زعماء و دانشوروں سے ہے کہ ان کو مجلسوں میں اجلاس ٹھاننے والوں کی کثرت اور برہمنوں کی ذہنی تائید سے

دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ طرہ سلی لوگوں کا ہے۔ ان کو بڑے مسلمانوں کے نبی معاملات اور سرکاری محکموں میں حصہ نہ دینا، جنوں کا اندازہ کرنا چاہیے۔ اگر فرض کرو ہندو مسلمان کے برتن سے پانی نہ پیئے یا مسلمان ہندو کی اورتی کو نہ چاند سے تو یہ ایسوں کے اتفاق کے لیے ہبک نہیں، البتہ ایسوں کی وہ ایسا جنت آئیسا اور ایک دوسرے کو ضرور پہنچانے اور تہجد کھانے کی کوششیں جو انگریزوں کی نظروں میں دونوں قوموں کا اعتبار ماقبل کرتی ہیں اتفاق کے حق میں سم قائل ہیں، مجھے امید ہے کہ آپ حضرت میرے اس مختصر مشورہ کو سرسری نہ سمجھیں، باتوں کا مل انداز کریں گے۔

اب آخر میں دو ماکن اہوں کہ اندر مل شانہ ہم کو اور آپ کو سنی اور کچھ سے اور چاہے دونوں کو سیدھا کھانے کے بعد کچھ نہ کرے اور ہماری دوسرے ہمارے مذہب پر دوسروں کی تعجبیک کا موقع نہ دے اور ہم کو ہر ایک آسان اور کٹھن منزل میں صبر و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رکھے اور اس وقت کے حالات سے بہتر حالات میں پھر ہم کو جمع کرے، آمین یا رب العالمین۔

وصی اللہ تعالیٰ عن علی بن محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

آپ کا ڈاکو اور خیر اللہ میں محمود حسن خضر

بروز جمع الاول ۱۳۳۹ھ ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء

(۲) دوسری بات جس کو آپ نے تحریر کیا ہے کہ ایسا ہی کیلئے ضروری سہا وہ (جوہر انوں کے لیے ہی) درگاہ کا قیام تھا کہ میں میں اپنے طلبہ تیار کیے جائیں جو صرف حکومت کے کلرک بننے کے لیے منت نہ کریں کیونکہ انگریزوں نے ان تعلیمی اداروں کو صرف اس لیے ہادی کر رکھا تھا کہ یہاں سے کلرک پیدا ہوں اور انگریزی حکومت برطانیہ سے متول مشاہیر اور دوسری گرانڈی مراعات طلب کئے جانے لگیوں سے نکل جائے اور ساتھ ہی ان تعلیمی اداروں کو جو قوم کا قیمتی سرمایہ ہونے میں اسبق کے درجہ سے اس قدر فتنی اور اطلاق طور پر مخلوج کر دیا جائے کہ وہ انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی کی تحریک کی مائدہ تو کیا کریں بلکہ اپنے مجازی ذرائع کی ٹرغی و ترویج حاصل کرنے کے لیے ایسی تحریک کا ڈٹ کر تیار کریں، اس لیے ضرورت فیح البندہ تہذیبیہ نے ایسی مستقل درگاہ کی بنیاد رکھنے بہت ضروری سمجھی جس میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان مسلمان حضری تعلیم سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی تربیت ضمیر کی مخالفت بھی کریں اور ایسی تحریکات کے لیے ہر قسم کی قربانی

دینے کو سعادت کہیں، چنانچہ اس ضرورت کے لیے جامعہ ملیہ وطنی کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا سنگ بنیاد حضرت شیخ الحدیث علامہ علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے رکھا اور اس کا نانا جامعہ ملیہ اسلامیہ " تھوڑے عرصہ میں اس موقع پر مشہور علی شامہ رضی اللہ عنہما نے مرحوم نے مؤرخ ذیل مضمون پر مبنی سے

جامعہ ملیہ اسلامیہ

آؤں کا ساقاؤں کو لہا الا یأتیہا الساقا
 رسالت کے بقیہ صحراوں میں جامعہ ملیہ سے
 قیام جامعہ ان علمتوں میں ان غنائوں میں
 مقابلہ سارا میں غزلی کے اک رہد بیضا
 یہ ملت جب کبھی اپنی زیاں لگا کی کو ہلنے گی
 منہ ہے میں نے یہ قصہ بزرگوں کی بانوں سے
 زمین بند پر طاری تھا خواب خود فراموشی
 مسلمان سوچ کے تھے دامن او بار و ذات میں
 ہجرت ایک غیر منہ مومن کی ہجرت تھی
 پر زندہ تک رہا تھا اور سے گروں ستاروں کی
 سکوت مرگ کی اس وادی خاموشی میں گویا
 یہی آباد گھر دیکھتے ہی اک درگاہ پایا
 شیخ الحدیث محمود حسن کا با صفا سینہ
 یہ خوبوشیہ بحالت کی طرف سے اک ہانہ تھی
 یہ اک تازہ بشارت تھی یہ اک بنیام لوری تھا

ابھی اک اور زمانہ مجھ سے کا ذکر ہے جاتی
 مرینے ہی سے دلہتہ یہ طویل جامعہ بھی ہے
 چلنا راہ ایسی تند زہر علی ہواؤں میں
 تھوڑی اتنے فرعونوں کی تمہید جرات موسیٰ
 و بولہ ان جامعہ کا بھروسے سے کم نہ ملنے کی
 اہمیری رات میں کی نور اترا آسمانوں سے
 مسلسل ایک سسٹما مسلسل ایک خاموشی
 ہجر ہجرت کوئی پر یہاں ملت تھا ملت میں
 اسیر مانا کی تحریرت آموز ہجرت تھی
 نگہبانی ایسے مطلوب تھی قسمت کے ماروں کی
 اسی کے شہم و دل تھے آسمانی نور کے جویا
 ملا آکھوں کا زینہ، نور سینے میں اتر آیا
 و نور اک چاند تھا اور اسلامی کا آئینہ
 اسے آنت کی آنکھوں میں برسا دینا و یانت تھی
 اسے سینہ بسینہ منتقل ہونا ضروری تھا

بگیا یا اہل دل کو محسوس مانا راز فرمایا

جناب طبع نے اس کام کا آغاز فرمایا

یہ دو آنکھیں تھیں اکڑاں، اوچل و اتصا کی دو چھری
 انہیں عہد و ملائمتیں بیخ ارشاد مستند کا
 یہی تینوں تھے کشتِ جامہ کے آدھیں ٹالی
 کہ جس کی دید کا مشتاق ہو خود نور الملائکی
 مسلمان ہندی کی نگاہوں سے بھی پہلا ہو
 انہیں ترکیبِ رحیمی چاند سے سورج اگانے کی

امین راز تھے بحرِ وفا کے بلے بہا گوہر
 سقا شہنشاہِ کمال کی تقاضا روپے صد کا
 ہاں دل نے آہن کھولنے تل کر طرح لوٹا لی
 تمنا تھی کہ چمکے اس طرح کچھ جو بر خاکی
 وہ گری جس سے دریغ عشق کا قطر چھپا ہو
 تھی ندرت ان کے فتنے ظلمت شب کو شانے کی

طلسمِ غنیمتِ مشرق کا ہادو لڑتا دیکھا
 سزا نہیں اربلا نہیں ہاتھ لہانے اور زخمیریں
 خضبتِ امتوں رکھ گئے ہیں ان کی راہوں میں
 کبھی سوتے ہیں تجزیج بیداری کا سوتے ہیں
 بحال تیر و آزادی برابر کام ہلتا ہے
 طوبیخِ جامہ سے ہے عیاں ان کی سیاحتی
 کہ دقتِ جامہ ہے قدرتِ ڈاکٹرین آپ تک
 دفا کے بیج آخر کو گئے افکارِ عالی میں
 دم جاری دوساری مانتے روح رواں کہتے
 آہی سے پوچھتے پوچھتے کیا اسرار میں ان کے
 خدا جوت کرے ان عاشقانِ پاک ٹھنڈت پر
 بسا تے باسے ہیں بستیاں روغنِ خمیری کی
 کھی کرتا نہیں خونِ جگر دریا نوالی میں
 ذرا چھو تو باعثِ کید ہے اس کی ناتوانی کا

نظمِ غنیمتِ مغرب نے ہیں یہ ماہِ جزا دیکھا
 اشقی دھیر گزری ہر طرف سے کے تعزیریں
 تکی طور سینا کی بسی ہو ہی نگاہوں میں
 نہ بھوڑتوں میں اب وہ زیناک سوتے ہیں
 شہیدانِ مقاصد کو کہاں آرام ہلتا ہے
 ابھی جا رہے ہیں ان زخموں کا بیض کا فرمائی
 پس مردوں مالا ہو گا انہیں استنایِ صحیحی اب تک
 جو ناموں نے بھی تھی جہادِ بزرگ سالی میں
 وہ عالی عزت کو جامہ کا باغیاں کہتے
 یہی سلوہ سے ڈاکٹر پارٹین کا عین ان کے
 کبھی ان کی نظر پڑتی نہیں لیبیب نینت پر
 اکی ایک دائرے میں کاٹ کر مدتِ خمیری کی
 زمین شہر پر مال چل رہا ہے خشک سالی میں
 یہی تو اکی ہو سیکر تھا کبھی حسن و جوانی کا

بھیہا کہ کچھ سمجھائیں، کچھ ڈریں، و کچھ منگے سے آگاہ کریں۔ مگر حضرت نے حکومت کی آگاہیوں کو برکات کے برابر ہی وقت تروی اور نجاتی خلافت کشی کی طرح سے اور صحیح علامہ ہند کی طرف سے اور پانچسہ علامہ کے دستخط سے شائع ہو کر ملک کے چھوٹے چھوٹے میں پھیل گیا۔ ان تمام مراسل میں جہاں حضرت جینا شہ علی اپنے شاگرد کے حکم کے تعمیل میں ان کے ساتھ اور شریک رہے۔ کلکتہ میں بھی اسی طرز کا ایک نیشنل مدرسہ قائم کیا گیا جس کی صدارت کے لیے شیخ الہند نے حضرت مفتی رحمت اللہ علی کو منتخب فرمایا اور اس طرح زحمت فرمایا کہ ۱۹۵۵ء کا علم جہاد اور بارائانت آپ کے حوالے کر رہے ہوں کہ جب تک دم میں دم سپا اور جب تک آزادی حاصل نہ ہوتے ہے تعلیم سرنگوں نہ ہوسکے پائے۔ یہ وہ حالات تھے ان ماحول تھا اور وہ اساسات تھے جن کی موجودگی میں حضرت کے فلسفہ میں دہی ہوئی مصوری کی دو چنگاری جو مشرقی و ملی اور مال کے تمام کے وطن دنیا کے مسلمانوں کیوں بنی پر دشمن ہوئی تھی بھڑک کر طلوع ہوا رہی تھی اور آپ نے اپنی زندگی اسلام، مسلمانوں اور ملک کی خدمت کے لیے وقف کر دی۔

۱۹۵۵ء میں جامعہ ملیہ اور کلکتہ کا مدرسہ اعلیٰ علی گڑھ کالج کی لادینی فضا اور انگریز نواز پالیسی کے مقابل مسلمانوں کی دینی و دنیاوی ترقی، قدیم و جدید علوم سے ناگہا اٹھنے اور جدید جہاد کو توجہ دینا نسل میں پیدا کرنے کے لیے حضرت شیخ الہند کے پروگرام کا اہم حصہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جامعہ ملیہ کا سنگ بنیاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن سے رکھوایا گیا مگر تعویب سے کہ شیخ محمد اکرام صاحب جیسے محدث جب اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے تو حضرت شیخ الہند کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ چنانچہ جامعہ ملیہ کی تاسیس کا ذکر کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام صاحب لکھتے ہیں:-

”اسلامی ہندوستان کے تعلیمی اداروں میں ایک نہایت دلچسپ ادارہ جامعہ ملیہ اسلامیہ بھی ہے جسکی بنیاد ۱۹۵۵ء میں مولانا محمد علی مرحوم نے چند دوسرے بزرگوں کی ثقافت میں ڈالی۔“

(سورج کوڑھ ۱۹۵۵ء)

شیخ محمد اکرام صاحب سورج کوڑھ ۱۹۵۳ء پر علی گڑھ کالج کی انگریز نواز اور جہاد سوز پالیسی کے مقابل حضرت شیخ الہند کی کوششوں کا ذکر کرتے ہیں، جامعہ ملیہ کے یوم تاسیس کے موقع پر ان کے شطبہ صلدت کا ذکر کیا ہے مگر وہاں بھی اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ جامعہ ملیہ کی تاسیس میں حضرت شیخ الہند کا کیا کردار تھا۔

پڑائیں اٹھائیں اور اس نے اپنے خون سے کئی ہر زونہا لیا، اسلام کو بچایا اور اس دشمن طعنائی میں گھسنے لگا، ایک کرسچن سکھ دی میں بٹنگی جہاں سے یہ روایت یا جرح و مارجح ہمیشہ فساد اور ظالم کے سیلاب بہاتے تھے۔

(۳) غازی عثمان کا وصیت نامہ میں اس وقت، غازی عثمان موسس معاہدہ ترکہ قدس اندر سرور بلوچ کے کے ان کلمات کو یاد دلاتا ہوں جو کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت اپنے بڑے صاحبزادے ولیچہ غازی اور خان مرحوم و مشور کو لکھے تھے، ان وصیت نامہ اب تک اس سلطنت میں محفوظ رکھا جاتا ہے اور فرماتے ہیں۔

”بیاض شہادت کے عادلانہ قالیبی کے ساکن قانونی کی جوس نہ کرنا، غلام کی رعایت کرنا، اہل علم کو اپنی منکسٹ میں بکنی کرنا، جس طرح میں محض غلام کلمہ خداوندی کی طرف سے جہاد کیا ہوا منظور و مقصود، گو بھی میری بیروی کرنا، ملک گیری اور فرمانروائی ہمارا قصد نہیں رہا، ایسے عدل و انصاف اور خبر گیری جلدی رکھنا، غیر عادل بادشاہ کے لیے بادشاہی مصلحت نامہ ہے۔“

یہ وصیت نامہ میرے پاس ٹرکی زبان میں محفوظ ہے۔
دوسرا جلسہ اجمن علماء انگل کے زیر اہتمام، ہسپتال علیہ علیہ میں منعقد ہوا، جس میں حضور نے

(۱) کو آپ کی صدارت میں منعقد تھا جس کے علیہ صدارت کے چند اقتباسات درجے ناظرین ہیں۔
علاء کرام کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا، ”اے علماء کرام! اسلئے ہر وہ ابنِ فاضلہ اسلام آیا اب بھی آپ کو ان غرق کن چھبیروں کا احساس نہیں کیا گیا، ایسی مروجہ فرقہ پرستی کو بیدار نہیں کر سکتے، کیا اس سے بھی کسی شدید اور تمکک بگڑنے کا آپ کو احساس ہے؟ تو آ نکھیں کھولیں، ہوشیار ہوں اور بائیں نگاہیں دلائیے، عذابِ ترکوش سے بیدار ہو جائیے، دیکھئے وحشی بھیڑیوں نے عالم میں کیا ہودم بجا رکھی ہے، کس طرح سناک تو میں عادل اسلام اور دنیا سے ایشیا و افریقہ کا عربی نہایت بیداری سے ہمارے ہیں، عرشِ خلافت جنرول ہو گیا، آفتابِ مقامت مقدس زمین میں آگیا، اسلام اور مسلمانوں کے ہر طرح کے مصائب کی دھواں دھار لگا رہی ہے، آپ ہیں کہ انہیں نفسانی بگاڑوں میں سرشار، انہیں فرد کی اختلافات میں مداخلت انہیں قدری نزاعات اور خیالی مخالفت میں روز و شب مست۔“

(۲) خلافتِ ترکی کی تاریخ مختصراً بیان کرتے ہوئے فرمایا: — ابتدا میں خلفاءِ عباسیہ مصر کے خلیفہ ابن
 ترک کہ سلطانِ روم کا لقب عطا فرمایا اور پھر عبدالملک یا اور حرم و منصور میں جو تیز کاتب، نبویہ اور
 حرمین شریفین کی کنیاں وغیرہ دیتے ہوئے ملقب بخلافت کیا، مشرقی سے مغرب تک کے مسلمان
 اور غیر مسلم قومیں اب تک ان کی خلافت کی قابلِ رہی ہیں اور معاہداتِ دولِ عالمی معاہداتِ ہمیں
 دیکھنا ان کا اعتبار مستحکم ہے۔

(۳) یورپین سفاکوں اور ظالموں پر ترکوں کی حیثیت اور سطوت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: —
 ”سچی اچھی کی بات ہے کہ یورپ میں اگر ماں بچے کو روکنے سے بچ کر آتی تھی تو کبھی تھی
 بچپ کر دیکھو وہ ترک آگئے۔“

(۴) شریفِ محکم کی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: — ”شریفِ حسین وہاں پشل نواب
 حیدرآباد اور راجگان مالوہ ایک محکوم حکمران ہے بلکہ ان لوگوں سے اور بجا قول سے بھی کمزور
 اور بے دست و پا ہے، ان کے ملک میں اس قدر سوال اور فتنہ بھی ہے جس سے وہ اپنی بے پرواہی
 کر سکتے ہیں مگر شریفِ محکم کے ملک میں نہ سوال ہیں اور نہ فتنہ کی اس قدر پیدائش کہ جس کے
 ذریعہ سے وہ اپنی اور اپنی رعایا کی زندگی کا تکفل کر سکے بلکہ اگر رعایا نے اپنی داد و پیش بند کر لے
 تو زندگی بھی دشوار ہو جائے، ان دنوں تو وہاں کی حالت یہ ہے کہ عہدہ داروں کو دو دو تین تین
 کی نخواستہ نہیں ملتی، گرانی نہایت سخت ہے، پھر کیا وہ کٹھن بیگی کے بادشاہ سے زیادہ دولت
 رکھ سکتا ہے۔“

(۵) اسی خطبہ میں آپ نے انگریزوں کی فتوحات کے چراغ میں ہندوستانوں خصوصاً مسلمانوں کے
 کے خون کے بہنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: — ”تقریباً تیس یا چونتیس جنگیں ہیں جو کہ ہند
 اور یورپ ہند اس زمانہ میں واقع ہوئیں جن میں نہایت ہی بڑی کے ساتھ ہندوستانی خون
 کی ندیاں بہاؤ گئی ہیں، خواہ وہ کابل کی متعدد جنگیں ہوں یا صردو کے واقع بلوچستان
 کے کاہزار ہوں یا مصر اور سوڈان کی لڑائیاں، سومالی لینڈ، افریقہ، مشرقی چین، برما، نیپال،
 مرہٹہ، سکھوں وغیرہ کی متعدد لڑائیاں تو ہمیں ہی، صرف اسی جنگِ عمومی کے مخالفت کے
 شمار میں آپ ہندوستانی خون کو کئی صدیوں کے خون سے بہت زیادہ پائیں گے یہ جانیں

پڑھوں کو دیکھتا ہے، جس کے جسم سے خون کے فوارے جاری تھے، ان سے معلوم ہوا کہ روسیوں اور ہٹلر یوں نے سہ ہزار سالوں میں مسلمانوں کو اس طرح ذبح کیا ہے جس طرح بھیڑیوں ذبح ہوتی ہیں، ہم نامہ نگار علی الاطلاق کہتے ہیں کہ زمینوں میں اکثر خورقیں اور پتے تھے۔
 یہ تمام جیسے ان تمام جماعتوں کے انفرادی جیسے تھے، جو ۱۹۱۷ء میں آل انڈیا کانفرنس کراچی میں خلافت کمیٹی کی طرف سے متقرر ہوئی، جس میں شرکت کے بعد آپ پر اور آپ کے رفقاء پر وہ مقدمہ چلا یا گیا جو مقدمہ کراچی کے نام سے مشہور ہے۔

وقت ہیچہ اسلام کے کئی اجلاسوں میں مسئلہ خلافت پر کافی زور دیا گیا، یہ صرف ایک بیانی مسئلہ نہ تھا بلکہ اس کا تعلق اور اصلی محرک جزیرہ عرب کی موجودہ وحدت سے حفاظت تھی۔ اسی پر تفصیل کے ساتھ کہنے کے لیے موصوفی ابوالکلام آزاد اور مولانا آزاد کے طبعیہ صحافت اجلاس جمعیتہ العلماء منصفہ فروری ۱۹۱۷ء، یہاں انتھار کے پیش نظر مولانا آزاد کے طبعیہ صحافت اجلاس جمعیتہ العلماء منصفہ نومبر ۱۹۱۷ء لاہور سے صرف ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، آپ نے فرمایا :-

مسئلہ خلافت کے سلسلے میں اس بحث میں مجھ کو جو کہ عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مسئلہ خلافت کے متعلق جو ہمارے مطالبات تھے اس میں نہ تو کوئی گٹھا سکتے ہیں نہ بڑھا سکتے ہیں نہ کوئی قدم اچھے لے جا سکتے ہیں نہ دانے لے جا سکتے ہیں نہ نہیں اس میں کسی طرح کا مجموعہ یا مضامین کا سوال نہیں پیدا ہو سکتا یا اس بارے میں مسلمانوں کے مطالبات یہ تھے کہ جزیرہ عرب کو غیر مسلم اثر سے بالکل پاک کر دینا چاہیے۔ جزیرہ عرب کے متعلق ہمارا یہ اعلان تھا کہ جزیرہ عرب صرف زمین کا نام نہیں ہے بلکہ عراق کا وہ تہائی حصہ بھی حسب جغرافیہ اس میں داخل ہے اس لیے عراق کی زمین، بصرہ کا علاقہ اور بغداد کا علاقہ جزیرہ عرب میں داخل ہے۔ جس وقت تک انگریزوں کا اثر جزیرہ عرب کی ایک چوتھائی زمین پر باقی ہے گا مسلمانین عالم کے لیے ناممکن ہے کہ وہ ایک لمحہ کیلئے بھی صلح و کجھوش کا ہاتھ پیش گوئی نہ کر سکیں، جس وقت ایک چوتھائی زمین پر ایک باغی زمین

پر دستے خسرے کہ جتنے خسرے عراق کے اڑنے والے مگر بغداد کا ایک دستہ آسکتا
 ہے مگر گزینی حکومت کا واسطہ پڑتا ہے، یہ سلطان احمد کے لیے آسان
 ہے کہ قحوظ کے ساتھ ساتھ کربلا کے ساتھ صلح کر لیں، پہاڑوں کے قلعوں
 اور بھٹیوں میں پہلے ہائیں وہاں قلعوں کے ساتھ صلح کر لیں مگر یہ ممکن نہیں
 کہ گزینی کے سامنے صلح کا ہاتھ بڑھائیں۔

فتنہ ۱۔ یہ تمام فتنے اور جدوجہد علماء حق نے اس لیے کی تھی کہ کوسو برس کا عالم اسلام ہوتا ہے
 خصوصاً تک جیسی مجاہد قوم کے خلاف ہر حربے کو ایام کیا جائے، علماء حق نے اپنی اپنی حیثیت کے
 پیش نظر کام کیا جیسا کہ فرنگی محل لکھنؤ کے عہد القہد عالم باعمل مولانا عبدالباری نورانی نے مرقدہ نے
 تخلصاً کعبہ کے نام سے ایک نثریں قلم فرمائی جو قاضی دینی اور مذہبی اجماع تھی مگر گزینی نے
 اس کو بھی اپنی حکومت کے لیے خطرناک سمجھا کہ علماء سے فتویٰ حاصل کیے جن میں میں مدعی
 مولانا محمد رضا خان صاحب کا مفضل فتویٰ بھی تھا جس پر تنقید کرتے ہوئے مولانا عبدالباری
 نے فاضل بریلوی کو ایک مفصل خط لکھا جس کے چند سطور درج ذیل ہیں۔

”آپ نے بحیثیت شہر کا کعبہ لکھنؤ کی اور اس کی خلافت کی، اس کو باطل جہاد کہا
 اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (۱) عرب ہجرت کی بے عزتی ہوئی (۲) مہینہ طہر کی ہجرت ہوئی
 (۳) قرآن عثمانی چھت گیا (۴) جزیرتاً عرب پر کفار کا قبضہ ہوا (۵) بلذد میں
 شریوں کی دکانیں کھلیں (۶) بصومیں اہمیت خاندان گیارہ، طہر بیت المقدس پر
 علیہ نصب ہوئی (۸) شام پر کفار کا قبضہ ہو گئے (۹) قسطنطنیہ زلفہ اعداد
 میں سے (۱۰) خلیفہ المسلمین قید ہو گئے (۱۱) حرم کے ہر فنہ ذلہ کی ہجرتی کا
 حصان آپ کے سر ہے، لہذا ان شریف مذکورہ کی ایک ایک آیت جگہ ہر ہر
 غفلت کے تمام حروف کے ساتھ جو ہے ادبی ہوئی ہے اس کا پتلا آپ کی
 کر رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہر قطر خون سے آپ کا دامن آلود
 چہنچہ جزیرتاً العرب کا آپ کے گریبان میں طوق ہو تو کوئی تعجب نہیں
 بلذاد کی سرکار آپ کی شاکی ہوں، شہد لو کہ ملا آپ کے خسر و دیکھا ہوں، امیر نجات

آپ کے افعال پر نصرت کریں تو بجا ہے، بصرہ کی رابعہ رحمۃ اللہ علیہا اور امام بصری اور بخاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے نصاریٰ کی موالات سے بیزار ہوں تو حق ہے، یہ صلیب جہاں تہاں لہرا رہی ہے سب آپ کے دامان بجز خیرتی کی تہاں نصیبی کا پسیم ہے، اور اوج صلحاء آپ کے سکوت سے متعجب ہیں، دارا الخلائف آپ سے خرمندۂ احسان نہیں ہے، غلیقہ ایسے تہ پیوں سے تالان نہ ہو تو کیا کرے؟..... الخ و انجمن خدام کعبہ ص ۴۲

ان سطوح سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ترکوں کو متحد رکھنا اُس وقت کی صرف سیاسی ضرورت نہ تھی بلکہ مذہبی ضرورت بھی تھی، عالم اسلام کی نظریں ترکوں پر لگی تھیں، اس کی گئی و بچا ہا ہیں جن میں سے ایک ترک قوم اور ٹیونس خلافتِ ترکیہ کی مذہبی حجت بھی تھی۔ چغتایچہ غازی عثمان ٹیونس خلافتِ ترکیہ قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے بچے ماجدار سے ولی عہد غازی آدرخان مرحوم و مغفور کو وصیت فرمائی۔

”بیٹا شریعت کے عادلانہ قانون کے سوا کسی قانون کی ہوس نہ کرنا، علماء کی رعایت کرنا، اہل علم کو اپنی مملکت میں کھینچ کر لانا، جس طرح میں محض اعلانِ کلمۃ اللہ و تہذیب کی غرض سے جہاد کرتا ہوں منظور و منظور بنو تو کھی میری پیروی کرنا، ملک گیری جہاد مقصد نہیں (درمایا میں) عدل و انصاف اور خبر گیری جاری رکھنا، خیر عادل بادشاہ کے لیے بادشاہی محض افسانہ ہے۔“



۱۔ حضرت مدینہ فرماتے ہیں، ”یومیت نامہ ہے یا اس ترک زبان میں محفوظ ہے۔“

(خطبہ صدارت حضرت مدینہ، نور اللہ مرقدہ، سیدانہ ۹۲۱ ش ۱۳۴۰)

تحریکِ خلافتِ مہینہ باقاعدہ شرکت

مقدمہ کراچی اور آپ کا نجا ہلانہ کردار

اس موضوع کو ابھی طرح ذہنی نشیمن کرنے کے لیے مندرجہ ذیل مضامین کا سمجھنا ضروری ہے۔
 خلافت کی حقیقت اور اس کی ضرورت ○ خلافت کے خلاف جیسٹوں اور بیوروکریوں کی سازشیں ○ تحفظِ خلافت کے لیے برصغیر کی خدمات ○ دارالاسلام دہریہ سب کی خدمات ○ حضرت مدنی نور محمد مرقدہ کی ولولہ انگیز قیادت۔

(۱) حضرت مدنیؒ اپنے شیخ کے ہمراہ آٹنا میں مایر کر رہے تھے اور اسلام کے دشمنوں نے میدانِ حیات پاکر اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل تو کر لی مگر اس ظلم و ستم سے دنیا کے مسلمانوں خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں میں ایک خاص جذبہٴ حریت اور انگریزوں کو دشمن قرار دینے اور اس سے دلجو عزیز کو آزاد کرانے کا جذبہ پیدا ہوا اور ایسا پیدا ہوا کہ جو صحیفہ میں خلافت کے نام پر ایک مستقل تحریک شروع کر دی گئی جس کی قیادت علامہ کرام اور ہندو مسلمانوں کے ممالکوں میں تھی، شہروں سے لے کر دیہاتوں تک ”تحریکِ خلافت“ کے نام سے پھیل گئی تھی، بیسی سے لے کر ایشیا، خلافت کے نام سے جاری تھا۔ اگرچہ اس تحریک کے قائدین جمیل القندہ، علامہ کرام اور دوسرے ہمدرد باہی ملت تھے مگر مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی اس تحریک کے نامور قائدین تھے، ان کی والدہ محترمہ جی انام کی ہدایت پر یہ تحریک جاری تھی، حضرت بی انام مرحومہ کی بصیرت محمد علی اور شوکت علی کو بفرمائی وہ درج ذیل ہے۔

جان بیٹا خلافت ہے دسے دو	بولی اماں مستند علی کی
کھڑے ہو کر خلافت پہ مرنا	بولی اماں کا کچھ قسم نہ کرنا
جان بیٹا خلافت ہے دسے دو	پوسے اس امتحان میں اترنا
کر آئی سب کو خلافت پہ مارتے	ہمتے میرے اگر سات بچتے
جان بیٹا خلافت ہے دسے دو	تیس یہی دین احمد کے رشتے

حشر میں حشر برپا کروں گی
 پیش حق تم کو لے کر چلوں گی
 اس حکومت پر دعویٰ کروں گی
 جان بیٹا خلافت پر ہے رو
 ساتھ تیرے ہے شوکت میں بھی
 جان بیٹا خلافت پر ہے رو

اس تحریک خلافت کی ہر گہری لاکھ نقشہ عرض کیا جاتا ہے۔ ہمارا علاقہ پھر رصیع انگلہ جس میں امراد اور رورسا کافی بااثر تھے اور انگریزی افواج کی بھرتی میں نمایاں حصہ لیتے تھے مگر خلافت کے لیے ہر عملی قدم اٹھایا اس کا اختصار درج ہے۔

(۱) انگریزی سکولوں اور کالجوں میں بچوں کا داخلہ بند کر دیا۔ جمہور کے مرکزی شہر حقو میں آڈو اسلام آبادی سکول قائم ہوا جس میں باقاعدہ میٹرک تک تعلیم دی جاتی تھی اس سکول کی عمارت آج بھی موجود ہے ایک طواغوت مسیحی نماز اور ذکر اذکار اہم تعلیم قرآن عزیز سے آباد رہتی ایسے مسجد اب بھی خلافت والی مسجد کے ناکسے شہر ہے اور اس ذکر غیر کی یاد اب بھی باقی ہے۔

(۲) سرکاری عدالتوں کا مکمل ہائیکٹ کر دیا گیا اور شہر کے ممتاز عالم دین مولانا میاں خدا بخش رورسا اور ناخیل احمد صاحب کے شاگرد شیعہ کو قاضی مقرر کیا گیا جو باقاعدہ مقدمات کی سماعت فرما کر سمن اور نوٹس جاری فرماتے تھے مسلمان اپنے منازعات کا ان سے فیصلہ کراتے تھے۔ ایک کی سرکاری کچہری بے رونق ہو گئی دو کلاہ سادہ اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے بہتے تھے۔ کارن اور رضا کار اپنے سردوں پر لال رنگ کی ٹوپیاں پہنا کرتے تھے جن میں سفید کپڑے سے پانڈ تارا اور کھڑتین اللہ و نفعہ کیریت مانا کا جوا ہوتا تھا، افسوس کہ دشمنوں کی سازشوں سے وہ تحریک ناکام ہو گئی اور نہ کسی کا سلام برصغیر پاکستان بنا ہوتا۔ اگرچہ بھی حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء درجن میں حضرت مدنی کا نام نامی سر فرست تھا اور بالآخر آپ ہی جانشین شیخ الہند مقرر ہوئے اپنی تحریک کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے مگر ان کی جدوجہد نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایسا بیڑا کر دیا کہ برصغیر کے مسلمان باہم جم اور علماء بالخصوص عثمانی خلافت کے تحفظ کے لیے لگے رہے انہوں نے حکومت برطانیہ سے جنگ کے بعد خلافت عثمانیہ اور مسلمانوں کے مقامات اقدار کے تحفظ کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ۱۲ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا جس میں مذکورہ بالا مطالبات پیش ہوئے۔ اسی کانفرنس کے دوران علامہ کرام نے اس امر کو فرسوس کیا کہ علامہ کرام اپنی ایک تنظیم کے ساتھ اپنی مستقل ایک جماعت بنائیں چنانچہ بالآفاق بنائے جمعیۃ علماء ہند کے

نام سے ایک مجتہد قائم ہوئی جس کے پہلے صدر جناب مفتی کاتب احمد صاحب نے تمام اہل مولانا سید صاحب دہلوی مقرب ہوئے۔

بعینہ صلہ ہندو کلبہ ۱۹۱۹ء میں ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء سے حکم احمدی سنہ ۱۹۲۰ء زیر صدارت مولانا عبد الہدیٰ فرنگی منی معتقد ہوا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اسی سال ۱۲ اپریل ۱۹۱۹ء میں مولانا ابوالخیر ترمذی نے انگریزوں نے نئے ہندوستان میں گولی چلا کر تقریباً چار سو ہندوستانوں کو ہلاک کر دیا، سو کہ شدید غم کیا تھا اس کے فطرت اجتماع کو تے ہوئے تمام ہندوستانوں کا مشترکہ جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں مولانا احمد علی جوہر نے تقریباً اور شاہد مہدی جس کا کچھ حصہ ۱۲۷ پر درج ہو چکا ہے۔

جب حضرت شیخ الہند مان سے واپس آئے ترمذی کے تو اس وقت خلافت کی فکر کہ نہ ہو سکی تھی آپ اس میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ سرگرمی سے حصہ لیا اور بعینہ علماء ہند کے دوسرے صلہ ۱۹۱۹ء میں ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء کی صدارت بھی فرمائی جس میں خلافت کے تحفظ اور تحفظ بلاد اسلامیہ کے فتووں سے وہ متعلق بیان فرمائے جو عام انسانوں کی نظروں سے باہر تھے آپ کے خطبہ صلیب کا ایک نسخہ جازل ہے۔

—————

میرزا ظفر علی اڈیلے کے مسلمانوں کے شہرہ ہند صلیب سے سلطان ٹرک کی وادہ صلیب اسلامی ٹرک کی خاص تھی اور حرمین شریفین، بیت المقدس، عراق وغیرہ کے تمام اہل مکہ و مدینہ و مقامات حرمین کی مخالفت کی گئی تھی، جب وہ اہل اسلام کے اہل حق سے سلطان ٹرک کی خطبہ صلیب ملنے سے اور خلافت کے فرائض نہ تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ سب نام دیتے تھے ان کا مزور و قدر اور ان کی مصلحت کہ دعوت باہر و باہر سب مسلمانوں کی فکر میں کائنات کی طرح کشمکش تھی اور ہمیشہ اسی فکر میں تھی جتنی تھیں کہ خطبہ صلیب کا اقتدار کٹا جا سکے اور مستقر خلافت پر قبضہ کر کے اس کا نام دشمن بنا دیا جائے، اگرچہ سلطان ٹرک پر اس کی بھیڑیوں کے دریاں ہانگ تھیں و انتوں میں ایک زبان کی مثل صلیب تھی مگر خطبہ صلیب میں اس کے لیے جاتنا ہر مصلحت ان فاضلوں کی تشہاد خواہش تھی کہ نہ ہونے دیتی تھی تاہم ان دشمنان اسلام کے ذہن اور فریب ٹرک کے بدن میں سے گوشت کے لاشے صلیب سے ہر اور دشمن سے تو اس لاشے کو کسوت کا حوالہ ایک سلسلہ قائم کہ دھر جیسا نہ خیز طاقتور ہیرہ تھیں، طرابلس، سلونیکا، یونان، بلغاریہ، مصر، لبنان، عراق، ایران، فلسطین، مصر کی جمع اہل حق کا بیٹھ چڑھنے اور ان بڑے بڑے قلموں کو ایسا جہنم کرنے کہ وہ کنگ نہ لی یہاں تک کہ

اور ان کے بیخبر ظلم سے سمجھات دلائے۔

اھمیت ایمانی کی ایک عظیم ہیرا علی، فرطزفر اعیوں میں مشرق سے مغرب تک امتِ نبویہ سے شمال تک سفر گئی ہوتی تھی کو پیدا کر دیا، پیداروں کو اٹھا کر کھلا کر دیا اور کھڑے ہوؤں کو سبھا بجا لگا دیا۔

پھر نیشنل زاہد کتاب کے بڑے طالب علم، پندرہ سالہ میں درگاہینے والے برقی تقریر کا استاد کانولری، بیٹھنے والے اجزا بابا، محولے والے مزید سب ایک صف میں آکر کھڑے ہو گئے، یہی سیمینار مکہ مکرمہ میں ہوا، خصوصاً بھارتیوں کی نظر سے اور فاضلہ پالیسی دیکھ کر انہیں کہہ ڈرا، وہاں وہی جگہ تھی جس کے ساتھ ہمدردی کے لیے تیار ہو گئے۔ اسی اجلاس میں نوجوانوں کی نظر سے انہیں انہی کی نمونہ مکتبہ فریڈ ہے۔

جمیور اعلیٰ ہند کے اجلاس کامل نمبر کے بعد، جمیور اسلام کے مطابق اعلان کرنا ہے کہ موجودہ حالت میں گورنمنٹ پر نیا کے ساتھ معاملات اور نصرت کے کام اتصالات اور معاملات رکھنے حرام ہیں جس کے ماتحت مندرجہ ذیل امور صحیح و واجب سمجھیں ہیں۔

۱۔ غلط بات اور اعتراضی جملے سے چھوڑ دینا، (۲) کونسلوں کی ممبری سے طعنے اور لاپرواہیوں کے پھیلنے نہ دینا، (۳) ہوشیارانہ دینی کو کھارنی نفع نہ پہنچانا، (۴) سکولوں کا جو میں مرکزی علاقوں میں ذکر اور سرکاری یونیورسٹیوں سے تعلق قائم نہ رکھنا، (۵) ہوشیارانہ دین کی فوج میں ملازمت نہ کرنا اور کسی قسم کی فوجی انداز نہ پہنچانا، (۶) عدالتوں میں مقدمات نہ لے جانا اور وکیلوں کے لیے ان مقدمات کی پیروی نہ کرنا، (۷) جمیور اعلیٰ ہند مرتبہ پر دینا اور نیشنل

اس کے بعد چوٹی سلسلہ میں کراچی میں خلافت کشی کی ایک آل انڈیا کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مددہ بہرہ ہوا، پھر ۱۲ اعلان کرنا تھا، اس اعلان کے لیے جس نچاہر، جنیل کا انتخاب تھا اور حضرت مدظلہ تھے وہیں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ سلسلہ ۱۹۲۱ء کا زمانہ ہے جبکہ اگرچہ یہ حکومت کا سورج غروب نہیں ہوا تھا، اس کا مختصر کیفیت درج کی جاتی ہے۔

۱۹۲۱ء میں جولائی کا مہینہ تھا کہ کراچی میں خلافت کشی کی ایک آل انڈیا کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں ایم ایم سرفروشا اور جواد آغا کی کورجیشن سولے کے لیے حضرت شریعت لائے اور پھر مددہ بہرہ جگہ ایسے غرضی کے ساتھ بیان کیا، یہ اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ کی فوج میں بھرتی ہونا کسی قسم کی فوجی ملازمت کرنا یا کسی کو فوجی خدمت کی ترغیب دینا بالکل حرام ہے اور یہی نہیں بلکہ گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ تعاون اور معاملات چاہے وہ کسی اور

کی حمایت کے چہلے "خاتمی دینا ہال" دستور کی سماعت کے لیے منتخب کیا گیا تھا اور اعلان کر دیا گیا تھا کہ اس کے بغیر کوئی شخص ہال میں داخل نہ ہو سکے گا۔

۲۶ ستمبر ۱۹۶۱ء کو صبح سویرے پولیس کے ٹریفک سوسپاہی ہال میں داخل ہو گئے، ہال کے لوگوں کے گرد خاوندان تارنگا دیئے گئے تھے ہال سے ملحق بندر بزرگ کے محترمیں پولیس کا سخت پہرہ تھا اور بزرگ کے دروازوں کی طرف پولیس کے سپاہی ڈنڈے سے بے کھڑے ہوئے تھے کہ حجام کو ادھر نہ آئے دیں۔

تقریباً دس بجے ڈھائی سہنہرو ستانیوں کے مسلح فوجی دستے نے گولی بارود کے کافی ذخیرے کے ساتھ ہال کے محتمی حصر پر قبضہ کر لیا، ٹھیک گیارہ بجے ملٹی کی گاڑی ہال کے اطراف میں داخل ہوئی، مسلح پولیس کا طریق کار ڈی کے کے گئے تھیں اس احتیاط کے ساتھ ملز میں کو ہال تک پہنچایا گیا۔

بیرونی بغیر وکیل صفائی | لایٹا یا با ملت کی جانب سے کوئی وکیل صفائی نہیں کیا گیا تھا، سرکار کی جانب سے سندھ کے ہیکل پراسیکیوٹر مشرف بخشش بیرونی کے لیے پیش ہوئے، آپ نے ملزمان کے خلاف مقدمہ کی کارروائی کا افتتاح کرتے ہوئے بیان کیا کہ ملزمان نے کراچی کانفرنس میں ایک ایسے ریزیولیشن کی حمایت میں حصر کیا ہے جس سے ملک معظم کی فوج میں بغاوت کا اندیشہ تھا، ان ملزمان میں سے بعض وہ ایسے جنہوں نے اس ریزیولیشن کی تائید کی ہے۔

اس تحریک کے محرک مولانا حسین احمد صاحب ہیں، جن کے متعلق مزید کسی قسم کا تاثرات کراچی کانفرنس میں نہیں معلوم ہوتا، آپ نے اس ریزیولیشن کو خاص طور پر زور دیا تھا کہ اس میں پیش کیا تھا۔

مولانا محمد علی مرحوم کا بیان | سب سے پہلے ۱۸ ستمبر ۱۹۶۱ء کو مولانا محمد علی کا بیان ہوا یا جنہوں نے آپ سے آپ نے اپنے فرمایا۔

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ گذشتہ غمناک کانفرنس کراچی کا میں صدر تھا اور وہ ریزیولیشن بھی جس سے انگریزی گورنمنٹ کے خلاف بغاوت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے پیش ہوا تھا، ایسا ہی بلگرام جو سرگٹ کانفرنس میں کیا گیا تھا میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ریزیولیشن پڑھ کر سنا، میں نے اس شخص کی تجویز کو پیش کیا جن کو میں اپنا آجی، سردار اور بزرگ کہنا موجب غم سمجھتا ہوں وہ مولانا حسین احمد صاحب مہاجر بنی ہیں، میں نے اس ریزیولیشن کو سنا ہونے اور بیان میں کچھ بیکارک بھی کیے تھے اور میں نے ماوازی بندے بھی دریافت کیا تھا کہ کون اس کے موروث میں

کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے بادشاہ ہیں یا تو آپ نے جواب دیا کہ جب تک وہ خود بخود تو زمین کے مظلوموں میں وقت تک مسلمان نہیں بادشاہ نہیں بچھ سکتے۔ یعنی ملوکیت کی حد وہاں سے شروع ہوتی ہے جہاں نگاہ خلفد میں نیا زمانہ اطاعت شہادتی کی حد ختم ہو جاتی ہے۔

علمدار کا فرق منصبی | ایسی ایک عالم دین ہوں، احکام خداوندی کا ماننا میرے اوپر بقاؤں غیر عالم کے زیادہ ضروری ہے، میرا فرق منصبی ہے کہ میں خداوندی احکام کو سرول تک پہنچاؤں۔
قرآن اور سہیدیں بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کو جو اس سے دریافت کی گئی ہو چیلنے کا تو وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

قتل مسلم کی سزا | جیکے قرآن پاک میں کافر کے لیے بہت خراب عذاب ہے، لیکن ایسے شخص کے لیے جو کفر سے مسلمان کو قتل کبے پائی سزائیں (۱۱، ۱۲) دوزخ میں ڈالا جائے گا (۱۲) اور دوزخ میں پھینکا جائے گا (۱۳) اور قتل کے کاغذ پر اس پر لکھا جائے گا (۱۴) اس پر خدا کی لعنت ہوگی (۱۵) مختلف طریقوں سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

قرآن حکیم میں یہ بھی لکھا ہے کہ کسی مسلمان کو غصلی سے بھی نہ مارا جائیے، غلطی سے مارنے والے کے لیے بھی سزا ہے۔

سرد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک لاکھ صحابہ کرام کے اجتماع میں عترت کے موقع پر تقریر فرما رہے تھے تو آپ نے بہت تاکید کے ساتھ مسلمانوں کی حد صیغہ فرمائی کہ احتیاط سے رہو ورنہ سزا ہو کر میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو اور لکڑی کا طریقہ اختیار کرو۔ دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو قتل کرے بجز اس کے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہو۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ تمام دنیا کا تباہ و برباد ہو جانا آسان ہے لیکن ایک مسلمان کا دوسرے کو قتل کرنا آسان نہیں۔ ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کو گالی دینا بھی فسق ہے، قیامت کے دن سات چیزیں مسلمان کو تباہ کرنے والی ہوں گی ان میں سے ایک قتل مسلم ہے۔ یہ بھی کتبوں میں لکھا ہوا ہے کہ قیامت کے اندر سب سے پہلے قتل و غوریزی کے متعلق باز پرس ہوگی۔

خون مسلم کی قیمت | رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مسلمان کا خون اور اس کا مال و متاع کبھی خیریت سے بھی زیادہ واجب احترام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ جنہم کے سات دروازے ہیں اور ان میں سے ایک ان مسلمانوں کیلئے ہے جو کہ دوسرے مسلمانوں پر تلوار اٹھائیں۔
 نیز ارشاد ہوا اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دھکی دیتا ہے تو وہ خدا کی دھکیوں سے نکل جائے گا۔
 ایک مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کی جائیداد یا ملک پر قبضہ کر لینا حرام ہے۔ سزا ہی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ
 ایک بے گناہ مسلمان کو قتل کرنا جرم ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے سود کھانے، غلام پینے اور وہ کھانے کو
 کہے کہ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو بادشاہ اسے قتل کر دے گا تو شخص مذکور کو ایسا کرنا چاہیے ورنہ اگر وہ قتل کر دیا گیا
 تو وہ گنہگار ہوگا۔ لیکن اگر اسے الفاظ ادا کرنے کا حکم بادشاہ کی طرف سے دیا جائے تو اس کو تعمیل نہیں کرنا چاہیے
 اگر حکم عدلی پر قتل کر دیا گیا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی مسلمان کے سامنے یہ صورت ہو کہ اگر اس نے دوسرے
 مسلمان کو قتل نہ کیا تو وہ خود قتل کر دیا جائے گا تو اس کے لیے خود قتل ہو جانا بہتر ہے۔ بقا پر اس کے گنہگار
 مسلمان کا ہاتھ قلم کرے۔ علماء کرام نے فتویٰ دیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے گورنمنٹ برطانیہ کی نوع میں ملازمت
 کرنا حرام ہے۔

لے اور بچ کر ترکی کے مغربوں کے یہ گرجوں نے ہندوستان سے، اور پہلی ہجرت کے بعد ہندوستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ مسلمانوں
 ہی نے اس عمارت کو تعمیر کیا اور اس کے ماحول میں اس کے گرجوں کی تعمیر کی تھی۔ کوئی کہنے کے لیے یہ بھی بہتر ضروری تھا اور اس سے
 ان گرجوں کو رابہ حلقہ لائن بنانا۔ ساتھ ساتھ ہند کے افواج سے آگے یہاں ایک ہیٹ مارشل برکوارڈ انگلینڈ کو متعلقہ کچھ ہندوستان
 اور پاکستان کے سپاہیوں کی خدمات کو بردست ملاحظہ فرمادیں۔ کچھ ایک خط میں جو لندن ٹائمز میں شائع ہوا ہے انہوں نے
 اصرار کیا ہے کہ ان ہندوستانی اور پاکستانی سپاہیوں کے مدد کے لیے ہندوستان میں کوئی ایسا حکام ہندوستان قائم کرنا چاہئے جو صرف ہندوستان کے
 سے ہندوستان کا مسلمانوں کی رہا کو چاہتا ہے۔ وہیہ حاصل کیا جاسکتا تھا۔ مگر انگلینڈ سے اس کے بعد یہ کہہ جاسکتا ہے کہ
 کہ اس کے قومی تھے۔ چاہیے تھا کہ اس کے لیے اس سے یہ حقیقت نہیں ہدی جاسکتی کہ اس کے ہندوستان کے خارجہ کنگ کی
 بنی جائیں۔ اور نامہ جنگ (ادیشنل سوریہ اور اکتوبر 1947ء)

جاہلوں میں حضرت مصلح کا یہ بیان ان گرجوں کا ہے کہ یہ ایسا لشکر تھا کہ ان کی مدد کی تھی۔ قوت ایسی تھی کہ ہندوستان کی
 آزادی کے بعد کسی ملک کے فتح و ترقی کے بلکہ ان کی تعلیم و حکومت میں بھی جو صغیر خوب تھے تا قاسمیت کو صرف اور یہ برطانیہ میں
 مصدقہ ہو گئی۔ یہاں تو پرست انگلینڈ کا فصل انجیواہ کا ہے۔ حتیٰ چند سلطان الہ آباد اور لکھنؤ تھے۔ اس لیے مصلح
 کی سرخی بھی جاتے ہیں مگر ان صوبہ ہندوستان میں اس لیے اس لیے باہر سے اس اور کئی برادریوں کو کلام مابہ کے مسلمانوں
 کے فروغ اور معرفت اور معرفت حسین احمد مدنی ہی تھا۔ تدارتہ مرقہ

ہجسٹریٹ۔ مجھے فتوے سے کوئی بحث نہیں ہے۔

مولانا محمد علیؒ۔ آپ کا تصرف بلاک سٹون اور کوک کی تعصیوں سے تعلق ہے۔

مولانا حسین احمد صدیقیؒ۔ یہ امر کہ یہ ریپبلیشن کانفرنس میں پاس ہوا تھا کوئی تکیا نہیں ہے، اس کا پاس کرنا اسی طرح ضروری تھا جس طرح ایک ٹیم کے لیے خاص جہتی مشورہ دینا جب اللہ جانے اور پہلے نے اس کا اعلان کر دیا تھا کہ یہ جنگ عظیم اور برطانیہ کے ماتم ہے کہ اس وقت نہ صرف ضروری بلکہ ضروری اجتناب فرض یہ تھا کہ ہم اعلان کر دیں کہ برطانوی حکومت کا یہ ضروری فرض ہے کہ وہ تمام ان طاقتوں کے مقابلے میں اسلام کے خلاف ہیں جنگ کرے۔

حکومتوں کے ساتھ وفاداری کی حدود | ایک مسلمان گورنمنٹ کے ساتھ کسی حد تک وفادار ہو سکتا ہے جہاں تک اس کے مذہب نے اہانت نہ ہے اگر گورنمنٹ

دیکھ کر شوک کے اسلام کی تعمیل کرنا نہیں چاہتی ہے اور اگر مذہبی فرضوں یا پابندیوں کا لحاظ و احترام نہ کیا گیا تو اس صورت میں گورنمنٹ مسلمانوں کو اس مسئلہ کا تصفیہ کر لینا چاہیے کہ آیا وہ مسلمانوں کی حیثیت سے زندہ رہنے کو تیار ہیں یا گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا کی حیثیت سے اور ۳۳ کروڑ مسلمانوں کو بھی یہ خیال کر لینا چاہیے کہ آیا وہ ان کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں یا گورنمنٹ کی رعایا کی حیثیت سے، لیکن اگر گورنمنٹ مذہبی آزادی کو چھیننے پر تیار ہے تو مسلمان اپنی جان تک قربان کر دینے کو تیار ہوں گے اور میں پہلے شخص ہوں گا جو اپنی جان قربان کر دوں گا۔ اس بیان کے بعد میں لاکھڑا مولانا محمد علی صاحب نے مولانا حسین احمد صاحب کے قدموں کے قدم چوم لیے۔ (روزنامہ مذہب و قانون ۵۹۲۵ء)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انگریزی حکومت نے فوجی بھرتی کے خلاف تقریر یا تحریر یا کوئی تحریر پاس کرنے یا پیش کرنے کی سزا دلت ایکٹ کی زد سے موت کی سزا مقرر کر دی تھی۔ چنانچہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء کو حضرت شیخ الاسلام اہ ان کے رفقاء سیشن جہاد کو دیکھ گئے۔

جفاوت کا یہ مقدمہ خصوصی عدالت میں زیر سماعت تھا، اس بیان کے بعد کس سیشن سپرد ہو گیا۔ یہاں ہی حضرت نے پوری بے خوفی کے ساتھ اپنا بیان دیا، اس کی روح اور اسپرٹ تو وہی ہے جو عدالت خصوصی والے بیان میں گھڑ چکی ہے، مگر کچھ خاص اجزاء اس کے بھی قابل غور ہیں، جو قراردادوں میں نے پیش کی ہے وہ محض ایک قراردادوں ہیں بلکہ مسلمانوں کے ایک مذہبی فریضے کا اعلان ہے۔ ہم اپنے اور ہند اپنے دھرم سے

محبت کرتے ہیں یہ مذہبی معاملہ ہے اس کا فیصلہ لاڈل ریڈنگ کا نہیں بلکہ مذہبی علماء کا کام ہے۔ الفاظ میں کہا گیا ہے کہ پوپس کی ملازمت کرنا حرام ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق لاڈل ریڈنگ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے مذہب میں مداخلت نہیں کی گئی ہے، مگر میں یہ معلوم کئے خوش ہوں کہ سرکاری وکیل اور جج نے کہا ہے کہ احکام قرآنی کو پیش نظر نہیں رکھا جائے گا اور اس سے مراد زیادہ خوش ہوں گا اگر لاڈل ریڈنگ مسٹر رائیگوار اور ٹائٹل جلیج اس بات کا اعلان کریں کہ مسلمانوں کو تمام احکام قرآنی پر عمل کی اجازت نہیں دی جائے گی یہ ہمارے لیے بہتر ہوگا اور ہر رات ہمارے ہمارے دوہی ماہ میں حاصل ہو جائے گا۔ آخر میں میں نے کچھ ہیروٹ اعلان کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے لیے برطانوی فوج میں ملازمت کرنا حرام ہے!!

آخر یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو حضرت مدنیؒ اور دوسرے رفقاء کو دو دو سال قید ہاشقت کی سزا کا حکم سنایا گیا اور حضرت مدنیؒ کو ساہتی جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔

جیل میں مشقت اور علمی و روحانی مشاغل | جو بھٹاپ کو اور آپ کے رفقاء کو دو دو سال قید ہاشقت کی سزا دی گئی تھی اس لیے مشقت بھی کرنی ضروری تھی بھٹاپ نے ایک مکتوب گرامی میں فرمایا کہ:-

”پہلے تو پانچ تھ گھنٹے کام کرنا پڑتا تھا مگر اب دوڑھائی گھنٹے کام کرنا ہوتا ہے
 اُن کے تاروں کا گول بنا ہوتا ہے، پہلے شوت کے تاروں کو چرخ پر دوہرا کرنا
 ہوتا تھا۔“ (مکتوبات جلد ۲ ص ۸۷)

شیخ العرب و انجم سید عالی نسب کی مشقت جیسائی حکومت کی طرف سے اس لیے دی گئی کہ وہ مسلمانوں کے مقدس خون کو انگریزوں کے چراغ میں جلنے کو حرام قرار دے رہا ہے۔
 اسی کے ساتھ ساتھ مولانا محمد علی جوہر نے آپ سے قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا، آپ کے اصحاب انجمن کو آپ کو بہت زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جس سے وہ آپ کی روحانیت میں مقام رفیع کے قائل اور دلدادہ ہو گئے، چنانچہ ہندو جہ ذیل واقعہ اس کی تصدیق کے لیے درج ہے:-

..... حاجی احمد حسین سکندر ہر بوطبع بیستاپہر کے باشندے ہیں، آپ نے ایک سال ہندو خلافت کے اجلاس میں انجمن میں صوبہ سندھ کے پیر طریقت غلام مجدد صاحب نقشبندی بھی تشریف فرما تھے حضرت مدنیؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی آپ نے حاجی صاحب کو جانا

پیر صاحب سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا، جب باقی محمد حسین صاحب نے جناب غلام احمد نے
 تقدیر مرقودہ کی صورت میں یہ درخواست پیش کی تو آپ نے فرمایا مولانا حسین احمد صاحب کو
 ہیں اور تم مجھ سے بیعت ہونے آئے ہو میرے ہاتھ میں قرآن مجید ہے میں محبت کہتا
 ہوں کہ کراچی جیل میں میں نے جو محاکات حضرت مدنی کے پیشتم خود دیکھے ہیں ان کی بناء پر میری
 طے ہے کہ اس وقت دو نئے زمین پر جنگی امداد تیار کر بیعت کے اعتبار سے مولانا مدنی
 کا کافی نہیں ہے۔ (شیخ الاسلام، صفحہ ۱۴۵) بحوالہ حضرت مدنی کے حیات و فکر، مناقحات (صفحہ ۱۵۱)

انگریزی حکومت نے آپ کو اور آپ کے رفقاء کو دو سال قید ہاشقت کی سزا دے کر سبھاہنگاک
 اب ان کے جزیہ تحریریت اور انگریز دشمنی میں کسی آجائے کی مشورہاں تو اور شدت اور تشدد استعمال کیا گیا
 جلد پڑھ رہا تھا، چنانچہ حضرت مدنی کے ایک مکتوب کا ایک حصہ بدینے ان لوگوں سے اتنا پیش نظر ہے
 کہ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۲ء تک ۱۹۲۳ء میں کہ ہر ایک لیڈر مجاہد جلیل ہونے کا اعلان کر رہا ہے بلکہ وہ
 ۱۹۲۱ء سے کہ ہاں نشانہ تحریریت علمبرداران وحدت ممالک اسلامیہ سرکھت ہیں اور بعض روزاں
 مجاہدوں کو انگریزی حکومت (SIR) کے خطاب سے نمازی ہے۔ حضرت مدنی نے مکتوب گرامی
 میں فرماتے ہیں:-

 سب سے عنایت فرمائیں گے، ہم کس دور میں، ہم میں اتفاق نہیں، ہم ہمتیاز ہیں رکھتے، ہم مانع
 نہیں رکھتے، ہمارا دشمن قوی ہے، اس کے پاس ہر قسم کا سامان ہے، ہم کمانے سے سیدھا کرنا اور اس سے ہر
 لینا ضروری ہے مگر ہمیشہ متقاہر سچا اور طاقت کے ساتھ کرنا ہے، یہی طریقہ قرآن وحدیث اور انصاف و عدل
 علیہ وسلم نے بتایا ہے، اسی لیے ہم کو جب تک کہ جہاد سے مقاصد حاصل نہ ہو جائیں یعنی خلافت کی آزادی،
 جزیرہ العرب کی آزادی، ہندوستان کی آزادی، پنجاب واقصہ ہمالیہ اور کشمیر کی خلافت، اس وقت تک ہم کو ہمتی
 سے بیٹنا ہے اور نہ بیٹھنے دینا ہے، آپ یہ سوال کریں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ میں کہوں گا آپ پھر غافل
 ہے کہ اگر ایک مری ہو تو بیٹھنے کی طرح آپ کاٹ ہی سکتے ہیں تو ضرور کاٹ لیجئے، اس کے معنی نہ سمجھنے کہ
 آپ خلافت اسی کوئی بات کریں، انگریزی کریں، ہمیں اصلاح و مشورہ کے ساتھ جس قدر ممکن ہو نقصان
 پہنچائیں، دماغوں کو آمادہ کریں، دشمن کی تخت کو گھر دیکریں، اس کی تہمت کو گھٹائیں، ان کی صنعت کو گھٹائیں،
 ان کی تہمت ان کے تخت کو دونوں سے ڈور کریں، لوگوں میں تجلالت پیدا کریں، سچے کہنے سے نہ چھلکیں اور گویا

نرمی اور مکت سے سبھائیں، شہرت کو کام میں نہ لائیں، ٹوٹے ہوؤں کو ملائیں، ملے ہوؤں کو نہ توڑیں، اسی
 دماغی میں دن رات لگے رہیں۔ لوگوں میں سچہ گری پھیلے۔ بانسک ہڈ، کلڑھی، تلوار، گھوڑے کی سواری
 وغیرہ ہر چارے بزرگوں کا طریقہ تھا جس کو تمام شریعت نامزدان کے لوگ سیکھنا اپنا فرض سمجھتے تھے اس کی
 طرف لوگوں کو ترغیب دی، کم از کم روزانہ ایک آدھ گھنٹہ اگرے محل جاری رہے تو ہم خدا و ہم تو اب کام
 دے، بیماری صحت حاصل ہو، ایک نئی باتیں رہے بوقت بے وقت کام آئے، اپنی اور مال و اولاد کے
 حفاظت ہو۔

بھروسے پیارے دوستوں اس ہا امی جنگ نے اس قدر فائدہ دیا کہ ہم سات آدمیوں کے ہڈے
 ہلنے کے بعد تمام ملک میں تحریک بہت زور شور پر ہو گئی، لوگوں کے دلوں سے خوف گورنٹ کا بہت
 کم ہو گیا، جس مسئلہ کو ہم مہینوں کی کوشش کر کے سب کے کانوں تک نہیں پہنچا سکتے تھے وہ ہم نے
 میں پہنچ گیا۔ انکو کے مجاہدین کا چند بہت بڑے فائدے پر جمع ہو گیا، بہت سے آدمیوں نے اس
 سلام نوکری سے استعفیٰ دے دیا، اور جی سیکڑوں لائقے ہوئے، اگر تشدد آمیز کارروائی ہوتی تو
 یہ فائدہ نہ ہوتا۔

میرے معزز ذمہ فرماؤ، ہم تو انشاء اللہ اسی ہا امی ترک ممالک سے گورنٹ کو شکست فاش
 دیں گے، ڈرا ملک کو پوری طرح سے تیار تو ہو جانے دو، اور لوگوں میں احساس اور اتفاق پیدا کر دو،
 ہاں ایسا ملتی سے لوگوں کو نہ پکڑو کہ کل کو گھبرا کر چھوڑ بیٹھیں، شریعت کی پابندی کراؤ، روزے چلے
 ہوتے شاید لوگوں کی ہم نشینی سے مانع ہوں، میرے خیال میں ہفتہ میں ایک دو چلے یا پندرہ ایسے دن
 میں ایک بلے کافی ہے، مگر کام بہت سے ہونا چاہیے، بلکہ کام جمع کے اور بڑے ہوتے ہیں ان میں غلط نہیں
 بہت زیادہ ہوتی ہیں، ہم کو اس وقت ملنے اور ملنے کی زیادہ ضرورت ہے، متوسط طریقہ پر کوشش
 جاری رہے، نرمی اور خوش کلائی میں فرق نہ ہو۔

میں اب تک بہت آرام سے ہوں، غالباً یہ سوں حکم سنا یا جائے گا، اگر مجھ پر اور دوسرے رفقاء
 پر کوئی سخت حکم ہو تو آپ لوگ ہرگز مدد نہ کریں اور نہ کوئی ایسی حرکت ظاہر ہوتی ہے جس سے ہم اپنی یا اہل
 اضطراب ظاہر ہو سکے، ہونا چاہیے کہ دشمنان اسلام بھیں کہ ان لوگوں کو فائدہ بھی پروا نہیں ہوتی اور نہ اپنے
 مطالبات سے ہٹے، ہم ہر روز اپنے مقصد یعنی آزادی ہند اور دیگر مذہبی مقاصد کے قریب آتے جا رہے ہیں

اور اللہ تک اور قوم کا قدم نہایت تیزی سے اُگے بڑھ رہا ہے، خداوند کریم منگوا رہے ہیں، نعمتیں ہیں مگر انشاء اللہ عزیز بلیک کے بیٹے ہو کر گورنمنٹ کے موجودہ طبقہ اور جماعت کو وہاں جتنا کہنے کے لئے دعائی گھڑی کی لگا دیں گے، ہوں اللہ تعالیٰ سے

پڑا فلک کو کبھی دلے جلوانے کا نہیں ہے
 ہلانے کے خاک نہ کر دوںے تو رات نام نہیں ہے

بھائیو گھبراؤ نہیں، ناپاکوں کی موت ہو، ایک خدا پر ہموں کر دو، وہ ہمارے ساتھ ہے، کوشش کے جاؤ، کامیابی دیکھو گے، خدا سے ڈرو، اُس کے سوا کسی سے نہ ڈرو، نہ کسی سے چھوڑو، مجھ کو خدا کے حوالہ کرو، اگر اور کوئی عالم، مولوی، لیڈر، کپڑا باندھے کچھ پرواہ مت کرو، ہمارا خدا ہمارے اور تمہارے ساتھ ہے، وہ سب دیکھتا ہے، سنتا ہے، خداوند کریم آپ کی ہماری تمام آہستہ محمدیہ کی مدد کرے گا، اللہ ہم سب کو نیک عمل اور اخلاص کی توفیق دے۔ آمین

میرا بہت بہت سلام سب حضرات اہلکین و مہموں اور دوستوں کو اور ہندوؤں کو، شکریہ پڑھا دیں۔

والسلام
 ننگ اسلام حسین احمد فطرتی کراچی جیل (مکتوبہ شیخ الاسلام جلد ۱ مکتوبہ ۱۰۰)
فتنہ، تحریک خلافت میں برصغیر کے جیل اہلکار کا نام اور علامہ اسلمی نے نہایت جرأت اور استقلال سے اپنے نظیر مصر لیا سزا، علامہ عبد الجبار مگر حضرت مکی نور اللہ برقدہ کی دعوت سے سب پر کائنات میں، عالم اسلامی کے جیل اہلکار مگر علامہ اسلمی نے ندوی نے فرمایا ہے کہ۔

تحریک خلافت نے ہندوستان میں جو جوش ایمانی، غیرت اسلامی، جس جوشی، بلند نگاہی اور صاحب دماغی صبر و استقامت کی شاہی پیدا کر دی تھی اس کو جنت و عزت کے الفاظ سے پہنچانا اور بھڑکانے کے صحیح نکلان اور پوزیشن کو سمجھانے نہیں ملا سکتے اور اس کا مطلب اہم اور نڈر کال حضرت مولانا حسین احمد مدظلہ تھے جن کی انگریز دشمنی اور جنت و فنی، فکری و اعتقادی حدود سے آگے بڑھ کر علمی و جذباتی نفرت و عداوت اور قاتل سے آگے بڑھ کر سالہا سالہ تمدنی ہو گئی (شیخ الاسلام ص ۱۰)

لے حضرت مدظلہ تھے، چھین گئی، علامہ اسلمی کی تقریباً بیس جلد کلام و ملامت انظر من گمانی (طیرو) کو ساتھی ہراس پر ہراس لگا دگر ہندوستان کو کبھی نہ چھوڑیں گے۔ (دیکھئے، جامع التمدین، المصاحف، جلد ۱، ص ۳۴، مکتوبہ ۱۹۸)

اجلاس کو کنسٹاڈا کی صدارت | اگلی جلیں سے رہا ہو کر حضرت مدنیؒ دیوبند پہنچے، جس طرح دو سال پہلے رات کی تاریکی میں بائبل

غاموڑی کے ساتھ آستانہ حضرت شیخ الہندؒ سے رخصت ہوئے تھے اسی طرح رات کی تاریکی میں دیوبند اسٹیٹشن سے ٹانگے میں سوار ہو کر آستانہ شیخ الہندؒ پہنچ گئے، صبح کو آپ کی رہائی کی خبر سنا کر ظہر والوں نے جلوس کا اہتمام کیا مگر آپ نے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”کیسا جوس؟ کیا ہم نے برطانیہ کو شکست دے دی ہے؟ مجھے اپنی رہائی کی کوئی خوشی نہیں بلکہ رنگ اس بات کا ہے کہ برطانیہ جیتا اور ہم ہارے ہیں، کہیں شکست خوردہ لوگ بھی جلوسوں میں حصہ کسے ہیں؟“

حضرت مدنیؒ جب جلیں گئے تو جدوجہد آزادی کا عروج تھا، پھر ایک لشکر آزادی میں پھر رہا تھا۔ خلافتِ عیسائی زندہ و تازہ تھی مگر جب آج کے تحریکِ خلافتِ اسلامیہ آؤڑی تھی، حکومتِ برطانیہ کی لڑائی میں ہندو مسلم فسادات تیز کر دیتے تھے، تمام مالداروں کو چلے گئے مگر حضرت نے دودھ راز سمات کا دور فرمایا اور جلوس کو بیدار کرنے میں لہری قوت صرف فرادی۔ چنانچہ حبیبیہ علماء ہند کا پانچواں سالانہ اجلاس ہوا، کنسٹاڈا شہر۔ ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء کو اس وقت آستانہ حضرت شیخ الہندؒ کی صدارت آپ نے فرمایا اور ایک مبلغ جامع تخلص فرمایا جس میں آپ نے مستشرقینِ خلافت کے نقمات پر جو سنے ہوئے فرمایا کہ یہ وہ نصیحتی نے خلافت کے مفقود اور مقبول شدہ اتحادِ ممالکِ اسلامیہ کو توڑ کر تمام ممالک کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ تقسیمِ بلاوہ اسلحہ جس کا اصلی اور صحیح راز اسلحہ کو دنیا کے وجود میں صرف مضمحل ہی کرنا تھا بلکہ اس کو بالکل نیست و نابود ہی کر دینا ضروری خیال کیا جاتا تھا، اس نے طرح طرح کی پلٹیاں کھائیں اور نئے رنگ پہنے، کہیں سوجیت کی مدد لو اس کی آواز سے نکل رہا، یہ دیکھ کر پھیل گئے، یہ کہہ کر ہی نہیں دھکتے کہ پہاڑ بنا یا گیا اور اس کے لیے جن تین قہمات میں کسی آبادی زیادہ تھی ان میں اندرونی طریقہ بہ طرح طرح کی سازشیں کی گئیں، ناروا اور خلافِ انسانیت مخالف کے پہاڑوں کی مسلمانوں کو رعایا اور محاکمہ ڈھلے گئے، جراثیم اور اخباروں کے ذریعے سے غلاموں کو اپنی وجہ کا غلام اور غلاموں کو اختیار دینے کا غلام

لہذا کسی ایک کو صوبہ کے صدر میں نہ بیٹھ کر نہ صاحب امتیاز کوئی یہاں کے مسلمانوں اور تمام مسلمانوں کے
 کہ خدا جل جلالہ کے ہے، ان کو بیٹھ کے سکن اور تمام پروردگار کے ہی عالم کو نہ ہائیں تمام پروردگار کے
 قسم کی انہوں نے لکھا کہ کوئی شخص یا کوئی سولی کو نہ خود کوئی ہی خدا کا آواز سمجھے یا اسانہ کے نام
 کی زلف نہ دے تو کلام میں بل نال کہ سوچا اور ہی نہیں، مگر ہر ایک کو ہونا ہے کہ صوبہ کے حکم سے نکلے اور تھو
 پھر بعد ہونا ہے بنائے ہی اور مصلحت ہے ہر طرح کی نہایت دلچسپا نہ کہ وہ لیاں پونٹیں اور ہر جگہ میں لکھ کے
 یہ ہی پہچان تک نہیں دینی ہر طرح کے سوائے خدا کے کوئی مسلمانوں اور ان کے جان و مال سے آزار اور تک
 ممانع نہ ہو، تمام کا اولیٰ اولیٰ ہے لیکن ان میں سے جو ایسا ہے کہ اسے کسی کو تکلیف پہنچے
 تو نہ گناہ نہ ہے ہر جگہ کسی مٹی تہذیب یا ہر نہایت عالیٰ مرتبت کا اثر تو ہے کہ اولیٰ اولیٰ کا ہی ہیں
 اور نہ ہی بلکہ ہی ہیں اور تو ہے اس طرف تا کی اور خدا ان تکمیل نہیں کیا گیا اور کہا جاتا ہے۔
 اس کی زبان کو کلام ہی ہے یہ بھی ہے یہاں لکھتے ہیں اور جانتے ہیں مگر یہ ایک تہذیب ان کی
 کہ کہا گیا ان کے ہر جگہ کن اصلاحات اور نہ ہی کیا کرتے ہیں کہ وہ اس میں، نکلے کہ خود سے خود کریں
 اور بیویوں میں وہ لکھتے گئے اور کچھ سے ہائیں ہیں مگر کسی تہذیب حمله کے پھر لے منے نہیں لکھا اور تمام
 انسانیت پر نہایت فصیح ہے اس سے بھلا اور تمام کے مدد۔

وہ اس کے لئے ہر قسم کے کوئی بھی کوئی کے طور پر اساتذہ انسانیت کے لئے ہر قسم کے مدد اور کہا گیا، جو
 کے لئے ہے اور اس کے لئے اس کے لئے کہا گیا، جن کی خدا جانتے سے متاثر اور ہر جگہ اور کہا گیا
 میں کوئی جگہ سے ہر جگہ دکھایا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کا ہر جگہ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر
 اصلاحات کو تو کچھ اور ہر جگہ اور کہا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر
 سخت کوئیوں میں قید کیا گیا ان کے تمام اصلاحات میں بلکہ تو ہر جگہ اور کہا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر
 کیا گیا ان میں ہر جگہ سے شہوت و لہو کر ضمیمہ ہوا توں بتایا گیا، ان کے ہر جگہ اور کہا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر
 پیکر کے لئے لکھا گیا، سیرا و تمام میں فریسی سے انتقال ہوئی اور ہر جگہ اور کہا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر
 بدش بریائی، غلطیوں سے ہر جگہ اور کہا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر
 ہر جگہ اور کہا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر
 ہر جگہ اور کہا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر
 ہر جگہ اور کہا گیا، جو سے الیٰ الیٰ کے لئے کہ وہ کوئی اور استعمال پر

جہ میں آئے تو انہوں نے کہا کہ وہ عیسائیت پر مشرک اور غیر مسلم ہیں، برطانیہ کی حکومت محتاج اور نہایت ہی مفید اور
دست نگر ہے، اور پھر اس پر لاپس ہو کر عیسائیت اور عرب کو تسلط کر کے اس کی مدد سے قوت کو گئی، برطانوی راج میں کسی کو
قالبے جان اور سلطان کا قوت ہے، بادشاہ شہرت کی یا کبھی جتنی کارہاں کا مصداق ہے۔ تمیز اور تھریس میں
یونانی خوشخوار و زرد رنگ کا اسلامی شہرہ کو خواب آہنایا۔

وہ دن ایسا ہی تھا، قلعہ اور شہر غلطیہ وغیرہ متفقہ تفسیر کیا کہ لیس عبادت کا بھڑا چڑھایا، اسلامی قوی
اور اسلام کی محنت سے سخت توڑیں کی کئی، عیسائیت کے اقتدارات اور اس کے شرف پر نہایت بدنامی ہو گیا، ترکی
حکومت اور عثمانی بادشاہت کے عقوف و بدو ہوتے تو یہ کی ذمہ تر ابانت کی۔ نیز ایشیا ایشیائے کوچک اور
آٹا علیہ وغیرہ کو آٹا، فرانس اور انگلستان میں تقسیم کر دیا گیا، گو یہ عظیم خود اسلام کا جزو صرف اٹھایا ہی نہیں گیا
بلکہ اس کو تریز زمین و فن بھی کر دیا گیا۔ معاہدہ سیرس (TREATY OF SEVERE) سے پہلے پہلے اور بعد
میں وہ کاروائیوں کی گئیں اور وہ جہاں جہاں ہر حصہ ترکی میں جائزہ لگی گئیں کہ جس کے منہ اہل دیکھنے سے
رفقے لکھتے ہوتے ہیں، خانہ آسمان نے اپنی آنکھوں سے دیکھے، دیکھے اور لکھے ہوں گے،
زمین نے اپنی پشت پر ایسے دل سو رہے، بیانی اور بدوری کے اعمال نہ سنے ہوں گے، سنیے اور خدا سے
آپ کے سامنے اخباروں میں آپ کے ہیں۔

ترکی اقتدارات کو زائل کر دیا گیا، ان کو ان کے اہل وطن سے جہاں ان کا مردم شماری ہو، اور ہم گراہ
بعض جگہ اس سے بھی زیادہ ہے، محروم کیا گیا۔ آرمینیا کو استقلال دیا گیا، ان کے حقوق کا حفاظت کی گئی، ان کو
اسلامی زمینیں اور ترک شہر اور ملک عطا کیے گئے، اسی قسم کے واقعات دوسرے قلعہ میں بھی ظاہر ہوئے۔
وہاں لاکھوں چکر اس کے بعد اس نے اپنے فضل و کرم سے معطلہ کمال پائے، ذریعہ سے دشمنوں کی بہت سی
آرزو میں خاک میں ملائی۔



مسلمان بن ملک جنگال کی خدمت میں عموماً اور تمام خلفاء و سرپران کی خدمت میں خصوصاً بعد اسلام مسنون کئے واضح واضح ہو کر خیر کے والد ماجد طالب اللہ شہداء کا سال سے زیادہ ملک جنگال میں ہدایت فرماتے رہے اور خوب دین اسلام کی اشاعت کی، فقیر بھی ان کی وفات سے لے کر اب تک اس ہی مشغل میں ہے اور والد ماجد اور برادر معظم جناب حضرت مولانا حافظ احمد صاحب مرحوم و حضور کے سر پران میں وعظ و نصیحت کرنا پھرتا ہے جو کہ فقیر کے پاس دیار شام اور اقطار بعید سے اکثر لوگ خیر کے بھانجے کے واسطے آتے اور ہمیشہ خطوط بھی آیا کرتے ہیں اور ہر جگہ خیر پہنچی بھی نہیں سکتا اور اس زمانہ میں ہدایت کی بہت ہی ضرورت دیکھی گئی ہے، لہذا فقیر نے بعد استفادہ و تشاؤ کے جناب محی الدین مولانا قاضی غلام گیلانی صاحب کو جو بڑے مذہب و دست عالم با عمل اور پیشہ واعظ و ہادی ہیں، اپنی طرف سے نائب اور خلیفہ کر کے بھیجا ہے، آپ لوگ مولانا صاحب سے وعظ و نصیحت سنتیں اور ان کی دعوت کریں اور دل و جان سے تائید اور خدمت کریں۔ فقیر نے ان کو بلا پھوسے بلوا کر ملک جنگال کی سیر کھ اجازت دی ہے اور محی الدین کا لقب دے کر آپ لوگوں کو کہاں بھیجا ہے۔“

فقیر مولانا خیر عبدالقادر قدس سرہ و عزیز

فقیر عبدالقادر، خوجہوری، ۱۰ شعبان ۱۳۶۱ھ

اس تعلق کے بعد مولانا عبدالقادر اپنی ہر تالیف و تصنیف کو شائع کرنے سے پہلے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہما سے نظر ثانی کر لیا کرتے تھے، صرف ایک رسالہ کی تقریظ پر مولانا خوجہوری کے تعارفی کلمات کو ذکر کیا جا چکا ہے۔

”تقریظ المنطقی الفقیہ، الاصول البنیہ، اکثر الوصی، سلیم الطبع“

حسن السیرۃ، صافی السیرۃ و حید عصرہ، فرید دھرم، السولوی

غلام گیلانی و قاضی، اللہ عن المسکاتہ بالسبع المتانی“

درینۃ الحامیۃ بالندبتہ والعمامة مشتم

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے تقریباً تیس سال جنگال میں جو مجلسیں اور دعائی خدمات

سراجام دی ہیں ان میں لرقی باطلہ کے علوں کا دفاع، مسلمانوں کی معاشی حالت کی اصلاح اور عزتیت کا قلع بچ کرنا اولین حیثیت رکھتا ہے۔ یہ جنگل میں اس وقت کئی فرسٹے کا عمل رہے تھے خصوصاً ایک فرقہ بھویہ تھا جو نواب محمد کے ملکہ تھے اور ان کی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ چونکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں اس لیے تقویٰ غور فرض نہیں، حضرت والد صاحب نے ایک جھوٹا کتاب بنام "تذیقہ الکلام" تحریر فرمائی اس سے تعلق فرمایا۔

اس طرح مسلمانوں میں معاشی ابتری کی وجہ سے سودی کاروبار اس قدر زیادہ تھا کہ مسلمانوں ہی اس طغوس کام میں شریک تھے حضرت والد صاحب نے ان کے خلاف ساری کوششوں کی شرمی قیامت کے بارے میں کئی رسائل تحریر فرمائے جو اردو اور پنجگور زبان میں شائع ہوئے اور کئی مساعداً مدد ملنے تو یہ کہ۔ سب سے زیادہ خطرناک ملکہ قادیانیوں کا تھا اس لیے ان کو قوم سے بڑے بڑے مخالفین میں ایک نام تہاد مولوی عبدالحی مد کو قتل کر لیا تھا جو کہ سارے مسلمانوں میں اس ارتداد کی تبلیغ کرتا تھا، حضرت والد صاحب نے ان کے خلاف سب سے زیادہ کوشش فرمائی اور اسے پادگار شکست فاش دیا اور ان کے رد میں ایک جھوٹا کتاب بنام "جواب حقایق و ذرۃ بھنگلی قادیانی" تحریر فرمائی جو اردو اور پنجگور میں شائع ہوئی۔ جیسا کہ "قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد" نامی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر آپ کہتے ہیں۔

تھا یہ تبیح غلام گھوٹی پر گویا مرزا قادیانی "اور جواب حقایق و ذرۃ بھنگلی قادیانی" کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت والد صاحب نے اس سلسلہ میں "تذیقہ الکلام" اور "جواب حقایق و ذرۃ بھنگلی قادیانی" کے مضمون نگار کے حالات پر مزید "پندرہ گویہ صدیوں کا گھم" نامی کتاب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اگر کی یہ سادات سے کہ اس کے روحانی مراد حضرت مدنی اور سہانی مراد حضرت والد صاحب نے ان کے خلاف کوششوں کے نتائج کو اس وقت ہی ملاحظہ فرمایا تھا۔

صوبہ پنجال میں سلہٹ کی روحانی عظمت
 (۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۶ء)

اس وقت کہ ۱۹۲۳ء تا ۱۹۲۶ء میں
 سارہ رنگند فاضل نے اور سلطان مسلمی
 غمروں شاہ والی پنجگور کے سپہ سالار تھے۔

صح کیا۔ اگر یہ ظاہری طور پر ملکہ طاقت کند فاضل کے ہاتھ میں تھی جو طبع سلہٹ کے لوگوں کی تھی۔
 "سکنہ فاضل کے لوگوں سے زیادہ شاہ ۱۹۲۶ء کی کرامت سے ہندو ماہ اور اس کی انوکھا

کو پہلے ہی کر دیا تھا۔

فتح اسلام سے پہلے اس کا نام سرزمین تھا جو بعد میں سلطنت بن گیا۔ یہاں سب سے پہلے شیخ جلال الدین غرورستانی (اصل اُچ، بہاولپور کے تھے۔ راج کوثر ۱۲۵) اپنے تین سوتیلے خادموں کے ساتھ تشریف لائے اور اس علاقہ کے ہندو حکمران راج گونڈ گوہر کی ایک لاکھ پادہ اور کئی ہزار سوار فوج کا دستِ بزرگ بنا کر فتح حاصل کی۔ شیخ جلال الدین سے مشہور سیاح ابن بطوطہ کے ملاقات کی اور ان کا حال اپنے سفر نامہ میں یوں لکھا ہے کہ:-

”آپ بدن کے ہلکے پٹھکے تھے، ہنسی لانا تھا اور رخسارتے گلے ہونے لگے تھے، ایک غار میں بیٹھے یا وہاں ہی میں مستغرق رہتے تھے اور چالیس سال سے برابر روزه سے تھے، دس دن میں ایک دفعہ افطار فرماتے تھے، آن کے ہاتھ پر اس پہاڑی ملک کے اکثر غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ صوفی اپنی گائے کے دو دھڑ گنڈے کتے ہیں، شمال مشرقی بنگال خصوصاً سلطنت میں اسلام کی اشاعت شاہ جلال ہی کے مرہونِ محنت ہے۔“ (راج کوثر، شیخ اکرام ص ۳۱)

آپ کی وفات ۲۰ ذی قعدہ ۷۴۰ھ بمطابق ۱۸ مئی ۱۳۴۰ء کو ہوئی اور آپ کا مزار پرانی راج بھی سلطنت میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ جلال قدس سرہ العزیز کے بعد ہی سلطنت میں ادنیٰ اور کرام کا زور دہرا اور پھر زمین ان کے انوار سے مشرف ہوئی رہی، شاہِ سہی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوں چوں صدی کے قلب الارشاد و انکوین حضرت مدنی کی برکات سے بھی سلطنت کو نوازا۔ حضرت مدنی نے اپنے ایک خادم کو سلطنت میں قیام کو دوسری جگہ کے قیام پر ترجیح دینے کے اکل سبب کو یوں بیان فرمایا:-

”مخترِ اہلِ سلطنت تقریباً ڈیڑھ سال سے زور دے رہے تھے کہ صوبہ آسام اور بنگال میں باوجودیکہ مسلمانوں کی مردم شماری تقریباً تین کروڑ سے تقریباً تین لاکھ مسلمانوں کی بہت گری ہوئی ہے، غنایاں تعلیم میں بھی یہاں کے مسلمان بہت کمزور ہیں، خصوصاً علم حدیث کا چرچا اور واقفیت تو بے حد کمزور ہے، اس لیے کچھ کو لازم ہے کہ تو یہاں آکر کچھ دنوں قیام کرو اور ایک دلدادہ صحاحِ رسد کی پوری تعلیم دے، پھر یہاں حدیث ہم

اس خاص سلسلہ منہائی کی صورت اختیار کی اور اس کے پیچھے پر مستند اطراف سے جمع ہو کر پہنچ گئے اور پہنچ رہے ہیں وہ ان اطراف میں مسلمانوں کی آبادی بہت کثرت سے ہے بعض بعض اضلاع میں تو توڑے فیصدی مسلمان ہیں اور باقی ہندو۔۔۔۔۔“

(شرح الاسام حضرت مدنی ص ۲۸۸-۲۸۹)

سلہٹ میں قیام کے اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ۔۔۔

”سلہٹ بکر آسام کے اس سلسلے ہی علاقے میں خلافت سی اور بھارتی نکت و شریعت کا ذوق بہت عام ہے۔ سلہٹ پر سے آسام کا مرکز و مقام تیار ہے حضرت کی شہرت بلند سے ہندوستان میں عام ہو چکی تھی مگر گلگت کے قیام کے دوران یہاں مقربین اور شاہین کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تھی، ان لوگوں کا اصرار روز بروز بڑھتا ہی جا رہا تھا، غفلت کیٹی کا کام یہاں بھی ضرور پورہ چکا تھا، کئی کئی چنگاری اسد بھی نکل رہی تھی، ان ہی لوگوں کا یہ پروگرام اصرار تھا، کام بھی خدمتِ حدیث کا اور قومی خدمت گزندی کا بلکہ یوں کہتے کہ حضرت کے شن کے میں مطابق و موافق تھا، چنانچہ اندر تھی سے استخارہ اور استغاثت کر کے اللہ کا نام لے کر ۱۹۲۳ء میں سلہٹ رونق افروز ہو گئے۔“

(شرح اسلام حضرت مدنی ص ۲۸۹)

سلہٹ میں قیام کی برکات اور اس کے اثرات

اگرچہ آپ بظاہر تہذیب و تمدن کی حفاظت اس سلہٹ میں بطور شیخ الحدیث کے رونق افروز ہوئے تھے مگر علمی اور روحانی مساعی کا ان دنوں گنگتے ہوئے آپ کے ایک کواچ نکار تھوڑے کھولے ہے۔

..... ذہنی طاقت جہاں نکاد اور مدارس کا وجود نشا و نما رہی نظر آتا تھا وہاں بہت سے ذہنی مدارس، سینکڑوں عالم دین اور ہزاروں تکر و شغل انسان تیار ہو گئے اور اس نور انبساط و زوال میں حضرت شیخ الاسلام کے ذمہ میں سب سے زیادہ تعداد صوبہ آسام کے افراد کی ہو

نظر آ رہی ہے، اسی وقت کے لڑائیوں بابت کا شہ ہے، اسی زمانے نے جندوستان کے
 ہر گوشہ پر آپ کے اسمائے مہکمل کرنے کے لیے شمال و مغرب ہند سے پہلے اس قدر دباؤ
 مشرقی علاقہ کو آپ کی سرزبوں کے لیے قی کیا اور نہ ہو سکتا تھا، جلد کروم رہا تھا۔ یہی سب
 ہے جو ایک عرصہ پہلے امیر المومنین حضرت سید محمد شفیع رحمہ اللہ کے بعض خلفاء کرام کو
 پیش رو مصلیٰ سرزبوں کی علامت کے ساتھ ہے، اسی وقت کی نگاہ کو ہم نے یہاں ایسے ماہرین پہلے
 کیے تھے جن کے سامنے نہ صرفی علاقہ کے نوموڑی مکیل، جوان شہر کتے تھے، شیر خباب
 زہر حیرت سنگھ کی تربیت تک سے سنیع فرقہ کے بھائی۔ دیکھو میں یہ لوگ ہنظر نہایت
 ہتکے ڈبے اور بے جان و خیر سے معلوم ہو سکتے تھے، لیکن مہمان جنگ میں عزت اور شہادت
 اسلامی کے وہ جو ہر دکھانے تھے کہ دشمنوں میں جوڑ کر شکست کا کرک پھاوس نہ ہو سکتے
 تھے، اور اگر انہوں ہی کی قصاریاں نہ ہوتیں تو شاید ہندوستان کے ایک ہتکے ہتکے
 انگریزی حکومت کے دشمنوں کے ہمانے ان مجاہدین جلد حضرت سید محمد شفیع رحمہ اللہ
 شاہ اسماعیل شہید کی قائم کردہ ملازمت وادارہ کے نمونے کی اس کی حکومت کو ہم ہر
 مہاراجا ہوتا مگر اسے اس سرکرواگ تک گئی اس سرکرواگ سے

بہر حال تمام کے اس خوش نصیب سرزمین پر ہم وصارت کی تلاش کرنے کے لیے
 مہر و نیا فی نے ایک عرصہ کے بعد حضرت سید محمد شفیع کے ایک مسیح باطنی کا مہر خطاب
 فرمایا اور یہ خصوصیات کے علاوہ مزاج و حوصلہ، بلند ہمتی، بخا شکی، سبھی تین سید محمد شفیع
 اور شاہ اسماعیل شہید کے ذاتی تھے، جو سب حالات ہی ہوتے اور اسباب و وجوہات جہاد
 میں عظیم امیر ات نہ ہونے ہوتے تو کبے سب نہ تھا کہ دیا اس عظیم مہاراجہ کے جہاد کی
 کا نفاذ اس کی اسی صورت و انتہا سب کے ساتھ ہوتی جیسا کہ پہلے ہی قی شد و لعل مفاہوت

آپ سید سر مزین خلافت بدھنگ میں ۱۲۴۱ تا ۱۲۴۸ اور تقریباً ۱۲۴۸ تا ۱۲۵۰ میں شہادت
 مگر اس کے ساتھ ساتھ تبلیغ کا کام ہی جاری رہا، حضرت کے جلیل القدر حلیقہ مہاراجہ عنی عنی
 حضرت کے ان اسرار کا چشم و در حال یوں بیان فرماتے ہیں۔

”آپ کے تبلیغی رسول کی ابتداء ہندوستان کے صوبہ ہام سے ہوتی ہے، انسا ایک

اس مقام ہے جس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اس کو انسانوں نے اپنے تمام کے لیے کس طرح خوب
 کر لیا۔ چاندوں حرف پہاڑ اور ہیں، آگکھڑوڑ کا یہ عالم ہے کہ گنہگاروں سے روٹا کھتی ہے۔
 ہسکنڈی کے تمام کے دوران مائیکروفن سے ان کو وہ میگزینوں کے گھیرے کھتی ہے
 ان لوگوں میں حضرت مسیحی دور سے کرتے ہوئے دیکھوں اور پہاڑوں کو گھومتے پھرتے
 رہے ہیں۔ (المحرم شریف مدنی نمبر ص ۱۰)

حضرت مدنی کے رفیق خاص مولانا حافظ ناہر سہیل کے غلبہ پر شید مولانا حافظ سید طاہر سہیل اول
 صدر امداد اسلام پور پور نے اسی تبلیغ اور اس کی مشکلات کو یوں بیان فرمایا ہے۔

تنگال و آسام کے اس علاقہ میں ہندو کے کسی خشک عقیدے کے رہنے والے کچھ
 اصلاح و تبلیغ کی سرگرمیوں کا جاری رکھنا کوئی آسانی کام نہیں ہے ان کی باتوں اور پھر
 علاقوں کا ایک سلسلہ ہے جس کا نام آسام و تنگال ہے، قوم قدیم ہندی نالی جیتے ہیں
 جس کو پورکنا اور ایک سستی سے دو سرکا، اس ملک پنپنے کے لیے ناگزیر ہے۔ ایک غیر
 کے لیے وہاں لہجے سے طور پر عملی سرگرمیاں جاری رکھنا تقریباً ایک سالہ محال ہے۔ حضرت
 شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ جن کو حضرت حق جل جلالہ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائی تھیں
 خصوصیات سے نوازا تھا ان کی بے نظیر جنت و جزاات کے راستے میں یہ سلسلہ نمایاں کیا
 رکاوٹ بن سکتی تھیں، آپ نے ان کو چوں کی طرح ان کو سے کر کے سستی سے پہنچا کر تبلیغ
 اور فرمایا: (المحرم شریف مدنی نمبر ص ۱۱)

۱۱ حضرت کی روحانی برکات سے جو با آسام پہنچا، وہاں علوم دیوبند میں اشریف لانے کے بعد
 بھی باقی رہیں جن کا ذکر انشاء اللہ قیام دہا معلوم دیوبند کے مشاغل میں آجائے گا۔
 ۱۲ ہنگامہ ویش کا دینی اور علمی ترقی کی طرف ہمیشہ ادبیات اللہ کی توجہ رہی ہے، اس کے
 امداد کے رفقا مولانا اوریت علیٰ علیہ السلام آبادی اور مولانا کرامت علیٰ علیہ السلام کی خدمات یادگار ہیں۔
 دہا معلوم دیوبند کے رفقا اور خاص کر حضرت مدنی نے اس علاقہ میں بہت زیادہ محنت کی ہے
 مدنی شہر سہیل و خان الہارک سلمہ میں گزارتے ہیں جہاں صرف اصلاح و ارشاد کا کام ہوتا تھا، اب تک
 اس کے اثرات برآمد ہیں۔



دارالعلوم دیوبند میں خلفشار اور حضرت مدنیؒ

استاذ محترم حضرت شیخ الہندؒ کی مسندِ صدارت پر

پہلے انصاف سے گذر چکے ہیں کہ ماٹھاسے رہائی کے بعد حضرت مدنیؒ کو ان کے آستانہ شیخ الہندؒ نے بند کر دیا ہے۔ قیام کا حکم فرمایا ہے۔ آپ نے بیروہ چشم قبول فرمایا۔ اسی زمانہ میں کلکتہ کی مسندِ مدنی اور بیروہ چشم کراچی میں دو سال قید سے رہائی کے بعد دارالعلوم علیہ السلام علیہ السلام کی مسند پر فائز ہوئے اور ساتھ ہی بیروہ چشم کی آزادی کے لیے حضرت شیخ الہندؒ کے پرچارام پر عمل فرماتے رہے کہ ۱۳۳۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں ایک ایسا خلفشار پیدا ہوا جس نے دارالعلوم کو ایک بیسیب نظروں میں ڈال دیا۔ ویسے تو ہر ادارے میں سے لگا ہوا کوئی نہ کوئی اختلاف نمودار ہو جاتا ہے پھر اس پر قابو لیا جاتا ہے مگر دارالعلوم کا یہ اختلاف بہت شدید نمودار ہوا، اس اختلاف کا اصلی محرک کیا تھا؟ اس کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل کیفیت کو ملاحظہ کیا جائے۔

دیوبند میں عثمانی خاندانِ قدرت سے آباد تھاجن کے ایک عظیم فرد مولانا فضل الرحمن مرحوم تھے مرحوم نے تین شاخیاں کی تھیں۔ پہلی بیوی مرحومہ لا ولد تھیں اور دوسری محترمہ سے تین فرزند اور چند اولاد تھیں۔ نے عطا فرمائے تھے، مفتی عزیز الرحمن، مولانا حبیب الرحمن، حافظ عیسیٰ الرحمن، مفتی علیہ السلام۔ جبکہ تیسری محترمہ سے مولوی مطلوب الرحمن، علامہ شہیر احمد عثمانی، بابو فضل علی تھیں اور ایک نذر پندنا اختر تھیں اور چوتھی محترمہ سے گویا مولانا حبیب الرحمن صاحب، مفتی دارالعلوم دیوبند اور مولانا شہیر احمد عثمانی صاحب آپس میں سوتیلے بھائی تھے اور دونوں لا ولد تھے۔

حضرت نانو تو می رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند اور چند حافظ محمد احمد صاحب، مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء مولانا حبیب الرحمن صاحب، مفتی مقرر کر دیئے گئے۔ ۱۳۳۶ھ میں مولانا شہیر احمد عثمانی صاحب

دارالعلوم دیوبند کے مدرس مقرر ہوئے مگر جلد ہی وہی کے مدرسہ فقہوری میں بطور صدر مدرس تشریف لے گئے اور پھر ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں دوبارہ بطور صدر مدرس تشریف لائے جبکہ آپ کے بھائی مولانا حبیب الرحمن صاحب نائب متعمم تھے۔ "حیات عثمانی" کے مولف پر فیس آواراں شیعہ کوئی نے بروایت جناب قاری محمد طیب صاحب رکتہ اللہ علیہ تحریر فرمایا ہے کہ:-

"علامہ عثمانی کو اپنے برادر بزرگوار مولانا حبیب الرحمن عثمانی سے مختلف امور میں

اختلاف ہو جایا کرتا تھا اور میں (مولانا قاری محمد طیب صاحب) ان کو مٹانے کیلئے

ما مورتھا؟ (حیات عثمانی ص ۲۲۹)

اس اختلاف کی خلیج وسیع تر ہوتی گئی اور بقول مولف "حیات عثمانی" ہے: "کچھ اہم واقعات

تھے جن سے وہ پر وہ اٹھانا پسند نہیں کرتے؟" (حوالہ مذکور)

اس مختصر مگر نہ معنی بیان سے یہ بات بخوبی واضح ہو رہی ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں فطرتاً کی کوئی چیز مولانا عثمانی اور ان کے برادر بزرگ مولانا حبیب الرحمن صاحبین کا باہمی نزاع اور اختلاف تھا اگرچہ مولف "حیات عثمانی" نے کسی مصلحت کی بنا پر ایک تاریخی حقیقت کو ذکر نہیں کیا مگر ہم ایک تاریخی حقیقت کی بنا پر اس سارے اختلاف کی وجہ اصلی بڑا بڑا مولانا عبد الرحمن صاحب سیوارویؒ تھے مگر مجلس علماء مجلس شوری دارالعلوم دیوبند عرض کرتے ہیں جو انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے عنوان سے اپنے ایک طویل عربی قصیدہ تائید میں فرمائی ہے:-

أَصْلُ الْخِلَافِ لَهُمْ نِيَاةٌ خَلِيبٌ

قَدْ أَوْفَدَتْ لِقَلْبِهِمْ جَسْرَاتٌ

درجہ ۲ اختلاف اور جھگڑوں کی بنا دمووی طیب کی نیابت اہتمام ہے جس نے

ان کے کلیں میں آگ بھڑکادی ہے؟ (القاسم دارالعلوم دیوبند ص ۱۳۳ء ص ۵۲)

مرتب حیات عثمانی نے بھی اقرار کرتے ہوئے لکھا ہے: "معرضہ شیخ علامہ دارالعلوم کے

دائرہ اہتمام سے ملاض ہو کر اس کو چھوڑ کر چلے گئے تھے" (ص ۱۳۳)

۔ بعد کوئی بھی جو یہ طغیان اس حد تک بڑھ گیا کہ انفاذ قاری محمد طیب صاحب:-

سنگد شہ بل علامہ کے جس ہنگامے کا آغاز ہوا تھا وہ اگرچہ اس وقت بالکل وقتی حالات کا

چشم سوم ہوتا تھا عرب اور مسلمانوں کے اشتکات میں ان کا وقت خاک کے دیوانے
 مگر ہمیں بتدی شاکہ تو میں ان کا زمانہ کیا اور زمانہ کے ہر شہ پہ ہاگک میں تبدیلی واقع
 ہوئی وہی نہیں ہے دعوات کو شہوت سے شعور ہوا، اعلیٰ کی آیت بحمدہ الاتصال
 جس کی تفسیر سے سال پہ چلی تھی۔ مہینہ کہ وہ ہائی علیٰ علیہ اس کی طاقت میں ہذا از وہ
 اٹھانے آرا، لیکن اب تک جو کہ تھا وہ مروت ظہری کی صفت محدود تھا، علیہ کہ سارہ کی
 اعانت حاصل رہی کہ وہ مشہور تھا کہ پہلے پہنچنے میں حضرت مولانا محمد امجد شاہ صاحب نے
 ظہری کے اظہار علیٰ تائید میں کہ ہرگز سے وہ نہ ہو بعد اس وقت ہر تقریر فرمادہ حضرت
 شاہ صاحب کے بارے حضرت مولانا مفتی عزیز علی صاحب حضرت مولانا اشیاہ رحمانی صاحب
 مولانا مولانا صاحب اور چند دوسرے اساتہ علیٰ ترکہ ہو گئے۔

چنانچہ اتمام اللہ علیہ میں شہداء و ائمہ نے ہر صفت لائید کہ کہ ایک طرف حکیم اؤنت
 حضرت تقاری میں سجدہ اور رسوم اور امانت علیٰ صاحب، ہم نے اسباب میں صاحب نائب ہتم اور
 ہذا زمانہ کلام تھے اور ساری طرف حضرت مولانا محمد امجد شاہ صاحب مولانا اشیاہ رحمانی مولانا
 ولادان مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب
 کے شاگرد تھے مولانا مفتی عزیز علی صاحب مولانا مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب
 شاگرد شیعہ حضرت شاہ صاحب اور چند دیگر اساتذہ کرام تھے۔

ظہار نے بایں شاکہ علیٰ اور مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب
 دارالعلوم کے سرپرست تھے ایک تقریر یہ نام تھی مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب
 کی مجلس میں مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب
 میں مذکور ہے اور میں توفیق ہند کے ناکسے متعلق بھی طبع ہوا تھا، حضرت مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب
 کو قانع ہونے ملت کی ذہن تھا جس کے جواب میں قانع ہونے لگا، اللہ تعالیٰ علیہ اشیاہ رحمانی صاحب
 احتیاج یہ علم ہر سال ہر کتاب لکھی اور صاحب کو ارسال فرمائی تھی۔

علم ہذا در علوم ہذا تھا کہ مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب
 جب یہ کہ جس وقت لکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ علیہ اشیاہ رحمانی صاحب مولانا اشیاہ رحمانی صاحب

ایک حقیقی اسلامی دعوت کے ساتھ اخبار "آل انصار" دیوبند کے اجراء پر اسے کا
مشتاقانہ و مشورتانہ استقبال

موصیٰ بالانصار

مرجائے مہلین بارغ کہن	از گن رعنا بگو با ما سخن
مرجائے قاصد یسار ما	بیسدی ہر دم خبر از یار ما
مرجائے محسوم امرا ما	مرجائے ہمد انصار ما
منطق الیر سلیمانیا	بانگ ہر ترغی کہ آید سے سرا
آئیا عشاق التقیبا نکم	اتھم اب قون والبقیا نکم
ہیں بیاید سے عزیزان مذو زود	کہ بر آمد موچیا از بحسب ہر خود
سکے سائل بیفتا تہبے خطر	موج موجش ہر زمانے صد گہر
آئیا اتناون قوموا واشتقوا	ذاک بریح یوسف استشفقوا
ہیں پیالے طالب دولت شباب	کہ قوت است ای زمان وقت باب

اسے کہ تو طالب مٹی تو ہم بیسا

تالیب بانی از آن یار و فنا

یہ اس خطاب پر عزیز مولوی محمد طاہر ظہر اللہ باطنہ و الظاہر اسلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہم اگر اسی
اخص الانام اشرف بلائے نام کو اس جریدہ فریدہ کے خریداروں میں نگھ لیجئے تو فخر کے ساتھ یہ شعر پڑھنے
کا حقیقی موقع ملے گا۔

جملہ سے چند دادم بحال خریدم

بھرا منو محب ارزاں خریدم

۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ / ۲۲ نومبر ۱۹۲۵ء، الطرائف والنظائر ۱۲۹

یہ معمولی خدمتگذار تھا بلکہ بہت ہی خطرناک قلمبشار تھا اور یہ خطرہ تھمتت دین کہ نظر آ رہا تھا کہ جس سے کی
ایٹس سے ایٹس نکج کہ جس سے کی، صدر مجلس الامم شہزادہ صاحب جیسے صدر مدرس اور شیخ صدر اسلامہ کو لگا
ہو رہا تھا کہ ایک بڑی جماعت الگ ہوئی تو پھر سے ملک کے علوم و خواص عرب یعنی اور لار سے کے خلافت

اعترافات و اتعافت کی ہر روز گئی اس وقت کی بڑی معیتیں مولانا علامہ شاہ بخارا، مولانا محمد علی، مولانا
 خطہ الرکنی اور اس ہا کے بہت سے ایمان نیز اس وقت مسلمانوں سے بڑی جماعت تھری کہ مولانا
 شاہ صاحب کی مہنوعی، مختلف قسم کے پوسٹ اور بیانات اخبارات میں چھپتے رہے، حتیٰ کہ علامہ شاہ
 صاحب مرحوم دیوبند پہنچے اور مولانا محمد علی جوہر بھی آئے، مالے تھے، جب حافظ صاحب نے حضرت
 مدنی سے ملاقات کے بعد ان کا کہنا کہ علامہ شاہ بخارا نے جس معیت کے لیے بھیجا ہے، اس پر حضرت
 نے فرمایا کہ میرے پاس کون نہیں آتے؟ میں یہاں موجود ہوں، مجھ سے بات کر لیتے
 پھر تحقیق ہو جاتی، آپ کے اس طرح آنے سے سادہ کا خطر ہے، حافظ صاحب ویسے چلے چکے اور
 مولانا محمد علی جوہر کو مل گیا، ان حالات میں یہی ضروری ہو جاتی کہ تمہیں جو کچھ بھی بھیجا متوقع تھا، خوش قسمتی
 سے اس وقت مدد کا اہتمام ہوا، جیسا کہ علامہ شاہ بخارا نے بھی صاحب کبیر و فرست، مردم شناس اور اعلیٰ ترقی
 صلاحیتوں کے مالک کے ہاتھوں میں تھا۔ آپ نے بلا کسی تاخیر اور تردد کے یہ فیصلہ کیا کہ اس بزرگ وقت میں
 مدد کی گئی ہوئی ساکھ اور ڈوبتے ہوئے تار کو کوئی ایسا ہی شخص نکال سکتا ہے جو اپنے وقت کا امام، اعلیٰ اور
 شریعت و سنت میں مسلک اور فرائض، ہی ہیں، فکر یہ ہے کہ ہندوستان میں صرف وہی صاحب ہوا ان صفات سے
 پہلے طرح شخصیت ذات ہا میں حضرت مولانا سید سید احمد رحمت مدظلہ کی تھی جس پر انہوں نے یوں بڑوں جو یوں
 تمام اہل علم سب نے اتنا ہی کہا کہ حضرت کو دارالعلوم شریعت مالے کی دعوت دی جس کو حضرت نے
 منظور فرمایا، جب حضرت مدنی دیوبند پہنچے تو مولانا جیسا بخارا اور حافظ صاحب ہا نے مدد کا
 کی چاہیاں حضرت کے قدموں میں ڈالتے ہوئے کہا یا اکابر اسکا امانت آپ کے سپرد ہے، آپ ہی اسے
 سنبھال سکتے ہیں۔

حضرت مدنی کا دارالعلوم میں تقرر | علامہ انور شاہ کشمیری اور آپ کے رفقاء کے اہتمام کے بعد حضرت
 دارالعلوم میں تقرر | شیخ الاسلام قدس سرہ کا تقرر جبہ صدر سی دارالعلوم دیوبند
 میں حضرت حکیم لائت خانوی سرحد دارالعلوم دیوبند کے تشیخ سے ملائے آیا اور سب دن توجہ
 مجلس شوقی دارالعلوم دیوبند تحریر کی گئی۔

حضرت مولانا مولانا سید سید احمد کا تقرر جبہ صدر مدرس بشاہ ابو ماضی مالے ماہر تالیف
 گذر کر دی سے مجلس شوقی کو منظور ہے حضرت مدنی کی اس شخصیت اور اس شخص کے لئے
 سے مشاہیر و علماء باکمال قابل ہے مگر حضرت مدنی کی اعلیٰ عبادت و خدمت

دارالعلوم کے جذبات سے ہم کو توجہ ہے کہ حضرت مولانا صاحب کو منع فرمایا کہ مجلس عمومی کو جس کو آزادی کا موضوع ہو، گے اور دارالعلوم کی حالت پر اپنی توجہات اور اخلاق بندگان سے نظر انتہائی فکرا کر حسرتہ فکرا کر لکھنے کی کوشش فرمائیں گے یہاں کہ حضرت مولانا صاحب کے استاد بزرگ حضرت شیخ الحدیث مولانا صاحب نے فرمایا:

فقط، اشرف علی، ۲۰ رجب ۱۳۳۶ھ، ۱۹۱۶ء

کتبین، جیل احمد، محمد مسعود احمد، محمد سید مراد آبادی، محمد اشفاق، ماسٹر محمد انور علی، محمد عبدالرحمن، مدرسہ عربیہ اسلامیہ، لاہور۔

۳۔ ہم نے نگر دیو بند اور اس کے اہتمام کے مزاج سے آپ ہادی طرح واقف تھے، اپنے مشاغل اور جدوجہد آزادی کے تقاضے میں آپ کے سامنے تھے، ہمیں ہندوستان میں تمام اہل تشیعہ کی متین اور عقلمندوں سے اس لیے آپ نے دارالعلوم کے اہتمام کے سلسلے میں ذیل شرائط رکھیں۔

- (۱) سیاسی مسلک اور نظریات اور آزادی ہوگی اور وہ کسی شخصیت یا گروہ سے متعلق نہ ہوگی۔
- (۲) سیاسی گروہوں اور تحریکات آزادی میں شرکت ہر مذہب کی جانب سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔
- (۳) ہر ماہ ایک ہفتہ یا کسی جمعیت اور تنظیم کے سفر پر کسی گاہر یا کسی خواہش نہ ہوگی اور ہر ماہ خود دہرہ کو کوئی ایسی ہی صاحب عزت و جرات عامل شرکت و شرکت بجا آواز آزادی و سیاست کی ضرورت تھی۔ دیو بند والوں سے نراں حضرت کے اہتمام اور نظریات سے کون واقف ہو سکتا تھا، انہوں نے بڑے جوش و خروش سے کہا کہ آپ کو یہ پیشکش کی ہوگی، چنانچہ پہلے انشراح و اہتمام کے ساتھ شریعت و نظریہ کوئی ایسی ہی صاحب عزت و جرات عامل شرکت و شرکت بجا آواز آزادی و سیاست کی ضرورت تھی۔ دیو بند والوں سے نراں حضرت کے اہتمام اور نظریات سے کون واقف ہو سکتا تھا، انہوں نے بڑے جوش و خروش سے کہا کہ آپ کو یہ پیشکش کی ہوگی، چنانچہ پہلے انشراح و اہتمام کے ساتھ شریعت و نظریہ کوئی ایسی ہی صاحب عزت و جرات عامل شرکت و شرکت بجا آواز آزادی و سیاست کی ضرورت تھی۔ دیو بند والوں سے نراں حضرت کے اہتمام اور نظریات سے کون واقف ہو سکتا تھا، انہوں نے بڑے جوش و خروش سے کہا کہ آپ کو یہ پیشکش کی ہوگی، چنانچہ پہلے انشراح و اہتمام کے ساتھ شریعت و نظریہ

ضروری وضاحت

اتحاد نے حضرت مدنی کی ان تمام شرائط کو منظور کر لیا اور حضرت تشریف لے گئے، جب ۱۳۳۶ء
 مطابق ۱۹۱۶ء جناب قاری محمد تقی صاحب دارالعلوم کے مستقل مہتمم بن گئے تو حضرت مدنی نے
 اپنی الٰہی شہادت کو اس وقت کی مجلس شوریٰ اور مہتمم صاحب کے پیش فرمایا جو کہ سب نے بالاتفاق
 منظور رکھیں۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ حضرت مدنی نے اپنی شرائط میں سیاست میں آزادی اور اس میں اشتراک کی شرط بھی رکھی تھی مگر ایک ملٹی اور ملٹیسی اداسے میں ملذست کے لیے اس شرط کی کیا ضرورت تھی؟ اس کی وضاحت کے لیے دراصلوم کے قیام کی اصل مرضی معلوم کرنا ضروری ہے جس کو مختصر الفاظ میں دیکھا گیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے اغراض اسلامی حکومت کے خاتمہ پر جیسا جیل کی ہر قسم کی لینا کا دفاعی مقابلاً کرنے کے لیے دراصلوم دیوبند کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا مقصد مذہبی، علمی، رہنمائی کے علاوہ ایسے مجاہدین پیدا کرنا تھا جو وقت کے مناسب حکمت عملی اختیار کر کے جیسائی حکومت کا خاتمہ کریں اور اس طرف سے ۱۹۰۵ء کے مظالم کا نہ صرف انتقام لیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے ناپاک قدروں سے اس سرزمین کو اس طرف پاک کر دیں کہ ان کی اس قدر طویل اور طویلین کا لازماً حکومت سمٹ کر اپنے جزیرہ میں محدود ہو جائے۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے فرمایا۔

۱۹۰۵ء کے ختم ہونے کے بعد مسلمانان ہند کی قسمت کی تخریب کے لیے جو سیلاب تبلیغی جنگ سے پہلے کے روپ میں اٹھا اور ان کی مذہبی محبوب کے لیے جو جدا پادریوں کو منتظم تبلیغ یا آریوں کے منظم چار کی صورت میں بہا اس پر بند لگانے کا کام صرف اس تبلیغی تحریک نے کیا جو حضرت نالوزی قدس سرہ کے روپ میں نمودار ہوئی۔
 ہنگو یہ تبلیغی تحریک صرف ایک سرگاہ تھی بلکہ اس میں سبھی ملی صاحبان ملت تینہ سلام کا پڑھتی تھیں میں ایک وقت دیکھتا تھا کہ ذکر و اور وہ عظیم و فخر اور ساتھ ہی بد اور ائمہ کے لیے جان نثاروں کی تربیت کا کام بھی جوتا تھا۔ چنانچہ بالفاظ قاری صاحب۔

حضرت قاسم العلوم نے اٹھ کر اسلام کی تیسویں و فغان کے لیے اپنے آپ کو ظاہری و باطنی کمالات کے ساتھ پیش کیا۔ تلوک کے وقت تلوک سے قلم کے وقت قلم سے زبان کے وقت زبان سے اسلام اور ملک و ملت کی تادیر و فخر و نصرت لیا اور دیکھ کر غائب ہو گیا۔
 باقی دارالعلوم دیوبند کو انگریزی حکومت اور انگریزوں سے جو نفرت تھی اس کا نشہ پڑا۔ انظر اسمن
 گینانی موم نے یوں لکھا ہے۔

سہندوستان سے مقامی حکومت ختم کر کے بیرونی اقتدار کے سیاسی تسلط کا ہوا تھا

۱۰۰۰۰ کے مسائل میں میں ملکہ کرام کی تعداد سے جذبہ بہادری سے عرصہ پر تھا۔ جیسا کہ ایک انگریز
 ٹیوٹ (FERRY MEAD) نے لکھا ہے کہ۔

۱۰۔ اس سرخی کو جو جو سرطانی سپاہیوں کی بغاوت کا نام ہے، وہاں اسکا یقین
 اس کا آغاز سپاہیوں سے ہوا لیکن بہت جلد اس کی عظمت آشکارا ہوئی اور اسکی
 بغاوت تھی ۱۰

اسی طرح جنگ ایلوی کے آخری وقت میں ملکہ کرام نے اس جنگ میں کوئی اور کوئی ایک نو
 میں لکھا کہ یہ بغاوت کی سب سے بڑی صورت ہے کہ اگر تمہارا سزا دیا جائے اور یہاں
 غرض کہ نگار ہاتھ سے لکھی ہوئی وقت ہم تنیلاہ کار بند نہیں دیتے، بلکہ ان کے اصل
 پر یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کی مصائب بھی گہری منہ ستاؤں کے خاکہ چیلنگ کے ۱۰

اس لہذا کی نظریں پوری طرح دلا معلوم ہو کر کہ انہیں اوروں پر تو یہ پہلا معلوم کے نام
 باغیوں کے گوشہ گرد سے تھے حتیٰ کہ بعض ذہن داروں کے دل کام لے رہے تھے اور ان کی حالت میں کام
 جس قدر ملک ہو گا اس کا انداز ہی مشکل ہے۔ حتیٰ کہ اس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب
 کی مسلح شیعہ اوریٹ ہندو تفریق ہونے آپ نے ۱۹۰۰ سال میں ۱۹۰۰ سال کی شیعہ کی طبیعت
 تفریق مگر ساتھ ساتھ اس انقلابی تحریک کو بھی ہلکا کر کے اس کا کچھ نہ بگاڑ دیا ہے اور ساتھ میں آپ
 اس پر کرام کو حیل کیجئے ہمارے لئے منہ سے امداد ان سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے آج ہونے والی
 کے بعد جب دلی آشریوں نے کرمات حلقہ صورت اختیار کر چکے تھے آپ نے ۱۹۰۰ میں ہندو
 ملاح پالی اور حضرت مولانا آپ کے حکم سے کلمہ و شہادہ سے ہونے لگے تھے جو بعد میں
 ایک ایسا انقلابی دور بن گیا کہ حق بھلا دیکھ صورت میں دلا معلوم آشریوں نے اس کے
 سپاہیوں میں آنا کی ضرورت تھی کہ وہ معلوم کے تمام کی عرض و فرات دی تھی کہ وہ معلوم کے
 اس کے حلقوں میں ہی بہادری کی یاد رکھیں۔

حضرت مولانا کے تقریر کی ضرورت کو لگا دیتے | اور ان مقامات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا
 ہزاروں سالوں کے ملاحوں نے کلمہ لکھا ہے اور اس وقت دلا معلوم کی صلاحیت میں کے لیے

کوئی شخصیت حضرت مولانا سید امجد صاحب مدنی سے زیادہ مؤہنہ نہیں ہو سکتی تھی، یہ ائمہ تہذیبی کا نام نہیں
 چکا کر سولہ آٹھ اس ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور فاضل گراؤ مولانا سید
 صاحب مدنی ندوی مرحوم کی عمر بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔ صاحب مولانا صاحب مدنی صاحب عثمانیہ کے
 زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں مقیم تھے، ان کا تعلق مولانا شاہ صاحب مدنی سے ہے، ان کا تعلق صاحب
 اور مولانا شہیر احمد صاحب عثمانیہ وغیرہ صنف دارالعلوم سے ملنے کی اختیار رکھتے تھے، ان کا تعلق مولانا صاحب مدنی سے ہے، ان
 واقعات کا چھاپا۔ بعض اشاعت کو محض انہی مسائل پر بحث کے لیے نکالے گئے تھے۔ ان کا تعلق بڑی
 نظر تک تھی اور مذہب کو کہیں بڑھوں کی یہ نصیب تھی کہ کئی ناک میں نہ مل جاتے لیکن ائمہ تہذیبی اس
 نقیض سے بڑی حد تک محفوظ رکھا، ایک طرف مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند
 میں مولانا صاحب مدنی کے منصب کو نبھال لیا اور دوسری طرف بعض اہل غیرت نے انہیں کھینچ
 میں شاہ صاحب مدنی کے رفقاء اور شاگردوں کو بلا کر ایک نئے علمی مرکز کو تیار کر دیا۔
 اس موضوع پر مولانا صاحب مدنی سابق ناظم ندوۃ اہل حدیث مولانا صاحب مدنی سابق ناظم
 کا بیان بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔

۱۹۲۹ء میں جب حضرت ائمہ فرزندہ کثیری نے دیوبند کی مسجد شریف سے
 استعفیٰ لیا تو ان کی جگہ مولانا حسین احمد مدنی کا انتخاب کیا گیا، آپ نے اسی قابلیت اور عقائد
 شان کے ساتھ دوسری حدیث کی خدمت انجام دی کہ وہ دارالعلوم دیوبند کی شہرت اور مرکزیت بھی
 اتنی دوسری ہی حد سے دوسرے علماء دیوبندوں کا اہم اور بڑا رہا، یہ عظیم قدریں ان کے خاصہ کے ساتھ
 حضرت مدنی کی ایک بڑی چیز میں بھی اپنے بے مثل عزم و ہمت کے ساتھ وہی، اول یہ ہے
 اور سنانوں میں غیرت و محبت نیز عزت نفس کی روح بھانگی۔

ظاہری اور علمی نظر میں تو ان صاحب مدنی کی شخصیت اور علمی شخصیت کا تعلق انہی سے ہے، حضرت
 کو نماز و امور فرمایا تھا، اگر بنیادی اور عقیدتی مسنون میں یہ وہ مقام تھا جس سے پورے ہندوستان کو تلامذہ
 دنیا میں مسیحی اسلامی اسپرٹ اور عقائد کی تبلیغ اور کلمات بھائی تھی، حکیم الاسلام مولانا تقی محمد طیب صاحب

نے اس بارے میں لکھا ہے کہ :-

”آپ (حضرت مولانا حسین احمد مدنی) کی شخصیت اس وقت دارالعلوم کے لیے منصب پر فائز ہوئی وہ روایتی طور پر جس مدنی مسجد سے کاغذ لکھتے تھے بلکہ ایک عمومی قیادت کا عہدہ رہا ہے جس کی طرف رجحان عام ہوتا رہا ہے اور میں کے لیے پیشتر ایسی ہی ممتاز شخصیتیں منتخب ہوتی رہی ہیں“

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شہداء کے سر مولانا عبدالرحمن صاحب سیالوی نے اپنے منظوم قصیدہ تائید میں حضرت مدنیؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا :-

فِي تَحْقِيرِهَا دَارُ الْبَدَايُثِ وَشَيْخَتِهِمْ كَحُسَيْنٍ أَحْمَدَ جَامِعِ الْبُحْتَاتِ
اسی مدرسہ کے پہلو میں دارالحدیث ہے جس کے شیخ مولانا حسین احمد صاحب مدرسہ سنات ہیں۔

كَأَنَّ الْكُتُبَ يَبْعَثُهَا مِنْ حُسْنِهَا كَزُنُورٍ لَيْسَ بِهَا مَقْبُورَاتِ
دارالحدیث ایک بے لوث احسن و فخر ہے جس کی طرف وہاں دعویٰ مخلوق کی گڑھی جھوٹی ہیں۔

وَيَسْكُنُونَ بِكَرَامَةِ اللَّهِ فِيهَا دَائِمًا يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ يَا سَلْمَانَ تَيْبَاتِ
خدا کا ذکر میں ہی ہر وقت جاری رہتا ہے جس سے تلوپ کو راحت اور الینان حاصل ہوتا ہے

وَعَلَى الرَّسُولِ صَلَواتُهُ وَسَلَامُهُ فِيهَا وَظِيْفَتُهُمْ مَدَى الْأَوْقَاتِ
اس کے علاوہ صاحب روید عالم رکن الشریعہ و سلم پر درود و سلام بھیجا رہے ہیں علم کے لیے درود بھی ہے

”القباسم دارالعلوم دیوبند“ ۱۹۲۸ء بمطبع دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماہنامہ ”القباسم“ نے بالفاظ قاری محمد طاہر الہی حافظ محمد احمد صاحب مرحوم

مذکورہ ذیل جملہ فرمایا :-

”دارالعلوم کی موجودہ حالت کا تصور یہ ہے کہ اس کے تمام شعبہ ستور قائم ہیں کسی قسم کا کوئی خلغشا رہا ہے اور میں باقی نہیں تعلیم پر تنویر ساتیا جا رہی ہے، طلباء برابر آپ سے مل رہے ہیں اور تعداد داخلہ جدید پر کوئی اثر نہیں پڑا، شہر دیوبند میں بھی پوری طرح سکون ہے۔ ہم سب کو دارالعلوم کے موجودہ احوال حضرت مولانا اشرف علی صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب اور حضرت مولانا حسین احمد صاحب وغیرہم کی ذات گرائی پر کامل اعتماد رکھنا چاہیے اور ان کے ذرا

اصلاحات کو کافی سمجھا چاہیے، دارالعلوم دیوبند اس اختلاف کے بعد اب فضل کے نقل سے
 اپنی قدیم اصل حالت پر نمودر آ رہا ہے۔ راقیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند
 دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ماجد احمد انصاری نے دارالعلوم دیوبند میں آپ کی اس تعلیم اور تدریس کی
 ممتاز حیثیت کو بول بیاں فرمایا ہے۔

”جسے سعادت کسی اور دنیا کا وہ حصہ میں نہیں آتی کہ اس کے کسی طالب علم نے سبھو
 نبوی میں بیٹھ کر حدیث کا درس دیا ہو اور جناب والہ کتاب علی الشہیدہ دستم کے بیان میں
 لکھا یاد کرنے کا شرف اس کو حاصل ہوا ہو، کیسی دارالعلوم دیوبند کے لیے کسی وقت حد
 تحدیث نعمت و فضل ربانی کے اعجاز کا معیار ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب
 اس درس گاہ کے فارغ التحصیل ہیں جو تقریباً دس سال تک سمجھو نبوی میں حدیث نبویؐ کی
 دینی دیتے رہے اور جن کے درس کی شہرت میں وہاں کے علاوہ عراق، مصر و شام تک
 پہنچ گئی، حتیٰ کہ ایک موقع پر عباس علی شاہ سابق صدر مولانا محمد علی کے درس میں
 شریک ہوئے اور رخصت ہوتے وقت جو الفاظ فرمائے وہ دارالعلوم کے ہر محذو اور
 ہندو مہتمم فارغ کے لیے منزلت و انبساط کی ایک معتبر سند ہے۔“ راقیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا کے تحت دارالعلوم کے
 بارہ میں ایک عالم دین کا خواب

جامعہ عثمانیہ جدید آباد دکن (معلوم ہے کہ دنیا کی اور دارالعلوم
 دیوبند کے نامور محقق مولانا مناظر حسین کیلانی نے تفسیر مرقونہ
 حضرت مولانا کے اس غلط فہمی کو رد کرنے اور دارالعلوم کے
 استقلال اور احترام کے لیے کلیدی حیثیت کے بارے میں کئی سال پہلے ایک خواب دیکھا تھا اور خواب
 اور اس کی تعبیر ان ہی کے کلمات میں درج کی جاتی ہے، آپ نے اپنی مرتبہ کتاب دارالعلوم دیوبند میں لکھا ہے کہ
 میں تحریر فرمایا ہے۔

”نوٹنگ سے متعلق و متعلق پڑھ کر جب دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا تو وہاں ایک صاحب
 صاحب نے برمان دونوں میری ہی طرح طالب علم تھے ہمارا مطلق کی ایک کتاب پڑھانے کا
 وعدہ لیا، پہلی ہی رات جب اس کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ غنودگی طاری ہو گئی، میں
 نے محسوس کیا کہ میں کسی جگہ میں گھر گیا ہوں اور جگہ کی سڑکیں نے مجھے گھیر لیا ہے، نہ کہ شش

کہ انہوں نے ان کے زور سے ہارنے کی کوئی صورت نہیں کہ انہیں ایک ہی وقت میں
 ہاتھوں لیا گیا تھا اس وقت تک سب کو مار ڈالا تاکہ کھل گئی، میں نے کہا کہ وہاں
 میں نہیں پڑھا سکتا۔ محمد بزرگ کو دیکھا تھا اس کی صورت ہی طرح زمین لٹیں تو میں نے
 ان کو گری دیکھا نہیں تھا، ان ہی دنوں حضرت مدائنی نے تشریف لائے اور حضرت
 شیخ ابیہ کے دوس میں ماں پیری رنگہ و پگنی میں نے سہاں لیا کہ یہی تھے ان کو میں نے
 خطاب میں لہجہ مدد کرتے دیکھا تھا انہوں سے معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ آپ ہی ہیں ان میں لہجہ
 مدائنی ہے۔ (المسن میرٹھا ص ۱۰۰ نمبر ۱۰۰)

والاعلام دیوبند نے برکات سے بے نظیر ترقی کی کہ جس عظیم مقصد کے لیے والاعلام دیوبند کا قیام عمل
 میں لایا گیا تھا اس میں منزل مقصود کبھی پیچھے کے لیے حضرت مدائنی نے جو جدوجہد کی وہ اس لیے بے نظیر تھی کہ
 آپ نے اسلام اور مسلمانوں کے دل کو اکٹھے کرنے کی نیت پیدا کرنے کے لیے رحمت خود عمل کیا مگر اپنے
 عقائد میں اس کی خوب شائستگی فرمائی، جیسا کہ جناب علامہ صاحب نے فرمایا ہے۔
 "آپ ان تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے جنتی اور دنیوی کاموں کی ترقی
 سے انجام مقصود ہے اسی وہاں میں آپ جیتے اعلیٰ ہند کے بارہا دعوت مانگے گئے،
 آپ جیتے اعلیٰ ہند کے گورنر کے فائزین میں سے ہندوستان کی جب آزادی میں بنا ہی مشور
 لیا اور سرکار کی ہڈی لگادی کئی مرتبہ جیل گئے اور آخر کار ملک کو آزاد کرایا۔ بہر حال کوئی
 حیثیت سے آپ عالم فاضل، شیعہ وقت، جامعہ ہند، جنتی اور دیوبند کے اعلیٰ
 والاعلام دیوبند میں سے تھے۔" (مذبح والاعلام دیوبند، خود قلم کار، صاحب ملاحظہ)

حضرت مدائنی نے انگریزوں کے خونِ عہد، مدد میں اور حالتِ افسوس کے دنوں میں ایمانی نظریات اور دینی مشور
 کو اس قدر ابھر فرمایا کہ علماء کرام اور علمائے عقلم کو ہر طرح کی عجز سے نفرت پیدا ہو گئی اور وہیں کلمہ کا
 استعمال اس قدر محبوب ہو گیا کہ اکثر حضرات کو حضرت کے مستحقین و حوٹیلین نے دیکھ کر کہنے کا استعمال ہر
 جگہ سے بہتر سمجھا، مگر بعض علماء کلام اس کے استعمال کو دماغی بصیرت کے پیش نظر استعمال فرماتے تھے،
 جیسا کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے برادر بزرگ اور مولانا قیصر الرحمن عثمانی کے ترجمان حضرت مولانا
 محبوب الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے۔

مجلس میں مولانا ظفر علی خان مرحوم مسلمانوں میں ایوانِ جمعیت قائم کرنے کے لیے رنگوں پہنچے تھے تو اس سفر میں آپ نے اہتمام دارالعلوم کو بہرہ کو ذریعہ بنانے کی اطلاع دی، چنانچہ حضرت مفتاح دیکر جو پل اٹھڑا ساتھ دارالعلوم کو علماء دارالعلوم کے ایک جم غفیر نے دیوبند کے طریقے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا اس آپ کو دارالعلوم میں حضرت بہتر صاحب کی خصوصی اطمینان کا یہ پیشے کی سعادت تھی، آپ نے ایک دو اجلاس دارالعلوم میں قیام فرمایا، آپ کے اہل ذہن طلباء دارالعلوم ذریعہ کی طرف سے استقبال طیبہ ہوا جس میں دیگر علماء و کرام کے علاوہ اشرفیہ مدرسہ استقبال ٹیم کو جناب مولانا عرض محمد چغتائی نے اچھا وقت دیا اور شادی بھی پہنچا دیا، استقبال کے جواب میں مولانا ظفر علی خان نے اپنے عزیزین منظم جمعیت ہمارے پاس

شاہد باٹن و شانہ کی اسے سرزنش نہ دیوں	ہند میں گئے کیا اسلام کا جھنڈا بلند
تسلی بیضا کی عزت کو گائے چار چاند	بھکت بھلا کی قیمت کو کہا تو نے دو چاند
اسم تیرا اسٹیضی ضرب تیری بے ہنساہ	لو اسٹیشن کی گرد لب ہے ان تیری گستاہ
تیری وجہ سے ہزاروں مسیحاں سے نشہ	قریب لڑائی کا طبرانی تیری آٹھی زقسند
تو طہر ہو جاتا ہے تن لہجیاں ہے تیرا	خیل باطل سے پہنچ سکتا نہیں کچھ کو زند
تازہ کر اپنے مقدمہ پر کہ تیری خاک کو	کر لیا ان مالان درکن تیرے بے ہنسند
جان کر دی گئے جو ناکوسمی ہی سیر ہر غنا	حق کے گتے پر کٹا دی گئے جو اپنا بندہ بند
کفرہ چاہوں گے آگے بار بار چنگی کا ناچ	جس طرف جلتے تو سے ہر دم کراے سچند
اس میں کام ہو کہ انور شہر محمود اس	سب دل تھے جو نڈا دیوبند کا نظر بند

گئی، ہنگام تیری ہے سیکو گرو سے آج
 جن سے ہر دم سے دلایات سلف کا سر بند

دارالعلوم میں برکات کا نزول

اگرچہ طرہ و شاخہ صاحب نور و توفیق کے جاننے پر دارالعلوم کی علمی اور دینی بلکہ روحانی عظمت ہی کو تہہ و
 پہن کی طرح حسرتِ عالیٰ کی تشریح آتی ہے۔ برکات کا نزول شروع ہوا، جس کی ظہور کیفیت و وقت کی بجائی ہے۔
 — طلبہ کی درافتاز کی ترقی اور دینی تعلیم میں ایسا انہماک پیدا ہو گیا کہ تمام علماء علمی اور دینی علوم سے
 غرض ہو گئی، اساتذہ میں ہم آہنگی اور اتفاق نے ساری کئی دورہ کر دی، جس کا ایک ماحول سے پہلے سے ہی نیا اور
 علم و ترقی ہر لمحہ حضرت مدنی کی بااثر شخصیت نے طلبہ کے اندر ادا اور قلب کے حضرت کا ایسا شہما
 بنا دیا تھا کہ ہر وقت حضرت کی قیام گاہ پر طلبہ اکٹھے رہتا، وہاں حدیث کے علم، خصوصیت کے ساتھ طرہ
 کے سبق میں وابہاں پہنچتا، ساتھ بعض دفعہ سفر سے طبیعات کے بارہ ہجرت ہوئی، یہاں پر ہی بعد کا وقت بڑا
 مگر جوئی حد تک جا بجا رکشوں رکشاں اور حدیث میں پہنچ جاتے۔ وہاں حدیث کے سبق اساتذہ
 کی کسی طلبہ سے شکوہ بھی نہ ملتا کہ عمارت سے باقی میں تو کم لوگ دیکھیں گے، بس اتنے کہ حضرت مدنی کے
 سبق میں بعد وقت تک جلسے جاتے ہو، یہ حضرت مدنی کی اپنی بااثر شخصیت علمی اور علمی کی عبادت و شخصیت کا
 بھی اس میں بڑا دخل تھا۔

جس دن حضرت کا لایا دارالعلوم میں ہوتا، آغاز صبح کے بعد طلبہ اتنا سا تازہ ذکر اور مخصوص حضرت ﷺ
 محمد بن عبدالمطلب حضرت محمد ﷺ سے صاحب مدنی کو حضرت مدنی آتے کہ کبھی اور فرماتے تھے حضرت کی
 فاتحہ کہ سنی میں دین کی توفیق ہوتی ہے اور دل کی ایک شکل یہ ہائی جس سے اساتذہ کو کام آتا ہے، یہی جنت
 کا ایک نقشہ پیدا ہو جاتا، اساتذہ کو ایسی مجالس میں بیٹھا ہوتا کہ کئی تفریح میں نہیں ہوتی، بلکہ اس کے
 اور کے علم و سبق بہ نسبت اہل اثر ہوتا ہے۔ وہ نظر دیکھتا ہے کہ اس وقت مدنی خود یا ان کا اظہار سے
 بس اساتذہ مولانا احمد زمل، مولانا عبدالمسیح رحمت اللہ علیہم کی صحبت سے چھ نکالنے کی کوشش کرتے،
 ان کی مدد قائم کہ باوجود حضرت کا کیا ہے جانتے مولانا ازہر سے مولانا شامی مولانا جلی اور مولانا
 ماضی میں تقسیم کی جاتی تھی، کسی حضرت مدنی مولانا احمد زمل صاحب سے فرماتے تھے کہ اپنی جگہ بھی
 عزیمت فرمادی تاکہ مجھ سے عبادت اس طرح ڈوبی جس طرح آپ سے ڈرتے ہیں، مولانا احمد زمل صاحب

کی جماعت قاضی مبارک کا اقتدار اچھا نہ نکلا تو حضرت مدنی نے اس سے فرمایا کہ آپ تو امام العقولت میں
پھر آپ کے طلباء کی صلہ نسل ہوئے، آپ نے ہتھم کرتے ہوئے فرمایا: امام العقولت میں ہوں طلباء
تو نہیں ہیں۔

اسنے بڑے اداسے میں کبھی کبھی کوئی نہ کوئی واقعہ خلافتِ توقع پیدا ہو جاتا تھا مگر اسے
فوراً حل کر دیا جاتا تھا جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بصیرت کا نتیجہ ہوتا، ایک دفعہ
حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی وجہ سے دارالعلوم آنا چھوڑ دیا، حضرت مدنی
کو جب سٹریٹ سے واپس آنے پر علم ہوا تو فوراً مولانا کے مکان پر تشریف لے گئے اور ان
یوں فرمایا کہ اگر قیامت کے دن حضرت اسناد صحیح الہندۃ عتہ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے
دارالعلوم کو کیوں چھوڑ دیا تھا تو میں عرض کروں گا کہ محمد ابراہیم نے چھوڑ دیا تھا اس سے میں نے
بھی چھوڑ دیا، یہ سنا کر حضرت بلیاوی آپیدہ ہوئے اور اسی وقت دارالعلوم شریف لے آئے اور پڑھا
شروع کر دیا۔ اور روایت حضرت مولانا قادری محمد امین صاحب، مظاہر فاضل دیوبند، ہتھم
دارالعلوم عثمانیہ و درکشالی مقرر اور پٹنڈی)

اسی طرح دارالعلوم کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سالہ
"اسلام اور نسبی اقبالیات" کی اشاعت پر بڑا اہتگاہ رہا ہوا، اس کے جھلب میں مولانا
حبیب احمد عیسیٰ صدہدی مدرسہ فخر بنی السلام سہارنپور نے ایک رسالہ "القول الاسلامیہ"
لکھا اور دیوبند میں پیشہ طبقات نے مفتی صاحب کے خلاف ایک عظیم الشان جلسہ کیا جس میں
حضرت مدنی کو بھی اس لیے دعوت دی کہ مفتی صاحب کے خلاف کہلوائیں گے مگر بقول مولانا
محمد فی عثمانی صاحب: حضرت مدنی نے اپنی تقریر میں والد صاحب کے رسالہ کی اقل سے
آفت تک ایسی تاہید و حمایت فرمائی کہ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں خود بھی ایسی نہ کر سکتا،
تقریباً چار گھنٹے تقریر اور ایک گھنٹہ مسلسل لوگوں کے سوال و جواب کا سلسلہ رہا، حضرت مدنی سب
کے جواب اسی رسالہ کی عبارت پر چڑھ کر دیتے رہے۔ (ماہنامہ ابلاغ گراہی ہتھم اعظم برصغیر ۱۹۷۸ء)



دارالعلوم شاہراہ ترقی پر

حضرت مدنیؒ کے تشریح لانے پر دارالعلوم دیوبند میں اس دوسکون اور مدھی کے ساتھ تمام شعبے گامزن ہو گئے اور وہ جو دیکھتے تقریباً مین سہل سے دارالعلوم کو دیکھ رہا تھا آہستہ آہستہ دھڑک اٹھا، حضرت مدنیؒ نہ صرف شیخ الحدیث تھے بلکہ صدقہ اللہ علیہم اور ناقص تعلیمات بھی تھے، آپ نے اہتمام کے ساتھ پوری طرح تعاون فرمایا، اس طرح طایار اور مدین جگہ دارالعلوم کے تمام شعبوں کے سربراہ اور طرز میں اہل مشطین اپنے اپنے کھولنے کا سہل میں صدقہ دل کے ساتھ مصروف عمل ہو گئے مگر کسی کھولنے کی بات غلط سمول پیدا بھی ہوئی تو اس کو باہمی گفت و شنید کے ذریعہ اس طریقہ سے حل کر لیا گیا جس کی ایک روشنائی میں آگے ذکر کر دی جائے گی۔

دارالعلوم دیوبند کے استحکام کے لیے اہتمام اور تدبیر کا آغاز اور طلباء کی طرف سے ترقی کے ساتھ ان سے بھاری بھی ضروری تھی۔ بغیر بوقت مدنی رہتا تو علم میں یہ تینوں اوصاف بد فیہ اہم ہو جاتے اور ان کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ آپ ﷺ میں دارالعلوم دیوبند تشریح لانے اور تمام واپس اسی اہم سے وابستہ ہے۔ اہتمام کے ساتھ آپ کا تعلق کس قدر مستحکم تھا! اس کی دلیل ہے کہ کبھی بھی اہم مسئلہ پر کسی اختلاف نہیں ہوا۔ حضرت مدنیؒ نے اہتمام اور اہتمام نے حضرت مدنیؒ کا آغاز ہمیشہ طویل رکھا بلکہ حضرت مدنیؒ نے جناب قادری محمد شیب صاحب کے وجود کو دارالعلوم دیوبند کیلئے اس قدر ضروری سمجھا کہ جب تک تعلیم کے بعد بعض دیگر طلبہ کرام کی طرف حضرت قادری صاحبؒ کی ہاستانہ میں منتقلی قیام کے غرض سے تشریح لے گئے اور حکومت ہند نے بھی آپ کو تارکین وطن قرار دیا اور اسے اسے تو حضرت مدنیؒ نے آپ کو دل سے بلوایا جس کی شکریہ کی کیفیت درج ذیل ہے۔

”حضرت مدنیؒ کے فلسفہ خداداد مسعود حسن صدیقی میر علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں مولانا مدنیؒ سے ملنے دفتر جمعیتہ طہارہ ہند گیا اور اس کے سامنے والے کوسوں

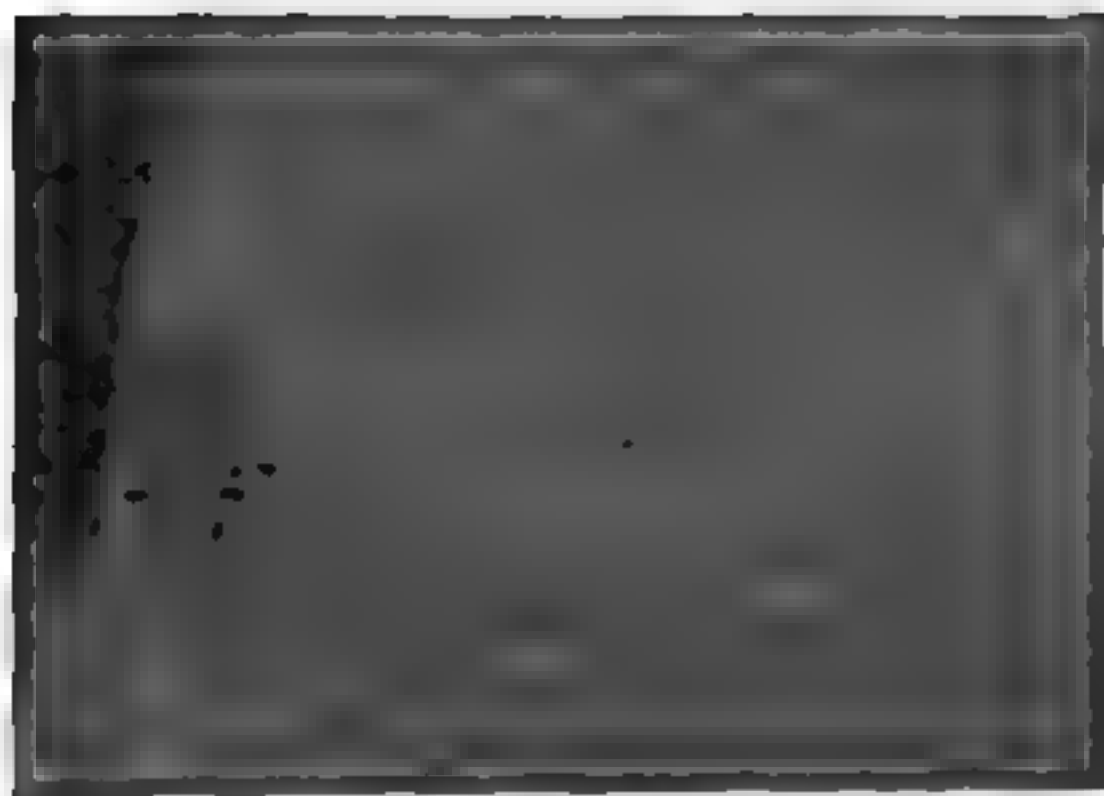
مہاں کار فرمایا کرتے تھے بیٹے تھے اور کئی حضرات تھے، اتنے میں مولانا غلام الرحمن صاحب
 مولانا محمد میاں صاحب اور مفتی عتیق الرحمن صاحب تشریف لے آئے اور انہوں نے وہاں
 بیٹھے سوکل سے فرمایا کہ چھوڑ کر آج چنانچہ سب لوگ آکر کہہ رہے تھے میں بھی ملنے
 لگا تو میں ناخستاراً عرضی صاحب نے فرمایا اعلیٰ صاحب! آپ بیٹھے رہیں میں ٹھہر گیا ہوں
 حضرت نے مولانا صاحب سے کہا یا آپ ہماری صاحب (مولا) آقا زاد محرم صاحب کو پکارتے
 سے واپس لانا چاہتے ہیں! مولانا نے فرمایا جی ہاں! ان تینوں حضرات نے مولانا صاحب سے
 ہلکا کر کہا کہ ان کو واپس نہ بلائیں، لیکن مولانا صاحب اپنی بات سے پر قہم ہے اور فرمایا کہ اسکا
 کے خلاف میں ہے کہ وہ اس وقت واپس آجائیں یہاں آفریقہ کیوں حضرات! کلام گہر سے
 پھلے گئے اور مولانا نے اسی وقت اٹھ کر نڈھت ہو اہل انہرو کو ٹھہرا کیا، وقت آیا اور
 مولانا تشریف لے گئے اور قدر انکم سے ان کی واپسی کی اطلاع ہی لے کر گئے۔

نور عمر حضرات کو شاید نہ معلوم ہو کہ مولانا قادری گور صاحب مشہور اور معلوم ہو
 پاکستان تشریف لے گئے تھے اور مستحق قیام کے ہمارے سے گئے تھے لیکن حالات
 ہمارا کارہا کر وہاں پریشان تھے اور وہاں آنا چاہتے تھے مگر قانوناً نہیں آسکتے تھے،
 چنانچہ قاری صاحب کو واپس بلا گیا اور وہ معلوم دیو بند کا تمام پورا پورا پڑکھ کر دیا
 چنانچہ جناب بخاری صاحب کو بذریعہ پیشل ہوائی جہاز دیو بند بلا گیا، ان کے استقبال میں حضرت مولانا
 نے آپ کے گاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مولانا پڑوس اور میں جسدہ کہا کہ
 اسے تانتہ گاہ حاضر رہے تم تو ہی بہرہ قاشدہ میری
 تو سدا جمع یعنی اٹھا اور ہر ایک کا چنگ بستہ ہو گئی۔

(آئینہ دارالعلوم ۵، رمقی ۱۹۹۳ء)

اور یہ تعاون اور ہر ہر مشورعت حضرت مولانا قدوسی کے وصال کے بعد ہو چکی تھی، جیسا کہ مولانا قدوسی
 مسکن کے پاس میں دیکھا تھا، حاصل کی گئی۔

حضرت کے وصال کے بعد مولانا صاحب نے قریباً دو تیس لاکھ روپے جمع کیا جو
 جس کو مولانا محمد نعیم صاحب نے اس طرح بیان کیا ہے کہ یہ رقم مولانا صاحب کے ہر دو



4 2 2 2 2 2 2

اور سادہ خداداد باقی تھے، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی اور حضرت الاستاذ مولانا سید محمد رفیع صاحب
دونوں کا استحقاق اور صلاحیت اپنی بزرگستم تھی، بالآخر حضرت مہتمم صاحب دہلوی تاقاری
محمد طیب صاحب کی مصلحت طبع سلطنت علیہ دینا کی روک تھام میں مددگار بن کر فرما کر
دراصلوم کی مجلس شوریٰ کے انعقاد سے پہلے اٹھائے سفر مبارک میں انہوں نے یہ کیا
کہ دراصلوم کی بابرکت عمارت کو دور دور جناب مولانا سید علی احمد علیہ وسلم کے منامی
ظہور رہائی تھی ہے کی شمالی درگاہ میں حضرت علیہ السلام (اور انجیسی احمد علیہ السلام) فرما کر
ہیں، اس ضمن میں مددگار کا مجلس ماننے سے اور حضرت ہر ایک کو مطلع ہوا اس کے بعد کہ حضرت
فرما رہے ہیں جس کی آواز تو نہیں آتی البتہ ان کے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصلوم کی
صدائے استغاثہ منظور ہے، صاحب سب کے شکر سے قانع ہوتے تو میں عرض
مہتمم صاحب تم تنہا ایک کونے میں بیٹھا جڑا تھا، ہلکتے اس کے کہ مجھے طلب فرماتے
خدا اللہ کریم سے ہر ماں شریف لگتے اور فرمایا کہ اس بار سے مدد تیری کیا لگتے ہے؟
میں نے عرض کیا کہ حضرت میری کہہ میں یہ آگ ہے کہ شیخ الحدیث نور محمد فرما رہے ہیں صاحب
اور صدر المدینہ مولانا محمد ابراہیم صاحب کو ناروا جانے، شکر کھل گئے اور شفقت
مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا کہ ہاں بھئی ہے، میرے دن کی بات کہہ دو، دراصلوم
کی مجلس شوریٰ کا فیصلہ دراصل اس طلب کی تھی، تب سے مولانا سید علی احمد علیہ وسلم
کا خواب صدیوں رہا اور جبرائیل میں سے ثابت ہوا اور نظام فریادگی کے استحقاق
صدیقین کی ایک نامید تھی (ماہنامہ دارالعلوم فروری ۱۹۹۲ء ص ۱۸)



خاتقاہی نظام کا فروغ

دارالعلوم دیوبند صرف ایک سنی علمی درس گاہ نہ تھی بلکہ اس میں تزکیہ باطن کا خاص اہتمام تھا۔ اسی تزکیہ باطن کی ایک برکت یہ بھی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کی مشہور درس گاہ تو دور کی نشاندہی خود سید دہلوی علی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمائی۔ جب صبح بنیاد رکھنے کے لیے علماء کرام اور مدرسے حضرت تشریف لائے تو زمین پر باقاعدہ بنیادوں کے نشان تھے، چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے ترانہ میں آج بھی لکھا ہے:

خود ساقی کوثر نے رکھی سچانے کی بنیاد وہاں

دارالعلوم دیوبند کے دارالعلوم ہونے سے پہلے ایک دیوبند مدرسے کا افتتاح مسجد چھتہ میں ہوا جو بہت قدیم مسجد ہے اور دارالعلوم کو اس کا قریب حاصل ہے۔ اس مسجد میں اس علاقہ کے مشہور مہتمم مولانا کا اجماع ہوا کرتا تھا۔ دیوبند کے سید عالی نسب حضرت سید محمد عابد نے اس مسجد میں تعلیم شروع کی اور مدرسہ کا افتتاح فرمایا۔ حضرت سید محمد عابد صاحب حضرت حاجی امداد اللہ ہاہمی کے جلیل القدر خلیفہ تھے، آپ احسان و سلوک کے کس قدر مقام رفیع پر فائز تھے، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل ارشاد سے کیا جاسکتا ہے:-

”ایک تہہ آپ نے حضرت مولانا شرف علی تھانوی سے فرمایا کہ ایک بات کہتا ہوں میری زندگی میں کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ فرمایا حرم شریف میں میں نے حالت بیداری میں بعض انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی ہے“

سید محمد عابد صاحب کا انتقال ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۳۱ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۱۳ء کو ۸۱ سال کی عمر میں ہوا، مزار عالی دیوبند میں ہے۔ (مشاریح دیوبند ص ۱۸۹)

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب (م ۱۲۱۴ھ) کے جلیل القدر خلیفہ تھے، تمام اعلیٰ تصوف اور احسان و سلوک میں کاروبار و کام بخارت تھے اور دارالعلوم دیوبند کے بعض

اگر سلطان اور شاہ نے سنا پھڑپھڑا ہوا تو مستقل حنوی کے ساتھ خانقاہوں کا قیام کیا جواز تھا، جیسا کہ خانقاہی اصطلاح سے معلوم ہوتا ہے۔ خانقاہ حضرت سائے پور کی، خانقاہ حضرت گڑھی، تو یہ خانقاہ قبورِ حرم حضرت مدنی کے تشریح آؤ گے کہ حضرت آؤ گے سے پہلے دارالاسلام کے اساتذہ کرام، بعض طلباء اور متنبی، دیوبند روحانی اصلاح کے لیے زیادہ طور پر تھانہ جیون، راج فرمایا کہ تھے تھے حضرت مدنی کی تشریح آوری کے بعد بھی زیادہ رجوع تھانہ جیون یا حضرت مولانا عبد القادر سائے پور کی طرف رہیں کی طرف حضرت مدنی کی طرف رجوع ملتے بلکہ ترغیب ملتے تھے، جبکہ حضرت تھانہ جیون نے متنبی کو حضرت مدنی کی طرف رجوع کا فریضہ اور بعض دفعہ کسی سالک کو حضرت مدنی سے بیعت کرنے کی تاکید فرماتے جیسا کہ مولانا عبد القادر پادری کو حضرت مدنی سے بیعت کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت مدنی کا احسان و سلوک میں مقامِ رفیع | کیو کہ آپ نے تصوف کے تمام مسائل بہت

آپ کی ہر سب سے متاثر ہو گئے تھے وہ یہ تھی کہ آپ نے تیسرا نو رو می مدینہ منورہ میں مرشدِ مجدد حضرت حاجی سلطان اللہ ہاجر کی قدس سنا کی زیرِ ہدایت اور پھر مولانا میں شیخ الشیخ حضرت شیخ لہند گاندھ کی زیرِ تربیت تھا کہ احسان و سلوک کے فریضے تھے، آپ کا مقام اس لحاظ سے جبکہ بہت رفیع تھا اور ماضی کے اکابر اور اولیاء کرام کی عقیدت حضرت مدنی کے ساتھ کس قدر تھی یہاں صرف ایک حوالہ دینا کیا جاتا ہے، حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی ہاجر مدنی نے فرمایا۔

”آخر کی موجودگی میں ایک مرتبہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سنا کے ایک مستعد نے حضرت مدنی کی بابت طبع و خصلت سے یہ نقل فرمائی کہ اسے پوچھی تو فرمایا میں حضرت مدنی کے خصلت کی عرض کر سکتا ہوں جس کے پورے طبع حضرت فضل علی قریشی کیوں فرمایا کہ تھے کہ میں اُن کے پورے کو دیکھتا ہوں جتنا ہوں پتلا“

نتیجہ۔ حضرت قریشی کو ڈر مہاں تک ایسا اب میں آ رہا ہے۔

مولانا ابوالکلام حضرت مدنی نے بیعت کیے حضرت تھانہ جیون کی خدمت میں پیش کیا مگر حضرت تھانہ جیون نے انہیں اصرار سے حضرت مدنی سے بیعت کروا دیا۔ (مخفاً نقوش و اثبات) علیٰ نذر کا شاہ عبدالغفور عباسی صاحب

دو برہانوں کے امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار فرمایا :-
 "میں نے اپنی زندگی میں موجودہ اہل علم کی زاریوں کی ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے
 وہ بصیرت عطا فرمائی ہے کہ امت کے اولیاء کرام کو پہچان لیتا ہوں، میں نے چاہا
 حرم کعبہ میں موجود اولیاء کرام کو دیکھا مگر میں نے حضرت مدنیؒ کے ہمراہ کسی کو نہ پایا،
 اللہ ساتھ بھی فرمایا کہ تم سے کہ میں نہ شاگرد ہوں نہ مرید ہوں یا

آپ کی گونا گوں مصروفیات آپ کی روحانی عظمت کو سمجھنے کے لیے ایک حجاب اور پردہ تھا ورنہ
 عقل مند اور متلاشی حق کے لیے آپ کی اس حیثیت کا کھنسا آسان تھا۔ مولانا بک الدین اصلاحی نے
 اس کا تجزیہ یوں فرمایا :-

— "حضرت مدنیؒ قدس سرہ اعزیز کے ہاتھ میں بیٹوں کو فیلہ کرنے میں مشکل آئی کہ وہ کولہ سے
 مرکزی صفات سے جو آپ کی زندگی میں سب سے نمایاں اور باہمی حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ کسی نے بہت
 برا منتظر و منتقد بنانا کسی نے ایک عالم اور شیخ طریقت کہا کسی نے سیاسی رہنما اور مجاہد قرار دیا،
 اس میں شبہ نہیں کہ مولانا بک الدین صاحب نے کمالات سے تین کا اور ذکر کر چکا ہے، لیکن مولانا مدنیؒ میں ان
 تمام باتوں سے زیادہ آپ کا روحانی مقام "مناجس" سے عام طور پر دنیا ناواقف تھی اور ناواقف و
 گئی۔ اس کی زیادہ وجہ یہ ہوئی کہ لوگوں نے تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کو ایک ثانوی حیثیت کہا اور
 تعلیم کتاب و سنت ہی کے اندر ساری نگہ بند و محصور کر دی حالانکہ تزکیہ کی اعلیٰ تعلیم کے باوجود
 محسوس ہوتی ہے اور دین جس چیز کا نام ہے وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم سے بھی نہیں ہوتا بلکہ دین ہوتا ہے
 بزرگوں کی نظر سے پیدا ہے۔"

اس روحانی مقام کی علامت علامہ ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے الفاظ ہیں :-

— "جہاں کوئی تصوف و سلوک کا شعور و توجہ پاتا یا کوئی علمی بحث چھیڑ دیتا یا اہل فکر کو کہنے لگتا تو
 خدا پریشاںت کا ہر وقت ایسا محسوس ہوتا کہ دل کا سزا کسی نے چھیڑ دیا ہے۔"



یہی ابراہیم علیٰ نبویوں کے تعلق میں۔

— ہماری آپس پر قسم ہے کہ ہم سب جانتے ہیں کہ ہاں ملاحظہ فرمائیے اس کاغذ پر جو یہ لکھا ہے اس کو جس سے واقف ہوں اور جس کا احساس ہوتے ہوں، واقعہ کے طریق اور اہل اثر کے بیان سے نہیں ہے اس کے لیے جسے بلند کلمات تھے اس میں سب کو ان کی حکمت اور بلند کلمت اور

ان کا صحیح و توصیف میں درجہ افسانہ پایا۔ — (ایک سہ کی یاد دلاؤ)

لیکن اویلا کلام اور عارفان واقعہ اس کی ضرورت محسوس کرتے تھے کہ حضرت مانی اس مجلس کو مدد فرما کر روحانی پیاسوں کی پیاس بجھائیں، اگر نہ ہوتے تو اس کو کون دلا دیتے! چونکہ حضرت مانی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نورانی نے خود ہم کو روحانی تعلق اس قدر متقی بنا کر اس کی مثال نہیں مل سکتی جس کی وہر ظاہر ہے، دونوں حضرات علوم دینی خصوصاً علم حدیث میں جتنا سہولت کا تھے، دونوں روحانیت کے ایک ایک حضرت مانی اور مولانا زکریا نے خود سے یہاں سے اس لیے باوجود اس امر کے کہ حضرت شیخ الحدیث کے ان سیاست کا نظا بھی شہر مشہور سمجھا جاتا تھا، جبکہ حضرت مانی دینی سیاست کے قاعدے تھے، روحانی اور ہدیٰ تعلق اس قدر قوی اور کمال تھا کہ حضرت مانی کا جب بھی سہارا ہوتا ہے، اس کی طرف کوئی پہنچتا ہے، ہرگز نہیں تھا کہ آپ حضرت شیخ الحدیث کے ہاں دینی افروز ہونے بغیر تشریف لے جائیں، حضرت شیخ الحدیث ادب اور احقر کی وجہ سے کبھی کبھی بات نہ فرماتے تھے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

— ایک دفعہ جب حضرت مانی تشریف لائے تو میں نے اپنے گھر کے اوردانہ بند کر دیا اور ان کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آج آپ سے ملا ہے، حضرت نے فرمایا ہاں ہاں مجھ بندے سے تم لوگوں کی بات ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت کو کئی نے جودت آپ کو کتابت فرمائی ہے اس کو تقسیم کرنے کی بجائے آپ سیاسی کام میں لگے، میں نے کہا میں نے فرمایا میں وہ کام بھی کرتا ہوں، ہر ناچیز حضرت کا اصول ہے، ہر گناہ کہ ہمارے پاس سے ہر گناہ ہوتا ہے، ہاں ہر گناہ کے لیے تشریح کر کے ستر ضعیف و تنہا کے ساتھ آپ کے احوال کی چند سطروں پر خلاصہ کر دیتے ہیں کہ دیکھ کر میں جانتا ہوں کہ جانا کہ ان اہل ان ظاہری صورتوں کے باوجود روحانیت کے ساتھ اہل دہلی کے ساتھ انجام پاتا ہے، چنانچہ کوئی صورت اور کوئی شکل کا ایسا تھا جو ان کے دماغ فیض سے احوال نہ ہو، ہر گناہ کے لیے تشریح کر دیتے ہیں۔

اور دعویٰ سے جنہوں نے حضرت نانوتویؒ کو دیکھا تھا، معلوم کرنے پر یہ چلا کر یہ تصویر بالکل صحیح ہے۔
 (مقاماتِ نصیبہ ص ۱۲۸)

حضرت مدنیؒ کے ذکر اذکار اور اعمال تعلق اور عشق رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم کا چار چار صفیر میں پیش کیا اور بعض نادان منتہین دہرند نے جو بعض عقائد اور اعمال میں نہایت تشدد کا طریق اختیار کیا تھا جس نے اظہارِ دیوبند پر اہل بدعت کو اعتراضات کے موقع ہتیا کر دیئے تھے، دورانِ ہی اعتراضات کے جواب کیلئے لہذا علیٰ مفند کا تحریر کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ حضرت مدنیؒ کے طرز میں اہل اتباعِ سلف سے دارالعلوم جس طرح حقیقت کا مرکز بن گیا اسی طرح طریقت کی بھی ایک حکیمانہ نقاہ یہی گئی، چنانچہ ملک کے نامور علماء کرام اور پیرانِ طریقت نے اپنے مریدوں اور خود اپنی اولاد کو حضرت مدنیؒ کی خدمت میں فضاہاب بھانسنے کے لیے بھیجا، یہاں صرف چار حضرات کے اسماء گرامہ مثال کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

① صوبہ سرحد کے مشہور روحانی پیشوا حضرت حاجی صاحب (حاجی مہربان علی شاہ) قدس سرہ العزیز نے یہ استاذ اکوٹہ شنگ نے اپنے فرزند گرامی قدس حضرت بادشاہ گل رحمت اللہ علیہ کو حضرت مدنیؒ کی خدمت میں بھیجا، آپ نے یہ صرف دس ہی علوم میں سترہ فراغت دار اعظم دیوبند سے حاصل کی بلکہ حضرت مدنیؒ سے شرف بیعت بھی حاصل کیا اور احسان و سلوک پر ایک جامع رسالہ بنام "واندیٰ حسنیہ" مرتب فرمایا، جس پر صرف دعائیہ کلمات لکھانے کے لیے حضرت بادشاہ گل مرحوم نے ایک طویل سفر کیا، یہ رسالہ طبع ہو چکا ہے۔

خواجہ فضل علی شاہ صاحب کا مختصر تذکرہ
 آپ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اولاد ہیں، تھے، آپ کی ولادت ۱۲۷۰ھ
 ۱۲۷۰ھ کو، اور یہی تصویر اپنے علقے کے قبیلہ گرامیہ صاحبان کا اصل و نسب ہے
 ملا احمد علی صاحب مدنی صاحب کی یہ آپ حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب فاضل دیوبند سے تھی، انکی حاجت مند کے
 تھی، یہاں میں حاضر ہوئے، جبکہ آپ بیعت بہت کم لیا کرتے تھے، اور آپ نے حضرت کے علقہ صحتی مزاج کو دیا، خواجہ محمد عثمان
 صاحب سے کثرت حاصل کیا، ان صاحب نے آپ کو مسند تفسیر پر چھ مہینے میں بلا بیعت فرمایا گیا۔

آپ نے اپنے علقہ میانوئی، طمان وغیرہ میں کافی تبلیغی سفر کیے، زیادہ قیام انہی میں رہا، آخر بیعت و ملائگی
 تبلیغ فرماتے، ہوتے چھ مہینے (۱۸۴۵ء) مدنی کی عمر میں مدور عمرات رمضان المبارک ۱۲۶۵ھ سے ۱۲۶۸ھ کو ہوا، فرمایا
 کا ازادہ قرار سکیں، پر ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔

(۳) مولیٰ صاحب کو انہیں صاحب مولانا احمد دہلوی صاحب بریلوی نے شام کو مدعو کر دیا۔ حضرت نے ان کے
 مسئلے کے بندہ سے متاواہر شیخ تھے اور دہلوی نے کہ شیعہ مخالف تھے اور احمدیوں نے میں شیخ اسو مستر
 دل نورانہ منہا کی علیحدہ احسان و سلوک میں من رشتہ کا شہرہ و شہرت لپٹنے چپے ضمیر احمد کو پہلے دارالعلوم دیوبند
 کی شیخ الحدیث صاحبہ الاسلام شہ گنجی میں داخل کیا پھر تحریک کے لیے حضرت مدنی کی مدد میں میں کر دیا
 جہاں آپ کو پتہ نہ کہ کاشیہ درواختا جسے شہ دروں اور حنفیوں نے دیوبند کی حرکت قرار دیا اور
 ان کے دہلوی مولیٰ محمد انہیں کو نور اور بندہ پہنچے کہ منورہ دیا، چنانچہ مولیٰ محمد صاحب مل صاحب اپنے چپے
 کی تمنا و روی اور مدد پاس سے جانے کی فریض سے دیوبند گئے اور صرف اپنے چپے ہی کے پاس قیام
 کو رکھ کر دیا حضرت مولیٰ محمد صاحب احمد صاحب رو بصورت ہونے لگے تو یکے بعد دیگرے آپ نے اپنی کتب علمی
 سے کیا کہ صاحب کو پڑھنا سنی پہلے جاؤ گئے کہ آپ اب تک کی زندگی میں ان ہی برکتوں کو پہلے
 لکھتے رہتے تھے، اس لیے بڑی مدد نصرت اور امور کے بدلنے کے واسطے پرے فریض کے لیے تیار ہونے
 وہاں پہنچنا تھا کہ جب جانفش کا حال بڑا، مرتب ہوتا اور دیر تک بیٹھے رہے، حضور اور مغرب کی
 نمازیوں میں مراسمہ منہ میں ہو اکیس مغرب کے بعد وہی آئے تو جب حال ہو مد تھا آنسوؤں کا
 سہاگہ گڑھو آ رہا تھا، استقلال کے کلمات و بیانات تھے کہ جو کہ جبکہ کتب علمی کہ ہنہ ہم نے ان علوم حق
 اور بزرگان دین کو بہت پڑھا ہے کہ تھا مگر یہاں تو ان کی قبریں اس تہہ منور میں اور اس تہہ کفشت ملے
 انسان ہیں کہ اپنے علم، سخی کہ احمد رضا خان دہلوی میں بھی یہ بات؛ لکن نہیں ہے، ساری میں حضرت
 شیخ الاسلام مدنی نورانہ منہ سے بیعت ہوئے، اور اعلام و بیانات سمیٹ کر اپنے بڑی مسئلہ اسلام
 جبکہ آپ کے لڑنے اور جاننے دیوبند کی میں تکمیل فرمائی اور اپنے شیخ حضرت مدنی کے حکم سے
 جلال کے ایک مدرسہ میں شیخ الحدیث محمد صاحب نے تقسیم کے بعد مولانا کرامت علی علیہ السلام نے حضرت مدنی صاحب
 بریلوی کے شخص حضرت مولانا احمد دہلوی کو پہلی نماز جمعہ کے قائم کرنا حدیث قرآن کے سہم اور
 شیخ الحدیث محمد صاحب نے نہایت ہی محنت اور استقلال سے دین اور علوم دین کی خدمت کرتے ہوئے
 ان حضرات کے مطابقت اور اپنی مشورہ کوئی میں انتقال فرمایا، چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے ایام جلال
 شیخ الاسلام مولانا احمد صاحب نے مدنی صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور حضرت مدنی کے قدموں میں شہرہ
 آستیاں ہو گئے۔ قندتہ قبول ہم

(۴) خطبہ جمہ پنجاب کے مشہور عالم دین مولانا کرم دین صاحب نے اپنے علاقہ کے علمی اور دین دار تھے، انہیں
 دارالعلوم دیوبند میں آپ کی تقریر کی اور تعلیمی خدمات یادگار اور قابل ستائش ہیں، آپ نے

تردید بغیر یہ کتاب ہدایت جیسی جامع اور مفید ترین کتاب تا بیعت فرمائی ہو کئی بار منع ہو چکی ہے۔ قادیانیت کے خلاف آپ کی نظمی خدمات قابل قدر ہونے کے علاوہ آپ نے مرزا قادیانی کے ساتھ کئی مناظرے کیے اور قادیانیت کی طور پر اس کے خلاف مقدمات بھی دائر کیے جن میں وہ سزا پا بھی ہوا۔

آپ نے مولانا محمد حسین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑادی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی عقیدت مند تھے۔ آپ نے جب حضرت مدنی نورانی مرقا کی علمی اور دینی ممتاز حیثیت کے علاوہ روحانیت کے عظیم مقام پر فائز ہونے کا سنا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، حضرت مدنی نے اپنے شیخ کے ارشادات پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے دعاؤں سے نوازا۔

آپ نے حضرت مدنی نورانی مرقا کے فضل و کمال سے متاثر ہو کر اپنے بیٹے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کو دارالعلوم دیوبند بھیجا جہاں آپ نے موقوف علیہ کتابیں پڑھ کر نہ صرف دورہ حدیث حضرت مدنی سے پڑھا بلکہ آپ سے بیعت بھی ہو گئے اور نہایت محنت اور بیعت کے ساتھ طریقہ عالیہ چشتیہ، صابریہ کی منازل طے فرمائیں حتیٰ کہ مرتبہ احسان پر فائز ہوئے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے بھی نوازا۔ آپ اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رقبہ فاضل اور دوسرے فروعی باطلہ کی تردید میں تقریریں اور تحریریں طور پر سرگرم ہیں۔ آپ تحریر کا تمام اہل سنت کے بانی اور اس کے سرپرست ہیں، مدنی مسجد حجاز کے خطیب اور مدرسہ اظہار الاسماء کے مہتمم بھی ہیں، آپ کا حلقہ ارادت کافی وسیع ہے۔ مدظلہم العالی

④ صوبہ پنجاب کے شمال میں ایک جوہاہ طریقیت قدیم الایام سے مرجع خلائق ہے جس کا حلقہ ارادت صوبہ سرحد تک وسیع ہے۔ اسی خاندان میں مولانا میاں محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی سے خاندانہ ارادت کا اس طرح اظہار فرمایا کہ حضرت مدنی کے انکار کے باوجود آخر کار بیعت مشرفون ہوئے، حضرت میاں صاحب کے نام حضرت مدنی کا مکتوب گرامی مکتوب شیخ الاسلام کے ذکرہ میں ص ۲۰ پر آ رہا ہے، الحمد للہ یہ مکتوب سماجی پہلی بار چھاپنے کے لیے نیت ہو رہا ہے۔

جس طرح مستند تعلیم و تدریس آباد رہتی تھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ مستند ارشاد و اہاد اور پورا شمارہ رہتی تھی، خاندانہ مدنی میں تشریف لے جانے کے بعد ہر وقت خصوصاً عیادت کے وقت ذکر و تکرار، نوازل،

تحدوت میں ساری رات اس طرح مصروف رہے۔ مشغول رہتے تھے کہ خاتواہ مافی کا وہ کمرہ مانور ہو جائے۔
 جگہ کا تقاضا جس کی کیفیت کی ایک جھلک سے مشہور کیونست ریڈر محمد شرف کی زبان درج کی جاتی ہے۔
 صاحب میں دستاویزہ ایسا ملا کہ اس میں لکھا تھا تو اٹھانے بہانوں کا قافیہ ہے۔
 لاہور فتح پناہ میں سے بھی مہانوں کے ایک بڑے کمرہ میں ایک جاگرتا پر بستہ رہا۔
 دیندوں کے معاملات سے میں بے خبر تھا، مگر اپنے دو دن میں سنا اور پڑھا جو
 سطح گندہ، انارہیہ، نہ ملک تو غیر میں صبر کریتا مگر وہ کہ یہاں تقریباً تین
 تھے، کیفیت یہ کہ مشاکی نماز کے بعد میں مشکل گتے بھر سوجا سوں کا کرسی کو نہ بے گھر
 بلکہ وہی میں سے دیکھا کہ میرے آس پاس کوئی ذکر نہیں میں نہیں کہے تو کوئی تیسویں
 میں، تیسویں دیر میں یہ حضرات تہجہ کے یہ آٹھ بیٹھے ابھر کر سہلے اور بعد قرآن پاک کی
 تحدوت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب دوسری رات بھی اسی کیفیت کا ذکر کوئی تو میں نے ستر
 سے عرض کیا کہ حضور کے ساتھ رہنے سے میری قابلیت بڑھتی ہے اور میری خدمت کو
 نظر فرمائی، چاہے، حضرت نے تمہارا بیٹا اور میرے دن بچے ایک گیلہ و ہزارم
 کہو لیا (المجلیۃ شیخ الاسلام بر ص ۱۰۰)

ابو طلحہ دیوبندیاؤں میں طریقت کے شاہ تھے مگر حضرت عالی اعلیٰ اللہ جاہر کی نوا سے فرقہ
 لاہور کا سلسلہ چیتا سارے تقاباں میں بعت تو تمام طریقوں میں فرماتے تھے اور تہذیب بھی فرماتے تھے
 بلکہ اس سلسلہ کے ساتھ عقیدت قائم ہے مگر خلافت اور کاتبیت کے لیے صوفیہ تہذیب سے کو
 اتیار فرماتے تھے اور یہی طریقہ کار میں رہا ہے۔ سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی
 کے ہاں میں حضرت گنگوئی نے ارشاد فرمایا۔ "آپ سید الاولیاء تھے"

سلسلہ قلندریہ مجددیہ کے ساتھ اکبر کا نہایت ہی عینی تعلق رہا ہے۔ مزار مجددیہ عالی پر مولوی
 حاضری دیتے تھے اور متعلقین کو بھی اہل بیت وقت تھے، جیسا کہ قلب اللہ ارشاد حضرت گنگوئی نے فرمایا کہ ستر شد
 عناب سلطان محمد مدنی صاحب کو کمرہ فرمایا۔

مزار مجددیہ عالی پر قیام بہت عمدہ ہے، مزار مجددیہ عالی پر مولوی گنگوئی نے فرمایا
 نیال کا لہو زبانی مزار مبارک پر پیشانی اسکا عرض کیا، "وکتب اللہ علیہ السلام"

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں -

”میرے فرزند اے! حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز ہیں، انہوں نے اگرچہ مجھ کو چاہا
 طریقہ میں بیعت فرمایا تھا جن نیک سے طریقہ تشبیہیہ مجددیہ بھی ہے مگر صلی اللہ علیہ وسلم اور عام
 تعلیم حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہر شئیہ صابریہ تھی۔“ (مکتوبات ج ۱ ص ۳۹)

اگر آپ اکی میں بیعت فرماتے تھے، تصوف اور احسان میں آپ کے مقام رفیع پر اکثر ایک مفصل
 مضمون ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے الامان سہ ماہی کی کتابت ماہ مئی تا جولائی ۱۹۹۳ء شائع ہو چکا ہے یہاں صحت
 یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت نے بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع فرمایا اور دارالعلوم دیوبند اب باقاعدہ مدنی خانہ
 بن گئی اور عام و خواص کا رجوع عام ہونے لگا۔ آپ خود بیعت نہ فرمایا کرتے تھے بلکہ استفادہ کا بار بار حکم
 فرماتے اور بعض دفعہ اپنی بالنی بصیرت کے پیش نظر انکار فرمادیتے۔ اس گنہگار پر خصوصی شفقت کے باوجود
 اُس وقت تک بیعت نہ فرمایا جب تک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منافی تہذیب کا ذکر نہیں نہ کیا
 جس کی تفصیل مکتوبات جلد ۱ ص ۱۹ میں موجود ہے۔

حضرت مدنی باہر سے آنے والے مسالکین کو مکان کے قریب چھوٹی مسجد میں بعد از نماز صبح بیعت
 فرمایا کرتے تھے، اور مدنی سفر بھی بیعت فرمایا کرتے تھے، علیحدت کا سفر آپ کا تبتل اور کامل رجوع الی اللہ
 کا ثبوت تھا اس لیے سلمہ میں کافی سعادت مند بیعت کا شرف حاصل کرتے تھے، آپ کی حیات مبارک کے
 آخری سفر میں بانسکھڑی کے مقام پر تقریباً چھ ہزار آدمیوں نے بیک وقت بیعت کی، کثرت اور عزم
 کی وجہ سے لاؤڈ سپیکر پر بیعت کے کلمات کہلوانے گئے، آپ سے بیعت ہونے والے سعادت مندوں
 کی تعداد ہزاروں سے تجاوز ہے۔

حضرت مدنی ہنسوک علی منہاج النبوة کے داعی تھے، آپ سلوک کی طویل و طبع گھاٹیوں کو
 اجماع سنت اور اذکار مستونہ کے ذریعہ عبور کرنے پر زور دیا۔ دیکھتے تھے جس پر آپ
 کی تصانیف، مواظف اور مکتوبات شاہد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو وہ مقام مجسبت عطا فرمایا تھا جو کسی اور کو
 کم ہی عطا ہوا ہوگا۔ جن سعادت مندوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے وہ کبھی ان مناظر
 کو نہیں بھلا سکتے۔

عرب ممالک، پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، یورپ اور دوسرے ممالک میں اللہ
 آپ کے متوسلین اور حقیقت مندوں کی تعداد کا شمار ممکن نہیں، عمر کے آخری سالوں میں
 تو آپ کی طرف رجوع خلق اللہ کا شمار نہ تھا جہاں تشریف لے چلے تھے غنوق خدا انہو کے نبوہ
 آپ کی زیارت کیلئے پکٹتے تھے، اللہ تعالیٰ بھی اصلاح کے طلبگدوں کے قلوب کو ادھر متوجہ فرماتے
 ہیں، سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَذَرَأْتِ
 النَّاسَ يَدْعُونَكَ فِي ذُرِّيَةِ اللَّهِ الْوَجَاهِ (ترجمہ)۔ عجیب اللہ کی مدد اور فتح آئی ہے اور
 دیکھا کہ لوگوں کے قبیلوں کے قبیلے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔
 بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ آپ کے پاس کوئی تسخیر کا عمل ہے۔ حالانکہ حضرت نے فرمایا ہے :
 اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا کرتا ہوں کہ لوگوں کا رخ ادھر سے گھیر دیا جائے گا ایک صاحب کے خط
 کے جواب میں ارشاد فرمایا :-

”کوئی عمل تسخیر کا ایسا ہوتا تو میں یہاں جیل ہی میں کیوں پڑا ہوتا ہوں؟ سب سے
 بڑا عمل تسخیر کا تقویٰ ہے، ارشاد قرآنی ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
 سَيَجْعَلُ لَكُمْ الشَّرْعَ الَّذِيْ اُرِيدُ لَكُمْ مِنْكُمْ مَلِكًا اللہ تعالیٰ کو راضی کیجئے، مخلص اور تقویٰ
 تقویٰ ہر چیز میں نصب العین قرار دیجئے۔“

سید ل انجیال پھیریاں پھیریاں پھیریاں
 ہم جہان کی اک بھر کی لاکھوں کریں سلام

وہ سلام : نگاہ اسلاف حسین احمد حضرتؑ

مکتوبات ج ۱ ص ۳۳

جیسا کہ وہ جاننے والے امام الاویہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب کو جب انگریز باہنویہ مسلیمہ کے ناہم لایا تو آپ کی
 ضمانت دیتے و لاکھوں تھامنگو اسلا جہ سے جب آپ کا منہ اٹھا تو وہ لاکھ سالوں سے نماز نمازوں میں شریک کے ساتھ
 حاصل کی۔ لاکھ کتوات بعد صلا کے اس آیت کا ترجمہ ہے: جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں مہربان خدا
 لوگوں کے دلوں میں اللہ کی نجات کو راسخ فرماتے ہیں :

شجرہ طریقت

پہلے گذر چکا ہے کہ اسلامی تعلیمات کی ستارہ خصوصیات میں سے نسب و سند بھی ہے جو کہ دوسرے کا مذہب یا مومنانہ میں اس طرح نہیں ماسی طرہ اور معانی تربیت و جس کا درجی نام ترکہ نفس ہے م کا بھی سلسلہ سند ہے، جو ایک حالات سے دوسرے تمام سلسلوں سے ممتاز ہے کیونکہ دین اسلام کے تمام شعبوں کا اصلی منبع سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات عالی صفات ہے، اسی اہمیت کو نظر رکھتے ہوئے علم حدیث کی سند حضور سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

ترکیہ باطن جس کا مشہور نام احسان و سلوک اور طریقت ہے، اس کا منبع بھی سید دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات عالی صفات ہے، اس لیے تمام روحانی سلسلوں کا شجرہ مربوط رکھنا ضروری ہے، خصوصاً سب کسی ساکب کو شیخ کی طرف سے مجازت ہیئت کیا جاتا ہے اور وہ اسے سلسلہ میں تسلسلک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ربی نور اللہ مرقدہ کو قطب عالم حضرت ابو ناثر رحمہ لکھنوی سے مجازت طریقت کی سند فرمائی گئی جس کی باقاعدہ لکھنوی شریف میں دستار بندی کی گئی، آپ کا شجرہ طریقت درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	نام	تمام اہل سن ولادت	بن و نوات	مقام دفن
۱	انصاف بجاہ قطب عالم سید نور اللہ مرقدہ نامور صاحبین رحمہ اللہ	۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۳ء	بن و نوات	مقبرہ نور اللہ مرقدہ
۲	بجاہ شیخ لڑائی یار قطب عالم نور اللہ مرقدہ صاحبین رحمہ اللہ	۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۳ء	بن و نوات	مقبرہ نور اللہ مرقدہ
۳	بجاہ شیخ الشیخ سیدنا حاجی احمد علی صاحبین رحمہ اللہ	۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۳ء	بن و نوات	مقبرہ نور اللہ مرقدہ
۴	بجاہ شیخ الشیخ سیدنا نور محمد صاحبین رحمہ اللہ	۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۳ء	بن و نوات	مقبرہ نور اللہ مرقدہ

شماره	نام	مقام و درجه	سن در مقام	مقام در آن
۵	سلطان الشانچ سید محمد شمس الدین	افغانستان	۲۸	مقام در آن
۶	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالباری اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۶	قصبه مرو طبع مرو آباد
	قدس الشکره العزیزه	صوبه بلوچ	۱۱۹۰	صوبه بلوچ
۷	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالباوی الامرووی	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
	قدس الشکره العزیزه	صوبه بلوچ	۱۱۹۰	صوبه بلوچ
۸	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن الامرووی	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
	قدس الشکره العزیزه	صوبه بلوچ	۱۱۹۰	صوبه بلوچ
۹	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا شیخ محمد الملکی قدس اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۰	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا شمس الدین قدس اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۱	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۲	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا سید الملکی قدس اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۳	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۴	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۵	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۶	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۷	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۸	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد
۱۹	و بجایه شیخ الشانچ سیدنا عبدالرحمن اللوری	قصبه مرو طبع مرو آباد	۲۸	قصبه مرو طبع مرو آباد

نمبر	نام	مقام اور سید ولادت	سید وفات	مقام دفن
۲۰	شیخ اشرف علی شاہ شمس الدین التکرانی لکنوی	تکرستان	۱۰ شعبان ۱۰۱۰ھ بمقامی ثانی	پانی پت ضلع کراچی
۲۱	قدس اللہ سرہا معزینہ	بجوردی غالباً ولادت	۱۳ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ بمقامی کبیرین	صوبہ پنجاب
۲۲	شیخ اشرف علی شاہ سید فیروز الدینی شکر گنج اہل جوہری	سنان ولادت غره	۵ محرم ۱۰۲۶ھ بمقامی	پاک پٹن شریف
۲۳	شیخ اشرف علی شاہ سید ناقص الدین بختیار اسکاکی	اوشس توابع فرغانہ	۲۳ یا ۱۴ ربیع الاول	دہلی امروہو شریف
۲۴	شیخ اشرف علی شاہ سید تاج الدین حسینی	شیرستان یا سیستان	۴ صیبر ۱۰۳۲ھ بمقامی	امیر شریف
۲۵	شیخ اشرف علی شاہ سید ابراہیم اہل ہمدان	قبضہ آویز فرغانہ	۱۰ صیبر ۱۰۳۲ھ بمقامی	کراچی
۲۶	شیخ اشرف علی شاہ سید ابراہیم اہل ہمدان	زندان توابع بخارا	۳ رجب ۱۰۳۱ھ بمقامی	زندان بلاد بخارا
۲۷	شیخ اشرف علی شاہ سید سلیمان اہل ہمدان	بخت ولادت	۳۲۰ھ بمقامی	بخت
۲۸	شیخ اشرف علی شاہ سید ابوبکر اہل ہمدان	بخت ولادت	۳۲۰ھ بمقامی	بخت
۲۹	شیخ اشرف علی شاہ سید ابوبکر اہل ہمدان	بخت ولادت	۳۲۱ھ بمقامی	بخت
۳۰	شیخ اشرف علی شاہ سید ابوبکر اہل ہمدان	بخت ولادت	۳۲۵ھ بمقامی	بخت
۳۱	شیخ اشرف علی شاہ سید ابوبکر اہل ہمدان	بخت ولادت	۳۲۵ھ بمقامی	بخت
۳۲	شیخ اشرف علی شاہ سید ابوبکر اہل ہمدان	بخت ولادت	۳۲۵ھ بمقامی	بخت
۳۳	شیخ اشرف علی شاہ سید ابوبکر اہل ہمدان	بخت ولادت	۳۲۵ھ بمقامی	بخت
۳۴	شیخ اشرف علی شاہ سید ابوبکر اہل ہمدان	بخت ولادت	۳۲۵ھ بمقامی	بخت

نمبر شمار	نام	مقام اور سبب ولادت	سبب وفات	مقام دفن
۳۵	شیخ اشاعتی سید السطار سید محمد آدم علی قندلہ مرادہ مرادہ	آل پکلیہ سے ہے	۱۲۶۰ھ بمطابق ۱۸۴۵ء	دہلی علی الاعلیٰ
۳۶	شیخ اشاعتی سید ناقص بن عباس قندلہ مرادہ	سمرقند	۱۲۶۰ھ	دہلی علی الاعلیٰ
۳۷	شیخ اشاعتی سید عبدالعزیز قندلہ مرادہ	مدینہ منورہ	۱۲۶۰ھ	دہلی علی الاعلیٰ
۳۸	شیخ اشاعتی سید عبدالعزیز قندلہ مرادہ	مدینہ منورہ	۱۲۶۰ھ	دہلی علی الاعلیٰ
۳۹	شیخ اشاعتی سید عالم سید قندلہ مرادہ	دہلی علی الاعلیٰ	۱۲۶۰ھ	دہلی علی الاعلیٰ
۴۰	شیخ اشاعتی سید عالم سید قندلہ مرادہ	دہلی علی الاعلیٰ	۱۲۶۰ھ	دہلی علی الاعلیٰ

فت۔ اس شجرہ طریقت کو حضرت شیخ الحدیث کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی نے عربی میں منقول فرمایا ہے، اور اسی شجرہ مبارکہ کو بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی زبان میں منقول فرمایا ہے، اس کی اعادیت کے بارہ میں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے ابرشا فرمایا۔

اگر ممکن ہو تو روزانہ شجرہ منقولہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ پڑھ لیا کیجئے اور مشائخ طریقت کے لیے ذکر شروع کرنے سے پہلے اہل ثواب کیا کیجئے اور وہ کہیں جن مرتبہ، سوئے فاتحہ تین مرتبہ، سوئے اخلاص باہ مرتبہ اور دو شریفین تین مرتبہ پڑھ کر دعا کیجئے کہ پروردگار! اس کا ثواب میرے مشائخ طریقت کو بخشا دے اور ان کی برکت سے ان کے طفیل میں میرے دل کو خیر سے پاک اور اپنی معرفت کے انوار سے متور کر دے اور

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے زمانہ اقدس میں اس شجرہ مبارکہ کو دیکھ کر اردو نظم میں مرتب کیا گیا تھا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس شجرہ کو فارسی زبان کی مختصر نظم میں منقول فرمایا ہے جو تیر گا

درج کیا جائے

یا اللہ کنے منا جا تم بقلیہ خود قبولے
از غیبیہ اولیائے مابریہ

بہر امداد و بنور و حضرت بیدار حسین

بسد باری عبد باری عبد دینہ کنے دلے

ہم محمدیہ و محبت اللہ و شاہ بوسید

ہم نظام الدین جلالت و عبدقدوس احمدی

ہم محمد عارف ہم عبد حقہ شہنشاہ جلال

شہد دینہ ترک و علاؤ الدین فرید جود حقہ

قطب دینہ و ہم معیتہ الدین عثمانیہ و شریف

ہم مودود و الخیروسف ہم محمد و احمدی

بوسحاقہ و ہم بہمشاد و ہم بیسہ و نامور

ہم حذیفہ و ابنہ ادا ہم ہم لطیف ترشدی

عبد و احسان سنہ بیری علی غنی دینہ

سید انورینہ خزانہ الیقین بشریہ ہم

پاک کنے قلب مرا گوا از خیالہ غیر خوشی

بہر ذات خود خاتم وہ ز امرائے دلے

تبلیغ و ارشاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علماء کی طرح اپنے اکابر کے اتباع میں دین کی دعوت کو ہر ایک تک پہنچانے کے جذبہ سے سرشار ہو کر ہر وقت تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہتے۔ دیگر دینی کاموں کی طرح فریضہ تبلیغ میں بھی آپ کی سفر اور متنازعیت تھی، ادارہ علوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور عظیم مدد عالی رہنما ہونے کی حیثیت سے ملک بھر کے دینی مدارس اپنے سالانہ جلسوں اور تقاریب تہذیب و تمدن میں آپ سے سعادت حاصل کرتے بغرض جہاں سے بھی تبلیغ و ارشاد کی دعوت آتی خواہ کتنی تکلیف اٹھانا پڑے آپ فرور شریف سے جلتے حضرت مدنی کی عمل زندگی اس قدر بجا و بے تکی کہ بلا نظر سے جن سعادت مندوں نے دیکھا وہ اس کی زلف کے اسیر ہو گئے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کے امتیازات و خصائص میں کثرت و مفاد و رحلت ایسی تھی کہ خصوصیت ہے جس میں وہ اپنے تمام اقران و معاصرین میں منفرد نظر آتے ہیں اور وہی ایسے رخصت و شرمندہ زود و فائدہ دار اور کورنا مقامات کے استعارہ و مستقر ہیں علماء اسلام کے رحلت و امتیاز کی پانچا کر کے ہیں جن میں انہوں نے تعلیم و تعلم کے لیے دنیا کی خاک چھانی ہے مگر مولانا مدنی کے علمی و دینی اور مجال اور سیاسی مسافروں کے دور رس تاج و تہذیب کو کتابی شکل میں کہا گیا جلتے تو کئی ہضم پلیریا تیار ہو سکتی ہیں جو ایک اہم علمی و دینی خدمت ہوگی۔

حضرت مدنی نے کوکن کے علاقوں میں تبلیغ کے لیے دو سفر کیے، پہلا سفر شرعی فذو من جلد ارشید صاحب گودی کی دعوت پر ہوا تھا اور دوسرا سفر ۱۹۵۹ء میں ہوا اس سفر میں جامع مسجد بیٹی کے امام صاحب جو کہ بعد ارشید گودی کے رشتہ دار تھے ابھی ان کے ساتھ تھے۔ ان دونوں سفروں میں عزم القام حضرت مولانا سید محمد امجد صاحب مدنی زیر مجید بھی ساتھ تھے اس دور سے سفر کی داستان و مشہور صاحب قلم حضرت مولانا قاضی محمد اطہر صاحب مبارکپوری کے قلم سے جاریہ ناظرین ہے۔

علاقہ کوکن کا مختصر تعارف

ابہت سے تازین کے لیے علاقہ کوکن معلوم مقام ہے اس لیے ہم
 پہلے اس علاقہ کی مختصر طورہ خبر لیں کہ اس تاریخی حیثیت پر مشتمل ہے
 جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت ہانیٰ کی وہاں تشریف آواز کیا گیا تھا جس میں کس طرح تاریخ نے اپنے پاک و بزرگ
 یعنی کے اس پاس پر ہند کے ساحل سے مل کر پہاڑی تہ جنوب و شمال میں پھیل کر رہا ہے جس کے
 ایک طرف ہا۔ ایشیا کا سینڈی علاقہ اور دوسری طرف کرناگ۔ کیریل علاقہ واقع ہے وہی پہاڑی علاقہ کاناکوٹ کوکن
 ہے اور اس میں خاص طور سے جنوب و شمال کے علاقہ رمانہ گڑھ اور تانگی کی شہر سمیت میں عرب تاجروں اور
 مغربیوں میں اپنی آمد و بہرہ افراطی ریسٹوری اور سعودی نے اس کا نام لکھ کر مہیا کیا ہے۔ اسی وقت سے
 اس کو "مظن" کے نام سے یاد کیا ہے۔ عرب تاجر و سفیر خطہ کوکن پر وارد ہوا (سنگوں کی طرح) اور
 وہ علاقہ رمانہ گڑھ اور کاناکوٹ کے قصبے سے یاد کرتے تھے۔ تیسری طرف علی صوبہ میں اس علاقہ میں مسلمانوں کی
 آبادیاں تھیں جو عرب پہاڑ اور چند ملک کی نسلیں سے تھے۔ اسی علاقہ میں واقع مسلمان رمانہ گڑھ میں ایک
 عرب ریاست تھی جس میں تین گامرائی گندھے ہیں اور تمام شہر کا علاقہ ان کے زیر نگیں رہا ہے۔ یہاں کے
 راجوں پہاڑوں کی طرف سے مسلمان قاضی مقرر کیے جاتے تھے جو مسلمانوں کے معاملات و مسائل میں راجہ
 کے نائب کی حیثیت رکھتے تھے اور وہی عرب تاجروں کی نسلیں اس علاقہ میں آباد ہیں جو کوکن کے نام سے
 مشہور ہیں۔ اسالی تجاوتوں کے ہاتھ میں غنی عرب تاجروں کے قبضہ و غلبہ کے بعد تمام قصبے ایک ہی ہنگامہ
 عربی حاکمیت میں آگے ہو کر یہ پہا علاقہ رمانہ گڑھ اور پہاڑوں اور مشرقی کھاروں میں گھرا ہوا چھوٹے
 ایک دیہات سے دور دیہات میں آباد تھا۔ بہت کم پر تھا اور مشولہ کلاتے دنوں میں ملے جاتے تھے۔
 وہاں کوکن میں سال سنہ پہاڑوں کی ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ بیوی ان جوش فوجوں کو
 کہتے ہیں جو شاہان کبریت و امور ڈیرو میں غلام رکھ کر رہتے تھے۔ ان کے تھے اور ان کے اندر کبریت ماہیگز
 کے علاقہ میں جزیرہ کوشان کے قلعہ و اندرون پہاڑوں پر ایک ریاست دھوا بول دیامات اور ہنگامہ کوکن
 اور ہنگامہ کے قلعہ کوکن کی تشریف آوری نے ان کو مل جگا یا اور قلعہ پر قبضہ کیا۔ اس ریاست میں تین قلعے
 یا حصے تھے، مشرقی قلعہ اور وسطی قلعہ اور جنوبی قلعہ، ان کا مرکز تھا، تیسرا حصہ کے
 ہندو اہلسی کی حکومتان صاحب لہندہ اور تہہ کے یہاں پہلے تھے اور چند سال بعد ان کے
 ہیں، جزیرہ مہالی راجوں کوکن میں ظہور ہو گیا ہے۔ علاقہ کوکن کے دیگر علاقوں کے متعلقہ میں ریاست تھیں

مصری عوام کا رواج تھا تو اپنی غیر اہل اہل کے درکار کے لئے میں نے انہیں اسلام کے نام کے ایک تیسری لہرہ قائم کیا جس کے صدر ہاست کے طور پر سید ظفر قازان اور سرگرمی سید اختر تھے اس کے تحت ایک سید اہل حق نامی سکول فروغ میں جلائے جوا اور سیاست میں لڑی ایک تیسری لہرہ تھا جس کا صدر کاروانی میں محمد تقی امام کریم تھے انہوں نے ملاقہ میں کوئی ذہنی اور باطنی نہیں تھا اسی حال میں سیم گم کا ایک ایسا چور تھا کہ اگرچہ اسے غلط کوکن کے مشام ہمارا کو منظر لگیا یعنی حضرت حلتا کے ایک قصہ نے وہاں کو دیا گیا تھا لیکن اسے طرف قرآنی اور دینی تقسیم کی لگا دیا گیا۔

شہر میں تیسری حضرت حلتا کے سفر کوکن کے بعد ان کے راستہ میں ایک شخص کا نام تھا جو اجتماعی غیرہ کا ایک صاحب بنا خوب تیر ہوا کہ اسے غلطی کا دست لگنا نہ تھا اور وہ بھی بہت ہی مہم قادی صاحب اور محمد سلیمان اور دیگر کئی حکومتی ہذا شخص کے اعزاز میں سفر تھے وہاں کے ایک جنگ جتاپ عبد شہید صاحب کے وقتے صاحب مرحوم تھے جو یہ خوش قسمت تھے عبد صاحب کے ایک بھائی تھے، وہ شہر میں بگڑے پڑا شراب نوشی کی طقت میں جنس لگے تھے، چاہے کسے لوش تھے، کوشش کے باوجود انہیں نہیں ملتی تھی اسے یہ کال لگتی ہوئی یہاں تک نہیں ایک دن گھر سے نکلے اور سب سے دیوبند سلطان ملتی کی نصرت میں حاضر ہو کر وہ کم و کاست اپنی دستاویز بندی درست کر لی اور حضرت حلتا کے دست اندار تھے وہاں سنہار کی خواہش ظاہر کی، نہ پہلے سے یہ وہ شہید، مصلوہ سا بجا اور نہ ہی وہ یہاں میں کوئی واسطہ رہتا تھا اسے رکھا تھا کہ جیسے کہ میں نے وہاں اور مجھ سے بھگے لوگوں کو آستین لگا کر دیکھا تھا جی ہے، حضرت حلتا نے ان کو تین ساتھیوں کو فرمایا کہ میں خود گنہگار آدمی ہوں اپنی اصلاح نہیں کر سکتا ہوں آپ کی اصلاح کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت حلتا نے ان کو اس سے عبد شہید کو اپنے صاحب کی نصرت و اضطرار کے ذمہ اور میرے ہونے کے بعد انہوں نے محسوس کر لیا کہ لکھنے قرآنی اسی حلتا دار اختلاف میں سکون پا سکتی ہے۔ اور حضرت سے بیعت ہو کر کہ انہوں نے تقسیم ہے، بعد میں وہ خود وہ جس سے حاضر کر دیتے تھے۔

اسی وہاں میں شہر نے دو گھنٹے تک ایک اور شخص جناب عبدالمجید بیٹ صاحب حضرت حلتا کے دست میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ انہیں سے نظر کوکن میں حضرت کے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری تھا ان دنوں حضرت حلتا نے گمراہی کے علاوہ میں نسبتاً زیادہ شریفانہ سے ہاتھ تھے لہذا ان کے یہ دونوں

فخر شد حاضر خدمت ہو کر حضرت سے کوئی تشریف لےنے کی خواہش کیا کرتے تھے، لیکن اسلام خدیجہ کے
 اولیٰ بن نے اس کے لیے کوشش کی اور حضرت سید محمد صدیق اسلامی قادری صاحب کو سید بنا یا جس سے
 حضرت مدنی بہت فائدہ لیتے اور ان کے ساتھ کریمانہ برتاؤ فرمایا کرتے تھے، قادری صاحب نے غالب
 حکیم اعظمی صاحب مدعیہ صدارت ہمارا شرف سے مل کر پروگرام مرتب کیا، قادری صاحب پانچ دن کا
 دورہ کوکن پہنچے اور حکیم صاحب مرحوم صرف دو دن رہنا چاہتے تھے، جب حضرت مدنی کو اس کشش
 کا علم ہو تو خود ہی فرمایا، میں پانچ دن کے لیے کوکن جاؤں گا۔

پسیرا اللہ ما جردہا و مرسہا | اور تمام حضرت کی، ہر کالی کے لیے تیار ہو گئے، وہ سفر

براہ میں جہاز سے ہونے والا تھا، روانگی صبح آٹھ بجے تھی، سیر سے ہی سے ملاقاتی بندگاہ جہاز کے
 دیکھے پر بہت بڑھ چکے ہوئے، آج کوکن پہنچنے والا جہاز ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نجات کو سب کا رخصت پاک کی
 طرف جا رہا ہے، عجیب دینی و روحانی حضرت، تقریباً پانچ سو مسافروں میں ہر طرف ملاحظہ و مستشرق
 متوسلین اور مستحقین چلتے پھرتے نظر آتے تھے، جہاز میں بڑی چہل چہل تھی، جہاز کے کچھ جن کا نام
 مانبا عیاسی تھا جن دن کے دنے والے تھے، آج اسوں نے اپنا جہاز رانی کا بھری بونہار آٹا کر
 مانبا ریشیونی اور سیاہ لولہ پہن کر مٹی لگا کر اپنے خود و عقل کی طرح اس کھدوان علم و حدیث
 کی رحمت رسانی کے لیے جہاز میں چکر کاٹتے تھے، کہتے تھے کہ آج جہاز کچھ نہیں نوزاد خیمہ کو چلے گا
 ہے، کہیں صاحب نے حضرت مدنی کے اعزاز میں نہایت تکلف و تہنیت لکھا، اس کا انتظام کیا جس میں
 سینکڑوں خدام و متوسلین شریک تھے، جہاز کے عرشہ پر نہایت قرینہ سے ہنر کر سیاں لگوائیں،

حضرت مدنی صاحب و پسرین سے نئے لہجے تو فرمایا، میں میزگرسی پر نہیں کھانا ہوں،
 ہنر نیتے ہی کہیں صاحب نے جہاز کے نوٹیوں اور ملازموں کو آواز دی اور میرے سیاں لگوا کر شریکیاں
 لگایاں لگادیں۔

پھر گئے کے اس روایتی سفر میں حضرت کے مزاج میں بڑا انشراح رہا اللہ جیسے کے موسم سرد
 بیٹھے میں آتے رہے، اس مدت گھر میں فیوض و برکات کا سمند تھا شخصیات نامہ، جہاز کی میں حضرت
 کی محبت میں غبارِ عمر ہو گی۔

جہاز ٹرڈ کے ساحل سے ڈوہ سند میں کھڑا ہوا ساحل سے کئی کشتیاں باہر جہاز سے نکل گئیں اور مسافروں میں بیٹھ گئے وہ وہی پر سلسلہ کی موجوں کی وجہ سے پھری ہوئی کشتیاں تریا تریا طرت پہنچنے کے وہی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈوہ میں تب ڈوہ میں، ہم لوگ سہے ہونے بیٹھے تھے اور حضرتؑ اس صورت حال سے لطف اندوز احمد ہے تھے جیسے ان کو ڈاٹھرا آ رہا ہے، لہذا اس کا مقصد ہمارا یہی ہے کہ بہشت افزائی تھا۔

شراب نوشی چھوڑ دو | ساحل پر مسلم فیہرلم حیدرآباد کے بہت بڑے مجمع استقبال کے لیے موجود تھی گونج میں جلوس دینے ہوا، دستہ میں نواب صاحب کے بھائی شہزادہ محمد خان زادہ صاحب نے سید علی محمد القادر خان زادہ دہا صاحب، کامران پڑا تھا، شہزادہ محمد خان زادہ صاحب نے سید علی محمد صدیقی صاحب قادری کے ذریعہ گزارش کی کہ حضرت میرے مکان پر آ کر ایک ہال بنا لیں، میں نے اس گزارش کو فوراً قبول کر لیا، ایک بیس دو ہال بنا کر چلنے پھرنے کا خان زادہ صاحب خوش خوش حضرت کو مکان کے اندر لے گئے، ساتھ میں دو چار حیدرآبادی تھے، حضرت نے ان کو دیکھ کر ہی اور بلداری کرتے ہوئے بیٹھے ذوق فریق سے چائے پی اور جب رخصت ہونے کے تو خان زادہ صاحب کو تنہائی میں لے جا کر بہت سے فرمایا کہ شراب پینا چھوڑ دو، خان زادہ صاحب نے لہذا اس کا جہد کیا اور حضرت کے سامنے تو یہ کہی کہ اس کے ہونے پر کافر ان کے منہ سے نہ نکلے گی، پھر نکل کر خان زادہ صاحب نے سید محمد صدیقی قادری صاحب سے شکوہ کیا کہ تم نے حضرت کو میرے شراب نوشی کی خبر کر دی تھی، قادری صاحب نے ان کی غلط فہمی دور کرتے ہوئے کہا کہ مافی و مگنا میں نے آپ کے بارے میں ایسا کوئی جملہ نہیں کہا، یہ طراست مومن کا عمامہ ہے کہ تم نے ایک ایسے پائے کی ہالی پہ کر ایسے کو جاہ نوشی سے نہات دلا دی، آپ اس توفیق پر اللہ تعالیٰ کا ہتھ پکڑنا کہہ رہے۔

مانٹا کا میلو اور مقدمہ کراچی کا قیدی کو کون ہیں | غلط کرکٹ کی اور ڈوہ گذار پھاڑوں اور کراچی میں اس سے پہلے اتنا بڑا کوئی عالم اور بزرگ نہیں تھا، کراچی میں ان کے انجمن اسلام آباد میں تھے، مگر وہ سرحدی و مزارع

کے تھے۔ عسکرانہ منہج یا سست انجیرو کے صدر مقام ٹرٹو میں انجمن اسلام کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ کھولا گیا جس کا مقصد مسلمانوں میں عصری اور جدید تعلیم عام کرنا تھا۔ اس سلسلے میں مختلف واقعات میں علامہ شبلی، مولانا رشید انصاری، مولانا عبد المنان عسکری، سرسوتی ٹائیڈ واہڈ ڈاکٹر اجیبہ کریم وغیرہ جہاں آئے، جلیلہ فیضی بیگم کے تعلق سے علامہ شبلی بہتوں بہتوں جہاں جہاں مل میں قیام کرتے تھے مگر علم و عمل کا جامع کوئی عالم و مرشد اس دیار میں نہیں آسکا تھا، حضرت مدنی پہلے بزرگ ہیں جو اس دیار میں آئے اور اپنے تہذیب و تمدن و معیشت و رسوم سے اس علوم دین کا گلشن بنا دیا اور ہزاروں گم کردہ راہ کو راہ پر لگا دیا۔ اس دیار کے ایک صدر مسک جناب لالہ میاں سرکھوت مرحوم جنہوں نے نقوش پاشانی کے نام سے غیر نوجوانوں کی تاریخ لکھی ہے، ہمارے کہتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں ملاقات کوئی نہیں نہ اتنا بڑا عالم دین دیکھا تھا، ورنہ سی آر کی مقبولیت و مسیت کا اتنا عظیم مظاہر ہی دیکھا، اماں شاہ کا سیراہ مقتدر کرنا، ہانیدی اس خطہ میں آجائے، یہ خدا ساز بات ہے، ورنہ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور رضای اس کے پینٹا ہر کا سہا ب تھے۔

دوبالوں پر زور حضرت مولانا اس پورے مغرب میں وعظ و برشا د کی مجال میں وہ باتوں پر بڑھ کر اشدت سے زور دیتے تھے اور ملت کا کید کرتے تھے، ایک ہی مسلمان ڈارمی دیکھیں تاکہ شکل و صورت سے مسلمان معلوم ہوں، نوازمی مسلمانوں کے عالمی شمار میں سب سے ضروری اور نمایاں شمار ہے۔ کلاسز قرآن کی تعلیم عام کریں، قرآن پڑھیں پڑھائیں، حافظہ قاری اور عالم ہوں، قرآنی تعلیمات پر عمل کریں۔ نوازمی کے بارے میں شدت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی نوازمی منہج مصافحہ کے لیے آتا تو بڑھاتا تو مولانا یہ کہہ اٹھتا تھا کہ کبھی لیتے کہ سلام ضروری ہے، مصافحہ ضروری نہیں ہے، واپس ورنہ ہی دیکھنے کا جہلے کہ مصافحہ فرماتے تھے۔

عام مجلسوں اور انجمنی مجلسوں میں دینی تعلیم پزیر و رویت کے ساتھ عصری اور جدید تعلیم کی قابلیت و اہمیت بیان کرتے تھے، چنانچہ زرعتی ہائی اسکول انجمن اسلام ہروڈ کی دعوت پر بڑے شہرت کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے، تمام شعبہ جات کا دیکھ کر معائنہ فرماتے رہے، شہزادہ محمد خانہ واری پر خاص طور سے خوشی کا اظہار فرمایا، کبھی ہاڑی کی محلی تعلیم دیکھنے کے لیے کہہ دیا کہ یہاں تشریف لے گئے اور شاہزادہ معائنہ فرمایا، اس میں اسکول میں دینی تعلیم کا شعبہ قائم کرنے پر خاص طور سے زور دیا، اس کے نتیجے میں

وہاں دینی تعلیم کا شہسوار ہو گیا اور راقم نے اس کے بیٹے مولانا ایم کا ایک رسالہ لکھا جو انجمن اسلام خیر و
کی طرف سے شائع اور اسکول کے نصاب میں داخل کیا گیا۔

صدر حسینہ شہر نور دہلی | کوکن کے اس پہلے دورہ میں حضرت مدنی نے متعدد مجلسوں کو خطاب
فرمایا، ارشاد و تقریر کی مجلسوں میں تمام و خاص کو دینی زندگی اختیار
کرنے کی تاکید کی، اسلامی علوم اور دینی شعائر پر زور دیا، جس سے پورے علاقہ کوکن کے مسلمانوں میں
ذہنی اور فکری انقلاب پیدا ہو گیا اور وہیں کافر و مشرک و کفری دردمن ہیں مدرسہ حسینہ کا قیام تھا۔
بجا و ملت مولانا حفیظ الرحمن صاحب رحمت اللہ علیہ نے ایک مرتبہ بیٹی میں معاصر علماء و مشائخ
کی امتیازی خدمات کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مولانا مدنی کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے تلامذہ
متوسلین نے ملک میں مدارس اسلامیہ کا جال بچھا رکھا ہے، ان میں سے تقریباً ہر ایک اپنے اپنے
علاقہ میں مدرسہ قائم کیا ہے، یہ مولانا مدنی کی دینی علوم کی طرف خصوصی توجہ کا نتیجہ ہے، چنانچہ کوکن میں
پہلے مرکزی مدرسہ کا اجرا ماسی توجہ کا نتیجہ تھا۔

یہ مدرسہ شہری دردمن کی جامع مسجد میں جاری کیا گیا، دیکھتے ہی دیکھتے اس کی شاندار عمارت
تیار ہو گئی اور پورے کوکن سے طلبہ آنے لگے، یہ اسی مدرسہ کا فیض ہے کہ وہاں کوئی حافظ قرآن نہیں
تھا وہاں دیہات و دیہات تھا نظروں پر پیدا ہو گئے ہیں، دینی علم کی روشنی ہر طرف پھیل گئی ہے، متعدد
علماء دینی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور اس مرکز علم سے نظروں کوکن کا جشن صلاہ ہار یا ہوا ہے، یہ سب
حضرت مدنی کے حسنات و برکات ہیں۔

یک چراغیست درین خانہ کہ از نور تو آئی
ہر گنجی نگریم آگہنے ساختہ اند

تبلیغی جماعت کی سرپرستی | اگرچہ اس عنوان سے ایک خاص جماعت مولانا محمد الیاس
انور اللہ مرقدہ کی منت سے تیار ہوئی جو آج تک سرگرم عمل ہے
انور اللہ تعالیٰ وقام بنیٹے اور مزید تہذیبیت سے نوازے، مگر تبلیغ اسلام کا کام تمام علماء کو مخصوصاً جویت اسلام
کا کام رہا ہے۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ اپنے تمام تلامذہ اور مریدین کو اور ہر توجہ فرمایا کرتے تھے آپ اپنے اپنے
خلیفہ ہماز حضرت سیاح شاہ رکن مجلس شوری مدرسہ شاہی مراد آباد کو تکرر فرمایا۔

تعلیمی خدمات کے انجام دینے اور اس کے لیے مولانا محمد الیاس صاحب کے خدمت میں حاضر ہو کر ہدایات حاصل کریں اشد تعالیٰ قبول فرمائے۔ (مکتوبہ جلد ۱ ص ۱۳۰)

بلکہ جب جماعت کو کابل میں کام کرنے کے لیے کوئل ڈھاری پیش آئی تو آپ نے وہاں کے باغیچہ والا کو بلوایا اور اس کو دیوبند اور صوابیہ کے بندھنوں سے نوازا اور فرمایا کہ:

جناب مولانا فضل ربی صاحبہ کابل کے نام

مخترت عالی جناب ذوالنہاء والا اکرم مولانا فضل ربی و حضرات علمائے کابل لازماً صومرا
 فیہ فیکم بازفتہ و بدو و بعدیکم لآخرہ آمین اجداد استے عوام اسلام و سنن نبوی علی صاحبہما صلوة و تحیت۔
 عرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند اصحاب خدمت عالیہ میں حاضر ہوا ہے جس میں ان کا مقصد
 کوئی سیاسی و ملکی نہیں ہے، فقط خدمات دینہ اور فرائض تبلیغیہ اور ان اور مسلمانان افغانان کو
 وہ کام دلانا جس کو عالم اسلام نے ٹھکانا ہے۔ مقصود ہے بامیثلاً کہ آپ حضرات ان کی مدد اور ہمت
 ملے کہ وہی مدد انہیں کے ارادہ ہوا تھا کہ وہ اسے ہونے لگے مگر تسیلات سے دنگنہ فرمائیں۔

دوستوں۔ آپ کا خیال نہیں ٹھیک اس وقت حسین احمد غفرانی

صمد عس دیوبند و صمد مجیبہ علمائے ہند

۳ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ (جلد ۱ ص ۱۳۲)

(ف) حضرت ذی کبلیش سے کوئی غیر مسلم اسلام لائے جس کی تعلیم بعض اخبارات اور ماہوں میں موجود
 ان خبروں سے ہندوستان کے انگریزی دور کے سابق گورنر لارڈ کراؤٹ اور دیگر مہتمموں نے اس میں خوف اور خوف
 کہا اس وقت تک کہ یہ کہتا ہے کہ لارڈ کراؤٹ نے ہندوستان کی تلاش میں خود دین کے خلاف تھے
 اور ہندوستان اگر ہندو ازم اور ہندو مت پر مبنی ہو تو اس کا بھی مطالعہ کیا تھا، مگر اس کی تلاش کو اس نے
 دیوبند میں نہیں کیا اور حضرت علمائے ہندو نے اس کے حوالہ جرات میں گناہ سے اسے ختم کیا اور اسے
 پھر آپ کے بیٹے بارہ ہوا اور لارڈ کراؤٹ نے اس کی بیٹی سے نکاح کیا اور اسے بھی اسلام قبول کر لیا اس کے بعد حضرت کی
 عواض پر ہوا اور ان کے حرم نے اپنے حرم میں قبول کر لیا اس حرم نے مدد کی ایک صورت سے جسے
 میں نے لکھے کہ یہ کہتا ہے اس طرح ہندوستان کی تعلیم اس میں سے ہوتی ہے اور اس میں سے لکھا کہ ان کی تعلیم
 میں ترقی پائی اور میں نے ان کے قریب آئی اور اس میں سے لکھا کہ وہ ہندو اور ہندو

وہ میری بڑی ذلت کے ساتھ معزول کر دیا گیا۔ امام بخاریؒ اس قصہ میں ۲۵۹ھ کو حیدرآباد کی حالت میں انتقال فرماتے اسی قصہ میں دفن کر دیئے گئے، آپ کی قبر بہار کے جنت النور میں آباد ہے۔

④ امام مسلمؒ، آپ کے والد ماجد کا نام محمد ہے، آپ تھلہ قبیلہ سے تھے، انشا پر میں آپ ۲۶۱ھ کو پیدا ہوئے، وہ زمانہ تھا جس میں بنو ہاشم کو کھانا کھانے سے منع تھا، ابی ہریرہؓ کے تھے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سننا اور یاد کرنا شروع کر دیا، وہی علم کے لیے عراق اور مصر کا سفر کیا، بغداد میں کئی نواہیہ پڑھا، جبرہ اخضر کا بیٹا سرفراہ۔ جب امام بخاریؒ پیدائش ہوئے تھے تو امام مسلمؒ نے ان سے بیعت کی، قاضی اعظم، چند برس تک تصحیح حدیث کی کتاب میں مسلمؒ کو جمع کرنے میں مدد کی، اس کتاب کو بعد اللہ تعالیٰ نے بہت شرف عطا فرمایا، بعض علاقوں میں تو مسلمؒ فریفت کو قرآن مجید کے بعد پڑھا جاتا ہے، دیکھو ماہنامہ اسلامی تعلیمات میں بخاری کے ساتھ ساتھ مسلمؒ کا نام بھی ہے، آپ نے آپس میں بیعت کی، ۲۶۵ھ میں ۱۵ برس تک امام بخاریؒ کی وفات ہوئی اور بنو ہاشم کے علاوہ بغداد میں دفن کر دیئے گئے۔

⑤ امام ابو داؤد کا اصل نام شیبان تھا، آپ کے والد ماجد کا نام اسحاق ہے، آپ ۲۶۰ھ کو ہستیاں (جس کو عراق میں ہستیاں کہا جاتا ہے) میں پیدا ہوئے، جو کہ خراسان کا مشہور علاقہ ہے، آپ نے متعدد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے لیے ندر روز کا سفر کیا اور علم حدیث میں اپنے والد سے سیکھا، آپ نے ۱۱۰ آیتیں اور امام نسائیؒ جیسے ندر شب آپ کے شاگردوں میں ۲۵۹ھ تک ۱۲ سال تک فریفت پروردگار آپ کا انتقال ہوا۔

⑥ امام ترمذیؒ، آپ کا نام محمد اور نسبت ابو عینی ہے، شہر ترمذ میں ۲۶۹ھ کو پیدا ہوئے، آپ حدیث کے حاصل کرنے کے لیے ندر روز کا سفر کیا۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ جیسے کمال قنداسات سے علم حدیث حاصل کیا، آپ پختہ جانی کا اس قدر شہر تھا کہ روئے سفر آتے آتے انھوں کی بیانی ہالہ دی، ترمذی حدیث نہایت جامع کتاب ہے، اس میں حدیث کے کئی علوم جمع کر دیئے گئے ہیں، امام ترمذیؒ نے ۲۷۹ھ کو وفات پائی۔

⑦ امام نسائیؒ، آپ کا نام احمد تھا، آپ بھی علاقہ خراسان کے قصہ تھلہ میں ۲۶۳ھ کو پیدا ہوئے، انہیں حضرت تسان کہتے، طلب حدیث کے لیے ندر روز کا سفر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور احادیث کی ہر دم یاد رکھی، کئی ایک حدیثوں سے روایت کی، وہی حدیثوں کو نقل کرتے تھے، آپ نے کئی حدیثیں جمع کیں، آپ نے کئی حدیثیں جمع کیں، آپ نے کئی حدیثیں جمع کیں۔

④ اذکن ماجئہ محمد بن یزید ابن ماجہ ایہ اللہ کے مشہور شہر قزوین میں مشہور ہیں یہاں سے آپ کے زمانہ میں علم حدیث عروج پر تھا، آپ نے اپنی عمر کے بیشتر سال طلب علم حدیث نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر سے باہر ہی نہ نکلا۔ بصرہ، کوفہ، بغداد، نجران، کربلا، اصر، شام وغیرہ کا سفر کیا اور ان ملکوں کے جلیل القدر محدثین سے حدیث سنی، اور پھر رسانی زندگی اشاعت حدیث میں بے سرکوشی، ۳۳ سال تک عمر میں بروز شنبہ ۲۲ رمضان المبارک ۲۱۱ھ کو انتقال فرمایا۔

ان چھ کتابوں میں سے صحیح بخاری اور سنن ترمذی، بیہقی، حاکمی، ابی نعیم، ابی کتب حدیث کا بھی اکثر یا کچھ حصہ پڑھایا جاتا ہے۔ ان چھ کے علاوہ حلیہ ذیل کتب میں دورۂ حدیث میں داخل رخصت جن کا مختصر یا تفصیل درج ذیل ہے۔

① موطا امام مالک۔ اس کتاب میں امام اہل مدینہ امام مالک بن انس ہی مالک کی انھیں روایات کو جمع کیا گیا ہے جو آپ کے شاگرد یعنی ابن عینی، محمودی نے روایت کی ہیں۔ امام مالک کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ کو ہوئی اور وفات ۲۴۱ھ کو ہوئی ہزار مبارک جنت البقیع میں مزار حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب ہے۔

موطا امام مالک کی مسود اور منقول شرح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نور اللہ مدظلہ العالی اور اللہ العالی کے نام سے مرتب فرمائی جو محدثین کرام کے لیے راہ نمائے امام مالک کا اپنا لہجہ ہے کہ بہرہ نجات سیدہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوتا تھا: رزق اللہ علیہ رحمۃ واسوۃ

② موطا امام محمد۔ امام محمد کی ولادت ۱۳۲ھ کو ہوئی، طلب علم کے لیے کوفہ وغیرہ کا سفر کیا، اہم ابو حنیفہ کے شاگرد و شاگرد تھے۔ امام ابو یوسف کی وفات کے بعد اہل مدینہ رشیدیہ نے آپ کو خلافت عباسیہ کا قاضی انتصاب فرمایا۔ فقہ کے مقام پر مشہور کو وفات ہوئی آپ نے بہت کتبیں تالیف اور تصنیف کی ہیں، آپ نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں۔ موطا امام محمد میں مسکب اصناف کا تائید میں روایات نقل فرمائی ہیں۔

③ شمائل ترمذی۔ یہ ایک ایسی مبارک کتاب ہے جس میں سیدہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کیے گئے ہیں، امام ترمذی نے جمع فرمایا ہے، یہ بھی دور حدیث میں شامل ہے۔

④ طحاوی شرحین۔ دو حدیثیں پڑھائی جانے والی تمام کتابوں کے مرتب فیہ فیہ حدیثیں کرام ہیں

صفا کا نام محمد کے مرتب نام ابو حنیفہ کے شاگرد شیعہ امام محمد ہیں، اگرچہ انہوں نے کتابوں کے نام حدیث میں بخیر کیا ہے اور
 لوگوں کو حدیث سے بحث نہ کرانے کی وجہ ترمذی یا ان فرائض میں مگر بعض حنفی علماء کرام نے اس موضوع پر اس کتاب میں بھی
 تائید فرمائی ہے جن میں نماوی شریف کا باب اور سفید کتاب ہے اس کے خلاف احمد بن محمد حنفی نے اس کتاب کے
 کتب معالیٰ آستانہ مرتب فرمائی ہے کہ ہر باب میں احادیث نقل فرما کر ان سے جو نظر سے معنی استدلال کی جہت ثبوت ثابت کیلئے ہے
 یہ کتاب پندرہ جلدوں میں منگلاں کی تدبیر ہوئی نہیں ہوتی، امام خلافتی کی وفات فیضانِ اسلامیہ میں ہوئی۔

دارالعلوم دیوبند کے دورہ حدیث کی خصوصیات ①
 دارالعلوم میں دورہ حدیث میں شریک ہونے سے جو پہلے دوسرے مدارس سے سند یافتہ ہوتے
 تھے، دارالعلوم دیوبند میں ایسے علماء کرام جو دورہ حدیث میں شریک ہوا کرتے تھے غارتی میں علماء
 کو علوم ذہنوں کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے اس لیے دورہ حدیث کا داخلہ مشکل ہوا کرتا تھا داخلہ کا
 امتحان لیا جاتا تھا، ان کا طلبہ کو واپس کر دیا جاتا تھا، موقوف علیہ کتب میں صرف کی آخری کتب بنوا
 کرتی تھیں۔

دارالعلوم کے دورہ حدیث کی خصوصیت ②
 جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ اکثر ذہنی مدارس میں دورہ حدیث پڑھا جاتا
 ہے مگر دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے دورہ حدیث کی
 یہ ایک ممتاز خصوصیت ہے کہ ان مدارس کے اساتذہ حدیث نبوی صلی اللہ
 کے پورے احاطہ ہوتے تھے اور ان کی علامت یہ ہے کہ ان کے اہل پڑھائی جانے والی کتابوں کی شرحیں لایف
 فرمایاں جو ان کی محنت اور کتاب کے حتمی مندرجات پر حاوی ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ

● بخاری شریف حضرت شیخ ابنہ پڑھایا کرتے تھے، آپ کے تلامذہ ان سے حضرت شاہ صاحب
 حضرت مدنی جیسے محدثین عظام پیدا ہوئے، اور آپ نے بخاری شریف کے ردو اب والو اجہم کا
 کچھ حصہ اس وقت مالک کے زمانہ میں تحریر فرمایا۔

● آپ کے شاگرد جمیل کے وہ کتب بخاری شریف کے فوائد کو حضرت شاہ صاحب کے شاگرد مولانا
 بدر عالم میرٹھی صاحب مدنی نے فیض الباری کے نام سے جمع فرمایا تو مصر سے بیچ ہو چکا ہے۔

● بخاری شریف حضرت شیخ ابنہ پڑھایا کرتے تھے، آپ کے تلامذہ ان سے حضرت شاہ صاحب
 حضرت مدنی جیسے محدثین عظام پیدا ہوئے، اور آپ نے بخاری شریف کے ردو اب والو اجہم کا
 کچھ حصہ اس وقت مالک کے زمانہ میں تحریر فرمایا۔

● آپ کے شاگرد جمیل کے وہ کتب بخاری شریف کے فوائد کو حضرت شاہ صاحب کے شاگرد مولانا
 بدر عالم میرٹھی صاحب مدنی نے فیض الباری کے نام سے جمع فرمایا تو مصر سے بیچ ہو چکا ہے۔

● مسلم شریف دوا سوس میں حضرت شیخ ابوشامہ کے شاگرد رشید مولانا شبیر احمد عثمانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا ہے۔

● ترمذی شریف حضرت شیخ ابوشامہ فرمایا کرتے تھے آپ کے افادات اور صاحب کے تفسیر و ترمذی اور اسی طریق کے ماثیر میں مسطور ہیں، حضرت شیخ ابوشامہ نے سفر ہجاز پر ترمذی کی تفسیر کی شاہ صاحب کے ہر دو فرمائی، شاہ صاحب کی تقریر کو ان کے شاگرد مولانا محمد باقر نے معروف ترمذی کے نام سے مرتب کر کے شائع فرمایا اور ترمذی کی مختصر شرح حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد یوسف بخاری نے بہ نام "تعارف السنن" مرتب فرمائی جو کئی جلدوں میں بطور ادارہ دستیاب ہے۔ حضرت مولانا کے شاگرد رشید مولانا عبدالقاسم صاحب ہانی دوا سوس خاں کی ہنگامے سے ترمذی کی شرح مرتب فرمائی جو طبع ہونے لگی ہے۔

● حضرت شیخ ابوشامہ کے شاگرد رشید مولانا طفیل احمد صاحب نے ایوان اولیٰ شرح "ذیل المحدث" کے نام سے مرتب فرمائی جو پہلی بار طبع کلاں کما سات جلدوں میں طبع ہوئی اور اب کئی جلدوں میں حضرت شائع ہو رہی ہے۔

● حضرت مولانا طفیل احمد کے شاگرد رشید صاحب وقت شیخ الحدیث مولانا محمد نیکو صاحب نے مولانا امام ناکہ بہ نام "نور ہدایا" میں طبع شدہ ہے اور عرب و عجم کے علماء حدیث اس سے راہنمائی حاصل کر رہے ہیں۔

● حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید مولانا عبدالرحمن کاپوٹی صاحب نے مدد سے ملاحظہ فرمادیں کہ مولانا نے مولانا کی شرح بہ نام "المدوی" تحریر فرمائی ہے کہ ایسا اساتذہ کرام کا درس جامع اور مفید ہے، مولانا صاحب نے مولانا صاحب کی کتابوں کو پڑھایا، حضرت مولانا نے ہر روز مولانا صاحب سے ۱۵ سال قبل ۱۰ سال اور دہلی میں ۱۰ سال بقاری اور ترمذی کا درس ہوا تو ان ۱۸ سالوں میں مطبوعات میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہو گا، اس لیے حضرت مولانا کا درس زیادہ مفید رہا جیسا کہ تفسیر و فہمات میں آپ کے درس کی کئی خصوصیات کا ذکر آ رہا ہے۔ یہی وجہ تھیں کہ یہ تفسیر اور دوسرے اسلامی ناکہ کے علماء حدیث خصوصیت کے ساتھ ان ملک میں علم حدیث حاصل کرنے کو فضیلت سمجھتے تھے۔

دورہٴ حدیث میں

بخاری اور ترمذی کا خصوصی رجبہ

دورہٴ حدیث میں شیخ الحدیث دو کتابیں پڑھانے تھے، ایک ترمذی بخاری شریف اور دوسری جامع ترمذی شریف۔ — صحیح بخاری کو جمہور اُمت نے اصح ابکتب بعد کتاب اللہ کا اعزاز دیا ہے اور یہ درست ہی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے جس محنت اور تحقیق کے ساتھ اس کتاب کو مرتب فرمایا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی چنانچہ مایہ نعتیاتی و درود نے اس کتاب کی جامعیت اور اقداریت پر عجزاً قائم کی ہے وہ بھی تائید کے طور پر بدیہہ ناظرین ہے۔

① ایضاً کی مرتبہ "دکشنری آف اسلام" میں ہے۔

بخاری اس طبقہ کے اولین شخص ہوتے ہیں جنہوں نے حدیثوں کے مجموعہ کو خوب جانچا اور پرکھا، یہ تنقیدی طریقہ بہت مفید ثابت ہوا اور بخاری کی صحیح کا استناد اس وقت سے آج تک مستحکم چلا آ رہا ہے۔ حدیثوں کے کچھ مجموعے تو بخاری سے قبل بھی تیار ہو گئے تھے لیکن راویوں پر حرج و تنقید اور اسناد کی تحقیق ان کے زمانہ سے پہلے، بخاری کے ابواب (یا اگر اُراف) اور تراجم کے عنوانات سے ظاہر ہے کہ وہ قدر کی مکمل کتاب تیار کر رہے تھے، ان کی صحیح کی مکتبہ میں تقسیم میں مرتبہ منطوقی کے مطابق اور مناسب ہے۔ بحیثیت مجموعی ان کی کتاب اجتہاد سے اسلام اور عربی تمدن کے لیے ایک اہم ترین ماخذ ہے، خود بخاری کی صحیح مسعودی اور اہل بیت سے نقل ہوئی ہے، ان کی نقل انہوں نے اپنی کتاب میں اقتباس میں لکھی ہے، ان کا تذکرہ ابن جریر سے ہوا کرتا ہے کہ یہ ہر حدیث کے نقل کرنے سے قبل قرآن کے حضور میں بکھڑا کر لیتے تھے۔ (ص ۱۲۴)

② انہی کے علاوہ "آف ڈیٹین ایڈڈ ایٹکس" میں ہے کہ۔

بخاری نے اپنی صحیح کا نسخہ ۲۵۶ھ (۸۷۰ء) سے قبل ہی شائع کر دیا اور مسلم نے مکہ کی صحیح کا اس کے چھ ماہ بعد، یعنی دو دنوں کے بعد ہی شائع کیا، اس کی ساری فقہی کتابوں کا ماخذ بن گئیں اور انہوں نے خلافت کے

غضب کو ایسی آنوریت پہنچا دی کہ جس کا جواب (جیسا اور معتزلاً) دونوں سے نہیں ہوا۔ (جلد ۱ ص ۲۵۵)

۳) انسائیکلو پیڈیا یا برٹانیکا میں ہے کہ۔

محمد بن اسماعیل بخاری حدیث کے مشہور ترین مجتوہ کے مصنف، بخارا میں ایک ایرانی خاندان میں ۱۹۳ء میں پیدا ہوئے، اٹھارہ سال کی عمر تک چھپتے چھپتے وہ امارت کی لقل و جع و تمشیق میں کمال حاصل کر چکے تھے، پھر انہوں نے عالم اسلامی کی سیاست مصر سے سمرقند تک کی باورداشت ہے کہ ایک ہزار آدمی سے زائد سے انہوں نے تین لاکھ حدیثیں صحیح و موضوع سماعت کیں، وہ بخارا میں جو روایت تھے وہ تخلیق کے قابل نہ تھے اور احمد بن حنبل کے دوست اور مشرک تھے، فقہ میں وہ اہلباشاخصی تھے مولدہ سال کی سیاست کے بعد بخارا میں آئے اور وہاں پندرہ سال تک رہے، ۲۷۵ھ میں بغداد میں آئے اور وہاں پندرہ سال تک رہے، اس طرح جناب کیں کہ بغیر کسی فقہی مسلک کی ماتحتی کے خود ایک فقہ کی بنیاد ہے، (جلد ۱ ص ۲۵۵) میں مضافات سمرقند میں فرسنگ میں حالت ہلا وطنی میں وفات پائی۔ صحیح کو مسلمانوں میں قرآن کے بعد تقدس حاصل ہے، ان کی قبر ایک زیارت گاہ ہے۔ (جلد ۱ ص ۲۶۲ طبع چہار ذم)

جب وہ اپنے فائدان کے ساتھ نکالے گئے تو بخارا سے مکہ تک راستہ میں برابر حدیثوں کی سماعت کرتے گئے، اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے فن کے مستعد ہو گئے، ان کا مآخذ اور استخرا اس غضب کا تھا کہ ان کے سامنے کو ایک کرامت نظر آتا تھا، ان کی تربیت ہذا تریں، جو حق جمع ہوتے ہیں، اور انہیں یہ کیا جاتا ہے کہ وہاں کہاں کہنے پر قبول ہو جاتی ہیں۔ (جلد ۱ ص ۲۷۵ طبع چہار ذم)

۴) انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ہے کہ۔

امام محمد بن اسماعیل یعنی ۱۲ اشوال ۱۹۹ھ مطابق ۸۱۰ جولائی ۱۹۹ھ کو قشیر بخارا میں پیدا ہوئے، اولاد ایک ازبک برفندہ جسٹی تھا، آپ نے نہ حدیث کا مطالعہ کیا نہ سال کی عمر سے شروع کر دیا، سولہ سال کی عمر میں حج کے لیے گئے اور مکہ اور مدینہ کے بہترین اساتذہ ان حدیث کے علم حاصل کیا، پھر طلب علم ہی میں مصروف گئے اور اسی سولہ سال سامعہ الرشیا کے دو سے میں صرف کیے، ان میں سے پانچ سال کی مدت مصر میں قیام کیا اس کے بعد وطن واپس آئے اور ۳۰ رمضان ۱۹۹ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۹ھ کو وفات پائی، تربیت سمرقند سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر فرسنگ میں ہے، ان کی شہرت کا مآخذ طبع صحیح کے نام سے ان کی ایک کتاب حدیث نے بلند کر دیا، یہ کتاب اب فقہ کے مطابق تقسیم ہے، انہوں نے

ایک مکمل خاکہ تیار کیا تھا، گوہر خزانہ کے تحت ایسی حدیثیں نہ مل سکیں۔

انتخاب احادیث میں انہوں نے انتہائی تعقیدی قابلیت کا ثبوت دیا ہے۔ تصانیف میں انہوں نے اتنی دلچسپی سے اس کے ساتھ جابجا اپنی توضیح کی اور تشریح کی جس حدیث بالکل نیا کتب میں نہ ملتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایتوں کی نظر میں بڑا صحت و اسناد کا اہتمام شروع ہی سے دیکھا گیا۔ قرآن کا اختتام ناگزیر تھا اور شروع میں اس کی تفصیل موجود ہے، مستند و متداول نسخہ موجود نہیں رہتا۔ کہ روایت سے مرتب کیا گیا ہے، ان دنوں تک نویں صدی (۱۶۷۰ء) مطابق ۱۰۸۰ء کی تالیف صحیح بخاری کے ترجمہ و حاشیہ نرنجی زبان میں موجود ہے، عربی شروع و لغت میں مشہور ترین ابن حجر مستطاب (۱۰۱۳ء) کی لغت تالیف اور محمود بن احمد بیہقی (۱۰۵۸ء) کی تفسیر تالیف اور احمد بن محمد بن قسطلانی (۱۰۷۲ء) کی تفسیر تالیف اور زکریا انصاری (۱۱۶۱ء) کی تصنیف تالیف ہیں۔

بخاری نے اپنی "صحیح" کے مقدمہ کے طور پر پہلی بار زیارت مدینہ (فقہ) کے موقع پر بحال کی۔ نیز یہ ایک کتاب "جامع الجبر" کے نام سے تیار کی تھی، حدیث کے ایک اور مجموعہ "کتاب الثابت" اور ایک مشتملہ تفسیر القرآن کے علاوہ ان کی جانب سے ایک اور سالر تالیف "توسیع فی رفع الیدین فی القسول" کے نام سے بھی منسوب ہے۔ (مجلد ۱ ص ۸۸۵)

۱۹۲۵ء تک سنہ ۱۹۲۵ء

(۱۹۲۵ء) امام ابن ماجہ کی کتاب پر حاشیہ لکھی گئی، اس کی عربی، فارسی اور اردو اور دوسری زبانوں میں کئی شروح ہیں جن میں سے اکثر مل سکتی ہیں۔ اکبر علیہ السلام نے اس کتاب کی تالیف اور تصنیف آسان بنانے کے لیے کافی عرصت فرمائی ہے، حضرت مولانا احمد علی صاحب ہانپڑوی (۱۲۷۹ء) نے اس کتاب کا ایسا جامع حاشیہ تحریر فرمایا ہے جو کہ اس کتاب کی حدیث کے لیے کافی ہے، اکبر علیہ السلام دیوبند میں سے حضرت نالوتوی حضرت شیخ الہند علیہ السلام شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی اختصار اور مفصل شروع بھی فرمائی ہیں، حضرت شیخ الہند علیہ السلام ان ابواب و لغت و احکام اگرچہ مکمل نہ ہو سکا مگر بقول حضرت مولانا اشرف علیہ۔

اگرچہ وہی حدیث کتابت کی جائے نہ ہو سکا تو ذرا روزہ صرف ثابت ہوگا۔

اس سے علیہ السلام نے کئی حدیثیں حاصل کی ہیں، حضرت شاہ صاحب کی تفسیر کو اس کتاب میں

ہر عام جاہر مدنی نے ہ ۲۴ "فیض الہاری" مرتب فرمایا جو آپ کی حیات ہی میں مصر سے طبع ہو چکی تھی، حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا درس بخاری آپ کے شاگرد مولانا نعمت اللہ صاحب تازہ حدیث دارالعلوم شامیہ قرطبہ میں دوسری کتاب حدیث کی جو دارالعلوم کے شیخ احمد رشید پڑھاتے ہیں سنہ ۱۳۵۱ھ سے، یہ کتاب کئی علوم پر مشتمل ہے اور علم حدیث کے فنی اور تحقیقی لحاظ سے بہت اہم ہے اور اپنی خصوصیات میں دوسری حدیث کی کتابوں سے ممتاز ہے، جیسا کہ :-

- ① امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جس راوی سے حدیث روایت کرتے ہیں اس راوی کا پورا تعارف کراویئے میں جس سے اس روایت کی صحت اور ضعف کا پتہ چلی سکتا ہے۔
 - ② جن روایات سے علماء کرام نے فقہی استدلال کیا ہے اس کی تائید اور بھراؤں پر ذکر فقہاء کرام کی برج کو عمل بیان فرمادیتے ہیں اس سے حدیث میں فقہانہ بحث کا علم ہو جاتا ہے۔
 - ③ اگرچہ روایت ایک ہی راوی سے بیان فرماتے ہیں مگر اس کے آخر میں ذکر راوی حضرات کے اسماء گرامیہ بھی بیان فرماتے ہیں تاکہ سامع اور قاری کو روایت کی حیثیت کا پورا علم ہو سکے۔
 - ④ ہر حدیث کے آخر میں اس کے متن یا سند میں اضطراب یا غم و ضعف کو بھی بیان فرمادیتے ہیں۔
- امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو مرتب فرمایا کہ حجاز، عراق اور خراسان کے علماء نے سامنے پیش فرمایا اسب تہ بالانفاق یہ فرمایا کہ :-

"اس کتاب میں دو حدیثوں کے سوا کوئی ایسی حدیث نہیں جس پر اہانت کے

فقہاء میں سے کسی نہ کسی نے عمل نہ فرمایا ہو"

یعنی ترمذی کی تمام روایات صحیح ہیں، اس لیے کسی نہ کسی فقیہ نے اس سے استدلال کیا ہے، اگر وہ صحیح نہ ہوتی تو استدلال نہ کیا جاتا۔

مفسر القرآن عبداللہ البرہوی انصاری نے اس کو بخاری شریف کے بعد دوسری حیثیت سے تسلیم کیا ہے جو کئی لحاظ سے درست ہے۔ اس کتاب کی تعلیم اور تدریس پر چارے اکابر نے خصوصی توجہ دی ہے، قطب الارشاد حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ اس کا باقاعدہ درس دیا کرتے تھے، آپ کی مختصر جامع شرح "الکوکب الدنی" کے نام سے مطبوع ہے جو علماء کرام کے لیے لائق ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کا درس ترمذی بھی ممتاز تھا، آپ کے مختصر جامع فقہاء ترمذی شریف مطبوع

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ یوں تو سب ہی کے لیے ہر وقت سراپا شفقت و رحمت تھے لیکن
 دورانِ درس پر صنعت اپنے غنہی کو پہنچتی نظر آتی تھی، بالخصوص علیہ کے لیے کہ ان کے ہر جملے جاسوس
 نیز ننگ اللہ بے ننگ کے اعتراضات کے جوابات نہایت ہی انبساط اور ناز و پیشانی کے ساتھ دیتے اور
 دیکھ کر کسی کو بھی کسی خوش نصیب سے مزاج بھی فرمایا کرتے، خاص طور پر بات کے وقت سبق پڑھاتے
 ہوتے یہ وصف انعام اور جانا کہ حضورؐ سے تفسیر کے بعد مجلس درس قہقہہ زارین ہوتی، خاص طور پر جب کسی
 طالب علم کے بارہ میں حضرتؐ کو مطلع کیا جاتا اور خود کہہ دیتے کہ فلاں اونکو یا سولہ ہے تو حضرتؐ نہایت
 ظریفانہ انداز میں باؤز بلند اس طالب علم کا نام لے کر مخاطب فرماتے اور حکم دیتے کہ اٹھئے، ہائے و کویچ
 اگر کوئی زیادہ گہری نیند میں ہوتا تو اسے صدر التالیف میں جیسے القاب سے بھی یاد کیا جاتا، اس طرح
 دوسرے اوشکھے یا سولے والے بھی پوری طرح چوکنا اور بیدار ہو جاتے اور گویا السجد من وعط
 لغیرہ کا صدق بن جاتے۔

حضرتؐ کا یہ ناز بہے تکلفی بسا اوقات اٹار یا وہ ہو جاتا کہ حضورؐ کی رہا کیلئے اس بات کے کھول
 کا خطرہ ہو جاتا کہ یہ عظیم الشان اور عظیم القدر آدمی ہے جس کی عظمت کے سامنے بڑے بڑے قطعے
 روزگار جھکتے ہیں، یہ سب کچھ نہایت بوری کی بیروی کے جذبہ کے ساتھ ایر اس لیے بھی تھا کہ طلبہ میں
 اہل اطہر ہے اور تکلف و عیب کا عیب استغناء و سوالات سے مانع نہیں جاتے۔

آنحضرتؐ کے خادم خاص یعنی صحابی رسول حضرت انسؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
 عادات و خصائل بیان فرماتے ہیں کہ ما یخرج اصحابہ وینا لطمہ وینا لطمہ وینا لطمہ وینا لطمہ
 صہما لطمہ (السیرة النبویہ للشیخ ابی الحسن علی الحسنی المدنی بحوالہ الخلیفۃ لابی نعیم)
 ایک دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن اکابرؓ فرماتے ہیں ما رویت اکابرنا من

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ فكان صحابہ یناشدون الشعر وینا لکریظ اشیارہ من
 امری علیہ لیتدھو وینا لکریظ معہم رشاک ترمذی (اصحابی ص ۳۱)

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استشہاد شعر پڑھنا بھی ثابت ہے۔ جیسے غزوت و جلوت
 کی مازواں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نقل فرماتی ہیں کان یجئ من شعر عبد اللہ بن رواحہ
 ویا تیک بالاختبار من لوتزوج را کاتب المسودۃ (مشکوٰۃ للبخاری)

تقاضا ہو رہی کے میں اللہ میں نے کما حقہ کے خواہیں یہ ہے حق ہے کہ تعارض و اختلاف اگر نظر آتا ہو تو خود
 کی جائے، چنانچہ طلحہ سے اسٹ ہائیکس میں فقہانے کرام اللہ فرائض حدیث جو اساتذہ کرام نے پیش کرتے ہیں ان کے
 سے بطریق خاصی جہود بر آہونے کی کوشش کی ہے اور یہ کہتا خانہ ہالہ میں ہوگا بلکہ حقیقت کی سچی
 ترجمانی ہوگی کہ وہ اسٹیم کی حدیسی خصوصیات و امتیازات میں سے ایک ہے کہ یہاں اس میں کما حقہ
 سب سے زیادہ ہوتا ہے، چنانچہ حضرت قرظی اسٹیم کے درمیان میں بھی یہاں بہت نمایاں ہوتا تھا، اس کی
 باہت بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر اختصار کی غرض سے یہاں صرف ایک مثال پیش کی
 کہ یہاں کما حقہ کیا جاتا ہے۔

بخاری طر شانی کی ایک روایت میں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرماتے ہیں غزوات میں شرکت فرمائی
 لیکن کچھ تعداد بتائی گئی ہے وہ دوسری معتبر کتب حدیث و سیرت میں مذکور ہیں کہ وہ تعداد سے بہت مختلف
 ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے روایات سے زور لگایا ہونے والے اس اختلاف کو یوں رفع فرمایا، اس حدیث
 و بخاری ثانی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۹ غزوات میں شرکت فرمائی اور اس
 سے پہلے مذکور جو کہ ۲۶ غزوات میں آپ نے شرکت فرمائی۔ تو اس میں ہرگز اختلاف ہے نہیں جیسا
 مخالف نہیں کیونکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے لیے نکلے لیکن اس سفر میں کچھ
 غزوات میں شرکت کی، تو بعض لوگوں نے اس سب کو ایک ہی شمار کیا، جیسے کس فتح مکہ کے سال چار غزوات
 بنی نصیب، حنین، خندق، ۲۶ غزوات بنی ہذیل، لیکن بعض نے ان کو ایک ہی شمار کیا، تو اس طرح کل
 غزوات کی تعداد ۱۹ ہوتی ہے اور جو ان کو چار شمار کرتے ہیں اس کے علاوہ دوسرے مواقع پر بھی کئی طرح
 کی مختلف حالت میں۔ یہی طرز اختیار کرتے ہیں، تو تعداد ۲۶ ہو جاتی ہے۔

تو اس اختلاف کے رفع کرنے کی مثال ہوئی جو روایوں کی بنا پر پیدا ہوا، اس کے علاوہ ایسے
 اختلافات بھی روایات اطوار میں بہت کافی ہیں، جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل یا قول کے بارے
 میں نقل ہوئے ہیں اللہ میں باہم تطبیق و ترجیح ہی دراصل ائمہ و فقہاء کے مسلک میں اختلاف کا سبب
 بنی ہے اور جو مختلف و فقیر یا حدیث و استدلال میں امام کمال تک اختیار کرتے ہیں وہ اسی کو راہ و راستہ
 ہی کہتا ہے اور دلائل سے ترجیح، جبکہ مختلف روایات کے درمیان تطبیق ممکن نظر نہ آتی ہو تو یہ کما حقہ
 کی مثالیں دینے کی مجال ہیں، ان الفاوت نہیں ملے گی کہ وہ عام طور پر جو کچھ شہوت مند و فہم (مذہب) سے

فصل: سالہار کی حدیث کے روحانی طلسم، یہاں متقریبوں کو دیکھا ہے کہ بعض عبادت گزاروں نے
 "نگ بے ننگ" کے ساتھ بے تکلف کر دیتے تھے، اس کا ایک مثال درج کی جاتی ہے۔
 بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ طبع ڈرو دراز کے پر شقت طبع سے تھکے اچھے لوگوں کے ساتھ عبادت
 دہری کی آرام کے بغیر دارالعلوم آہل سنت، گھنٹہ بہ گھنٹہ عبادت جمع ہو جاتے اور سنی شروع ہو جاتا۔ حضرت
 کی کہ یہ بات نہیں ہے کہ طبع اس طرح آٹھ گھنٹہ کی حد تک چلتے تھے اور بسا اوقات سہ گھنٹوں میں
 صوفی ۳ گھنٹے آرام کے بغیر ۶، ۷، ۸ گھنٹے مسلسل کام کرتے تھے کہ یہ ماہرہ طبع کی ذاتی کرامت
 قرار پائے گا، اور جہاد بالنفس تو ان لوگوں کا کام ہے ہی، حضرت تو اس پر حیرت ہے کہ وہ غالباً کس مٹی
 کے پتے ہوئے تھے جو گرمیوں کے دنوں کی تو اور خلیا دینے والے دھوپ کے ہاتھوں والے دنوں کے
 شہابی ہواؤں کو نظر انداز کر کے اور جہاد اللہ کے گرم گرم محالوں کو چھوڑ کر انہیں نکلنے اور نیند کو
 جھٹکانے بھٹکانے کی آواز سننے ہی طبع کے درس میں حاضر ہوجاتے تھے۔ طبع کو اپنے
 احساس فرض و ذمہ داری سے محروم کر اپنے آرام کو دیتے تھے لیکن ان کے شاگرد اللہ کے دل میں کونسا
 جذبہ کار فرما تھا کہ اپنے طبع کی آمد کی اطلاع دیتے ہی کہ نیند سے جاگ کر کھڑے بھاگتے
 درگاہ میں پہنچ جاتے تھے۔ ایسا ہونا بلکہ ہر بار ہوتے رہتا کیا اس بات کی تلازی نہیں کرتا کہ طبع
 کے شاگردوں کو اپنی مینش مینش مینش سے ہی زیادہ اپنے طبع کی زیارت ان کی مصاحبت اور ان کے
 درس میں شریکیت محسوس تھی۔

اسی طرح ایک دن دل کے بلڈ پریشر چکے تھے اور حضرت کی تقریر جلدی تھی، ظہر گوش بر آواز تھے
 اور حضرت جی پوسے انہماک کے ساتھ حدیث پر کلام فرماتے تھے کھڑی کی ٹوئیں اور جملوں کے لیے
 دہری تھیں، جسے ایک واقفانی ساتھی کی بے پناہی بھی بڑھتی جلدی تھی لیکن ہم میں سے کسی کو اس کا ساتھی
 نہ تھا۔ جہاں حدیث پر کلام ختم کرنے کے بعد حضرت نے عادت حدیث کرنے والے طالب علم کو
 آگے بڑھنے کا حکم دیا تو واقفانی ساتھی نے ہی گروہ اور از میں طبع کو غالب کرتے ہوئے کہا
 "سبق ہند کو طبع کے ساتھ عبادت کی نگاہیں ہی واقفانی کے چہرے پر عزم کیوں، ایک طرف
 عبادت کے بہروں سے واقفانی کی اس گستاخی اور جسے بڑھی ہوئی جرأت پر ناگواری کے آثار نمایاں تھے
 تو دوسری طرف حضرت طبع الاسلام کا چہرہ پر عزم کی ناگواری و گرفت کے آثار سے ہاگ نکلتے تھے بلکہ

مہر کے لئے یہ بھی بخاری فرمایا کہ نفاہت تک پہنچا دیا کرتے تھے۔

حضرت کے کلام کے دلائل سے ظاہر ہے کہ ان کی جمہور سے مشورہ اور لڑنے سے مشورہ میں وہ
بہتر کی لڑائی فرمائی۔ حشاشہ اور اس وقت میں سے کیا کرتے ہیں۔ حضرت نے ان کے ان بددعا اور شرک کے قتل
کہ ان تلامذہ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بددعا اور شرک کے قتل
میں سے کسی اور کو بھیجے۔ ان کے قتل میں حضرت نے ان کو قتل کر دیا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد
ان کی لڑائی میں ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔

اب میں آتی ہوں۔ ان کے قتل کے بعد ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد
ان کی لڑائی میں ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد

① حضرت نے فرمایا کہ ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد
ان کی لڑائی میں ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد

② حضرت نے فرمایا کہ ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد
ان کی لڑائی میں ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد

③ حضرت نے فرمایا کہ ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد
ان کی لڑائی میں ان کے ہر کار کا حشر کے ساتھ تھا۔ ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد

ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد
ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد

ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد
ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد ان کے قتل کے بعد

سیاسی مصروفیات میں بھی درسِ حدیث

کی امتیازی شان

(۴)

مازارِ مبارک مشہور مصنف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کھتے ہیں کہ ہمیں، بخاری و ترمذی کے درس میں شرکت کرتا تھا، مولانا ندویؒ کا استحضار اور مشلہ کی بسوٹا تقریریں آن لوگوں کیلئے تھی بات ہے جو مولانا کی سیاسی مصروفیتوں اور مصروفی کی کثرت سے واقف ہیں، ایک مسئلہ پر بعض اوقات تین چار پاروں کا مسلسل ۶۰ منٹ کے تعلیمی گھنٹہ میں تقریر جاری رہتی اور مشلہ کا مبالغہ و مبالغہ "آئس کے اختلاف و مذاہب اور ان کے لائنوں و مآخذ میں استاد و مجالس کی بحثیں، برقیہ، اس سبب پر مولانا کی قرأت حدیث، مولانا کا مخصوص دلکش لہجہ اور دانا حدیث کی روحانی و پر سکونت لفظ بھی نکلتا تھا۔ ان گھنٹوں میں ہے اور گویا اس وقت بھی بالسنہ المتصل الی امیر المؤمنین فی الحدیث کی آواز کانوں میں گونج رہی ہے، درمیان میں طلبہ کے سوالات کا دین میں غیر متعلق بھی ہوتے تھے، اس کے ساتھ جوابات دیتے۔ آخر سال میں درس کی مصروفیت اتنی بڑھ جاتی کہ عصر کے بعد بھی درس عشاء کے بعد دیر رات تک درس صبح کی نماز کے بعد درس اچھے اچھے مستحق طالب علموں کی ہمت جواب دے جاتی لیکن مولانا کی مستعدی، نشاط اور قوت میں فرق نہ آتا۔

دارالحديث کو آمد و رفت کا منظر

یوں تو حضرت مدنیؒ کی شان اگک اگک رات کی تھی، رفت و رفت کی شان اگک اگک اسی طرح درس و تدریس کی شان بھی اگک اگک تھی، کپڑے انتہائی ساف اور صاف سے سطر فارادینہ پیش میں تشریح لے ہاتھ تھے، احترام اکثر و زانو ہو کر تشریح رکھتے تھے، احترام حدیث کے پیش نظر حرکت بھی زیادہ نہیں کرتے تھے، جب وہ فرط ہو کر تشریح لکھتے تو جوہر سانس کی طرف ہوتی، درس کے وقت انتہائی بے تکلف ہو جاتے تھے، بڑے بڑے بچے میں تکی مزل بھی فرماتے تھے، مقصد یہ ہوتا تھا کہ طلباء بے تکلف استفادہ کر سکیں اور اشکالات پیش کرنے میں جھجک محسوس نہ کریں، رات کے سبق میں خصوصاً بہت زیادہ بے تکلف ہو جاتے تھے۔

درس گاہ میں داخلہ | درس گاہ میں داخل ہونے پر پہلے سناؤ فرماتے تھے اور طلباء بھی اس نعمت کے منتظر رہتے تھے مگر جواب آہستہ دیتے، حضرت نے رعب کو زور کرنے کے لیے ایک دن فرمایا دیکھو اسٹم کن اسٹمٹ ہے اور جواب دینا واجب ہے، تم لوگ جواب نہیں دیتے، میرا کیا نقصان، اسٹمٹ کے متعدد کج گئے اور اسی دہ سے آواز بلند و عظیم السلام کہنے لگے، اس میں حضرت بہت خوش ہوتے تھے۔

دارالحديث میں حضرت کی نشست گاہ | حضرت مدنیؒ راتہ اشد علیہ کے ممتاز شاگرد مولانا محمد امین صاحب نے ارشاد فرمایا :-

”میں لوگوں کو دارالعلوم دیوبند جانے کا اتفاق ہوا ہو گا اور انہوں نے دارالحديث دیکھا ہو گا تو انہیں معلوم ہو گا کہ دارالحديث میں ایک کونج کی ہے جس پر چٹائی بچی جونی رہتی ہے اور سامنے ایک عموں کی مگر مضبوط ڈیسک رکھا ہوا ہے۔ آج دنیا کی درس گاہوں کی نمائندگی چاہیے آپ کو کہیں یہ سادگی نہیں ملے گی، مولانا مدنیؒ جتہ التدریس پر کڑی کڑی نظر رکھتے تھے اس لیے طلبہ کو احساس تھا کہ اس چٹائی پر بیٹھنے سے مولانا کو تکلیف ہوتی ہوگی، خصوصاً جب موسم سرما آتا تو یہ احساس اور زیادہ شدید ہو گیا، چنانچہ بعض لوگوں نے تالیق

بچھا دی، مولانا تشریف لائے اور آہستہ آہستہ نہ کی طرف بڑھے، قابلیں پر نوں ہی نظر پڑی تو یوں
 پرلے آگئے اور اسے ہلکنے کا اشارہ کیا، قبیل ارشاد میں تاخیر ہوئی تو مولانا مخم خود ہی آگے بڑھے اور
 قابلیں کو کھینچنا شروع کر دیا فوراً چند طلباء نے اسے ہٹا دیا، اس کے بعد مولانا بیٹھے مگر کبیدگی کے آثار
 مولانا کے روتے مبارک پر بڑی دیر تک باقی رہے۔ پوری نیشن علماء سے ہمارے کان تو واقف تھے اور
 کتابوں میں بھی دیکھا تھا مگر ابھی اس چوں چوں صدی کی لگا ہوں نے ان میں سے کسی ایک کو نہ دیکھا
 تھا اگر دیکھا تو ایسے شخص کو دیکھا جو بوریہ تو بوریہ ایک ہار ایک اور سمت بیہ کی چٹائی پر بیٹھا تھا۔

(ملتانہ الخیرہ صفحہ نمبر ۱۷۱)

عام طور پر سنی کے ہر کچھ ظہر مکانی تک حضرت کے پیچھے پیچھے چلتے تھے، بسا اوقات آپ علیہ
 فرمادیتے کہ میرے ساتھ کیوں آتے ہو کیا میں ڈرتا ہوں؟ جا کہ جاؤ اپنے کمرے میں، مگر ظہر کہاں جاتے؟
 کچھ دیر ٹھہرتے پھر آہستہ آہستہ چل دیتے۔

علم کے احقر اکابر عالم تھا کہ دستر میں کاغذ کا کوئی کڑا مل جاتا تو فوراً اٹھ جاتے، فرماتے اس کاغذ کے
 ذریعہ علم کی حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روز مسجد سے تشریف لائے تھے کہ کسی کے ہاتھ پر کاغذ کڑا نہ پڑا
 تھا اس کو اٹھایا، پھر ٹوٹے واسطے کو تہیہ فرمائی۔ (ایسے ہیے شمارہ واقعات میں جن کا اندراج ڈھوا ہے،
 فقیر کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنی سنتوں سے نوازے اور ہم ناکاروں کو حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخندے۔

ختم بخاری شریف کا ایمان افروز منظر

احمد، الکتاب بعد کتاب اللہ۔ مسیح بخاری شریف کے نعم کے موقع پر جب آپ اپنے مخصوص بوجھ میں آخری حدیث حدیثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عتارۃ بن القعقاع عن ابی نصرہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہم، قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلستان حیبتان الی الرحمن، خفینتان علی اللسان ثقیلتان فی لمیزان سبحان اللہ ویسبحنا سبحان اللہ العظیم کی تلاوت شروع کرتے تو قلوب پر رقت طاری ہونے لگتی تھی اور آپ طہنہ پر مدد مانی تو ہر فریستے تو کام لوگ زار و قطار رونے لگتے تھے اور دل کانپ جاتے تھے اور لوگ تو ہر دستگاہ اس طرح سے کہتے تھے گویا کہ دربار خداوندی میں حاضر ہوں اور مدد رو کر اپنے گناہوں سے معافی پانا ہے میں اور اس موقع پر جو دعا مانگی جاتی تھی وہ قبول ہوتی تھی۔ انھیں اشکبار، دل تڑپتا تھا، زبان لڑکھاتی ہوئی، رونگٹا روگٹا کا ہنسا ہوا، غرض مجمع مانگتا ہے آپ کی طرح تڑپتا تھا اور توہر واستغفار اور دعا کرتا تھا، عجیب منظر ہوا تھا، اس کا بیان کس طرح سے کیا جائے؟ اس کے اظہار کے لیے الفاظ کہاں سے لائے جائیں؟

خدا گواہ ہے کہ دارالعلوم کے ہر دور میں بخاری شریف ہوتی مگر اس انداز کی ختم بخاری کہاں؟ دارالعلوم کی تاریخ میں اس کی نظیر ملنا ممکن نہیں، روحانیت کا عظیم نشان ظہور شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ کے ساتھ ختم ہو گیا، آپ کی وفات کے ساتھ تاریخ کلاک دور ختم ہو گیا۔

رفاندہ) ختم بخاری شریف کی برکات | جمعیہ دینی مدارس میں دورہ حدیث ہوتا ہے ان میں اب بھی ختم بخاری شریف کا یوں اہتمام کیا جاتا ہے کہ آخری حدیث کے پڑھنے کے لیے کسی ستارہ مندرجہ کو دعوت دی جاتی ہے اور سماں کے لیے مدرسہ کے اساتذہ طلبہ کے علاوہ دوسرے دیندار مسلمانوں کو دعوت دی جاتی ہے اور یہ امید رکھی جاتی ہے کہ اس کمپوزیشن

اعطاء سند خصوصی

حضرت مدنی نور اللہ قادری نے اپنے تلامذہ کو خصوصی سند سے نوازا ہے جو کئی عاقل سے مسترد عالی کا درجہ رکھتی ہے کہ اس سند میں حضرت شمس کے دوالعلوم کے اساتذہ کے سوا مدینہ منورہ کے ان اساتذہ کا بھی ذکر ہے جن کا سلسلہ سند حضرت مدنی ہی کے ساتھ نام لیا ہے حضرت مدنی نے دور و حدیث میں بخارا اور ترمذی پڑھنے والے ۴۲۸۳ سعادت مندوں کو خصوصی سند سے نوازا ہے ان میں یہ گنہگار بھی ہے جو پھر لحاظ سے ان علماء کرام سے کترے، چھری بیس سال ہی اور یہ بھی تین اتفاق ہے کہ حضرت مدنی کی فراغت کے وقت بھی عمر بیس سال ہی۔

بلین، ہمیں کہ قیام تک شہود سے است

تبر کا اس بابرکت سند کو نقل کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَسَدَاتُ الْمُعَاوِدِ الْعَالِيَةِ لَا تُعْتَمَدُ إِلَّا عَلَيْهِ وَتَسَلَّاتُ الْمَدَارِجِ الْفَاعِلَةُ لِأَنْوَاعِ التَّوَلُّو
 إِلَّا إِلَيْهِ جَاذًا مُخَلَّاتٌ بِتَقْوِيمِ لَيْسَى لَا تَحْطَى كَلِمَاتُهَا فَهُمْ عَنْ أَدَاتِهَا تَسْتَبْصِرُهَا صَعْفَانِ بِرُؤْي
 وَأَنبَا السُّبْحِينَ بِحُسُونِ الْأَعْيُنِ النَّسِيَةِ لَدَى قَوْفِهَا وَالزَّوَابِتِ وَأَقْفُونِ وَصَاحِ صَلَوَاتِهِ
 الْقَرِيبَةِ لَمْ تَدْرِ الْأَسْوَءُ مَوْكُزِ النَّبَوَاتِ وَمَنْ تَسْلُبُ تَابِتِهِ الْعَزِيزُ يُدْرِكُ تَرْفِعُ إِلَّا
 إِلَى عَرْشِ مَنْصُورِ الزَّوَابِتِ اللَّهُمَّ قَائِمٌ وَيَعْرِفُ حَبِيبَكَ مَشْهُورَةٌ هَطَلَةٌ عَلَى آخَاتِهِ
 قَدْ يَحْتَشِرُ فِي تَرْفَاتِهِ وَتَدْرِيَّتِهِ وَعَلَى الْمُجْتَمِعِينَ مِنْهُمْ وَسَيِّئًا مَنْ كَلَّ أَيْدِيَهُنَّ لَقَوْنَهُ
 مِنْ الثَّرِيَا الثَّرِيَا بِهِ أَهْمًا بَعْدَ فَقْدِ اسْتِجَانَةِ الْإِيحِ فِي اللَّهِ عَقْدَ تَلْهَدُ شَخْصِ آيَادِي عَوْنِ
 كَتَبَ السَّنَى الْمَتَدُ، دِلَّةٌ وَمَا تَجَوَّرَ لِي رَوَايَتُهُ مِنْ كِتَابِ الْأَصُولِ وَالْفُنُونِ الْفَرُوعِيَّةِ بَعْدَ
 مَا قَرَأَ الَّذِي بَعْضُ الْأَسْمَاءِ أَلْتَمَّ بِحَدِيثِهِ وَتَوَكَّنَ ذَلِكَ مِنْهُ إِلَّا بَطْنَهُ الْحَسَنُ وَفَالْتَمَسَ

من قرضاتها ولا مرجح لنتها السنية فقد استحسن داروم ونفع في غيرهم والفتح على
الحاج غير مستاد والجاني الى سعدت ما ابلد ولما نرا جديداً استخرجت الله تعالى ثراً جزته
بالتصحيح الست وغيرها من المنقول والمعقول واسفار الفروع والاصول حسبما اجازني
بها الاثمة الفعول اجلهم دامهم بدر، المعتمدين وامام المعرفة واليقين العارفين
بالله شيخنا ائمة مولانا بوميمون محمود حسن العثماني الديوبندي موطناً والحنفي
مسلكاً الجشتي النقشبندي القادري السهرودي مشرباً قدس سره العزيز رحمت
ائمه اعلام اجلهم شمس الاملام والمسلمين اعرف بالله مولانا ابو محمد محمد قاسم
العموم وانكم الشانقوي موطناً الحنفي مسلكاً والجشتي النقشبندي القادري السهرودي
مشرباً قدس سره اسرارهما وهما قد اخذا اساساً للفنون والكتب الدينية خلاص
علم الحديث عن ائمة اعلام اجلهم مولانا الثابت الخجعة ابو هقوب ملوك العل
الشانقوي الحنفي والمنق سدر الدين ادهلوي قدس سره اسرارهما وتبيرا
من اساتذة الفنون بدهلي امعاصرين لهما ائمة اعلام اجلهم مولانا رشيد الدين
الدهلوي عن اكمام الحجاة مولانا العارفين بالله الشاه عبيد، عزيز الدهلوي الحنفي
ويروي الشمان اموي اليهما سابقاً كتب بحديث وتفسير قراة واجازة عن ائمة
اعلام، جلهم شيخنا مشايخ الحديث العام المجموعة العارفين بالله الشيفر عبد الغني
الدهلوي امجددي ثمر لداني وعن الشيخ احمد سعيد امجددي الدهلوي
ثمر المدني ومولانا الامام الحجاة مولانا احمد علي السهانقوي قدس سره اسرارهم
كلهم عن الشهير في اكناف مولانا الامام الحجاة محمد اسحاق الدهلوي ثمر لمكي
قدس سره العزيز عن جده ربي امهم مولانا العارفين بالله امام الاثمة الشاه
عبد العزيز الدهلوي قدس سره العزيز عن امام الاثمة في المعقول والمنقول
مركزه وانما الفروع والاصول مولانا العارفين بالله الشاه ولي الله الدهلوي المشيخي
ونسائده ابى المعقق لدواني والسيد الجرجاني والعلامة الثماني المذكور في القول
الجميل وغيره كذلك اساتده الى اصحاب السنن ومصنف كتب الحديث المذكور في شجرة

وكذا في أوائل القصرح استبح ويزوي مولانا نشاة عبد الغني الدهلوي صاحب الكتب باسمها
 القصرح الست عن الامام حجة محمد بن عبد الاعرابي، سندى ثم امدني صاحب استبانيف
 المشهور في واسنيل كما ذكر مرة في تبتة المسمى بمصريات روى اساتيد الشيخ محمد عابد
 وكذلك في شمس الشيخ عبد الغني المشهور بابا نوح اشفي ح ويزوي شيخنا العلامة
 شيخنا مرحوم من علماء مذهب مظهر لانا توري ومولانا القاري عبد الرحمن العراقي فتي
 كلاهما عن الشيخ محمد اسحاق المرحوم وروى هذه العلوم والكتب عن الشيخ الاجل
 مولانا محمد العلي قدس الله سره العزيز الكبريا من بين في مدرسته مولانا عبد النبي المرحوم
 بهلوي وعن الشيخ راجيل مولانا خليل محمد الله بن نفوس توري ثم مدني قدس الله سره العزيز
 كلاهما عن شمس اعلام الامير المصطفى مولانا ابيصاح وروى عن مشيخته اعلام من أهل البحارة
 اجانة وقرارة كما وائل بعض الكتب اجلهم شيخنا تقسيير حسب الله انشا في امكي ومولانا
 عبدا نجليين بدوثة المديني ومولانا عثمان عبد الله في مقتضى الاعنات بالمدينة المنورة
 ومولانا التيد احمد بن يحيى منقوشا فعبته بالمدينة المنورة رحمهم الله تعالى وارضا هم واوصى
 الشيخ محمد زاهد اموي اليه ونفسه بالتميز في التزو والعلين وتزك في الفوا حش ما ظهر منها وما بطن
 عاجزا بالوجود على ما كان عليه اسلفت الصالحون وارساة السنة والجماعة المتفتنون بوجوه
 تقوى الله تعالى نصيب عينيه خائفا عن القيام يوم المحشر يدين به ان يعرض من الدنيا
 المدينة ولذاتها صدقا انفس عمرة العزيز في طاعة الله تعالى وذكره في غداواتها رويها
 ذلك لا يناسق ومشاغبي انكرام عن الدعوات الصالحة في خطواتها وجلواتها. وصلى الله تعالى على
 خير خلقه سيدنا ومولانا محمد صلى الله عليه وسلم

امير بقرمه المتفاني بن عفوريه السجدي

عبده المذموم بحسين احمد غفر له ولوالديه و

ومشائخه المروف الاهد خادم المعلم بدار العلوم ديوبند

١٤ من شعبان ١٢٥٢ هـ

جمیعتا علما میں عملی شرکت

جیسے کہ پہلے گندھک ہے کہ حضرت مفتی پھانسی صاحب نے ان کے ساتھ مالڈ میں میر تقی میر کے ہندوستان میں نواب عثمانیہ کے ترمینے اور عالم اسلامی پرائمریوں کے بے پناہ مطالعہ کے خلاف ایک تحریک ہر نام تحریک عفویت شروع ہو گئی، جس میں ہندوستان کے جلیل القدر علماء کرام اور دیگر جہان طبع اسلامیہ نے ہمیں سہارا دیا، مگر علی انوار الہیاء اہل تہذیب کے ضمنی حادثے کے بعد علماء کرام نے اس امر کو شرکت کے ساتھ مسوئی لیا کہ علماء کرام کی اپنی ایک تنظیم ہونی ضروری ہے۔ چنانچہ سرفہ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ہندوستان میں اہل تہذیب میں اسلامی علم والی سکول کے قیام کے لیے جمیعتا علما ہند آپہلا جلسہ زیریں ہوا۔ حضرت مولانا عبد الباقی عمرانی علی کنڑی مستقر خواجہ جس میں ۵۲ علماء کرام نے جو شرکت مقرر ہوئے تھے ان میں سے شریف نے اس میں شرکت فرمائی جس میں خطاب منشی کفایت اللہ صاحب مولانا نے جمعیت کی ضرورت اور اغراض و مقاصد کو مدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

جمیعتا علما ہند کے قائم کرنے سے کسی دوسری مذہبی یا سیاسی تنظیم سے معاونت یا مزاحمت تصور نہیں ہے بلکہ علماء اپنی آواز کو وسیع بنانے کے لیے تجویز متفقہ کرتے ہیں اور ہندوستان میں عیش و ہوا کا دور چلا گیا ہے کہ ہر آدمی آواز اٹھاتی وقت نہیں دیتی جتنی کہ حق و جمیعت اور آئین کی رکھتی ہے، مسلم لیگ میں جب بھی مسائل زیر بحث آتے ہیں اہل علم نے برابر اس میں حصہ لیا ہے، مسلم لیگ کا ایسا دلہا اس بیان کا شاہد عدل ہے اور آواز اٹھانے والے علماء لیگ کے ساتھ اتفاق عمل رکھنے کی کوشش کی ہے، فرق صرف اس قدر ہو گا کہ اب مسلم لیگ میں علماء کی شرکت مخصوص اور اظہارِ عقیدت سے متعلق اسباب جمیعتا علما کا جملہ مسلم لیگ میں پختیت ایک مشترکہ اصول عمل کے پیش کیا جاوے گا۔ یہ صحیح ہے کہ علماء کے ایسا تعاون و اصرار و اصرار کے وسیع میدان کھلے ہوئے ہیں لیکن صحیح نہیں ہے کہ

اتحادیات و شخصیات کی اصلاح کرنے میں علماء کی افرادی حیثیت ہی مفید ہو اور اتحاد
 حیثیت اس میں عملی اہمیت ہو مگر میں کہتا ہوں کہ افرادی حیثیت کے اعتبار سے حجیت مسلمانانہ مختلفہ
 طاقت زیادہ اصلاح کر سکتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں کہ اتحاد یا تعدد شخصیات کی
 اصلاح توصلہ کا فرض ہو اور سیاسیات کو مذہبی دائرے خارج بلکہ کہ ان لوگوں کے لیے
 جوڑ دیا جائے جو مذہبی مصلحتوں پر جنڈاں جوڑیں اور کہنے لگے:

جمعیت العلماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس دہلی میں منعقد ہوا تاکہ ۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو منعقد ہوا، جبکہ
 حضرت شیخ الہند نے تمام کے ہمراہ واپس نظر لینا چاہتے تھے اس لیے اس اجلاس کی صدارت آپ ہی نے
 فرمائی۔ چونکہ آپ جہاں تک اس لیے آپ کا خط صدارت مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھ کر سنا، جس میں
 انگریزوں کے عالم اسلامی پر یہ پناہ منظم اور غلاموں عثمانیہ کے غم کرنے کی مذموم ساری وغیرہ امور کا ذکر
 صحیحی کا تذکرہ شیخ الہند کے سیاسی طرز عمل میں تبدیلی کے تحت حوالہ میں ہو چکا ہے۔

(وقت) حضرت شیخ الہند نے انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ ترکیب آزادی میں شرکت کو ضروری
 قرار دیا مگر اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو تشفیہ کرنے ہوتے فرمایا۔

”استقلالِ وطن کے لیے برادرانِ وطن سے اشتراکِ عمل جائز ہے مگر اس طرح کہ مذہبی حقوق
 میں رخصت واقع نہ ہو، ہندوؤں اور مسلمانوں کے ان تعلقات کا اثر نہ ہو نا چاہیے کہ مسلمان اپنے
 کسی مذہبی حق کو ہٹائیں اور شعا و کفر و شرک اختیار کرنے لگیں، اگر وہ ایسا کریں گے تو سبکی برادرانہ
 لازم کی مثال اپنے اور منطبق کریں گے، (بلا صدمت و مہمہ) مہمہ نامی دیوبند صلیب رقصی صلیب صلیب
 یہیں اعلان حضرت شیخ الہند کے جانشین حضرت مولانا نے بار بار فرمایا جیسا کہ ۱۹۰۳ء میں ایک
 تقریر میں فرمایا۔

”اگر وطن آزاد ہو جائے اور عقیدہ کو نقصان پہنچے تو ہمیں ایسی آزادی سے کوئی

قانون نہیں، (صدیقی مکتوب، یکم اپریل ۱۹۰۳ء)

جمعیت العلماء ہند کا تیسرا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا، ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء کو
 زیر صدارت مولانا ابوالکلام آزاد منعقد ہوا، آپ نے بھی خطبہ صدارت میں خلافت عثمانیہ کے خلاف
 بیانیوں کی سازش اور مخالفت کی پتہ کی ضرورت پر جامع اور بیخ غلطہ ارشاد فرمایا، جس میں حجیت مسلمانانہ کے

عز عمل کو مزاجِ جمعی میں پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

جمعیۃ العلماء نے اور دفترِ جماعتوں نے جو دستاویزیں کیا ہے وہ ساری ساری انہیں ہے جنگ کا نہیں، احباب کا نہیں ہے، اقبال کا نہیں ہے، مولانا آزاد کا نہیں ہے، انہوں نے کیا کہ ہم کو جو سامنے اختیار کرنا ہے وہ اس سرگرم اور پرتکون ہے ان کا فیصلہ کسی شخص یا کسی شخص سے نہیں بلکہ حقیقت اس ملک فیہا طریقت کے نفاذ پر ہے اس دشمنی پر ہے جو قومیت کی نو سے ہمارے سامنے آئی ہے اور بتاتی ہے کہ ہمارے لیے وہ سب راہیں جو ہم نے اختیار کی ہے اور جس کو ہمیں آفر تک پہنچانا ہے۔

جمعیۃ العلماء ہند کا ہر سالہ اجلاس ۱۳ دسمبر تا ۱۶ دسمبر ۱۹۳۲ء منعقد ہوا تھا اور اس وقت مولانا حبیب الرحمن صاحب، مہتمم، اور مولانا دیوبند منصف، مولانا جس میں مولانا حبیب الرحمن صاحب نے سببِ مخالفت کی ضرورت لہا کر دیوں کے ان مطالبہ کو بیان فرمایا جو ان قلموں نے کیے تھے جنہوں نے بدوہ کیا تھا کہ یہ جنگ مذہبی نہیں اور ممالکِ اسلامیہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا، اس لیے جو نے وہ سب کے اگر دیوں نے ہندوستان سے ہندو کو سپردی بھرتی کیے اور ان کی مدد سے ترکی کو فتح کیا، صاحبِ مدد نے اپنے غلطی صحت میں پھر خان کے بعد (۱۹۳۱ء) سے لے کر آفر تک کے سارے انقلابات کا جائزہ لیا، اور قانونی حلقے کمال پاشا، فازی، انور پاشا اور فازی، میرزا انور علی خان کی سیاسی بصیرت کا ذکر فرمایا، آپ نے علامہ ہند کو سیاسی جماعت بنانے پر ایک اہم ضرورت کی تعمیل قرار دیا، آپ نے اس مثال کا ذکر کیا کہ سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

۱۔ اگر سیاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں یا علامہ کا ان مسائل میں ضمنی دریاؤں کے لڑاؤں میں داخل نہیں ہے تو میرے خیال میں کتب فقہی سے جواب چاہو اور بیوروہ فریو کو نکال دینا چاہیے، اور جب ایسا نہیں ہو سکتا تو آپ کو ایسے کو معاملات سیاست کے اس حصہ میں جس کا تعلق مذہب سے ہے علامہ کی راہنمائی کی زیادہ ضرورت ہے۔

جمعیۃ العلماء ہند کا ہر سالہ اجلاس بتام کوٹنا ڈا ۱۹ دسمبر ۱۹۳۲ء منعقد ہوا تھا اور اس وقت مولانا دیوبند منصف، مولانا جس میں مولانا حبیب الرحمن صاحب نے سببِ مخالفت کی ضرورت لہا کر دیوں کے ان مطالبہ کو بیان فرمایا جو ان قلموں نے کیے تھے جنہوں نے بدوہ کیا تھا کہ یہ جنگ مذہبی نہیں اور ممالکِ اسلامیہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا، اس لیے جو نے وہ سب کے اگر دیوں نے ہندوستان سے ہندو کو سپردی بھرتی کیے اور ان کی مدد سے ترکی کو فتح کیا، صاحبِ مدد نے اپنے غلطی صحت میں پھر خان کے بعد (۱۹۳۱ء) سے لے کر آفر تک کے سارے انقلابات کا جائزہ لیا، اور قانونی حلقے کمال پاشا، فازی، انور پاشا اور فازی، میرزا انور علی خان کی سیاسی بصیرت کا ذکر فرمایا، آپ نے علامہ ہند کو سیاسی جماعت بنانے پر ایک اہم ضرورت کی تعمیل قرار دیا، آپ نے اس مثال کا ذکر کیا کہ سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

۲۔ اگر سیاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں یا علامہ کا ان مسائل میں ضمنی دریاؤں کے لڑاؤں میں داخل نہیں ہے تو میرے خیال میں کتب فقہی سے جواب چاہو اور بیوروہ فریو کو نکال دینا چاہیے، اور جب ایسا نہیں ہو سکتا تو آپ کو ایسے کو معاملات سیاست کے اس حصہ میں جس کا تعلق مذہب سے ہے علامہ کی راہنمائی کی زیادہ ضرورت ہے۔

خدمات پر انجام دی ہیں حضرت شاہ صاحب نے ان کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

وجہیہ ملنے ہند نے ہندوستان کے مسلمانوں کے قلوب میں دروج افی تارہ کردی اور ان کو
خواہ غفلت سے بیدار کیا اور حقوق مذہب اور قوم کے حصول کیلئے تحمل مصائب و مشاق کا خاکرنا
یہاں ہی جو ہے کہ گذشتہ دور تہلہ میں علماء صاحبین کی بہت بڑی جماعت نے قید و بند کی صعوبتیں
برداشت کیں کراچی کے مشہور مقدمے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا نثار احمد اور
مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی و ڈاکٹر سید الدین کھلوز خان نے ہند کے ساتھ ساتھ شریک
اہتمام تھے اور دونوں کو ایک ہی ہالہ سے اقتدار اور استبداد کی شراب کے تلخ ترین گھونٹنا
پلائے گئے تھے :-

آپ نے نگ آناروی میں مسلمانوں اور دوسری قوموں کے درمیان ایک ایسے معاہدے پر زور
دیا جس میں مسلمانوں کے حقوق کا پورا تحفظ ہو، آپ نے فرمایا :-

”میں نہایت بننا ہنچی کے ساتھ ہاروان وطن کر لیتیں دلانا ہوں کہ اگر وہ مسلمانوں کے
ساتھ تصفا نہ بنا ہو کریں اور اس معاہدہ کو دیا جاری اور اخلاص کے ساتھ پورا کریں،
سیاسی چالوں اور نمائشی پالیسی سے کام نہ لیں تو مسلمانوں کو پورا وقار اور مجلس ہمسایہ
پائیں گے ؟“

اس کے بعد آپ نے اس بیٹاق کا ذکر فرمایا جو حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہودیوں کے ساتھ فرمایا تھا۔

جمہوریۃ العلماء ہند کا لوہا اجلاس بمقام ۱۷ مارچ ۱۹۳۳ء میں ۲۴ مئی ۱۹۳۳ء کو منعقد
ہوا جس میں خطبہ صلابت علامہ شاہ معین الدین امیری نے ارشاد فرمایا جس میں مسلمانوں کو تفریقہ
کرتے ہوئے فرمایا :-

”مسلمان نازک دور سے گزر رہے ہیں اس میں اگر انہوں نے عدم احتیاط
اور ذوراندیشی سے کام نہ لیا اور بلا اختیار ہر ایک راہبر کے پیچھے لگ گئے تو صرف
یہ کہ ان کو بے مشکلات کا سامنا ہوگا بلکہ قومی اندیشہ ہے کہ ان کی یہی خطوں میں
پڑ جائے اور وہ صفحہ دہر میں صرف غلط کی طرح نمودار ہو کر رہ جائیں :-“

جو کئی کسی زمانہ میں شلوا ایکٹ حکومت نے منظور کر لیا تھا اس لیے اس کے خلاف مسلمانوں کو احتجاج کرتے ہوئے اس امر سے آگاہ فرمایا کہ انگریزی حکومت شروع ہوئی ڈال صاحبہ انڈیا میں بھی ہندو تاج تہذیبیاں کر رہی ہے اس لیے آپ نے علماء کو یہی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کرتے ہوئے فرمایا۔

• علماء کی سیاست یا سیاست دانوں میں اگر کوئی شخص ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ حکومت غیر جسنے کے دور سے کوئی کام ان کے ہاتھ میں نہ رہا، حکومت نے خود کو کسی کا اپنا ٹھکانا بنا لیا اور وہ بلکہ خود کے کام کے لئے اس طرح ان کو مجبور و بندہ دست بنا کر کہ بہت سی ایسی صورتیں پیدا کر دیا تو وہ لوگ جو حکومت کے گل ہونے سے غمگین صحیح معنوں میں حکومت کے منظر ہر قدرت ہیں علماء ہندیاں جس وقت کرنے لگے کہیں تو یہ سیاست سے نا آشنا ہیں بلکہ مذہب کو سیاست سے بیگانہ ہے حکومت کا جو مقصد تھا حکومت کے ان منظر ہر قدرت تسلیم ہو گیا اس پر نکتہ پر کہ شائع اور علماء کی ایک سادہ لوح جامعہ نے اس پر ہونے سے مرعوب ہو کر شائع کر دیا اور علماء اس کی تائید بھی کر دی کہ مذہب کو سیاست سے کوئی تعلق نہیں گیا اصول نے اپنے قول اور طریقہ عمل سے مذہب کو غیر متعلق تسلیم کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اور اپنے جمود و تعطل کو بہترین تقدیر تصور کرنے لگے۔

جمعیۃ العلماء ہند کا دسواں سالانہ اجلاس بقام لایچ از اورمانہ دہلی اپریل ۱۹۳۵ء

جو دس میں خطبہ صداقت پورہ اور اسلام آزادانہ لرشاد فرمایا آپ نے سو برسوں کی تاریخ جماعت کی تاریخوں کو یاد کرتے ہوئے فرمایا۔

۱۹۳۵ء اپریل کو پٹا اور میں جو کوئی مادہ پیش آیا اس نے تمام ہندوستان کو ہند کر دیا کہ صوبہ ہند کے مسلمانوں کی سے بیچھ نہیں۔

آپ نے اس خطبہ میں مسلمانوں کو یہ بات میں پوری طرح داخل ہونے کے لیے متوجہ کرتے ہوئے فرمایا۔

• تمہارے رشتہ دار ہیں کہ مسلمان مجلس میں باہل اندہ تعلیم میں بیچھ ہیں اس لیے

ان کا پاسداری میں شامل ہیں منتہا ان وہ ثابت ہوگا، لیکن انہوں نے یہ دوسرا مسلمانوں کو پاسداری سے علیحدہ رکھنے کے لیے خواہاں ہو گئے ہیں ان کی خود کشی اور صحت ہے، مسلمان حکومت کے اقتدار میں ایک ایسا عنصر بن کر رہ گئے ہیں، جو ہرگز کوئی کافر کی فکر کی جڑی ہو اور اگر ایسا ہی ہے تو ہمیں تو حکومت اس عنصر سے اچھے لوگوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ اسی عنصر کو ہم جامع طور پر آپ نے مسلمانوں کے لیے اپنے شرعی احکام کے تحت لکھا ہے۔

یہ جتنا ہے کہ مسلمانوں کی جہاد کے لیے یہی احکام کے تحت کی ضرورت ہے۔ نیک، حلال اور عدل کے لیے نہیں مسلمانوں کے لیے منظور ہونے چاہئیں نہ تو یہ اور قوانین مروج ہیں اور ان کے خلاف لاکھ لاکھ سے لوگ جا رہے ہیں۔ انہیں اور مسلمانوں کے لیے پتھر ہیں اور ان سے مسلمانوں کا خوف نہیں ہو سکتا مسلمانوں میں بسنے والے اشخاص بھی موجود ہیں جو نہ تو ان کے ساتھ تشریح بخیر احسان کا سلوک کرتے ہیں بلکہ ان کو حق مہر و فساد کے حلق کر دیں (اللہ ان کے حقوق ادا کرنے میں ناکام ہو گا) اور نہ ان کو دھم دہم کر کے ہوتے ہیں اور ان سے جواب ملتا ہے کہ اللہ کے سامنے ان کی پتھر کے لیے کوئی اور صورت ممکن ہے نہ ان میں موجود ہیں ان کو دھم دہم کر کے ان کی زندگیوں کو نذر کیا جا رہی ہے اور ان کو فرسٹینس میں ان تمام شکوک کا حل اور جواب ہے۔

جس میں علماء کرام نے اس کی یاد دہانی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے اور وہ اس کے ساتھ ساتھ ۱۹۴۷ء میں خیر عبادت مولانا محمد الحق مدنی نے ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا اصلی متن اردو زبان میں تھا جو ترجمہ طہات لکھنؤ میں لکھنؤ کے ذمہ داروں نے لکھا، آپ کے خطبہ انگریزی میں جو ترجمہ کیا گیا تھا اس سے اردو زبان میں کچھ نئے نقل کیے گئے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا۔

”آپ نے سب سے زیادہ ضرورت مسلمانوں کی تنظیم کو قرار دیا تاکہ مسلمان اپنے دونوں ذہنی و تہذیبی حقوق اور نفسی طور پر اسلامی قانون کی حفاظت کر سکیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں میں انہوں نے تجویز پیش کی تھی کہ ایسی عدالتیں قائم کی جائیں جن کے صدور کا فی ہوں“

ہونگے مسز گلشنی نیا نیا بیوی بڑا تھا اس کے ہمسے میں آپہننے فرمایا۔
 ہ ہندوستان کے مسلمان اس ایم مسز کو مل کرنے میں خوشامد اور سے کتنے میں

طرز پر وہ پہلے طے ملکی جوئے کو پہننے کے لئے تھا۔

جمعیہ اعلیٰ ہند کا بڑا بڑا ملازم اس مقام پر نکل کر مسز کو دیکھا جو مسز
 عقیدہ تھا جس میں آپ کو ہانا بطلہ سے بنا یا اور یہ عزت افزا تھا یہ سہا سہا اور ہینے ہینے اور
 اس بد پر جو یہ ملازم کے غلطی سے ملتا تھا ایک حصہ ہے تاخیر میں چاہتے تھے فرمایا۔

جو جو تازہ نیا مسز کو ملا بہ ہفت چھوٹا ہوتا تھا کہ تے میں کئی عرصہ

لگا جانے کے لئے ہر آواز کے سببے میں آوازوں پر آوازوں کا دعویٰ کرتا ہے لیکن

تو کہ آوازوں نے عجب دہرتے یہ ان ہی کو نہیں تھی میں دعویٰ سے کہ بڑی کہنے اور

اطلاعت مسز کی دیکھو کہ کی بددی ہے عورت کے انفرادیت کے متعلق متعلق کے

جاتے ہیں لیکن مسز کو لگتا ہے کہ اس کے لئے وقت میں کرانی اور ہمانی

کہ دیکھتے ہیں لیکن مسز کو لگتا ہے کہ اس کے لئے وقت میں کرانی اور ہمانی

تازوں پر اترتے کے لئے میں لگے ہمانی اور جگسا اور ہینے سے کہتے کہ

جو میں لگے ہیں ہمتے لگے جیل فانس ہے یا مسز کو لگتا ہے کہ گریاں تے

۔۔۔ ہندوستان کی آزادی کو دوسری قوم کے لئے بھی ضروری تھا یہی ہمتے لگتا ہے۔

مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ

مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ

مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ

مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ

مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ

مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ

مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ

مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ مسز کو لگتا ہے کہ

کے متعلق تو لہذا قبضہ مخالفانہ بنا رہا کیلئے نہایت ہی غلط اور گدلی نصرت ہے
 اور اس طرح شامی لوگوں کو کئی برس کے بھی سراسر مخالف ہے۔ مساجد اور وقت زمینیں کسی
 طرح بھی قبضہ مخالفانہ کی بنا پر ملوگ نہیں ہو سکتیں۔ مسجد اقصیٰ کے قبضہ مخالفانہ
 میں اس کے متعلق پوری روشنی ڈال دی ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مساجد اور اذان
 کو قبضہ مخالفانہ اور تناوی کے قوانین سے منہ منہ کر لیں اور پوری جدوجہد کریں۔

جمعیتہ المسلمانہ شدہ کا تیسرا سال ۱۹۷۱ء بمقام الایم ۳۰۔۳۱۔۳۲ مارچ ۱۹۷۲ء
 کو حضرت مدنیؒ کی زیر صدارت منعقد ہوا اس میں آپسے جو ٹیپو گرافی فرمایا اس کے ضروری
 اقسام اور اس کا شمار ایدہ مال اسی عنوان سے چھپوں اور اس کے مختصر مال کے بعد آ رہا ہے۔
 جمعیتہ نسطیہ۔ ہند کو جو بھوس اور متحدہ ہندوستان میں بیچہ اصلہ کا آخری اجلاس
 حقیقہاً ہارنہند ہند ۲۴۔۲۵۔۲۶۔۲۷۔۲۸۔۲۹۔۳۰۔۳۱۔۳۲۔۳۳۔۳۴۔۳۵۔۳۶۔۳۷۔۳۸۔۳۹۔۴۰۔۴۱۔۴۲۔۴۳۔۴۴۔۴۵۔۴۶۔۴۷۔۴۸۔۴۹۔۵۰۔
 ۵۱۔۵۲۔۵۳۔۵۴۔۵۵۔۵۶۔۵۷۔۵۸۔۵۹۔۶۰۔۶۱۔۶۲۔۶۳۔۶۴۔۶۵۔۶۶۔۶۷۔۶۸۔۶۹۔۷۰۔۷۱۔۷۲۔۷۳۔۷۴۔۷۵۔۷۶۔۷۷۔۷۸۔۷۹۔۸۰۔
 ۸۱۔۸۲۔۸۳۔۸۴۔۸۵۔۸۶۔۸۷۔۸۸۔۸۹۔۹۰۔۹۱۔۹۲۔۹۳۔۹۴۔۹۵۔۹۶۔۹۷۔۹۸۔۹۹۔۱۰۰۔
 کیا ہے اور اس وقت اس کو جو انگریزی سے لائے ہیں کہ یورپین اور امریکن ،
 کینیڈین ، آسٹریلیائی ، نیوزی لینڈ وغیرہ کے سپاہی اس کا آدھا تباہی ہی نہیں کر سکے مگر
 ہندوستانی سپاہی بالائی ہندوستان سے محروم ہیں ، بڑی بڑی تلواریں اور جنگی لوازمات
 صرف یورپین کے سپاہیوں میں ہیں ، ان ہندوستانیوں کے سپاہیوں اور افسروں
 کو براہ کفایت ہی کے لیے کیوں نہ ہوں اب بھی یورپین چھوٹے اور بڑے افسروں کے
 سامنے جگنا پڑتا ہے وہ اس لیے بھی ڈانسر کے ہند کے غلام کہہ جاتے ہیں اور
 پھر وہ اپنی سپاہی اور افسرین شاہی سپاہی شمار ہوتے ہوئے کسی اور قومی حقار
 اور حق کے نشے میں سرخ ہوتے ہوئے جاتے ہیں۔

وہ محروم آزاد قبائل کی سول آبادی پر کئی ہزاروں کے ذریعہ سے سپاہی کی
 کئی جگہ قبائل علاقوں پر پانچ بیٹے تک برابر ہار دی ہو تاکہ مجلس قوام اور اس کے
 شکستہ جنگوں سے خود برعظیمی یعنی اس کو دشمنانہ صورت کا لہذا نہایت ہی ناہانہ
 فعل قرار دیا گیا اس پر مرکزی کابینہ میں ایک ایسے سوال اٹھا گیا کہ وزیر جنگ کا

جواب اس تصدیق اور ازما اور مستبدانہ منہا کہ بقول نواز اودہ یاقوت علی خانی منزل ڈاک
(GENERAL DYER) کی یاد تازہ ہو گئی۔

ہندوستان کی آزادی کے لیے جدوجہد | ایسے محترم بزرگوں اور وجود ہندوستان کے
آزادی کی اشد ضرورت اور اس کے
انتہائی جدوجہد کی فرضیت کے جوہر تک

تلافت کے وقت سے بلکہ اس سے پہلے آپ کے سامنے لائی گئی تھی اور لائی جاتی
رہیں وہ سب تو رعینہ ہوتی ہی ہیں اور ہر بار آپ کے سامنے ہوتی گئی ہیں ان
کے ساتھ اس میں وہ ایک حکومت کے یہ واقعہ کو کہتے تھے کہ انہوں نے اس سے ہیں۔
پیش کیے نہیں آپ سے بوجہتا ہوں کہ کیا آپ بھی کسی صاحب دین دول کو صاحب
غیرت کو اس میں شبہ کرنے یا تنگ کرنے کا موقع باقی رہ جاتا ہے کہ یہ آزادی کے
جدوجہد انتہائی ضروری ہے اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے ہر ہندوستانی
کو تیار ہونا چاہیے اور انسانیت فرض ہے۔ ایسی غلامی میں نہ مذہب مخلوط ہے نہ
لنگہ رعایتہ واکہ کی ہے نہ خوشحالی رہ جاتوں کے لیے زندگی ہے اور نہ افراد کے لیے
نہ ہندوستان کے لیے اچھا نہیں ہے، تاہم یہ بیرونی ہند کی اسلامی اور الٹنی برادریوں
کے لیے۔ یہی تھا سہی میں جن کی بنا پر جمعیتہ العلماء ۱۹۱۹ء سے سرکھنہ ہوتی ہے
۱۹۱۹ء اپنا مصلحہ پر بارقہ قائم ہے۔

حسرت بزرگوں اس غلامی کی صعوبتوں سے تعلق اور اتنا نڈی حاصل کرنا مسلمانوں کی فرض
اور نصب نہیں ہے اور ہندو، کھد پاری وغیرہ کا بھی فریضہ اور نصب نہیں ہے ہر
ایک اپنے لیے جدوجہد کرتا ہے اور کوہنگا کسی کا ذکر سے پر اسان نہیں ہے تمام
باشندگان ہی ہند اس غلامی سے برپا ہونے ہیں۔

وقت جمعیتہ العلماء ہند کے ان تمام اجلاسوں کی مفصل کاروائی اور ملائے کریم کی تاریخ و خطبہ
صداقت پڑھنے سے سب ملکر کریم کا سیاسی بصیرت اور ان کے کردار اور منت کا ہتہ ہلاک ہے کہ انہوں نے
کس قدر گہری بصیرت سے ہندوستان کے حالات کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ ان کی تاریخ اور خطبہ کا یہ جزو ہے کہ ہندو

مگر جن سب علی کرام اور محسنین ملت اسلامیہ میں سے حضرت مدنی کو اندر ترقی کی حیثیت حاصل ہے اس سے متا
 ہے کہ آپ نے قیام مدینہ منورہ اور ہمارے مالٹکے دوران جہاں اپنے مشعل سے علمی و ادبی اور روحانی بکریا کی
 فیوضات حاصل کیے تھے وہاں آپ نے شدید رکاوٹوں کے باوجود دنیا بھر کے ان سیاسی، بیرونی سے
 بھی تہادہ خیالات کیا تھا جو اسی انگریز قوم اور دوسری جہاں اقوام کے مظالم کا شکار ہو چکے تھے اور انگریز
 کے ان مظالم کو چشم نوحہ ملاحظہ فرمایا تھا جو مقدس سرزمین حجاز پر ڈھانے گئے تھے اس لیے انگریز سے
 نفرت ان کر لیا اور شرعاً بھی، آپ کے نزدیک دھرت پر منحہ رنگ گل عالم اسلامی کی پریشانیوں کو اور علاج
 انگریز حکم کا سرخوں کرتا تھا، اسی جرم کی پیدائش میں کراچی کی قید اور پھر مراد آباد کی قید اور طویل نظر بندی
 صرف آپ ہی نے برداشت کی تا آنکہ انگریز کا حکم سرخوں ہوا اور وہ برصغیر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آزار ہو گیا
 جہاں سے انگریزوں کو ہندوؤں کے عوض میں وہ سپاہی مل جاتے تھے جو اپنی جان بکھریں اور اپنا ایمان
 بھی ان دشمنان اسلام کے لیے فائدہ کر دیا کرتے تھے۔ جزا ہم اللہ عظیم جزا، میں ساتوں مسلمانوں سے آج

حضرت مدنی کی سیاسی معلومات میں منفردانہ حیثیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنی کو جس طرح علوم اسلامیہ اور احسان و
 سلوک میں ایک ممتاز حیثیت سے نوازا تھا جس کا کچھ ذکر کر چکا
 ہے اسی طرح سیاسی معلومات اور ان کو بیان کرنے کے لیے بھی
 آپ کو ایک ممتاز حیثیت حاصل تھی، آپ نے سیاسی پلیٹ فارم پر کبھی بھی صرف سنی سانچے پر ہندوئی تہنی باتوں
 یا حوالوں پر اکتفا نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ کا عمل یہ

جب تک نہ زندگی کے حقائق پر ہونظر

تیرا زباج نہ ہو سکے گا حسرتیوب سنگ

پر تھا۔ جن لوگوں نے آپ کی سیاسی تقاریر سنی ہیں یا سیاسی خطبات یا نقیہ جیات کا مطالعہ کیا ہے وہ
 اس بات کی تصدیق کریں گے کہ حضرت مدنی کی سیاسی معلومات سب سے فائق تھیں، آپ کی نظر دنیا کے
 دیگر ممالک پر تھی، تقریر میں دیگر ممالک کی معاشی، اقتصادی حالت سے ہندوستان کی بہتر معاشی اور اقتصادی
 حالت کا بڑا موازنہ فرماتے تھے کہ انصاف پسند سامعین اگر بڑی حکمت کو ہندوستانوں کا خون چوسنے والا
 یقین کر لینے تھے، لیکن وہ سیاسی شیخ پر ہونے والی تقریروں کی اس طرح اصلاح فرماتے تھے کہ
 بڑے سے بڑے سیاست دان دم بخور رہ جاتے تھے مشہور عالمی سلاطین اور ممالک کی عدوی

مذکورہ سال نے اپنا مشاہدہ یوں بیان فرمایا ہے :-
 ۱۹۲۵ء کی بات ہے۔ محضو کی مشہور سفید پارہ درمی میں آل پارٹیز کانفرنس ہو رہی
 تھی اور نمبر و پورٹ فٹیش تھی، شب کی نشست میں مرمزم تصدق احمد خان طبرانی نے کسی
 تجویز پر تقریر کی اور اس میں کچھ اعداد و شمار پیش کیے، ان کی تقریر کے بعد ایک بزرگ
 گھڑے ہوئے، تجتہ و دستار میں، موس عربی تھا، اللہ ہندوستانی نامہ، لیکن عجیب بات یہ کہ
 فیروانی مرحوم جو کہ ایک گہنہ مشق سیاسی میڈتھے، اس کے پیش کردہ اعداد و شمار کی تصحیح فرمائی، متعجبان
 کا جواب تھا: مولانا حسین احمد مدنی، (دوسرے پرنا صفحہ ۹۶)
 عابد الوہدی آجیسی نے ان پر سیاست کا ایک لڑائی نکل گیا ہے کہ۔
 مگر کھلے کے بعد تاریخی اعداد و شمار کو اس قدر جڑتہ بیان کرنے والا اولاً مدنی کے سوال اور
 کوئی نہیں پیدا تھا، (دسیاسی صفحہ ۱۰۹)

سب سے بڑی تعجب چیزات یہ ہیں کہ آپ اس قدر معروف زندگی میں ہمیں کئی چیزیں بتائی ہیں، آپ کے
 فارغ نہ ہوتے تھے، اتنا وقت کس طرح نکال لیتے تھے، اسی قدر سیاسی شریک کہاں سے مینا فرم لیتے تھے کہ
 ناظرین اور سامعین اس کو صرف ایک کلامت ہی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ آپ کی سیاسی فائزگی کا اگر مطالعہ کیا
 جائے تو اس سے زیادہ تعجب ہوتا ہے۔

اسی طرح اسلامی تاریخ اور تاریخ عام پر آپ کی گہری نظر تھی، اس کا اندازہ آپ کے ان خطبات
 سے ہو سکتا ہے جو آپ نے تحریک خلافت کے زمانہ میں ارشاد فرمائے تھے۔

حضرت مدنی کی سیاسی بصیرت
 شیخ الاسلام حضرت مدنی کی سیاسی بصیرت کی دو دلچسپ اور جامعہ الاملاء
 کی گزریوں کے بانز سے کے بغیر نامکمل رہے گی۔ پرنسپل
 کے اسی صدی کے نصرت اول کی تاریخ میں مسلمانوں کی سیاسی جنگ و تاز کا جائزہ لینے دے لیں نظر کو یہ
 شکوک ہے کہ ملکی سیاست میں مسلمانوں کی کوئی جہتیں پالیسی کسی نہیں رہی۔ مگر میرے خیال میں اگر گزشتہ
 جائزہ دیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں آزاد مئی ہندوستان تک
 جیتے اسلام بڑی حد تک جس میں پالیسی پر کار بند رہی وہ یہ تھی کہ اس ملک میں انگ سے کوئی تن نہیں اسلامی
 انقلاب نہیں کر سکتے البتہ ایک ہر ایک کے پارٹنر کی حیثیت سے برادرین وطن سے مل کر اگر وہ ملک کی آزادی

کی جدوجہد میں حصہ لینے میں تو فرود آزلدی کے بھٹنے بندوستان میں ان کو اس ٹکڑے میں اپنے
خدا ہی اختیار اللہ کے ساتھ باوقار زندگی گزارنے کا موقع ملے گا۔

مولانا مفتی کی قیادت میں جمعیت نے کانگریس کے جلسے کے طور پر بھی کام نہیں کیا جیسا کہ لوگ
اس کے بارے میں یہ سارے قائم کرتے رہے ہیں۔ ملک کے سیاسی ماحول میں تحریکوں سے تسلیم نہ کریں بلکہ یہ
ایک حقیقت ہے کہ جمعیت نے اپنے ساتویں سالانہ اجلاس (یتام کلئہ ۱۳۲۸ھ) میں مولانا سید سلیمان ندوی
کی صدارت میں آزادی کامل کی تجویز منظور کی تھی جس وجہ سے کانگریس نہرو رپورٹ کے اثر و رسوخ میں الٹی
ہوا تھی، جمعیت نے نہرو رپورٹ کو مسترد کر دیا تھا اور یہ بڑی ویٹویشن منظور کیا تھا۔

تھو کہ ہر ایمان وطن کے مخالفانہ طرز عمل سے منہ پھرتی کی طرح کوئی جگہ ہے اس لیے
مسلمان اپنی تنظیم کو کے اپنے لیے یہ ملک کو آزاد کرانے اور جو غیر مسلم حضرات اس بارے میں
آپنا دل کرنا چاہیں ان کے ساتھ ان کا دل کیا جانے یا مسلمانوں کو متفق نہ میں ہو چکی ہے۔
اس موقع پر جو نکات ملے یہ گئے تھے دو تینا جمعیت اسلام، کثیر الشیخ الاسلام حضرت مفتی کو سرگودھا میں
مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی تربیت اور دین کے یکسو سچ و جامع تصور سے غلط کو رہنمائی کرانے
کی سہی مبارک قرار دینے ہائیں گے، وہ نکات یہ تھے۔

(۱) مسلم قوم کو متحد اور متحدہ ہر حصوں سیاسی امور میں فرود خوئی کیا کریں

(۲) آزادی ہند کے فریضہ نمونہ کے وجود و اسباب کو نہایت فرود خوئی سے دریافت کریں اور لوگوں
کو سمجھائیں اور کچھ نہیں ہو سکی اشاعت کا طرح اس کو بھی ضروری نہیں، آزادی اور دیگر حقوق کے سلب
ہونے کی صورتوں اور مفاسد کی اشاعت نہایت بڑی حد تک سے کو کے مسلمان کو زندہ کریں۔

۱۳۲۸ھ کے نوری سالانہ اجلاس میں جو امور میں منعقد ہوئے جمعیت نے کانگریس کیسیوں کی ہاں ہاں
نہایت پر تھا ہر امور میں کیا اور مولانا کا فرسٹ میں شرکت کو کارہا حاصل قرار دیا۔ اس میں اجلاس میں جو
یتام کلئہ ۱۳۲۸ھ میں نہایت صدمت مولانا ابوالاسلام آزاد منعقد ہوا جمعیت نے مسلمانوں کی ہاں ہاں شائستگی
اور پرسنل کار کی مخالفت کا مطالبہ کیا۔ اور اپنے گیدہوں میں اس میں جمعیت نے ۱۳۲۸ھ میں کانگریس کی کارہا
تیسری تنظیم کو منظور کر دیا اور اس کے ساتھ دوسرا ہند کی تنظیم کیسے سے اختلاف کیا، کانگریس سے مطالبہ
کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کی حق تلفیوں کی مصلحتوں کے لیے کسی مقررہ کرے۔ جمعیت نے بندوستان کو منسکوت

کے قلم میں ڈھلنے پر بھی انہا پر افسوس کیا۔ ۱۹۳۰ء کے اجلاس میں جس کی صدارت خود حضرت شیخ الاسلام نے کی اور جس میں سلطان کا خطبہ صدارت کی جرأت تھی کوئی اور انہا پر میا کی وجہ سے انگریزی حکومت نے ضبط کر لیا، جمعیت نے ان لوگوں کی مذمت کی تو مسلم ہیڈس ور براوریوں کو روزی قزوق سے کراستانی وحدت کو پارہ پانا کہہ رہے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں لاہور میں جمعیت نے مولانا حسین احمد مدنی کی صدارت میں مسلمانوں کے اپیل کی کہ مختلف فرسائل پر ایک دوسرے کو سب و شتم نہ کریں اور باہمی تعاون کے نکل ایک دیوار کے مو جائیں، جمعیت نے یہ بھی، علان کیا کہ وہ اسلامی ممالک پر کسی اجنبی طاقت کا تسلط برداشت نہیں کرے گی اور ایسی آزادی کامل کے لیے جدوجہد کرتی ہے گی۔ اس میں مسلمانوں کے سماجی و تعلیمی مسائل پر بھی کچھ تجاویز منظور کی گئیں۔ سہارنپور کے اجلاس میں ۱۹۳۰ء میں شیخ الاسلام کی صدارت میں ہوا جمعیت العلماء نے مسلمانوں میں عسکری علم پیدا کرنے کے لیے انصار احمد رضا کاروں کو تقویت پہنچانے اور منظم کرنے کا فیصلہ کیا، اس کے علاوہ عظیم مساجد اور ائمہ مساجد کے ذریعے مسلمانوں میں اصلاحی لفظ عمل کی ترویج و اشاعت پر ضرور کیا گیا، مسلمانوں کو تعلیم کے فروغ اور گھر بلو سنتوں کی طرف توجہ دلائی گئی، کانگریسی فطرت کے کچھ لوگوں کی وارد کے سلسلے میں معاون پارسی کی مذمت کی گئی اور مسلمانوں کے لیے ایسی مذہبی، سیاسی اور تہذیبی آزادی کا مطالبہ کیا گیا تاکہ غیر مسلم اکثریت مسلمانوں پر ترقی نہ کر سکے۔ (سیاسی مطالعہ ص ۳۰)

ایک مخالف اور اس کا ازالہ | جمعیت العلماء ہند کے بارہ میں یہ پروپیگنڈہ ہوتا رہا کہ یہ کانگریس کی دلی جماعت ہے، حالانکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ کانگریس میں غالب

اکثریت ہندوؤں کی تھی، اس لیے بہت زیادہ آزادی ہند کا مطالبہ کیا اور دوسرے ان امور میں جن کا تعلق قربانی سے تھا بہت توجیج رہی۔

حضرت مدنی نے جب جمعیت العلماء ہند میں عملی طور پر شرکت فرمائی تو حضرت کی سیاسی سرگرمیوں کا اصل مرکز اور ایٹم فارم شروع سے آخر تک جمعیت علماء کی رہی، انھوں نے پارسی کے آقا کا موقع آیا تو حضرت نے کانگریس کے سرگرمیوں سے ابھریں اور بعض دوسری جماعتوں کے ٹیڈ و دیگر کام بھی سہے، ان کا سیاسی لہجہ اعلیٰ طور پر یہ ہے کہ جمعیت کے ممبر ہیں، بلکہ اپنی ابتدائی سیاسی زندگی کے وقت سے اس کی قیادت اور سرپرستی کے فرانس بھی انہا کہتے ہیں، ہر چند کہ علماء کرام کی یہ جماعت اپنے سیاسی نظریات کی بنا پر کانگریس سے کافی حد تک ہم آہنگ تھی مگر ان دنوں کے درمیان اختلاف رائے کے نکات بھی موجود تھے۔ ملک کی دوسری جماعتوں

مسلم لیگ، مخالفت کی بجائی آئی ہائیز وغیرہ کی مرمت کا کریا اور اس کے افراد پر قانونی بندوبستوں کا سہیلوں کی عمری، قبولیت سے، حکومت کے ساتھ شمولیت اور پیشگی کرستے تھے، وزارتیں بناتے تھے، ان کے سفر اور گولڈیز کانفرنسوں میں شرکت کرتے تھے، اور اس کے ساتھ دیگر غیر مسلموں کی ہائیزوں میں جا رہے تھے۔ ان غیر مسلموں کا نقشہ حضرت ابراہیم آبادی نے ہم سے پیش گزار میں کیا تھا۔

کامیاب کو بہت ہی مگر انام کے ساتھ

قوم کے غم میں ڈنر عاتقہ ہیں نکام کے ساتھ

اس کے برعکس جمہور علماء ان بے غرض، بے نفس اور بے خوف علماء کی جماعت تھی جنہوں نے زندگی کے سلسلے ہی میں دنیا کی سب راحتیں و آرام اور گھبراہٹ کے تمام پیش و پشت بے غرض سب کی جگہ رکھا۔ ان کی قربانیاں اور بھینٹیں بڑی عادت تھیں تھے۔ یہ جماعت برصغیر کے ساتھ ہر قسم کے تغافل کو ان کی کوسلوں کو ممبروں کو لوہان و کھوتوں کی لذتوں کو بلکہ فاضل و شہاد و حق وقت بھر قومی مفاد کے لئے تیار قرار دیتے تھے۔

جمیئر ملہ بند نہ ہونے جہت سے ۱۹۰۷ء میں متحدہ ہندو میں یہ تجویز کیا کہ ہندو کی کوسلوں کی کمی ہو جائے۔

ہندو کرانے اب تک جو ہندو جمہور کی جو قربانیاں دی تھیں اور جو جہاد کیا تھا ان میں سے اپنے ملک سے ہٹا دیا اور اس باب میں کسی کی تاہم یا تشدد کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ آزادوں کو اس کے بچے نکال کر کے ہاتھ دھو کر مقررہ اور جہاں بھی ضرورت ہوئی ان لوگوں نے کاغذ سے لے کر آتش تک ہندو پوسٹ کے مسئلہ پر ایک خدمت تک جمیئر ملہ، اسکا نگر میں اختلاف اور جوہت کے منہنی گفت اور سفر پوسٹ کے خلاف جہاد کیا۔ ۱۹۰۷ء میں ایک مسودہ قانون شہاد و ایکٹ کے عنوان سے پیش کیا گیا جس کے سوا باغی لاکھ کا نواح خوف قانون قرار دیا گیا، اس قانون کا مقصد ہندو عورتوں کی مخالفت تھا جن کی شہاد یا قیام پانچ برس کی عمر سے ہو جاتی تھی، یا پانچ برس کا شوہر ہو کسی بچہ کی میں داغ سلطنت جسے کرم ملت پر س کھنٹی کو جوہر کہہ جاتا تھا اور پھر اس بچی کو بہا کر لے کر زندگی ایک ہندو جوہر کے قانون کے تحت سے لے کر مذہبی پٹی تھی۔ ہندو عورت کے لیے یہ نئی غیر مسلم اسلامی شہادت تھی، اس لیے سے بہا داخل ہائی اور مخالفت ہوئی تھی، اس کاغذ میں سفاس کی صورت کی کر جمیئر ملہ نے پوری قوت کے ساتھ مخالفت کی اور اس کے خلاف جہاد سے اور مظاہر سے کہے۔ بعض مسودوں میں کاغذ کی بات سے لے کر مسلمانوں کے خلاف ہندو قیام جمیئر ملہ نے عمل میں لایا۔ ایسے حالات میں بنگلہ دیش کی اور کانگریس کے روئیہ پر اظہارِ رائے کیا گیا۔

برطانیہ کے ساتھ گنبد و سفید اور اصلاحات کے مراحل میں تھی جب جمعیت علماء نے آزادی کا نواں مطالبہ کیا اور یہ اعلان کیا کہ اگر ہندو مسلمانوں کے ساتھ برادری کا برتاؤ نہیں کر سکتا تو مسلمانوں کو اپنا راستہ خود تلاش کرنا چاہیے، ۱۹۲۶ء میں جمعیت نے اپنے اہل اہل کلمتہ میں یہ ریفرنڈم پیش کیا کہ
 ہر شخص کو برادری اور وطن کے خلاف دہلیز کھلنے سے معاشرت کی تبلیغ و پھیلنا ہرگز نہیں ہے،
 اس لیے مسلمان منظم ہو کر اپنے ملی ہونے پر ٹھک کو آزاد کر آئیں، البتہ جو غیر مسلم حضرات
 اس بارے میں اتحاد کلمتہ کو اپنا نہیں ان کے ساتھ اتحاد کلمتہ کیا جائے؟

جمعیت العلماء کی دینی خدمات
 تحریک خلافت کے لیے خاص اسلامی علماء مسلمانوں کی تحریک تھی مگر اس
 میں ہندوؤں نے پوری ہمت سے مقصد لیا اور جلیانوالہ آباد کے
 قاتلانہ حادثہ کا ہندو مسلمان دونوں ہی شکار ہوئے، اس کے بعد

استعماری پالیسیوں میں اتحاد اور یکجا گت کا منظر دیکھ کر انگریزوں کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر اس اتحاد کو باقی رہنے
 دیا گیا تو اس کی حکومت کے لیے بہت خطرناک ہوگا، چنانچہ سماجی شہد جانند نے شدید ملی تحریک شروع
 کر دی مگر کا مطلب مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا۔ جمعیت العلماء اگرچہ اتحاد کی حاکی تھی مگر مذہب سے زیادہ
 عزیز کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جمعیت العلماء ہند کا شعبہ تبلیغ میدان میں اترا اور اپنے تبلیغی وفدوں کی علاقوں
 میں بھیجنے کا نظام قائم کیا جو شدید ملی تحریک کے خاص میدان تھے اور ان علاقوں میں مذہبی مکتب اور
 مدارس قائم کرنے کا بھی خاص پروگرام بنایا جس کے لیے آریہ جیسی مالدار اور مہاراجہ یاہو دار قوم کے قائد میں
 سرمایہ کی ضرورت تھی۔ رنجن میں دارالعلوم دہلی ہند سے تعلق رکھنے والے فقیر حضرات نے اس سلسلہ میں
 مالی امداد ایک منصوبہ تیار کیا اور میرتہ العلماء ہند سے اپنا ایک وفد برتا بھیجنے کی درخواست کی۔ اس
 وقت دہلی ہندوستان ہی کا ایک صوبہ تھا۔ یہ وفد رنجن پہنچا، حضرت مولانا محمد حسین صاحب نے ان کے ہاتھ پر
 اور مولانا احمد سعید صاحب رنجن اس وقت جمعیت کے ناظم تھے، اس وفد کے ارکان تھے۔ مولانا سعید صاحب
 صاحب بروہم جی اس وفد کے ساتھ تھے، لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے وہ اہل رنجن ہی کی دعوت پر
 دارالعلوم دہلی ہند کے شعبہ تبلیغ کی طرف سے شریف لے گئے تھے۔ (شہد کی سنگٹھن کے مقابلہ میں
 دارالعلوم دہلی ہند کے شعبہ تبلیغ کی طرف سے بھی مستقل کام ہو رہا تھا)

بہر حال ان تینوں حضرات رنجن پہنچے، صوبہ برٹش کے اس وقت کے انگریز گورنر نے یا اس کی ہدایت

آزادی کے بعد جمعیۃ العلماء کی سرگرمیاں

تقسیم کے بعد جس طرح دوسری سیاسی جماعتوں نے ننگی ملامت کے مطابق اپنے اپنے پس منظر میں تبدیلی کر دی تھی اسی طرح جمعیۃ العلماء نے بھی اپنے لائحہ عمل میں تبدیلی کر دی تھی۔ حضرت مفتی صاحب نے مصلحتی اور مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا آیتوں پر پوری توجہ فرماتے رہتے تاکہ مسلمان اپنے کردار اور اعمال حسنہ کی برکت سے بھارت میں اسلام کا چراغ روشن رکھیں اور جس طرح حضرت غلامحسین الدین امیرؒ اور دیگر اولیاء کرام نے اپنے دینی و ممالیٰ مصروفیتوں سے اسلام کو بچایا ہے مسلمان بھی ان ہی کے پیروکار بن کر اسلام کی مزید اشاعت کریں۔

آپ نے جمعیۃ العلماء کے قیام کو ضروری سمجھا اور اپنی مہارت مبارک کے ان دس سالوں میں جمعیۃ العلماء کے زیر اہتمام پانچ سالانہ اجلاسوں میں بطور صدر جمعیۃ العلماء شرکت فرمائی اور بڑی مہارت و مصلحت اور ارشاد فرماتے وہ محفوظ ہیں یہاں ان کے اقتباسات درج کیے جاتے ہیں۔ بیچلا اجلاس منعقد ہوا تھا۔

بہشتی مئی ۱۹۲۷ء کو پہلی نشست کے خطبہ صلابت میں فرمایا۔

آزادی اور تقسیم کے بعد کے فسادات اور فتنے و فحاشی کے لیے میری حضرت نے برطانوی پولیسی ہی کو ذمہ دار ٹھہرایا، حضرت آج بھی اسی نظریہ اور نقطہ نظر پر قائم تھے کہ اپنے مفادات کی خاطر سامراجی ذہنی دونوں قوتوں میں فساد اور فترت جاری رکھنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا، حدود پاکستان اور لاہور میں کہہ لیے اصول اور نکات رکھے گئے کہ اعلانِ نصیحت ایک ہو، ناک خانہ جنگی کا امنی ٹیم میں گیا اور ہر فرقہ دوسرے کی تعداد کو زیادہ سے زیادہ کم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ مزید یہاں بوٹندی کمیشن جو کہ لاہور میں اور ذرائع مروجہ کے تصنیف کے لیے مقرر کیا گیا تھا بدستوری سے وہ ایسے کیسے کی تلاش میں کامیاب ہو گیا، جو کسی طرح مسلمانوں کے لیے استعمال کیجئے تھا۔ آپ نے یہ کلمت کی تقسیم کے بارے میں اس طرف اشارہ کیا ہے اس میں مسلمانوں کیلئے ناقابلِ اطمینان حدود مقرر کی گئیں اور یہ صرف اس لیے کیا گیا کہ مسلمان برطانیہ کے

ماینہا لطف میں رہنے پر مجبور ہوں۔ اس کی دلیل حضرتؑ کے یہ فرمائی کہ پنجاب خیمہ پولیس کے کمانڈر مسٹر جنرل (Mr. J. J. J.) نے برطانیہ کی خیمہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کو ۱۷ اگست ۱۹۴۶ء کی نوٹس میں پنجاب کلب لاہور سے ایک ٹیلیوگراف لکھا جو لندن کے اخبارات میں شائع ہوا اس میں گتوں نے لکھا تھا کہ امید یہی ہے کہ حد بندی کمیشن کے فیصلے سے مسلمانوں میں سب سے بڑی بے چارگی اور گمراہی ہو اور مسلمان برطانوی مخالف کے زمرہ میں رہنا پسند کریں گے۔ آپ نے مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ۔

”جس طرح یہ ضروری نہیں ہے کہ جو معاملہ پاکستان کے لیے مفید ہو وہ اٹھایا جائے وہی ہو بلکہ بسا اوقات پاکستان اور ہند کے مفاد میں تضاد پیدا ہو سکتا ہے اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو معاملہ پاکستانی مسلمانوں کے لیے مفید ہو وہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بھی مفید ہو بلکہ ممکن ہے کہ کوئی معاملہ پاکستانی مسلمانوں کے لیے مفید ہو مگر ہندوستانی مسلمانوں کے لیے تباہ کن ہو جو جب مفادات میں ایسا تضاد ہو جائے تو سوال یہ ہے کہ میں ہندوستانی مسلمانوں کے مفاد کا لحاظ رکھتا ہوں یا پاکستانی مسلمانوں کے مفاد کا؟ ظاہر ہے کہ ہم پاکستانی مسلمانوں کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی بلکہ وہ خود اپنے ذمہ دار ہیں۔ اگر ہندوستان کے تقریباً چار کروڑ مسلمانوں کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ہر صورت میں وہ مشکل اختیار کرنی چاہیے جو ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے مفید ہو۔ (شیخ الاسلام ۱۹۴۳ء)

اجلاس جمعیت علماء لکھنؤ کی صدارت ۱۹۴۹ء

تصحب اور فساد کا معاملہ دوسرے سو لوگوں کے مقابلے میں ٹی بی میں زیادہ نمایاں تھا۔ اس جمعیت علماء کا سو لوگوں اجلاس اسی سو پہ کی راجہ عاتق ٹی بی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت منعقد کیا گیا۔ اس میں حضرت سلمہ نے خطبہ صدارت ارشاد فرمایا وہ ہندوستانیوں اور خاص طور پر مسلمانوں کے لیے ایک قیمتی و تازہ ہے جس میں کچھ حدیثی گذشتہ سیاست پر بھی ہے اور مستقبل کا لائحہ عمل بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس بجز صرف اس غلبہ کی تلخیص ہی نقل کی جاتی ہے جس سے اصل کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

حضرت رحمت اللہ علیہ نے فرمایا۔

— تہ برطانیہ کی سیاست بازی کا مقصد ہے کہ ہندوستان کی دو بڑی قومیں آپس میں ہر دوسرے کو نہیں
 برطانیہ نے دو قومی نظریہ کی ایجاد اسی مقصد کے لیے کی تھی کہ ہندوستان کے گھونٹے گھونٹ کر دینے جائیں اور
 اسی نظریہ کے ذریعے لڑاکا کلی پہلے لڑے اور پھر پھینک دیا جائے، احمد آباد، الہ آباد اور پنجاب وغیرہ کی قومیں کو
 ظلم و ستم کے خون سے سنبھال کر تیسری کی بنیادوں کو مضبوط کیا گیا جس کے نتیجے میں اہمیت یہاں تک پہنچی کہ
 کانگریس جیسی قومی جماعت نے بھی تقسیم کو منظور کیا، عینہ علیا، محمد علی، جلالی جماعت ہے جس نے آئین
 تقسیم کی پوری طاقت کے ساتھ مخالفت کی، دو سال کی طویل جدت میں ملک کے ہر فرد اور ہر طبقے نے
 دیکھ لیا کہ تقسیم کے نتیجے میں لاکھوں ہندو مسلمان تباہ و برباد ہوئے اور مسلمانوں کے گھات آگے بڑھایا
 انساں بے وطن ہے، ہندوستان کا ہر حصہ، ہریانہ، اتر پردیش، ہریانہ، اتر پردیش اور ہریانہ کی عصمت و حریت کا
 دامن تڑپا کر دیا گیا۔ یہ واقعات دل و دماغ میں زخم بن کر بچ رہے ہیں مگر اس کے ساتھ میں اتنا
 اطمینان ضروری ہے کہ ہماری اہمیت تقسیم ہندوستان کے ملین سے پاک ہیں۔

اسی نظریہ کے آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

— آج ہر قوم کو اس کا حق ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوگا اور وہی قوم کو
 سکتی ہے کہ اس کے پاس اپنی تاریخ اور اپنا لاکھ عمل موجود نہ ہو، اسلام نے ہماری زندگی اور مستقبل کے
 لاکھ عمل کو ہمارے اپنے کردار ہندو جہاد اور عمل پر متوقف رکھا ہے، **بِإِذْنِ اللَّهِ لَا يَنْفَعُ مَا بَقِيَتْكُمْ**
حَتَّىٰ يَنْفَعُوا مَا بَقِيَٰ أَنْفُسِهِمْ **رِسْقًا أَوْ دَمًا** **وَإِنِّي عَزِيزٌ ذَلِيلٌ** **بِإِذْنِ اللَّهِ** **بِإِذْنِ اللَّهِ** **بِإِذْنِ اللَّهِ** **بِإِذْنِ اللَّهِ**
 (قبل منہ دنیا اور دنیا کی برائی حالت کسی قوم کی جوئی ہے، خلاص میں تبدیلی نہیں آتی، جب تک وہ خود
 اپنے عمل اور کردار میں تبدیلی نہ پیدا کرے۔)

ایسا ہی اندرونی زندگی میں بر مشکلات اٹھنا کامیاب نہیں آتی، میں ان کو لوگ خدا قسمت یا قدرت پر
 عمل کرتے ہیں، مگر قرآن حکیم میں کا ذکر وہ خود ہمارے ہی کردار اور اعمال کو گوارا دیتا ہے، حق تعالیٰ
 فرماتے ہیں **فَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُّسِيْبَةٍ فَمَا تُسِيْبُوا نَفْسَكُمْ كَيْفَ اللَّهُ يُؤْتِي مَا يَشَاءُ** **وَمَا يَشَاءُ لَيْسَ يُرَدُّ**
 آئی وہ ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا مستقبل ان کے اپنے کردار، وقت عمل، اخلاق، مصلحت اور دین سے متعلق ہے۔

موقوف ہے، اپنے ملک میں اپنا حصہ قوتِ عملِ محنت اور ترقی کی روز میں حصے کر حاصل کیے ہوئے
 ایک عسکری اور سیکولر ملک ہے۔ آپ کے پاس اہلیت اور قابلیت ہے تو یہاں آپ کے حقوق کوئی ضرب
 نہیں کر سکتا، لیکن اگر کوئی قوم اپنے حقوق اور حقوق کی ایک انگلی ہے تو اس کی ننگی سے ہوتی ہے۔ اس
 میں شک نہیں کہ مسلمانوں پر ظلم اور نا وقت آن پڑا ہے اور آئندہ اس سے ہی زیادہ بڑا ظلم کی حالات
 پیش آئیں گے مگر یہی ایک حقیقت ہے کہ آپ کی عظمت اور وقار کا راز حسنِ عمل، صلاح و کربانہ اور
 اعلیٰ کردار میں ہے۔ ملک کی تعمیر و ترقی میں مسلمانوں کا نام بے غیرتہ ہونا چاہیے اس کے لیے اللہ تعالیٰ
 نے صبر و آما اور تحمل علی اللہ کی ہدایت فرمائی ہے، صبر و صابروا و زلنا یتلووا و اذقوا اللہ
 لضعفکم تغلبتکم و درسنہ انہم من اعدائکم اور ان اللہ مع الصابورین (سورۃ البقرہ ۱۷۷)
 میں آپ کو ایک نیا ہی بات بتلائے، ہوں مار آپ میں عزم و محنت اور قوتِ عمل ہے تو دنیا
 کی ساری ترقیاں اور دائمی سعادت آپ کے اقدار میں ہے، لیکن گمراہی صفات آپ میں نہیں
 ہیں تو کوئی تدبیر آپ کو قوت نہیں پہنچا سکتی۔

صدرتِ لاجپور اس جمیہ علماء ہند مستقرہ حیدرآباد
 ۱۹۵۱ء
 ۱۹۵۱ء کے بائبل انری تین دنوں تک
 حیدرآباد وکن میں جمیہ علماء ہند ہول ساٹا جہاں
 مستقرہ تھا یہ ملک پاراست تھی جو گذشتہ سو سو سو برسوں سے علماء، فضلاء، محققین، معتمدین، شعراء
 اور اہل ادب سے اصحابِ علوم و فنون کی نامہ جگہ تھی۔ شمالی ہند کے چھوٹے بڑے عالمی و عالمی، مشہور گناہ
 کہتے ہی اصحابِ علوم و فنون دن رات اس ملک اور شہر میں داخل ہوتے اور اس کی کمر بستگی اور فراخ نگاہی سے
 لہذا یہ مستفید ہوتے تھے اور اس سے بہت سے ایسے نئے نئے تھے تو خصوصاً بہت دور اپنے
 پاس کامی تھا مگر حیدرآباد کی دولت سے ڈالا، پر وہ میر، علامہ اور مولانا کے بلند و شہور و صاحبِ کتب تھے
 اور ان ایسے ہی تھے کہ انے تو کچھ بھی نہ تھے اور یہ تو سب کچھ ہوتے، مگر کچھ بنانا اور ترقی دینا ایسے ہی
 تھے جنہیں اللہ نے توکل و تداوت اور تعلیمی کی دولت سے ملامت کیا تھا، جنہوں نے اپنا زندگی میں سماوی
 پسے کی طرف ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی، حضرت مولانا محمد علی بن کا ایک قدم جیل میں کوسا رہی
 میں ساکتا تھا اور جنہوں نے ہندوستان کے چھپتے چھپتے اور کونے کونے کا دورہ کیا تھا اپنی بچپن برس
 کی عمر تک ہی حیدرآباد نہیں گئے تھے مگر ہندوستان کے پولیس آفیسر اور قتل و غارت کے بعد وہ ملی بدلتے

کا کھرو میں شرم کے لیے جیٹا پلو تشریح کے گئے آپ نے فرمایا۔

”تقریباً ۱۹ سال پہلے کوکٹوا ہلے تھے تو میں نے عرض کیا کہ یہاں کوکٹوا
میں ملا تھا مگر اس کو تیس دن کے بعد ہی لے کر آیا گیا۔ عرض کیا کہ اس کے بیان سے
میری پہلی مرضی ہے۔ لیکن اس غیر ماہری کے باوجود ایک خاص تعلق آپ طہارت سے
بھیغ رہا ہے“

اب اس کے ظہور میں حضرت نے جیٹا پلو اور علم کرام کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے
اس وقت کے اہم موضوعات ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعلق اور دونوں کے درمیان فرسوں اور
کی خصوصیت پر زور دیا اور فرمایا۔

”جس طرح ہندوستان کا دنیا کی سیاست میں ایک مقابلہ ہے اسی طرح پاکستان بھی
ہمیں ان کو اسی سیاست کا ایک مستقل پوزیشن قرار دیا جا چکا ہے اب گذشتہ قصبہ ہائے پارٹ
کو تو ہرگز منسلک نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر ایک حکم کافی ہے
جس سے اور صرف ہندوستان بلکہ ہندوستان کی اصطلاحوں کا تقاضا ہے کہ دونوں
ملکوں کے تعلقات خوشگوار ہوں، آئیں میں ایک دوسرے پر پورا اترے اور آپس کے
تعلیموں کو نفاہت کے ذریعہ کرنا، دونوں ملکوں کے تمام ایک دوسرے کے
قرب ہوں، ان کے تجارتی اور اقتصادی تعلقات زیادہ سے زیادہ بہتر ہوں
تو صرف کے ساتھ گئے رہیں اور جو چیزیں اور شکر نہیں برداشت کی جا سکتی ہیں ان
کو قبول کرنا اور دوستی کے لئے دونوں جگہ گانے جائیں“

حکومت کی طرف سے جیٹا آباد میں پولیس اسٹیشن کے نام پر جو علم انڈیا تیلی گرافس ان کے
اعوانی، رہنمائی، معاشرتی، سماجی اور تمدنی زندگی تیار و برپا کی گئی اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے
وہاں کے تمام کو نفاہت کرتے ہوئے فرمایا۔

”یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ہتھیار و شمشیر اور پشیموں کا جو نام ہے انھوں نے
سے حیدرآباد کے مسلمانوں کو ہتھیار و شمشیر لایا ہے۔ میں ان کا ہتھیار و شمشیر
و نام برہم ہو گیا ہے لیکن جو صاحب آپ کی زندگی میں آئی ہیں ان کے ہیں آپ کی

پوری تاریخ مشکلات کی نہ ٹھٹھنے والی ایک زنجیر ہے، آپ نے ہمیشہ مناسب و مسائل کا مراد و فارماتھا بلکہ کیا ہے اور ہمیشہ ہی استقلال، استقامت اور حسن اخلاق کے ذریعہ مشکلات کو آسان بناتے رہے ہیں۔

ایک مسلمان کا پہلا فرض ہے کہ اپنی انفرادی اور جماعتی زندگی کا نصاب تعمیر کرے اور آپ سے ہر لمحہ پیش نظر رکھے، یہ نصاب عین قرآن پاک کے متعین کرنا ہے۔
 کَتُمُ عَذَابًا قَبِيًّا فَهَوِّنْهُ لَنَا هِيَ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
 رِزْقِ اللَّهِ إِنَّ أَسْرَعَ الْحِسَابِ
 جو اس آیت میں جو انسانوں کے نفع کے لیے پیدا کی گئی ہے تم بھی بات کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت کی بخت کا اہم مقصد اور نصاب عین یہ ہے کہ تمام نسل انسانی کو اس سے نفع اور فہم پہنچے، جس طرح آپ کو میرا آفتہ ہونے کی سعادت حاصل ہے، اسی طرح آپ کو خوشی بھی حاصل ہے کہ آپ ذات پاک رؤف و رحیم سے وابستہ ہیں جس کو دنیا میں اس لیے مبعوث کیا گیا کہ ہر ایک انسان کی رحمت نازل ہو،
 وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَحْمَةٍ إِلَّا لِنُقَلِّبُ الْأُمُورَ
 سارے عالم کے لیے باعین فیہ و برکت تھی ماسی طرح ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سارے عالم کے لیے اچھا صبر و راست و الطینان ہو مسلمان کی ذات اور اس کی خدمت صرف اس کی ذات اخلاقیان قہید اور گروہ تک محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ تمام عالم انبی کو ایک ماں باپ کی اولاد، ایک خالق کی مخلوق اور ایک اللہ کے بندے سمجھنے کے ساتھ اور غیر اہی کے جذبات عام کہہ گا اور بنی نوح انسانی کی فلاح و بہبود اس دُنیا کا ہوگا۔ خصوصاً کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَعَلَّ يَخْلُقَ الْإِنْسَانَ مِنْ أَحْسَنِ الْأَعْيُنِ
 اللہ نے انسان کو سب سے زیادہ محبوب و رحیم سے جو اس کے دل و خیال پر ایمان کرے اور خدمت کرے۔
 مَشْكُورًا لِمَا رَزَقْنَاهُ مِنْ حَيْثُ دَرَسَ مِنْ حَيْثُ دَرَسَ
 اے اللہ! تم نے صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب و رحیم سے جو اس کے دل و خیال پر

صدارت سالانہ اجلاس جمعیتہ علماء ہند بمقام کلکتہ (۱۱ فروری ۱۹۵۵ء)

آزادی کے بعد ہندوستان کو تقسیم ہوئے اور پاکستان بننے کے ساتھ ساتھ برس گزر چکے تھے حضرت
 جرحہ احمد علی کی پوری کوشش تھی کہ مسلمانوں کے لیے جو مسائل اور مشکل مسائل کسی طرح حل ہو جائیں اور ان
 کے لیے کوئی مستقل ناکہ عمل متعارف ہو جائے۔ جمعیتہ علماء کے سالانہ جلسوں میں تمام ہندوستان کے نامور علمائے
 کو مل بیٹھ کر گفتگو کرنے اور مشورے کرنے کا موقع ملتا تھا۔ اس سال کلکتہ میں اجلاس کا مقصد یہ تھا کہ
 ہندوستانی مسلمانوں کے معاملات کے ساتھ وہاں کے خصوصی مسائل میں زیر بحث آئیں اور ان پر توجہ
 دی جاسکے اس اجلاس کے خطبہ صدارت میں حضرت مولانا نے اپنی بتائی گئی بات کے بعد فرمایا کہ:-

آج مسائل اور مشکلات پر بہت کافی غما اور بولا جا سکتا ہے مگر ضروری ہے کہ
 گونہ گردید بیان کو کے باتوں سے زیادہ عمل کے دائرے کو وسیع کیا جائے۔
 کلکتہ کا واقعہ ملک کے لیے ایک انقلاب تھا اور اس اقتدار سے کیا انقلاب تھا کہ
 بیچو تو ہمیں اور بیکاری ملے تو انقلاب کا عام نشانہ ہوتے ہیں وہ بالکل محفوظ اور ماحول سے اہل
 ہائی و مانی تباہیاں ان کو ڈولیں عوام کو براہ راست رہنی پڑیں جن کا اگر اس انقلاب سے واسطہ تھا ہی تو
 بہت دور کا تھا۔ اس انقلاب میں ہندو پاک کے لاکھوں کروڑوں عوام کو کسی طرح جانی مالی اور عزت و
 آبرو کی تباہی کا خطرہ نہ پڑا اور تاریخ انسانیت کا دردناک حادثہ ہے، مسلمان اس سے محفوظ نہیں
 رہ سکتے تھے چنانچہ انقلاب نے ان کے جماعتی انقلاب پر کاری ضرب لگائی اور ہندوستان کے
 مسلمانوں کا فیروز منتشر ہو کر رہ گیا۔

مسلمانوں کے لیے خاص طور پر انتہائی ضروری ہے کہ ان کے ہر ایک طرف دنیاوی تعلیم
 حاصل کر کے وطن کے بہترین شہری ثابت ہوں اور ان کی طرف سے اسلامی تعلیم پا کر توحید کے علمبردار خدا کے
 پیچھے ہٹنا اور بندگان خدا کے تئیں خدمت گزار بنیں۔

جمعیتہ علماء ہند کا ایک عظیم الشان اجتماع گذشتہ ماہ بمبئی میں دیکھنے کے لیے منعقد ہوا
 وہی یہی کوشش کے عنوان سے منعقد ہوا، اس میں ہر ایک خیال کے مقتدی اور صاحب اثر علماء و
 افسانہ ایک ہونے اور ایک مرکزی ہونے کی تشکیل عمل میں آئی، اس اجتماع کا ڈٹن اور امید افزا ہوا ہے

تمام کتاب خیال کے مسلمان میدان کو زیرِ مباحثہ میں تمام جلسے کے لیے ہم آہنگ ہیں یہ بڑی بڑی بات
 حال ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ پاس آپ کا تعلق کسی بھی مکتب خیال سے ہو مگر جس قسم کے اختلاف
 سے جناب کرتے ہوئے وحدت کلمہ کی اس ماسی وجود میں تعلیم کے فوٹوشن بیٹھنے کے نام کہ ہے زیادہ
 سے زیادہ مضبوط و مستحکم بنائیں۔

بیاد کی مذہبی تعلیم اور مہارت فراہمی

کے لیے یہی طرح ان مہارتوں کی ادائیگی ضروری قرار دی ہے، اسی طرح اہل دہلیاں کی تربیت جو بڑی بہت
 کا ذریعہ جس کے ذاتی فریضہ قرار دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مشہور ارشاد لا کلم
 داع و کلام مسئول عن رعیتہ تک ہر سرگت کو اس کے لواحقین کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔
 اگر ہمارا ہر ایک گھر تعلیم کا اقدار تربیت گاہ بن سکے تو ہم ایک بہت بڑی تربیت گاہ ہوتی
 ہی پائیے، امر مساجد کا تکفل آپ کریں اور ممالک کی تعلیم و تربیت کا ذمہ داری اس پر رکھی گئی تو یہ
 سہل و آسان نظام مساجد میں تربیت کی مشکلات حل کر سکتا ہے۔

ہمیں اپنے پڑوسیوں مسلمانوں کے ساتھ اس کا حال پورے ہندوستان میں پھیلا دینا چاہیے
 مگر مغلذمت کا تقاضا ہے کہ رہتی تعلیم کے ساتھ ذہنی تعلیم میں وہ صلاحیتوں اور نوزائول
 میں پیدا کریں کہ ترقی کی دولتوں وہ اپنے ہم وطنوں سے پیچھے نہ رہیں۔

سرکاری مغلذمتیں اور مسلمان انتہائی مشکلات میں آ رہی ہیں ایک طرف تو ہم حکومت کو توجہ
 دلا رہے ہیں کہ دستور میں اقلیتوں کے حقوق رکھے گئے ہیں ان کو پورا کیا جائے، قومی حکومت کے
 سیکورٹیا کو بڑھنے کے دلایا جائے۔

دوسری طرف مسلمانوں کو اس جانب توجہ کرتے ہیں کہ سب سے مستحکم کا دامن ہاتھ سے
 چھوڑیں اور مغلذمتوں کی طرف سے نکلنے پر ہمارے تجارت، صنعت و حرفت کے میدانوں میں سبقت
 سے جانے کی کوشش کریں کسی قوم کی ترقی کا اور مغلذمتوں پر نہیں بلکہ تجارت اور صنعت و
 حرفت پر ہے۔

اردو زبان | اردو زبان کسی فرقہ یا طبقہ کی زبان نہیں ہے بلکہ لاکھوں کروڑوں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں کی زبان ہے جیسا کہ انجمن ترقی اردو ہند کی دستخطی جمعہ سے ثابت ہوا ہے۔ جمیٹہ گلاد ہند انجمن کی اس جذبہ جہد کی حمایت کرتی رہی ہے اور آج بھی اس کی تائید کرتی ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ اردو کو جلعاد جلعاد میں جلعاد میں سرکاری زبان کا درجہ دے کر انصاف لاتی اور کرے۔

آخر میں مغربی جنگل اور گلوتہ کے ان ہزاروں خاندانوں سے ہمدردی کرنا | آج کل کے ہونے والے خاندان | ان میں اپنا فرض سمجھتا ہوں جو مشن کے ہنگاموں میں خاندان دیران ہوتے۔ کسی حکومت کے لیے اس سے زیادہ شرم کی بات اور کیل ہے کہ باشندگان ملک کی بڑی تعداد پر سول بے خانمان رہے یہ درست ہے کہ جو بے خانمان پاکستان سے مغربی جنگل کسٹان کو خود رآ پاکرنا چاہتے تھے اس طرح نہیں کہ خود مغربی جنگل کے مسلمان اپنے ہی وطن میں خانمان رہا نہیں اور اپنے مکانات میں آباد نہ رہ سکیں۔

حضرت مدنی کی حیات طیبہ میں آنری جلیہ جمعیتہ اعلیٰ، منتقدہ برحقہ شہر سورت صورتہ حجرات کا
خطبہ صدارت

۱۶ سے ۲۹ ستمبر ۱۹۵۹ء تک تین دن شہر سورت میں جمعیتہ علم ہند کا ایسواں سالانہ اجلاس ہوا۔ صدارت حضرت صدر رحمۃ اللہ علیہ کی ہوئی اور یہ اس عالم کوین میں حضرت کی آنری صدارت تھی۔ وقت اور عمر کا تقاضا بھی تھا اور لوگوں کا خیال بھی تھا کہ دیکھئے آئندہ اس عالم تاب روشنی کے اجلاس میں کوئی اجتماع نصیب ہوتا ہے یا نہیں، چنانچہ ہندوستان کے گوشے گوشے سے ہزاروں ہزار لاکھوں مریدین، محققین، بچپن اور معززین ٹوٹ پڑے تھے۔ سورت کا چھوٹا سا شہر تین چار دن کے لیے ہندوستان کے مرکزی شہر کا مقابلہ کرنے لگا تھا اس اجلاس میں حضرت نے اپنے آنری جلیہ صدارت میں ارشاد فرمایا کہ:-

”شان و شوکت، زیبائش و نمائش اور انجمن آرائی کسی زندہ قوم اور فعال جماعت کے نمایان شان نہیں ہو سکتی، اسلام ہر قول کے لیے فعل کا مقابلہ کرتا ہے۔ گنہ منقشا جگہ کا دلوان قنقوگنا

مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ، وَالصَّفَاتُ)

ہم اس ملک میں باعزت بن کر رہیں یا پست و ذلیل بن کر رہیں، یہ جملے فکر و فرسٹ، بیدار مغزی اور
 کردار پر موقوف ہے۔ اگر ہم مسلسل کوشش اور جدوجہد میں کوتاہی کریں گے تو یہ مانگی کو ٹان نہیں سکتے۔
 اگر ملکی مقصود ہے تو اگر انتظام بردہ کی ہمدردی اور جدوجہد کریں گے، دنیاوی امور ہوں یا دینی مقاصد ہوں تو خدا
 کا تانوں یہ ہے کہ لَيْسَ بِالْإِنْسَانِ إِلَّا مَاتَسْبِي (سورۃ النجم ۷۷) انسان کو صرف وہی ملتا ہے جس کیلئے
 وہ کوشش کوئے اللہ و رب العالمین کا انسان اور کوشش ہے کہ اس نے انسان کو اسٹیج تو یہاں تک پہنچا
 فرمایا اور اس کی عظمت کا جھنڈا لہرا کر نقد گذرنا (خدا اللہ) کی سند عطا کی۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ
 عطا کردار اور عمل صالح سے اس جھنڈے کو سر بلند کھیں۔

عقلمند ہندوستان کا کردار

حیثیت عقلمند ہندی کی پچاس سالہ تاریخ شاہد ہے کہ اس کی حرمت اور
 ہونے اور اس نے ہمیشہ ہمہ گیر اور انسانی تہ نواز مقاصد کو پیش نظر رکھا۔ وہ سینکڑوں ہزاروں عقلمندوں
 نے دارالہند کی عاشقانہ سہما تہ و بندگی کی سنت کو سنبھالا رکھا، ان کے عاشقانہ خیال میں کبھی اتنا دور
 اور مادی دولت و ثروت کا تعقیب نہیں آیا، انہوں نے صرف ہندوستان اور بیرون ہند کے کرداروں
 غلطیوں اور غلامی کی زنجیروں میں بگڑنے پر مے انسانوں کے لیے قربانیاں دیں جنہوں نے اللہ علیہ وسلم نے
 لہرایا ہے کہ یہ ساری مخلوق اللہ کی عیال اور گنہگار ہے، جس کو اللہ سے محبت ہوگی وہ اس کی مخلوق سے محبت کے
 گا، جو عشق مولانا میں مہر شاموگا وہ اپنی زندگی اس کی مخلوق کے لیے وقف کرے گا۔ حدیث شریف کا ارشاد ہے
 الخلق عیال اللہ ان احب الخلق للہ من
 احسن فی عیالہ۔ (مشکوٰۃ ۱)

دوسری حدیث یہ ہے۔

الارضون یرحمہم الرحمن لادوا عمل من فی
 الارض یرحمہم علی من فی السموات۔ (صحیح)

حکم کرنے والوں پر اللہ رحم کرے گا اور زمین والوں
 پر رحم کرے گا جو ان کے اعمال سے رحم کریں گے۔

اسلام کا استقبال روشن ہے کیونکہ اسلام کسی قوم کا گنہگار نہیں ہے وہ ہمہ گیر اصول کا ہے جس کو دنیا
 غیر شعوری طور پر اختیار کرتی جاتی ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اگر اسلام کا استقبال روشن ہے تو اس کے

راہ میں سات سو خاندان اس کے ہاتھ پر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔

خود آپ کے صوبہ گجرات میں لوہی صدی ہجری کے شروع سے دسویں صدی ہجری کے آخر تک دو سو برس اولوالعزم مسلمان بادشاہ حکومت کرتے رہے اُن کی نیک نفسی، حکمرانی عدل و انصاف اور داد و دیکش تاریخ کی ثابت شدہ حقیقت ہے مگر پھر بھی یہ شاہان گجرات اسلام کے داعی اور مبلغ نہیں تھے بلکہ نبرہ والہ کے مشائخ کبار مثلاً شیخ مسام الدین عثمان بن داؤد قسطنطنیہ (متوفی ۷۳۶ھ) شیخ یعقوب بن مولانا خواجی (متوفی ۷۹۶ھ) قاضی علم الدین شاہی (متوفی ۸۶۶ھ) احمد آباد کے قطب طریقت شیخ بخش بیلیچ احمد کبوسو (۸۳۶ھ) سید بران الدین عبدالعزیز محمد دم بھانیاں (۸۵۵ھ) شیخ کبیر الدین ناگوری (۸۵۶ھ) مولانا محمد علی ظاہر شیخ محمد عرفان گوہری، بھروچ کے سید کمال الدین قزوینی (۸۹۱ھ) بنوودہ کے سید یحییٰ بن علی ترمذی (۸۹۶ھ) بنو سادی کے شیخ نصیر بن جمال (۹۵۱ھ) راندر کے شیخ نور الدین محمد بن علی سوسٹ کے سید محمد بن عبدالعزیز حسینی (۱۰۳۶ھ) وغیرہ ہم اشد و قدس انہما سرگرم جیسے علمہ و مشائخ کے مقدس چراغ دانوں سے طبع اسلام کی کرنیں بچھوئیں۔

مختصر یہ کہ اسلام اقتدار، حکومت اور طاقت سے نہیں علمہ اعلیٰ کردار اور بہترین اخلاق سے

پیدا ہوتا ہے۔

سب سے پہلے اپنی اصلاح اپنے قبیلہ اور خاندان کی اصلاح، بہ قول اور نوجوانوں کی اخلاقی تربیت، احکام شریعت کی پابندی، دین کی اطاعت کیجئے پھر پڑوسیوں اور اہل شہر کے حقوق کی حفاظت کیجئے، خدمت حق کے راستے اختیار کیجئے، سب وطن کے فرائض انجام دیجئے۔ یہی آپ کے انفرادی اور اجتماعی مستقبل کی ضمانتیں اور کامیابی کی راہیں ہیں۔

دیہی تعلیمی تربیتی مرکز
 آپہں سالہ مہنتی میں دیہی تعلیمی کنونشن منعقد کیا گیا تھا اس کے نتیجے میں دیہی تعلیمی بورڈ قائم کیا گیا۔ جمیع علمہ بندہ سے اسی ماہ میں لاہور کی دیہی تاریخ میں دیہی تعلیمی بورڈ کی مشہور تاریخی مسجد زینت النساء حضرت گناہ مسجد میں ایک دیہی تعلیمی مرکز قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ایسے نام تیار کیے جائیں جو شہروں، قصبات اور دیہات، بالخصوص پسماندہ دیہات میں بچوں کو مسجد و وقت میں دیہی تعلیم دے سکیں، اُن کی دیہی تربیت کر سکیں اور بڑوں میں بھی دیہی ماحول اور زندگی و شوق پیدا کر سکیں۔

پیشوایان مذاہب کا احترام | انسانی شرافت، سچائی اور غلط پرستی وغیرہ ایسے اوصاف و خصائل ہیں جن کی قدر بلا لحاظ فرقہ و مذہب ہر انصاف پسند کو کرنی چاہیے

وہ بزرگوار حضرات جنہوں نے ان اوصاف و صفات حمیدہ کی تعلیم دی ہے یقیناً قابل قدر اور واجب التحق ہیں ان کی تعلیم و حکیم لازم اور تو این پوری انسانیت اور انسانی شرافت پر عظیم تعلیم ہے۔

مسلمان تو تمام بزرگوار انسانوں کے احترام کو جزو ایمان سمجھتے ہیں جب اس ذات اقدس کے بارے میں جس نے تمام پاکبازوں کی مخالفت ناموس کا درس دیا ہے گستاخانہ حرکتیں دیکھتے ہیں تو ان کا احساس شدید ہوتا ہے اور روح فرسا اضطراب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالیہ واقعہ میں جس طرح فرقہ پرستوں نے چہرہ بستیوں سے کام لیا ہے اور سر پی امدھی پر دیش میں شدید سے شدید تہ جانی مالی نقصان کا نچایا ہے یہ ایک ناقابل برداشت وحشت و بربریت ہے۔

اس موقع پر میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ملک کے وزیر اعظم پنڈت نہرو کو مبارکباد پیش کروں گا انہوں نے اس نفرت انگیز ماحول کے خلاف فوری قدم اٹھایا اور دل کی مشہور تاریخی تقریر کے ذریعے فرقہ پرستوں کے مذموم عزائم کا خاتمہ کیا۔

ہمارا فرض | واضحان قانون کا فرض ہے کہ وہ ایسا قانون پاس کریں جس سے فرقہ پرستی اور تعصب کا خاتمہ ہو مگر صرف قانون ہی کافی نہیں ہے، قانون سزا تو دے سکتا ہے مگر جرم کی جہاں

نعم نہیں کر سکتا۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم قوم کی اصلاح اور تربیت کریں۔ اس کام کے لیے مختلف زبانوں میں ایسا لٹریچر تیار کرنے کی ضرورت ہے جو نوری انسان کی فلاح و بہبود کے مقاصد ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دے اور فلاح و ارشاد کا مقدس فریضہ انجام دے۔

موجودہ عمومی رجحانوں میں سنی ائمہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اس کا مخاطب پوری نوری انسانیت کو گردانا گیا ہے۔

ایک قابل تو جہر پہلو | تاریخ جغرافیہ اور بہت پر مشتمل مضامین جو پرائمری تعلیم کے لازمی اجزاء ہیں ان کو ریجیکورازم بننے کے ساتھ مرتب کیا جانا چاہیے، اگرچہ ایک خاص فرقہ کے پیشوا

یا دھروں اور معاشرہ کا تذکرہ ان کتابوں میں آتا ہے مگر مسلمان پارس اور عیسائیوں کے پیشواؤں اور تبرک یا دھروں کا تذکرہ ان میں نہیں آتا ہے، یہ ایک طرفہ رجحان فرقہ وارانہ شکل اختیار کر لیتا ہے، اس قابل کو دور

کرنے کیلئے حکومت اور مختلف ادارہ اپنے نشر و اشاعت و تعلیمی انجمنوں کو پوری توجہ دینی ضروری ہے۔
اقتصادی مسائل | پورے ملک میں لاکھوں گھریلو اور اونچے تعلیمی ادارے لگنے کے لیے پریشان ہیں۔
 اس مسئلہ کا پالیسی کا مسلمان خاص طور پر شکار ہیں۔ تقریروں اور رپورٹوں میں ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔
 مسلمانوں کی مجموعی کا اہل ثروت ہیں۔

میں استہجابی ذہنیت کا عالمی نہیں ہوں نہ موجودہ حالات میں استہجاب کو کھلیا جا سکتا ہوں، البتہ
 عملی تدبیریں اختیار کرنے میں کھلیا جانی لازمی ہے۔

مسلمان آج بھی صنعت و حرفت اور گھریلو صنعتوں میں غیر معمولی اکثریت رکھتا ہے، اگر وہ کھدواری
 دیوار سازی، بلڈنگ، مکانی اور مختلف کے ساتھ ترقیاتی اسکیموں میں حصے تو نہ صرف ہے کہ اپنے ذہنوں پر ہم
 کا بلکہ ملک کی تعمیر و ترقی میں بھی قابل فخر حصہ لے سکے گا۔

ایکشنوں میں مسلمانوں کا حصہ | آزاد ہونے بعد ہندوستان میں انتخاب کیلئے حکومت کے متعلق اہل فہم
 کا اہم ہے، اس فیصلے کے صادر کرنے میں علم اقلیت کو یک ماہ
 مذاق اور خاص اہمیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے مذاق کو پہچانیں اور حسب ذہن عملی اساس
 اور ہیڈ لائنز کا پورا زخموت دیں۔ اس معاملے میں حکومت اور ملک کی تمام جماعتوں کا فرض ہے کہ
 ہر اقلیت کے مقام اور حیثیت کو تسلیم کرنے کا اہل ثروت دیں۔

جو لوگ ملت اور بلاد اللہ محترم! میں آپ کا کافی وقت لے چکا ہوں اور کوشش کے باوجود
 دامن کلام کسی قدر طویل ہو گیا ہے۔ اس میں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے، ہماری
 نیتوں میں اصلاح عطا فرمائے اور ہمیں ملک و ملت کی نصرت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے اور
 ہم ناکدوں کو لپٹنے والی ہڈیوں میں شمار فرمائے جن کے متعلق اس کا بختہ وعدہ ہے، **وَيَنْصُرْ لَكُمْ**
اللَّهُ تَقْوَىٰ صَاطِرًا (نورۃ الاحیاء)۔ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت سے فرمائے جو
 اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے یا دہے بیشک اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور اور غالب ہے۔



جمیعتہ العلماء ہند کا تقسیم سے پہلے آخری اجلاس

اور اس کے آنکھوں دیکھا حال

منعقدہ ۲۲ مارچ سے ۳۰ اپریل ۱۹۴۲ء مطابق ۲۰ تا ۲۲ مارچ ۱۹۴۲ء

اور تہ چورنگی محلہ میں منعقد ہوئے

جمیعتہ العلماء ہند کا آخری اجلاس لاہور میں ہونا قرار پایا، اس وقت پنجاب میں سرکنڈریات کی وزارت تھی، اختر اس اجلاس سے چند روز پہلے ملا معلوم دیو ہند حضرت مدنی کی کنش ہوئی کے لیے حاضر ہوا تھا، نماز ظہر کے بعد خانقاہ مدنی کے بڑے کمرے میں حضرت مہاتوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ باہر تاگمرا کر گامی سے مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی آکر کہ اندر تشریف لائے، آپ لاہور جمیعتہ کے اس جلسے کے انعقاد کے لیے تشریف لے گئے تھے اور پنجاب کے کمرے سے واپس تشریف لے گئے تھے، آتے ہی ٹیک ٹیک کے بعد حضرت مدنی نے اجلاس کے بارے میں پوچھا تھا آپ نے عرض کیا کہ کنڈریات وزارت نہیں دیتا، حضرت نے نعمت الاماں کا اظہار فرمایا، چنانچہ مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی کے ساتھ یہی اسی وقت لاہور واپس ہوئے اور حالات کی مخالفت کے اور جو علماء کرام سے مشورہ کے بعد اجلاس کے انعقاد کا فیصلہ کر دیا جس کے انعقاد میں مولانا سید محمد طارق وغیر ذی ذمہ اشد علیہ نے کافی حصہ لیا چنانچہ مؤرخہ ۱۹ مارچ ۱۹۴۲ء کو لاہور تشریف لائے اور تمام جلسہ شریزور میں قیام فرمایا، بعد کاٹھنہ عربی اور تشریف مدنی نے پھائی مگر تقریریں فرمائی، لاپس جمعہ کے بعد جلوس بڑی شان سے جس گاہ پہنچا اور ابتدائی کاروائی کے بعد نماز عشاء تک جلسہ منقوی کر دیا گیا، چنانچہ نماز عشاء کے بعد کاروائی منسوخ ہوئی تو حکومت نے جیل کاٹ ڈی، جلسوں کا انتظام کیا گیا اور لاہور سپیک کے لیے پیشی لگائی گئی، عدت کو آگ کے بعد حضرت مدنی کے نجی صحبت شروع فرمایا، بعد مل سارا کچھ کچھ ہوا تھا، شیک بہ مدد کو انھوں نے خیر الرحمن اور مولانا فتح گل مومین شیک کی کوئی فرما رہے تھے، جلسہ کی پہلی صبح میں جن شریعت بیٹے ہوئے تھے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی راتہ اشد علیہ نے

جمیۃ علماء ہند کی جدوجہد آزادی | آپ کو تاریخ کے صفحات دیکھنے یا مخصوص علماء ہند کے بارے میں
 دیکھنے سے ہتھ میل جلتے گا کہ علماء ہند نے جو شہسختی کا مقصد
 کی تکمیل کے لیے کوشش کی سہ ماہی "خفاخار ماضی" کتاب میں اپنی جدوجہد کے سلسلے میں سے
 چند طریقے ہی دکھائے گئے ہیں، مگر اسے بدستی کو باوجود انتہائی جدوجہد کے بھاری بھاری
 اصل مقصد اسلامی حکومت کا قیام حاصل نہ ہو سکا تب موجودہ احوال اور گزشتہ پیش کی احوال کا
 سے جو کہ داخل اور خارجی ہے صدیوں کے شماروں میں ضروری معلوم ہوا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو اختیار کیا ہے
 اور ہندوستان کی آزادی کی خاطر کہ جدوجہد میں حصہ لیا جائے۔ انھوں نے اہلیتوں کو اختیار کیا ہے
 اصول ہے اور ہندوستان میں اصول پر رہا ہے اور اگرچہ خیر کے جدوجہد سے حاصل ہونے والی آزادی کا نظام
 اسلامی نہ کہہ سکتے کی سبب بہت سی مشکلات اور سخت موانع کے رعب اور جلنے سے سختی نصیب
 کے لیے راستہ کھل جائے گا۔ (صفحہ ۶۲، ۶۳)

لاہور ترقی یافتہ اور بڑے طبقے کے لوگوں میں آپ نے جو مخصوص بات ارشاد فرمائی وہ ہندوستان میں مسلمانوں کو
 حیثیت کی وضاحت تھی جو لوگ یہ کہتے ہیں یاد رکھتے ہیں کہ مسلمان ہندوستان میں ایک اقلیتی گروہ یا
 جماعت کی حیثیت سے ہیں یہ بالکل غلط اور حقیقت کے خلاف ہے مسلمانوں کی تعداد میں اس
 ملک میں تقریباً ایک ہزار سال سے آپ میں انہوں نے صرف آبادیوں کے حساب سے ٹھیکہ چوری کرنا سمجھا،
 مسلمانوں نے تقریباً آٹھ سو سال حکومت کی، ان کے علماء کرام اور اولیاء دہلی کی محنت سے کہہ سکتے
 انسانوں نے اسلام قبول کیا، ان کی لاکھوں مساجد، ہزاروں مینی عمارتیں، ہزاروں خانقاہیں اس
 ملک میں موجود ہیں، ان کے بزرگوں نے اسی ہندوستان کو اپنا وطن بنایا اور انہیں ہی ہندوستان کا
 بھلا اسی قوم کس طرح اقلیت کہہ سکتے ہیں؟ یہ تصور کر لینا کہ اگر گزشتہ کے جانے کے بعد ہندوستان
 کو قوم کہے گا یا تہذیبی اور ذہنی طور پر ان کی حیثیت بدل دے گا یہ ہرگز نہ ہو سکے گا۔ جو قوم تقریباً
 ایک ہزار سال سے اس ملک میں رہی ہے اس نے ایک ہزار سال میں اپنی تہذیب، اپنے
 ذہنی احوال، اطوار، معرفت، بائبل کے بلکہ دوسروں کو بھی اختیار کرنے کی ترغیب دی، جو سیکھنے والا
 سیکھ کر مسلمان ہندو دھرم قبول نہیں کیا، کسی نے سر چوٹی نہیں رکھی، کسی نے جیو نہیں پینا بلکہ
 اس کے برعکس اس کا علماء خاصہ قوم آگے بڑھنے کے ذریعے جو سائیت کو جس ہندوؤں نے قبول کیا،

اور ان کی تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت کو تو بہت سے لوگوں نے عملاً قبول کر لیا اور اب تک کہ
 رہے ہیں۔ مسلمان قوم کی تمام ممتاز اور مخصوص حیثیتوں کو تو انگریزوں نے اس لیے بدلنے کی کوشش کی کہ
 اس کی حکومت کو دوام حاصل ہے، مگر بجا پرین اس نے اپنے اعزیز کو ناکام بنا کر ہندوستان سے آخر
 نکال دیا۔ افسوس تو یہ ہے کہ میں نے ہم سے حکومت لی ہماری تہذیب بلکہ بول چال، رفتار و عمل
 خانگی امور، مجلسی آداب، عرفیہ کہ مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ پر اپنی چھاپ لگائی اس سے تو مسلمانوں کو
 کوئی خطرہ نہیں اور جس قوم کے ساتھ ہزار سال تک رہنا سہارا اور وہ قوم مسلمانوں کو اپنے مذہب اور
 تہذیب میں ہرگز غم نہیں کر سکتی نہ کہنے کی مسلمانوں کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اہمیت کو
 یہ فرقہ شناسی پاتا تھا کہ۔ ”سارے زمین سے میرے لیے مسجد بنا دو مجھے گھر ہے“

اسی سردی پیغام کو علامہ اقبال نے یوں ادا کیا ہے

پہنیں و حرب ہمارا ہندوستان ہمارا

مسم دہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

کیا ایسی مسلمان قوم کہ قوم سے بھی بڑوں اور کم ہمت ہے جس کی تعداد مسلمانوں سے کئی گنا
 گم ہے اور وہ چند سو سال پہلے ہندو ہی تھے۔ چند ہزار کوشش کے باوجود نہ تو ان کو ختم کر سکے
 اور نہ ہندو ازم میں جذب کر سکے، اس لیے مسلمانوں کا اپنے آپ کو اقلیت سمجھنا گم ہوتی بلکہ بڑوں
 چٹا نچر آپ نے ارشاد فرمایا :-

مسلمان اور آئینہ حکومت

ہندوستان کے داخلی مسائل میں مسلمانوں کا مسئلہ خاص
 اہمیت رکھتا ہے۔ گذشتہ ایک صدی سے ہندوستان میں
 برطانیہ کی حکومت میں نے مسلمانوں کو بھی ہندوستان کی اقلیتوں میں داخل کر کے ان کے متعلقہ مسائل کو
 اقلیتوں کے مسائل سے وابستہ کر دیا ہے۔ ہر طائفہ سیاسی اور دینی ہمیشہ مسلمانوں کو ایک سیاسی
 اقلیت کی صف میں شمار کرتے اور ان کے معاملے کو اقلیتوں کے معاملات میں شامل کرنے کے عادی
 ہو گئے ہیں اور اسی بنا پر ہندوستان کی غیر مسلم قومیں بھی ہندوستان کے سیاسی مستقبل میں مسلمانوں
 کے متعلقہ مسائل کے ساتھ وہی سلوک کر رہی ہیں جو اقلیتوں کے مسائل کے ساتھ کرنے والی ہیں

۱۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ۲۵ کروڑ کے مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان میں ایک گم ہونے والا مسئلہ سمجھنا چاہیے۔

یہ خیال انگریزوں اور غیر مسلموں تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کا تصور یہ ہوا کہ خود مسلمانوں کے ایک طبقہ کے دلوں میں بھی یہ احساس پیدا ہو گیا کہ وہ ہندوستان میں ایک سیاسی اقلیت ہیں اور اس وجہ سے وہ تمام اقلیتوں اور مسلمانوں کے دلوں پر چھا گئے جو ایک اقلیت کو اپنی زندگی اور انفرادیت کے متعلق اکثریت کی طرف سے پیش آتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہندوستان کی مجموعی مردم شماری میں تھلہ کے لحاظ سے مسلمان بھی عددی اقلیت میں ہیں لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ تھلے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد پچھلے کے کسی بڑے سے بڑے تھلے کی آبادی سے کہیں زیادہ ہے نیز ہندوستان کی تعمیر میں ان کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ ہندوستان میں ان کی تعداد کو اردو میں کروڑ کے درمیان ہے۔ تہذیب اور ثقافت کے لحاظ سے انہیں خصوصیت کے مالک ہیں، جغرافیائی حیثیت انہیں قدرتی استحکام حاصل ہے، ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے چار میں وہ اکثریت رکھتے ہیں اور اگر صوبوں کی از سر نو تجدید اور توسیع کی جائے تو قریباً دو تہ صوبوں میں سے چار صوبوں میں اکثریت حاصل کریں گے۔ ان تمام حالات میں بھی اگر مسلمانوں کو ایک سیاسی اقلیت قرار دیکر دیگر اقلیتوں میں انہیں شامل کر دیا جائے تو اس سے زیادہ سیاسی اہمیت ہو سکتی ہے۔ احساس سے بڑا اور کیا موجب دنیا کو دیا جاسکتا ہے اور اگر مسلمان بھی ایک سیاسی طبقہ میں شمار کیے جائیں تو ان کی زندگی غیر معنی کی سرپرستی کے قائم نہیں ہو سکتی تو مسلمانوں کی تاریخ میں اس سے زیادہ ہتک کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی، مسلمان ہندوستان میں اپنی پوری مذہبی آزادی اور پوری تہذیب اور ثقافت کے ساتھ زندہ رہیں گے اور کسی غیر کی غلامی قبول کرنے سے وہ عزت کے ساتھ مر جانے کو ترجیح دیں گے۔

هُنَا حَطَلْنَا اِمَّا سَا اِذْ ذُو لَئِنَّا

وَاِمَّا رَوْحِي قَاتِلْتُ بِالْجُنَّ

آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کا سیاسی مقام | آئندہ آزاد ہندوستان میں برطانیہ نے اپنے ہندو آزادی پسندوں کے سیاسی موقف کو بحال رکھنے کی غرض سے مسلمانوں کے لیے اس سیاسی موقف کو بحال کیا ہے۔ وہیں اس وقت اس بحث کو ہمیں نظر رکھنا چاہیے کہ ہندوستان کے سیاسی مفکرین کے سیاسی مقصدات کا جہاں تک تعلق ہے انہیں تین گروہوں میں یکساں کرنا چاہیے۔ (۱) ایک گروہ وہ ہے جو ہندوستان کے آئندہ آئین حکومت کی تشکیل اس طریق پر کرنا چاہتا ہے کہ نفوذ و اثر اکثریت کی ایسی تنظیم مرکزی حکومت قائم ہو کہ مسلمانوں کو تمام ہندوستان میں ایک اقلیت کی

جنگ اور ان کی زندگی اور بقا تو متراکب کا تو اور ناقابل تیسرا کثرت کی مرضی سے وابستہ ہو، لیکن یہ تصور محض ایک سرشار کا خواب ہے جو کبھی ٹر منڈا تعبیر نہ ہوگا، یہ تصور مذکورہ سیاست ہمارے کے مفاد کے لئے مفکرین کے نزدیک ناقابل عمل ہی ہے، اس تصور کو جس قدر ملحد و مافوق سے محروم کر دیا جائے اس قدر ہندوستان کے کھوئی مفاد کے لئے ہندوستان کے لئے مفید ہوگا۔

(۲) دوسرا گروہ ہے جو پہلے گروہ کے تصور اور اس کے لواقبہ و نتائج سے گھبرا کر مسلمانوں کی نجات اور خوشحالی کے لئے صرف یہاں تک توجہ دیتا ہے کہ ہندوستان کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے اپنا ہڈا لٹا کر سیاسی منظر بنا کر براہ راست تاج برطانیہ کے ساتھ اپنی قسمت کو وابستہ کرے، اس گروہ نے اپنے تیسروں کے ساتھ کہ تو نہایت بلند آہنگی اور عظمت کے ساتھ منظر لانا شروع کر دیا ہے لیکن اس کے کسی سپورٹنگ کی مدد بھی نہیں ڈالی، ظاہر ہے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے مسلمانوں کی آبادی ان کے مذہبی مقصدوں کے لئے مسابقت مزاحمت میں ملے گا، اذعان ہے اس قدر کہ ہندوستان میں موجود ہیں کہ مسلمان کسی حالت میں ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے اور تقسیم ہند کی صورت میں ان کا شر کیا ہوگا، اس پر تجویز تقسیم ہند ناموں میں اس لئے جب تک یہ نظریہ پوری تفصیل کے ساتھ روشنی میں نہ گئے اس وقت تک اس پر کوئی بحث ہونے سے سزاوار ہے تبھی ہے۔

۳۔ کل برائی بات ہے کہ تجویز تقسیم کے نزدیک بھی اسلامی منظر میں قائم ہونے والی حکومت کا تصور ہی اسلامی اور اپنی حکومت کا دستہ نہ ہوگا، اس کی بنیاد بھی یقیناً طرز حکومت پر ہوگی اور اپنے منظر کے لئے اپنا ہو جائے پہلے تو ہلکے میں ہی رہی اور اب بدلتی نظر کرنے کا اصول برتنا ہوگا نیز اس نظریہ کے ماحول ہندو منظر اور مسلم منظر قائم ہو جانے کی صورت میں ہندو منظر میں مسلمانوں کی پوزیشن زیادہ سے زیادہ جوڑے فیصد کا اکثریتی طور پر رہے یا پانچ فیصد تک ہوگی یا نکل بے دست و پا اور زخمی ہوگا، ہندو مسلم منظر میں مسلم جی کی تعداد ۴۰ فیصد تک ہوگی مسلم حکومت کے لئے وہاں جان بول کے جس مسلم منظر ہندو منظر کے تقریباً سارے میں کئی مسلمانوں کی تباہی اور اس کے تباہی پر خود تنہا کے اور اپنی برائی حکومت میں مسلم منظر متاثر نہیں ہونے کے لئے وہاں جان بول حاصل کر کے کوئی نگران و سرپرست اور لیونٹین و سرپرست حاصل کر سکیں گے، کیا یہ غرض ہے کہ مسلم منظر کے مسلمانوں کی مخالفت کے لئے جو گاؤں کیا گیا ہو وہ ایسے طرز پر کیا جائے کہ انہیں غریب نہ کہے کہ مسلمانوں کے

ساتھ تین کروڑ کی تعداد ہلاک و برباد کر دی جائے اور اپنی اکثریت بھی شدتِ خطرات میں مبتلا ہو جائے۔

(۳) پیپلز گروہ وہ ہے جو ہندوستان کے آئندہ آئین کو وفاقی لامرکزی اصول پر مرتب کرنا ہندوستان کے لیے اور اس کے تمام صوبوں اور قریوں کے لیے مفید اور قابل عمل سمجھتا ہے، وفاق میں شامل ہونے والی حکومتیں اپنی اپنی جگہ کثیرتہ آزاد اور خود مختار ہوں گی، مرکزی حکومت ان کی آزادی میں کوئی مداخلت نہیں کر سکے گی، مرکز کو صرف وہ اختیارات ملیں گے جو وفاق کے اجراء اس کو اتفاق رائے سے سپرد کریں گے اور غیر مصرح اختیارات صوبائی حکومتوں کو حاصل رہیں گے، ہر حکومت میں اقلیتوں کے تہذیبی، سیاسی، مذہبی حقوق کی حفاظت کی جائے گی اور ان کی صوابدید کے موافق تنظیمات دیئے جائیں گے، اکثریت اپنے حقوق اکثریت سے مستغنیہ ہوگی، اور اقلیتیں امن و اطمینان کی زندگی بسر کریں گی، غیر مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمان اقلیت کو کسی تکلیف اور بے انصافی کا خوف نہ ہوگا، ان کے تمام سیاسی اور مذہبی حقوق اور مقدس شعائر بھلے خود محفوظ ہو جائیں گے اور مسلم اکثریت کے صوبوں میں غیر مسلم اقلیتیں امن و اطمینان سے زندگی بسر کریں گی اور ان کے ساتھ کوئی بے انصافی نہ کی جائے گی اور ان کے تمام سیاسی اور مذہبی حقوق اور شعائر محفوظ ہو جائیں گے، ہندوستان کے ذی بصیرت اصحاب ہلٹے اس تجویز کو موجودہ ماقول میں قابل عمل اور ہندوستان کے پیچیدہ مسائل کے حل کرنے کا واحد راستہ سمجھتے ہیں۔ آزاد مسلم کانفرنس منعقدہ دہلی کی تجویز اس رائے کی آئینہ دار ہے جس کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ ہندوستان کے آئندہ دستور اساسی میں مندرجہ ذیل اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے۔

- (۱) مسلمانوں کے شخصی قانون ریپبلن لاء اور ان کے مذہب اور تہذیب کی حفاظت۔
- (۲) مسلمانوں کے سیاسی حقوق اور ان کی حفاظت۔
- (۳) آئندہ حکومت کی ایسی تشکیل جس میں صوبہ ہر کامل خود مختاری کے ساتھ لامرکزیت کے اصول پر وفاق کے لیے ناگزیر وفاقی امور کی نشریت۔
- (۴) مسلمانوں کے اقتصادی، معاشرتی، تمدنی حقوق اور وظائف میں تناسب کی تفصیل اور ان کے لیے تنظیمات۔

ایک اجلاس میں مندرجہ ذیل تجویز پاس کی گئی۔

جمعیتہ العلماء اسلام اس امر کا اعلان کر چکی ہے کہ اس کا نصب یعنی آزادی کامل ہے
 اس پر تمام مسلمانوں کو ہندو متفق ہیں اور اس کو اپنے لیے ذریعہ نجات سمجھتے ہیں، جمعیتہ نے
 یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے، ان کا مذہب آزاد
 ہوگا اور مسلم کلچر اور تہذیب و ثقافت آزاد ہوگی، وہ کسی ایسے آئین کو ہرگز قبول
 نہ کریں گے جس کی بنیاد ایسی تباہی پر نہ رکھی گئی ہو۔ جمعیتہ علماء ہند ہندوستان میں
 صوبوں کی کامل خود مختاری اور آزادی کی زبردست حامی ہے جس میں غیر مصرعہ
 اختیارات بھی صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیار ملیں گے
 جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں گے جن کا تعلق تمام صوبوں کے یکساں ہو۔
 جمعیتہ علماء ہند کے نزدیک آزاد صوبوں کا سیاسی وفاق ضروری اور مفید ہے مگر
 ایسا وفاق اولیٰ مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب کے مالک تو کوئی فرد یا
 مسلمان قوم کسی حدودی اکثریت کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگا ایک لمحہ
 کے لیے بھی گوارا نہ ہوگی جتنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر مبنی ہونی ضروری ہے کہ
 مسلمان اپنی مذہبی، سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔

فتاویٰ حضرت علامہ اذہر علیہ السلام نے اپنے اس خطبہ میں اور دوسری تقریریں اعلان کیں
 کہ اگر رشا و فرمایا ہے، یہاں اس کی تشریح کر دی جاتی ہے تاکہ ناظرین مضمون کی مفادیت کو سمجھیں،
 یہ کلمہ اور شاہ فرمایا کا ایک مختصر حصہ جس میں فرمایا۔

”جب تم دو مصیبتوں میں محسوس جاؤ تو پہلے اس مصیبت سے بچنا کہ اس کا حاصل کرو
 جس سے نجات آسانی ہو۔“

یعنی اگر کوئی مسلمان دو پریشانیوں کا شکار ایک ہی وقت میں ہو جائے تو دونوں کا
 بیک وقت مقابلہ کرنے کی بجائے صرف ایک مصیبت کا مقابلہ کرے تاکہ اس سے آزادی حاصل کرے
 پھر دوسری سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے، مثلاً۔

”ایک گلی میں رہنے والے دو پڑوسیوں کا ایک دیوار کے پار میں جھگڑا ہو رہا تھا ایک کہتا تھا یہ دیوار میری ہے اور دوسرا کہتا تھا یہ دیوار میری ہے، استثنے میں ڈاکو اس گلی میں آگئے اور اس گلی پر حملہ کر دیا، اب اگر یہ دونوں پڑوسی آپس میں رڑتے رہیں تو چور دونوں کو لوٹ کر چلے جائیں گے، اور اگر دونوں نے تھوڑی دیر کے لیے آپس میں صلح کر لی اور اپنے مشترکہ ٹھکانے پر حملہ آور کا مقابلہ کر کے اسے جھکا دیا تو یہ آسان بھی ہوا اور بہتر بھی ہوا“

جیسا کہ خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کے ساتھ ایک معاہدہ فرمایا تھا جو تاریخ میں ”معاہدہ مدینہ“ کے نام سے مذکور ہے، جس کی اساس یہ تھی کہ: ”مسلمان لوہو بہد دونوں مل کر بیرونی حملہ آور کا دفاع کریں گے خواہ وہ حملہ آور کسی پر بھی حملہ کرے“

اسی کے پیش نظر حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ ہمارے سامنے انگریز اور ہندو دونوں سے مقابلہ ہے اور دونوں سے بیک وقت مقابلہ تو مشکل ہے اس لیے ہندوؤں اور دوسرے غیر مسلموں کو ساتھ ملا کر ملے انگریز کو ہندوستان سے نکالا جائے پھر بعد میں جو مناسب تدابیر ہوں گی ان پر عمل کیا جائے گا۔



حضرت منی نورانہ مرقدہ کا تقسیم سے پہلے پاکستان کا آخری سفر

یہ عنوان

محبوب آقا کی یاد میں

آخری دیدار کی ایک جھلک

ہمارے محبوب آقا جن کا تاریخی نام چراغ محمد ہے اور جسوں احمد کے نام سے جلال و مبرکات پریم چودھری صدی کے پہلے دور میں لہراتے ہوئے ۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو محبوب حق تعالیٰ سے جا ملے، آپ نے مغرب پاکستان کا دورہ ۱۹۶۱ء میں فرماتے ہوئے موبہرہ کو اپنے قدموں سے شرف بخشا، مجھے، ہر جنوری ۱۹۶۳ء کو بہت جلا تو میں خوشی اور مسرت کے جذبات ساتھ لے کر پشاور کے ارادہ سے جب فرطہرہ سے کچھ گئے گذر آؤر لپ سڑک کھڑے ہوئے مشتاقان دید سے معلوم ہوا کہ حضرت ابھی نوشہرہ تشریف لارہے ہیں، میں وہیں بس سے اتر کر ان ہاں نگاروں کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد کوہ جلال و جمال حسنیٰ کا پریم لہرا تا ہوا جلوہ فروز ہوا، تقریباً چار میل کا فاصلہ کافی دیر میں طے ہو کر جلسہ گاہ میں تشریف فرما ہوئے جہاں پہلے سے تقریب کا اہتمام ہو چکا تھا حضرت مولانا حافظ الرحمنی صاحب کی تقریب کے بعد حضرت نے اپنے ارشادات سے نوازا۔ یہ گرام شہم ہونے پر میں نے واپسی کا بل بوتہ کیا، آپ نے حضرت گل بادشاہ صاحب سے فریاد کیا کہ یہ دو گرام بتادیں حضرت تو کسی اور جگہ تشریف لے گئے اور میں سیدھا گھر چلا آیا، یہاں آکر مشتاقان دید کو اطلاع کر دی کہ کل ۲۸ جنوری کو جمال احمد یا مظہر اور میر حسین کا طبرہ دار کبیل پور سے گذرے گا، چنانچہ اکثر اجباب ۲۸ جنوری کو کبیل پور پہنچ گئے، شام کو حضرت کے استقبال اور زیارت کے لیے مسلمان کبیل پور کا ایک انورہ جس کی قیادت میں سید میر حضرت شاہ صاحب، جو م ایڈووکیٹ جسٹس شیش تھہرے، شیش پور کا پنچا، گاڑی کے پیچھے چہرے نے سہ سے پہلے معاف فرمایا اور پورا شیش کے برآمدہ میں نماز باجماعت اور فرمائی جس کے امام وہ خود بنے جو امام الاتقیاء تھے، سب ریل کبیل پور سے پہلی تو یہ سب کارکنوں نے میں سارے کو گیا، ٹکٹ پہلے ہی راولپنڈی کے رکھا تھا، گاڑی میں ہی کھانا گرم کیا گیا اور اس بد کارکنوں نے کبیل پور کے بادشاہ کے ساتھ کھانا کھایا۔ کتنا پرظن اور پرکینت وہ نظر تھا، سب کھانے کے بعد کبیل پور لے کر لوٹے

سنگتروں کو بہتوں قزاقی جو اس سے کارنے پیش کیے، ملائکہ وہ کہنے تھے مگر وہ ضرور ہی متاثر فرمائے۔
 عرض تو یہی تھی کہ ایک غیر مخلص غلام کی دہرائی کی جائے، کھانے کے لئے اہل اسلام اور سکون سے نا آشنا ہر دہک
 پہنے بہتہ پر لیت گیا، غلاف معمول لینا ہی کسی رحمت لڑی کا پیش نمبر تھا، احترام کے بڑھا ہوا اول پہلی ساں
 وہاں کی سعادت حاصل کرنی شروع کر دی، دل میں ڈر ہی رہا تھا کہ یہ بچہ مجھ کو گھبراہٹ تو اسے فدا ہے روک
 دے گے مگر اس آن دربان کے قربان کی یہی نہ فرمایا وہی کھول کر سعادت حاصل کی حتیٰ کہ گورہ کے شیلی پر
 رہی اگر کھڑی ہوئی، راستہ میں کسی شاپ پر پتہ پڑھا یہاں فرمایا کوئی سا اسٹیشن ہے، عرض کیا حضرت گورہ
 ہے، فرمایا گورہ شریف صاحب فرزند مقدفہ و قدس سرہ کے گلشن مبارک کا ایک گرسٹہ یہاں بھی
 موجود ہے شاپ اس لیے یاد فرمایا۔ اور پونڈی پہنچے پہلیٹ نام پر شریف لائے اور نانا زباجا مت لدا
 فرمائی، خود ہی نام مست فرمائی، میں دل میں بڑا غم تھا کہ چلو کم و کم یہ دو نمازیں تو وہاں پہنچ رہی ہیں قبول
 ہوں گی جو کچھ انتہا دلگاہت میں لدا کہ لدا ہوں۔ مگر کچھ خبر تھی کہ یہ شام اور شام کی نماز میں طرت آئی پل کتاب
 کے غروب کی علامت ہے اسی طرت اس کتاب ہونے لگا، ماہتا ہند شد و غلات کے آخری سفر کی ایک روز تک
 نماز کے بعد نے میں تشریف لائے اور اپنی سہٹ کو کھڑکناں سہٹ پر چلے گئے اور کھانے پر لیت فارم کی
 طرف چلے میں باہر آکر کھڑا ہو گیا، فرمایا قاضی صاحب اچھے تو بلائیے۔ حالانکہ ہائے کاسب سامانی ساتھ
 موجود تھا مگر موجود تھا ایک کٹش پوٹل کوئے لگا، اگر دربان نہیں لڑا ہے، میں دوزا پہلے شروع سے
 کہا، اُس نے کہا یہی تو نہیں ہوتے شکر کی پائے مل سکتی ہے اس زمانہ میں چینی نایاب تھی یہاں بنا کر
 لایا پہلی کہتے ہوئے عرض کرو یا کہ طرت اشک کی ہے فرمایا یہی بہتر ہے۔

بڑے مزے سے فرمائی، تھوڑی دیر بعد گاڑی چل پڑی اور آہستہ آہستہ دہلی لاؤنور کرنے
 لگا میں پہلے آنکھوں سے اوچھل ہو گیا۔ اٹھ چلنے انار کی پادشہ سے نماز سے آئینے

لے اس سے مراد جین شریف و حقیقت یہی ہے کہ صاحب فلسفہ قضا کی بات گرای ہے حضرت پیر صاحب سے یہ ہے کہ حضرت
 پیر صاحب نے بتدی تعلیم حلقہ مشہور دہلی کے رہے، حاصل کرنے کے بعد نے حدیث مولانا احمد علی مبارک سے پڑھا، ۱۰۹۹ھ کو
 نہ فراغت حاصل کی، آپ کو وہیں فرمائیں کی زیارت کو بہت شوق تھا کہ کبھی حضرت عالی طیف ہوا کر کے حلقہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔
 ۱۱۸۴ھ میں حضرت عالی صاحب نے آپ کو پڑھتے ہوئے میں تھکتے سے نونہ اور جنت تالی لایا پس ہا کہلئے مرثیہ کے ساتھ
 کہ وہ تاج ہڈی چنانچہ حضرت پیر صاحب کے لئے صدقانی تفرقات سے مراد قادیانی اور وہی میں حاصل نہیں ہو، حضرت پیر صاحب
 ۱۱۸۵ھ میں مرثیہ لایا جو ہے، مزار علی گوٹہ ہی میں ہے۔ حضرت عالی طیف پہلی اولیٰ کے نظار (۱۱۸۵ھ)

ایوانِ حکومت میں زلزلہ اور حضرت مدنیؒ

کے خلاف ریشہ دوانیاں

اندر تھائی کے فضل و کرم سے دارالعلوم دہلی شامیہ و شوکت کے ساتھ وہاں دوہل ہو گیا، خزان کا حکم چھڑ گیا اور پہلا گئی، مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا اور حسب سابق دارالعلوم کی مالی اعانت پر توجہ دینے لگے مگر حکومت کی نیند بھاٹ ہو گئی، اس سے قہقہے مچ گئے اور دارالعلوم جس کی بنیاد ۱۸۵۷ء کی ناکامی کو گریبان سے منگھلنے کے لیے لگی گئی تھی وہ دارالعلوم اپنی حکمت عملی کے ساتھ رولوں رولوں رہا مگر یہ انگریزی حکومت نے اپنی نظریں اس پہ پوری طرح مرکوز رکھیں اور مختلف طریقوں سے دارالعلوم کو اپنے مقصدِ اصلی سے ہٹانے کے لیے کئی سازشیں بھی کیں، جن کا اکثر وہ مقصد جو حضرت شیخ الہندؒ کے خلاف استعمال کیا گیا تھا اور حضرت مرحوم کو بھی اس کا علم نہ تھا، انگریزوں کی اس سازش کے وقت آپ کو وہ سارا راز خبر دکھایا گیا تھا جس میں کہنے کے سوا کو کیا بیانی نظر آئی مگر حضرت مدنیؒ کی دارالعلوم دیوبند میں اس اہم عہدہ پر سرفرازیت سے وہ سدا آمد و برد بختیا نظر آئے لگا، جس میں مدنیؒ نے اپنے شیخ کی اقتداء اور اجابح میں مانا کی اسارت کو قبول کیا، مگر یہ کہیں کہیں کائی، اور اس کی نظریں نہیں عقیدہ و عمل میں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن انگریزی اقتدار کا فائدہ کرنا سب سے بڑا مقصد تھا، وہ حسین احمد دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث اور صدر مدرس بن گیا۔

ادھر ملک کی عظیم اسلامی سیاسی جماعت جمعیت علماء کرام گرام کی چھ صد بن گیا، جو آگے شروع اس طرح ہونے لگا کہ اس سے پہلے کسی مسند نشینی کو حاصل نہ ہوا تھا، اگرچہ تو حضرت شیخ الہندؒ کے ایک خادم حسین احمد کو کئی سال قبل میں رکھا، ہر قسم کی امکنی تکالیف پہنچائیں، مگر اب تو ہزاروں ایسے سادات تھے جو کئی جو حسین احمد کے اشارہ پر جان کٹانے کو فریجتے تھے، ان حالات میں انگریزی نیند خام ہو گئی اور اس نے کئی ایسے طریقے اختیار کیے کہ جن کے رویکار کرنے سے حضرت مدنیؒ کا تعلق دیوبند سے پورا ہندوستان کاٹ جائے اور طریق کار یہ تھا۔

(۱) دارالعلوم دیوبند کے نظم و نسق پر فائز بعض لوگوں کو حضرت مدنیؒ کے خلاف خفیہ طریقہ پر مہملٹ، پوسٹل شائع کرنے، بعض اخبارات مثلاً "امان" دلی میں فرضی ناموں سے حضرت مدنیؒ کے خلاف مضامین شائع کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔

(۲) حضرت مدنیؒ کے تمام حالات پر کڑی نظر رکھنے کے لیے خاص آدمی خاص شمارے کے ساتھ مقرر کیے گئے۔

(۳) چونکہ اہتمام اور مصدات میں اتفاق تھا جس کی برکت سے دارالعلوم ترقی پذیر ہو رہا تھا اس لیے اہتمام کو اپنے قابو میں لانے کے لیے حکومت نے اپنے بعض غیر خواہ اور فرمانبردار مکررہ دنیا داروں سے کام لینے کی تحریک شروع کی۔

(۴) خود حکومت نے آہستہ آہستہ آپ کو پابند سلاسل کرنے کی تحریک شروع کر دی، ان سب پر مختصر سا تبصرہ درج کیا جاتا ہے۔

مفسدوں سے ہفتہ وار قلمی مہملٹ لکھ کر طلباء کے کمروں میں خفیہ طور پر ڈالنے شروع کیے، جن میں حضرت کی ذات، بایمکات پر امتزاد اور بہتان ذکر ہوتا، ابھی دو تین پرچے اس طرح کے نکلے تھے کہ چند جان نثاروں نے ان کے جواب میں ایک ہفتہ وار قلمی رسالہ اکا اصلاح کے نام سے اسی پاک و دسر رسالہ شائع کر کے کمروں میں ڈالنا شروع کیا جن میں الزامات یا افتراء نہ تھا بلکہ ان کے بعض زراہ دون کا انشاء ہوا دو تین پرچے نکلے تو وہ مفسد ہلواران یوسف کی چاچا اور ڈاکٹر حضرت مدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت تو سراپا حضور کو کم تھے اس کے انسداد کا وعدہ فرمایا، ایک دن یہ اعلان ہوا کہ آج بعد نماز عصر حضرت مدنیؒ دارالعلوم کی مسجد میں خطاب فرمائیں گے، طلباء تو حضرت کے عاشق تھے ایسے موقع کو نصیب جان کر پہنچ جاتے تھے کہ حضرت کی زیارت ہو جائے گی مگر ساتھ یہ بھی احساس ہو جاتا تھا کہ کوئی خاص بات ہے ورنہ حضرت جیسا عظیم حضرت انسان ان کا وقت کس طرح دے سکتے ہیں۔

بہر حال سب طلباء نے نماز عصر مسجد میں ادا کی، حضرت نے طلباء کو خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ کو میری طرف سے دفاع کا کوئی حق نہیں، آپ کا کام پڑھنا ہے، اُنہد کے لیے ایسی حرکات بند کر دیں، مگر حضرت کو یہ علم تھا کہ کچھ طلباء جذبہ جہد ہی رکھتے ہوئے حضرت کی اس نصیحت پر عمل نہ کریں گے، تو آخری تیر چلا تے ہوئے فرمایا: "اگر باز نہ آئے تو میں بد دعا کروں گا" اور اس شعر پر خطاب ختم فرمایا۔

مباحثیں رہنے آمار زہر چہ خواہی گئے
کہ در شریعت ماجسزئی گستا ہے نیست

اس دوران طلبہ نے قلم توڑ دیئے مگر سفیدوں کو بھی مانہ نہ گھ گیا، البتہ بیرونی اخبارات میں
فرضی ناموں سے ایسے مضامین بھیجتے تھے، اس کا پتھر میں منظر الدین شیر کوئی کہدندانہ اخبار لاسا
اور وحدت انہی ماقبت خواب کر رہا تھا۔ اسی الامان نے حضرت محمد مرقدہ کی ایک تقریر کا اقتباس
تحریر کر کے شائع کر دیا تھا، جس کو پڑھ کر مولانا اقبال نے جذبات کی رو میں دھبہ کھینچ کر تین اسٹارکے
ڈالے تھے، جس پر کافی نے دس ہونے کے بعد مولانا اقبال نے رجوع کر لیا تھا، یہ ساری داستان
ایک مستقل عنوان حضرت مدنیؒ اور مولانا اقبالؒ میں آسکی ہے۔

(الغرض دو در معلوم اپنے مقصد میں دوں دوں دہا، حضرت مدنیؒ کی برکات اور فریاد تھا کہ
ہوتے گئے جس پر انگریزی حکومت کی گھبراہٹوں میں اضافہ ہوتا رہا تا آنکہ ۱۹۲۰ء میں جو کہ تحریک آزادی
دوروں پر تھی اور انگریزی حکومت آخری سانس لے رہی تھی، حضرت مدنیؒ کو در معلوم کو رو بند سے علیحدہ
کونے کی سازش کی گئی جس کی وضاحت فرضی ہے، اس کے لیے دو طریق کار اختیار کیے گئے۔
(۱) ایک تو در معلوم کے استقام میں تبدیلی (۲) اور دوسرا حضرت کو جبراً در معلوم سے علیحدہ رکھنے کے
لیے حکومت کا اقدام۔

پہلے طریق کار کی تصریح کی جا رہی ہے کہ در معلوم کے شہداء تمام میں دیکھ لیں کہ اور ہوتا ہے، تمام
عہدہ زیادہ کیا گیا اور اس کے لیے مولانا شہید احمد عثمانی جو قوم کو منتخب کیا گیا اور جو یہ بیان کی گئی کہ۔
مولانا محمد طیب صاحب کو تمام کام سنبھال کر لیا تو فونٹری کی دوسرے مولانا سائڈ
غازین اور علیہ پر آپ کا اتنا اثر قائم نہ ہو سکا جتنا ایک ممبر کی سال آدمی کا ہونا ہے
اس لیے مجلس شوریٰ نے غلط فیصلہ نہیں لیا کہ دو سال کے عہدہ میں کسی کا ایک نیا
عہدہ بنا کر حضرت مولانا شہید احمد عثمانی سے در معلوم ڈالیں، اس کا اعجازی طعنے پر مقرر کیا ہے۔
(حیات عثمانی ص ۱۹۰)

لے کر شریعت کی کوڑا گھنٹے، ان جو ہے کہتا کہ ہوا شریعت میں اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔

جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اس فیصلہ کے وقت راج کو تشریف لے گئے تھے واپسی پر اگر اپنی رائے میں تحریر فرمایا۔

۱۰۔ حقاری غیبت (عنا جو جو لگا) میں بحیثیت قائم مقام، مہتمم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا تقریر کیا گیا تھا اور پھر اجلاس شوریٰ منعقدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۲۵ء میں مولانا ممدوح کا صدارت پر تقریر کیا گیا۔ (حیات عثمانی ص ۲۱)

بیضی باوجود اس امر کے کہ دارالعلوم کی انتظامیہ میں صدر مہتمم کا کوئی عہدہ نہیں مولانا عثمانی کا شدید ضرورت کے تحت بحیثیت صدر مہتمم تقریر کیا گیا، اور وہ شدید ضرورت یہ تھی کہ قاری محمد طیب صاحب کا دارالعلوم مستحکم اثر تھا حالانکہ اسی قاری محمد طیب کو ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء کو نائب مہتمم بنایا گیا، یعنی ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۴ء تک تقریباً تیرہ سال تو دارالعلوم کو نبھاتے ہی نہیں رہے بلکہ ترقی پذیر رہا اور پھر حضرت مولانا عثمانی کے صدارت تمام سے ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو رخصت ہونے کے بعد بھی ترقی پذیر رہا مگر چند سالوں کے لیے اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جو اصول مدرسہ کے لیے اپنے قلم سے تحریر فرمائے ہیں ان میں سے اصل تک یہ ہے۔

② سرکار کی شرکت اور امداد کی شرکت بھی زیادہ ضرور معلوم ہوتی ہے۔ (انعام، اولاد و پھر صلح)
حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کے والد ماجد مولانا افضل الرحمنؒ نے "اربعان مدرسہ" کے نام سے ایک نظم میں فرمایا ہے

اس کہانی کی وجہ ہے کہ جو پس کیے کوئی سرا یہ بھروسے کا ذرا ہو جائے گا
پھر پتھریل سلق اور توکل کا چسراغ ہے کھ لینا کہ بے نور ہے ضیا ہو جائے گا
ہے توکل پر بناؤ اس کی تو پس اس کا میں ایک اگر جائے گا پیدا ہو سرا ہو جائے گا

(اربعان مدرسہ ص ۱۱)

مگر شاہد شدید ضرورت کی وجہ سے ۱۹۲۳ء کے بعد مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے نظام جدیداً باروکن سے صدر طیب فرمائی تھی اور پھر تعلق بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچا کہ دارالعلوم دیوبند کے نظم و نسق میں بھی نظام کا داخل نہیں رہا، خصوصاً حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی ان تقاریر سے جو آپ نے

عمر اعزاز کے ایام میں فرمائی تھیں، پہلی ہی بار تالیفات پچاس روپیہ ماہانہ وظیفہ مقرر فرمایا۔ دوسرے سفر
۱۹۱۸ء میں ملاقات پر نظام نے آپ کی درخواست پر فتح الملہم شرح صحیحہ مسلمہ کے
کی پانچ جلدوں کی طباعت کے بیٹے چھپس ہزار روپیہ منظور فرمایا اور دو سال کے لیے کتاب کی تیاری
اور تصنیف کے لیے چار سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر فرمایا۔



لے لگا آفتاب علی خان مرہوم اور اس کے والد سے دینی علوم اور اسلامی کافی نصحت کی تعلیم لے لیا اور مولانا کے نام سے ایک اور کتاب لکھا
جس نے کافی غلو کیا، میں شائع کیں، علماء کرام نے نظام کی ان بیانی علی خصام کی وجہ سے سلطان العلوم کا لقب دے دیا تھا، مگر اب
سب فریوں کے باوجود حکومت انگریزی کا دستور نظر اور دماغ پر ہوا تھا، جسب ۱۸۵۶ء میں بہادر شاہ ظفر کو دہلی کے بعد دہلی میں
داخل ہوا تو اس کے ساتھ نظام جید آباد دکن کے بغیر کسی کو یہ تقریب حاصل نہ تھی، اور عقیدہ کے طور پر بھی آپس میں مشورہ نہ تھی
اگرے پکانا اگر عثمان علی تھا جس میں عثمان کا آرم گرامی مقدم ہے مگر عقیدہ کے لحاظ سے نظام حضرت علیؑ کی خلفائے شہداء پر نفیست
کے فائل تھے۔ میرا کہ یہ بیان لکھنے نے ایک جلسہ ملاقاتی منعقد میرا آباد دکن کی تدوین میں بیان کی ہے۔ ۱۔

۲۔ ایک ایسا وقت آیا کہ سب نظام (عثمان علی خان) پر تفضیلت کا غلبہ تھا اور شفاق سے یہ کلمہ سچ میں نہاڑنے
نے تھے تو مرہوموں نے شہید اور صاحب تقریر فرمائی جس میں میرا کلام فرمایا کہ اس کے فائل بہت دشمنی طریقے ہیں
کیے گئے تھے اس کے بعد کوئی لکھنے پر ہی غصی ہوئی اور لکھنے والا شہید کی سب تقریب کی یہ روایات شہداء کے

۱۹۳۳ء میں

حضرت ندنی کی گرفتاری

حضرت جس طرح دارالعلوم کی تعلیمی خدمات اور احسان و سلوک کے لحاظ سے لکھا گئے روح رواں تھے اسی طرح انگریزی حکومت کی مخالفت میں آپ کے پروگرام کا ایک حصہ تھی تاکہ یہ محسوس قدم اس سرزمین سے نکل جائیں۔ آپ کے ہاں انگریز کی مخالفت صرف سیاسی نہ تھی بلکہ آپ کو عقیدہ کے طور پر ہی اس ظالم اور خونخوار حکومت سے نفرت تھی، اس لیے دوسرے سیاسی افراد کی طرح نہ تو حکومت کے ساتھ منہلک کرتے تھے نہ اس کی دعوتوں کو قبول کرتے تھے، ان دنوں کا سفر اہل انگریز کی گول میز کانفرنسوں میں شرکت فرماتے تھے جبکہ دوسرے سیاسی لیڈروں کا حال بالفاظ حضرت امیر الہ آبادی سے

کام لیڈر کو بہت ہیں مگر آرام کے ساتھ

قوم کے غم میں ڈر کر کھاتے ہیں نکام کے ساتھ

حضرت اور حضرت کے رفقاء کار بنگلہ پوری جیسے جہاد ہندوستان کے غرضی بے لوث اور بے خوف ممالکی جماعت تھی جنہوں نے زندگی کے سلسلے ہی سکھ پائیں اور دنیا کی سب راحتیں و آرام اور گھر بار کے تمام پیش و عشرت، غرض سب کچھ ملک و ملت پر قربان کر رکھا تھا۔ یہ حضرات برطانیہ کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کو ان کی کونسلوں کی کمیوں کو اور ان کی حکومتوں کی وزارتوں کو نہ صرف بے لادہ اور ضیاع وقت بلکہ قومی اصلاح کیلئے ناجائز قرار دیتے تھے جیسا کہ جمعیۃ المسلمین ہند نے اپنے ہر تھے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں یہ تجویز پاس کر دی تھی کہ برطانیہ کی کونسلوں کی ممبری حرام ہے، بلکہ ۱۹۲۹ء کے اجلاس منعقدہ کلکتہ میں مسلمانوں کو منع ہو کر اپنے

سلسلہ چنانچہ دیکھنا ہے دیکھنا کہ جب آزادی کے بعد حکومت ہند نے حضرت امیر الہ آبادی کی خدمت میں ایک خطا احمدیہ پدم دھوٹیاں پیش کر کے ان کی تجویز کی تو حضرت نے حکومت کو صحت فرمایا کہ ہم نے جو کہ کیا ہے وہ صرف انتہائی کی رضا کے لیے کیا ہے اس لیے یہ اعزاز شکر کے ساتھ واپس لیا جائے۔

ملے ملتے پر ملک کو آزاد لانے کے لیے حکم سے راجا
 چنانچہ ایسی ہی سرگرمیوں کے پیش نظر ۱۹۳۷ء میں کانگریس کے ساتھ جمیٹہ طلبہ ہند کی حکومت
 نے عدالت قانون کو روک دیا، جمیٹہ نے اس کے خلاف ایک سول نافرمانی ہوا کی جس کے لیے
 ملٹی کٹاریٹ اور صاحب عدلیہ جمیٹہ ڈیپارٹمنٹ اور مولانا احمد سعید صاحب ناظم اعلیٰ جمیٹہ ڈیپارٹمنٹ
 این ایف بی پر قانون شکنی کرتے ہوئے گرفتار کیے گئے اور عدالت ملٹی ڈیپارٹمنٹ تھی۔
 چنانچہ ایسی پروگرام کے مطابق حضرت مولانا نے مولانا سول نافرمانی کے لیے اور نیکو
 ہونے تاکہ مولانا نے ہندوؤں کے ہمدردانہ جذبہ میں تفریق کر لیں۔ گورنمنٹ کی ناکہ ہوں میں حضرت
 کی سول نافرمانی اور قریبی کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ طور حال آپ کی آواز پر لاکھوں مسلمان
 جگہ ہندوئی گرفتاریوں پر تیار ہو جائیں گے اور صورت حال ایسی ہو گی کہ حکومت کے قابو سے باہر ہو جائے
 گی۔ آپ کی جمیٹہ، بقولیت اور عظمت و عزت کا حکومت کی ہر شاخہ و ٹیمس کو جان تھی
 چنانچہ جیسے ہی ٹریبونل حضرت کو روک دیا، دوسرے انیسویں صدی میں نظر کر کے
 گارڈ نے پورے کوری کاموں کو کر لیا، اس وقت حضرت کے خیروں میں ٹیمس یا انیسویں کے
 تکلیف تھی اور پورے دور چلنا چاہتے تھے، مگر اس حالت میں اپنے پروگرام کی تکمیل اور زندگی
 کے لیے میدان جہاد کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ افسران حکومت نے وارنٹ گرفتاری پیش کرتے
 آپ نے فریلا کرے وارنٹ سہارنپور کی کلکٹری سے جاری ہوا اور اس وقت اس کی حالت
 سے باہر ہوں اس لیے وارنٹ سہارنپور پر تعین نہیں ہو سکتا۔ پھر حکومت نے گرفتاری
 کا ایجنڈا کر کے کھاتا تھا اسی وقت دوسرا وارنٹ گرفتاری جاری کر لیا گیا اور حضرت کی گرفتاری
 عمل میں آئی۔ یہ حضرت کی ایسی کہ تھی جو صرف ایک بار زیادہ ہوا جاری تھی پھر حکومت
 نے سب کو آزاد کر دیا تھا۔

حضرت مولانا کی گرفتاری شاہی مسجد مولانا ابوالحسن علی اہلبائی جیلز میں حضرت
 مولانا جیل خانہ میں رہتی تھی تاہم قلعے میں معتقد تھا، اتفاق سے مولانا حضرت علی خان مرحوم اور ملک
 نصر احمد خان مرحوم نے جیل خانہ سے باہر نکلیے تاکہ مولانا ابوالحسن علی جیلز میں
 شرکت فرمائی اور مولانا حضرت علی خان مرحوم نے اس جیلز میں حضرت نصر علی کے بعد مشہور ذیل علم بھی

میا دت اس کو ملتی ہے وہی مردار ہوتا ہے
 کربو عدائے دین سے بڑھ کر بیکار ہوتا ہے
 جو کر تباہ ہے وہل شاہد مقصد سے حاصل
 کہ جس کا دل حرص میں لذت گزار ہوتا ہے
 علم و نصرت میں اللہ کا جو ہے کہ ہاتھ میں نکلا
 تو اس پر حیرا طل با یقین بیکار ہوتا ہے
 گریج سے لڑہ برانڈا ہوتا ہے عدو جس کی
 مہلک ہو وہی شیر خدا تیشاں ہوتا ہے

حسین احمد کہ جس کا نام رو دشمن ہے زمانے میں

رہا ہے مدتوں جو مالٹا کے قید خانے میں

نکل آیا ہے بیدار عمل میں ہو کے بے پروا
 حساب کا جسے ڈوسے نہ نکلا جو بد ظن کا
 وہ ہے ایسا بہادر غیر ممکن ہے مثال اس کی
 شجاعت اور ہمت میں کوئی تلافی نہیں جس کا
 وہ ہی مرد بہادر شہر ہے تقریباً جس کی
 بیٹھا یاد سنوں پوچھیں نے اپنی بات کا سکا
 سمجھتا ہے ہمیشہ کھیل جو گردن کٹانے کو
 اُسے کیا خوف ہو سکتا ہے تو پول کی نمائش کا

وہ ہے خیالے حریت وہ ہے دیوارِ بقیت

وہ ہے خواہاں آزادی وہ ہے دیوارِ ملت

چلا اس شان سے ہے جانشین قائم ثانی
 زباں پر کلمہ بکیر دل میں جوش ایمانی
 نکھی ہے لوح دل پر یہ بی بیغ مروت عالم
 بیکار و معین ہر وقت ہے سلیسیم قرآنی
 نظر کے سامنے سب اسوۂ فاروقی اعلم ہے
 کہ کچھ جس سے ہے نہانے نہیں بہانہ جانی
 کہے گا پختہ پختہ دامن ظلم و تعذیب کے
 اسی کے ساتھ ہوگی نصرت و تائید بہت جانی

یقین ہے دشمنانِ دین کو پہ پا ک کے چھوڑ سے گا

یہ سر مبارک و ظالم کا نیچا کر کے چھوڑ سے گا

(اکالرشاد، مدنی مسجد)



حضرت مدنی کی مسلم لیگ میں شرکت اور انقطاع

حضرت مدنی اور پھر اسے جماعت المسلمون میں مسلم لیگ کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور ایک شخص کے بے مسلمہ اور بیوقوفانہ ہر دو تشکیکوں والی باتوں نے بڑے کامیابانہ ماحول کے برعکس مسلم لیگ سے تعلق منقطع کر لیا گیا، اسے کہہ دیجئے کہ حضرت نے اپنے ایک مکتوب گرامر میں فرماتے ہیں کہ میں نے مولانا مکتوب دہلیہ نے پھر بھی ہے اور پھر اسے برائیت کے طوف سے تو سمجھے غواڑ سمجھے اور جیہے (مخوف)

محترم النعام زید محمد کم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف اولالانامہ، ۲۰، زینت و باعدش سرفرازی ہوا تھا، مگر اس مدت میں اس قدر مصروفیت تھی کہ جواب نہ لکھ سکا، خیال تھا کہ کسی فرصت کے وقت میں بخوبی گا، ۲۰ نومبر کی شام کو بعد از مغرب جب میں عظیم گدھے پہنچا تو اس ارشاد کی بنا پر جو کہ پہلے آپ نے فرمایا تھا کہ ان اطراف میں جب بھی آنا ہو تو سدھاری ضرور آنا چاہئے، قنویزی مدت کے لیے ہوا اور میں نے قبول کر لیا تھا، ارادہ تھا کہ اگر ممکن ہو تو مدت کتاب کے بیان قیام کروں اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو چند منٹ کے لیے حاضر ہی ہو جاؤں، مگر افسوس کہ ایسے واقعات پیش آئے کہ ہر دو میں کامیابی نہ ہو سکی، آپ نے جن امور کو دریافت فرمایا ہے ان کے متعلق تفصیل تمذباتی ہی ہو سکتی ہے مگر اس وقت اجمالی طور پر اتنا عرض کرتا ہوں کہ گھر کا آزادی بند میں گلگت سے شریک ہوں اور اس کو مسلمانوں کا مذہبی اور انسانی فریضہ سمجھتا ہوں، پہلے میں تشدد و تندی انقلاب پارٹی میں شریک تھا اور حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ العزیز نے ہمارے امام تھے اور اسی سلسلہ میں ہمارا ناما کی ایسی کا واقعہ پیش آیا، وہاں سے واپسی پر خلافت کمیٹی، جمعیتہ، کانگریس میں شرکت اور عزم نشہ نگہ پالیسی میں دخول ہنوا، اسی زمانہ میں نزدخیال ترقی پسند مسلمان لیگ سے علیحدہ ہو کر خلافت میں شریک ہوئے اور کانگریس میں بھی رہے، کیونکہ ۱۹۱۶ء سے لیگ اور کانگریس متحد ہو چکے تھے، لیگ میں ان کے نکل جانے کے بعد

جان بانی نہیں رہی تھی، موجودہ عناصر کا بڑا حصہ تقریباً آٹھ سو سال پہلے کا گورنمنٹ کا گھر پر مبنی تھا۔ ہم نے اسی بنا پر کسی لیگ کی طرف رخ نہیں کیا، انقلاب پیش آئے، خلافت کمزور پڑ گئی، بہت سے سرگرم اور آزاد خیال ترقی پسند مسلمان رفتہ رفتہ وفات پا گئے۔ ۱۹۲۶ء کے قریبی زمانہ میں مشر جناب نے لیگ کو زندہ کرنے کی کوشش کی، رجسٹریشن کے تحت اسے تنگ لگنے دیا اور انہوں نے جمعیت اور اتحاد اور دوسری ترقی پسند جماعتوں سے اتحاد و اشتراک کیا، فوراً مشر جناب نے فیڈرل کراچی میں جون ۱۹۳۶ء میں ایک مضمون شائع کیا تھا اور اس کا عنوان "بجنوری میں ۵ فروری ۱۹۳۶ء میں حسب ذیل شائع ہوا تھا۔"

- (۱) مسلم لیگ کی پالیسی کا تصدیق نامہ لکھنے کے بعد اس کے تحت ترقی پسند اور آزاد خیال مسلمانوں کے ادب سے متحد ہو جائیں۔
- (۲) مسلم لیگ موجودہ دستور سے بہتر ایسا دستور حاصل کرنے کے لیے جو سب کو پسند ہوگا، کانگریس کے ساتھ دس لاکھ روپے کی رقم پر باؤنڈ لگے گی۔
- (۳) مسلم لیگ اس اصول کو قرار دیتی ہے کہ بطور اقلیت مسلمانوں کو کافی تحفظ حاصل ہو۔
- (۴) اہلی میں لیگ تمام قومی معاملات میں کانگریس سے تعاون کرے گی اور اس کے ساتھ رہے گی۔
- (۵) لیگ کے صدر کی حیثیت سے سیرانیاں ہے کہ ایسے پالاک لوگوں کو جو قومی کا مقصد حکومت کے تحت جلد سے حاصل کرنا ہے اور جنہیں عوام کے حقوق، ضروریات اور مفاد کی مطلق پروا نہیں سیاسی میدان سے نکال دیا جائے۔

حدود بالا مضمون کی لیگ کے بیٹوں کی عبارت ذیل مندرجہ صفحہ پوری تائید کرتا ہے۔
 مائیکو جیمس فورڈ اسکیم کے قیام اور جلد آمد کے لیے ایسی مختلف قسمیں پیدا ہو گئی ہیں جنہوں نے اپنا اثر صوبوں میں قائم کر لیا ہے اور ان کی جماعتوں کے ساتھ ایسے اشخاص و افراد کی لڑیاں بھی بن گئی ہیں جن کا مقصد غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ صوبوں میں جہاں کہیں اور جب کبھی ممکن ہو بڑی بڑی سرکاری ملازمتوں اور جگہوں پر دست و پا کر لیں اور ان پر پابندی لگائیں، یہ تجویز جو گورنمنٹ کے مقاصد کے عین ہے لہذا ایسی جماعتوں کو ہر طرح کی مدد و حمایت گورنمنٹ سے ملے جس سے یہ لوگ نہ صرف ملک کی اصلی ترقی و بہبود کے مزاحمت نہایت ہوتے ہیں بلکہ گھلے اہل ملک کو ان کی خود غرضانہ حرکتوں سے نقصان پہنچ رہا ہے، خصوصاً کہ یہ جماعتیں اور یہ اشخاص گویا ملک میں لپٹی ایک تشفی جابرانہ حکومت قائم کیے ہوئے

ہیں اور ایک کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس جبر یا استبداد کا پرستار بن کر اس کا تعلق نہ کرے۔

ہمارے ہمارے مذکورہ سے آپ اعلان کر سکیں گے کہ مسز جناح اور ایک کی ایسی اس وقت کیا تھی اور وہ کس قدر آزادی خواہ تھی۔ پسند مسلمانوں کے لقب تھی۔ اس وقت کہ وہ عمل آزادی اور اس کے لیے ڈاکٹر کٹنگ کی مدد سے تھی مگر جنت پسندوں اور خوشامدی لوگوں سے ہاتھ دھو۔

مشرفان نے مسز جناح کے لیے جینرل گلہاؤسٹ سے اطلاع حاصل کیا اور انھوں نے مسز جناح کی حکومت کا تھا اور آزادی خواہ جماعتوں کی ہر قسم کی غیر قانونی حدود و حدود ہر شہریت قانونی بنائیاں مانے تھیں اور مسز جناح نے چند گھنٹہ ہم سے گفتگو کی اور درخواست پندرہ دیا اور کہا کہ میں ان حد بندیوں سے اجزا گیا ہوں اور ان کو روز رفتہ ایک سے فارغ کے صرف آریو خیال ترقی پسند لوگوں کی جماعت بنا رہا ہوں تم لوگ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ہم نے کہا کہ اگر آپ ان لوگوں کو خارج نہ کیسے تو باہر ہو ۹ توں یا کہ اگر میں ایسا نہ کر سکتا توں میں تم لوگوں میں آسوں گا اور ایک کچھ لوگوں کا۔ اس پر مسز جناح کوکت ملی مزاح اور دیگر حضرات نے اطمینان کیا اور تعاون کرنے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ ہم نے پورا تعاون کیا اور تقریباً پندرہ روزہ کی رخصت پر وضع عنوان دراصل مسلم علی اللہ تھی جو وہ چاہے کہ اگر پکڑا گیا اور اس سے رخصت پسند اور مسز جناح کوکت ہوئی اور تقریباً تیس یا اس سے نام ممبر ایک کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد چھ ماہیں بعد ان کے ہاتھوں میں کھنڈا تھا کہ اس کی مردہ ایک کو تھوڑے دنہ کا۔ ہم نے ایک کا تعارف عام مسلمانوں سے کرایا اور ایک کی آواز کو ہم پر بولنا چاہا۔ اس وقت مشرفان نے جمعیت کا تیار کیا ہوا مینوٹس نوٹس لکھ لیا اور اسی کو نتیجے میں شائع کیا جس کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ اسمبلیوں اور کونسلوں میں لکھ کر کوئی خاص مذہبی مسئلہ پیش ہوگا تو جمعیت علماء ہند کی طائے کو خاص وقت اور اہمیت دی جائے گی۔ مگر اسوں سے کہ ایک نے کامیاب ہونے کے بعد پہلے ہی اس میں کھنڈوں میں اپنے محدود اور ۱۹۳۱ء کو توڑ دیا اور ان رجسٹرڈ پسند خوشامدی انگریزوں سے لوگوں کو ایک پارٹی میں داخل کرنے کے خواہش مند اور طریقہ یہ ہوئے کہ کو خارج کرنے کا اعلان کیا تھا اور ان کی پروردہ سے کہہ دے تھے اور بن کے متعلق ہر شخص کو معلوم تھا کہ پیشہ ان کی مدد کی تھی اور ان کی مخالفت اور انگریزوں پرستوں میں کسی سے ان سے وہیں کہا گیا کہ آپ نے نو وودہ کیا تھا کہ ان لوگوں کو نکال دیا جائے گا۔ آج ان کو ایک میں لانے اور پارٹی میں جگہ دینے کی آپ کو شکر کر رہے ہیں

نویز کر رہا کہ وہ پرنسپل وعدے تھے: "علاوہ اس کے اور متعدد اعمال غلاب اعلان و جہاز کیے جس کی بنا پر سخت مایوسی ہوئی اور مجبزیٹھوں کی کالھوئی صورت بھر میں راسکی، انہوں نے مرکزی سبلی میں تسلیت بل پاس نہ ہونے دیا، قاضی بل کی سخت مخالفت کی، انصاری نکاح کے متعلق فیہر مسلم حاکم کی شرطوں کو لیا، آرٹی بل پاس کیا، وغیرہ وغیرہ۔

احصاں ایسے معاملات اس دن سالہ مدت میں کیے جن سے ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ حضرات مسلمان اور ملک کی مصلح کے لیے نہیں بلکہ سرمایہ داروں، رجعت پسندوں، جہاز پرستوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کرنے والے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ برطانیہ کے بھی حامی و مددگار ہیں اور سب تصریحات بینو فسٹو گورنٹ بھی ان کی حامی ہے، اب آپ ہی فرمائیں کہ ان کے ساتھ رہنا اور ان کی مدد کرنا کس طرح ہر جائز ہے؟

دعوت: اسی طرح عام مسلمانوں کے ساتھ اور علماء کا برعلاوہ خصوصاً حضرت علیؑ کے ہر انما آگاہ تھے میں اسی طرح مسلم لیگ سے آپ کی علیحدگی پر بھی یہی پروپیگنڈہ کیا گیا، مگر جس مجاہد فی سبیل اللہ و بطل عدوتِ اللہ حریت کو لکھنؤ جیسی جاہل و نڈر قوم نے ٹرید کی جس نے زندگی بھر شہادت دیدی پر عمل پیرا نہ کرنا جو یہ پہلے اوقات تو کر لیں تو اب نہیں، کارخانہ دار سرمایہ دار کے دروازہ پر دستک نہ دی، کچھ کی شان میں قصیدہ کہا نہ تحریر کیا نہ کسی کا مزید رجب کیا، اس کے بارہ میں یہ تصور کرنا بھی یا تو اس کو قیام کو کے اظہار اور ادوار سے ناواقف یا پھر حسد و بغض کا مظاہر کرنا ہے۔ آپ کے واپس آؤں گا اپنے اوقات سے بری ہوئے کا ثبوت آپ کے شدید ترین سیاسی مخالف بلکہ معاندانہ جو پڑی خلیق انماں کی تشریح کتاب شاہراہ پاکستان کے ص ۲۲ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ: مسلم لیگ پر مدد خصوصاً انگریزوں کے قادموں اور ناداروں کا شروع سے ہی قبضہ رہا ہے اس کیلئے "سیاست کے لڑوٹے" نامی کتاب شائع کروہ فیروز سنز کا مطالعہ فرمادیں۔



جامعہ اسلامیہ ڈی اے جھیل

کا مختصر تعارف

چونکہ ہندوستان میں اسلام بحری راستے سے آیا ہے اس لیے نیمہ عرب اور بحر ہند کے قریبی علاقے علماء کرام اور صوفیاء عظام کے انوار سے تقریباً بائیس سو سال سے مشرف ہیں، اس علاقے کا بچہ بچہ ان کے انوار سے مشرف ہے، حتیٰ کہ بعض علماء تاریخ نے سوت شہر کے قریب واقعہ تاریخی قصبہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبروں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ اس سارے خطے میں باسعادت حجرات کا صوبہ ہے جس میں اہل تشدد کالی گذرے ہیں، چونکہ وہ زمانہ تحریر و انضباط کا نہ تھا ویسے ہی علماء حق اور صوفیاء کرام خود نمائی و خود ستائی سے عیشہ گریز کرتے ہیں اس لیے ان حضرات کا تذکرہ کم پایا جاتا ہے۔

ورنہ اس خطے میں کامل اولیاء اللہ گذرے ہیں۔ شہر احمد آباد کے متعلق بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ اس قلعہ پر کالی زمانہ پہلے ایک شہر آباد تھا جو زمانہ کی دست برد سے بالکل طیارا میٹ ہو گیا تھا، کافی زمانہ بعد چار ایسے اولیاء کرام نے اس کی بنیاد رکھی جن کے ساتھ مبارکہ احمد تھے، چنانچہ احمد آباد کا نام مشہور ہوا۔ اس علاقے میں زیادہ آبادی مسیحی قوم کی ہے، جو تین شریعت سرور اور مولا بھی مہوتے ہیں۔ بجز قرآن عزیز اور ضروریات دین کے لیے ہر قسم میں ایک ایسا دستور قائم ہوتا ہے کہ میں عصری تبدیلی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہی تعلیم کے لیے بھی ایک عالم دین کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، بعض قصبات اور شہروں میں زیادہ تعلیم کی کمی دیکھی جاتی ہے جیسا کہ آج سے تقریباً پون صدی پہلے واقعہ میں مولانا محمد حسین صاحب رائے پوری نے جو حضرت شیخ ابیہند کے شاگرد و شاگرد تھے مدرسہ حسینیہ قائم فرمایا تھا اور وہ اب تک ہے۔ آخر نے بھی ۱۹۲۵ء کے اوائل میں چند روزہ قیام کیا تھا اور مولانا موصوف کی زبانت کی تھی مولانا موصوف نے حضرت شیخ ابیہند کے ترجمہ القرآن اور عاصیہ کالج آئی زبان میں ترجمہ فرمایا ہے۔

طبع سعادت کے ایک قصیر ڈائجیل میں ایک دینی مدرسہ تعلیم اہلیہ کی بنیاد ۱۳۶۶ھ میں مولانا
 محمد علی جوہر کی وساطت سے حاصل کی گئی زمین میں رکھی گئی، مولانا اس وقت راجپور ڈوہ کے محترم علیہ تھے،
 اس مدرسہ میں ابتدائی تعلیم ہوتی تھی جس میں شہر کے طلبہ لکھتے ایک عالم دین مولانا عبدالجبار سیدی صاحب
 تھے۔ ڈائجیل کے ساتھ ملحقہ قصیر سیمک کے محمد علی میاں ہونسی نے جو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ
 کے شاگرد و شاگرد تھے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جناب شاہ مسعود ساری جماعت کو جامعہ اسلامیہ
 ڈائجیل لگے، جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بکثرت سے جامعہ اسلامیہ شہر ڈوہ میں درس گاہ
 بنا گئی۔ جناب شاہ صاحب اور دیگر اساتذہ ضعیفان میں گھرا ہلتے تھے اور شوال میں وہیں ڈائجیل
 تشریف لے جاتے تھے۔ ڈائجیل کیلئے ایمان و تلامذہ دارالعلوم دیوبند میں ڈائجیل کا کوئی استاد لیا
 کرتا تھا اور پھر اس زمانہ میں تیسرے روہیہ ریل کارکن و سکریٹری ڈائجیل مسجد کراتا تھا۔ آخر نے ۱۹۳۷ء
 میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا مگر چند اجاب کے شعوبہ سے ڈائجیل کے لیے امتحان نہ دیا
 اس وقت تک حضرت مدنی منکال سے تشریف نہ لے تھے (یہ پہلی سادہ بندی اور اللہ تعالیٰ کی
 خصوصی رحمت تھی کیونکہ حضرت شاہ صاحب کا یہ آخری سال تھا، ضعیفان میں وہیں کے ہندو بھاپ اس قدر
 علیل ہو گئے تھے کہ ڈائجیل نہ جا سکے اور چند ماہ بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ ہم چند طلباء حضرات میں حضرت
 شاہ صاحب اور مولانا شہیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہم کے ہمراہ ان کے ڈبے میں حاضر ڈائجیل ہوئے
 اور صبح میں باقاعدہ پڑھائی شروع کر دی، ہمارے اسباق موقوف علیہ تھے مگر حضرت شاہ صاحب کا
 دلائل حدیث مدرسہ کی بالائی منزل میں ہمارے کمرے کے ہاتھ نکل تھا، وقت کافی مل جاتا تھا اس لیے اپنے
 اسباق سے فارغ ہو کر حضرت شاہ صاحب کے درس میں بیٹھ جایا کرتے تھے، ان کے علمی دقیق مسائل تو
 کہہ میں نہ آسکتے تھے مگر ان کے بہرہ نیا انوار کثرت ہی بھر کر لیا کتے تھے۔ ڈائجیل میں احرار کے
 اساتذہ مولانا امجد شہیدی، مولانا بدر عالم جہاں پور دی، مولانا مفتی ضیق الرحمن اور مولانا محمد امجدی کر و سیدی تھے

لے ان زمانہ میں ڈائجیل کے بہترین اسکالرز تھے جو حضرت شیخ ابوشامہ شاہ جہاں پور کے تھے مولانا امجدی اور میں نے بہت سے
 حضرت صاحب کے تلامذہ تھے، حضرت کے چند کتبہ ہاں کے ناکہ گری، ۱۳۶۶ھ میں وفات پائی، ان کے وصیات کے بعد
 ان کے خلف احمدی مولانا امجد شہیدی، مولانا بدر عالم جہاں پور دی اور مولانا محمد امجدی تھے۔

اور کتب خواندگی مشکوٰۃ شریف، اجلا لیلین، میرزا ہڈا جلال، امتحانات حریری وغیرہ تھیں۔ ۱۹۳۲ء و آخر دورہ حدیث دیوبند میں لے لیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی زیارت شاہ منزل میں ہو کر دارالعلوم کے قریب ہی ہے کبھی کبھی بعد از نماز عصر ہو جایا کرتی تھی کہ شاہ صاحبؒ بعد از نماز عصر اپنی بیٹنگ میں تشریف فرما ہوتے تھے اور طلبہ کرام اور طلبہ ادا کو اپنے ارشادات سے نوازتے تھے۔ شاہ صاحبؒ نے اپنی زندگی کا آخری جوہر دیوبند شہر کی جامع مسجد میں پڑھا اور مرزا نیت کے فتنے سے حاضرین کو آگاہ فرمایا، اپنی منقولہ نعت خود اپنی زبان سے پڑھ کر ختم پڑھ کر سنائی جس کی ابتداء ۱۹۳۲ء

اسے آنکہ ہمہ رحمت ہمدانہ قدیری

اور آخری شعر ہے

کس نیست دیدی اقت تو آنکہ بچوں اقوس

باروئے سیاہ آمدہ و موسے ضریریؒ

پورا کر دیا۔ مرض کا شدید غلبہ تھا، مشکل سے گھر تشریف لائے، آخر ۳۰ صفر ۱۳۵۳ھ کو انتقال فرما گئے، اس گنہگار کو آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت میسر ہوئی۔ تو اللہ موقدہ حضرت شاہ صاحبؒ کے بعد مولانا عثمانی نے بھی ڈابھیل سے تعلق منقطع فرمایا اور باقی مسکنی حضرات نے بھی جامدہ اسلامپور ڈابھیل کو دارغ مفارقت دے دیا جس کی کچھ تفصیل درج کر دی گئی ہے۔

ف۔ ڈابھیل کے قریب ہی ایک قصبہ کفایتہ میں جانے کا اتفاق ہوا، انجرات کے شہنشاہ امین مولانا عبدالرحمن صاحب جو کہ رنگون کی جامع مسجد کے خلیفہ تھے، وہ غلط فہمی پر اپنی کتاب البصائر اور دوسری علمی کتابیں مطبوعہ ہیں وہ اسی قصبہ کے تھے، اس قصبہ کی مسجد میں مولانا مرحوم کا کتب خانہ محفوظ تھا، آخر نے چند علمی کتابوں کا سرسری مطالعہ بھی کیا ہے۔



۱۔ مولانا احمد علی کی وفات، ۱۰ رجب، ۱۳۳۳ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۱۵ء کو ہوئی اور رنگون ہی میں مدفون کر دیے گئے۔ (ابجد فہرست، ج ۱، صفحہ ۱۰۱)

مولانا عثمانی کی ڈابھیل سے واپسی

حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ اور مولانا عثمانیؒ اور دیگر اساتذہ کرام کی الیمان گجرات جس قدر پذیرائی کی تھی اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ حضرات اس سفر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے علوم و موضوعات کا شریک بن جائیں تاکہ ہم سب کو سیکھنے اور سیکھانے کا موقع ملے۔ مولانا عثمانیؒ نے اس پر اتفاق کیا اور ان کے ساتھ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی دکان بھی بلا مال لاکھوں روپیہ خریدا کر کے، اسے ہمارے کئی شکل دی گئی اور اطلبہ کے لیے کئی کمرے تیار کیے گئے، اساتذہ کرام کے لیے کئی بجلی بنائے گئے، ہفتوں گزارا میں مقرر کیا گئیں، مگر افسوس ہے کہ حضرت شاہ صاحب اور مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہم کے وصال کے بعد مولانا عثمانیؒ نے بھی ڈابھیل کو داغ و خاراقت دے دیا اور آپ کے ساتھ ہی آہستہ آہستہ اس زمین پر خزاں آنے لگے۔ مولانا عثمانیؒ نے اپنے اور مولانا محمد بدر عالم جیسے اساتذہ نے ڈابھیل کو چھوڑ کر دہلی میں تدوین و تصنیف کے کام سے ایک تالیفی ادارہ قائم فرمایا جس کے ارکان ان دو حضرات کے علاوہ مولانا حفیظ الرحمن سیوہادی اور مولانا سعید احمد اکبر آبادی شریک ہو گئے۔ اس ادارہ نے بہت ہی مفید علمی ادبی کتب شائع کیں خصوصاً اساتذہ کرام مولانا محمد بدر عالم میرٹھی، غم ہا جمعی، نور اللہ مرقدہ کی ترقیب کتاب ترجمان السنۃ کی بہترین ادوزبان میں شرح تحریر فرمائی اور علمی ادبی اور اصلاحی مضامین کی اشاعت کے لیے ماہنامہ بڑھان جاری فرمایا۔ افسوس ہے کہ یہ سب حضرات علویا دنیا میں ہو گئے۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

عاشا ما اللہ کان وما لہ ریشا لہ کن۔

اس حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مولانا خمیر احمد عثمانیؒ بہترین محدث، مستوفی تھے آپ نے حضرت شاہ صاحب کے بعد جس مسند کو سنبھالا آپ واقعی اس کے لائق تھے مگر آپ ڈابھیل ہی میں قیام پذیر رہتے تو یہ حالات رونما نہ ہوتے، آپ کو اور ان علوم و روایہ کا صدیوں منتہم مقرر کیا گیا اور آپ انجام کار مستقل طور پر اس عہد پر فائز ہو گئے، یہ عہدہ آپ کے مناسب و متناسب تھا، انتظامی امور دردمر ہو تے ہیں۔ آپ کے

سہرت نگار پر فیسز نور الحسن شیر کوئی نسخہ بھی آخر اعتراض کر لیا کہ۔

دارالعلوم کا خیال ہے کہ وہ مولانا عثمانیؒ ذور سے ہی دارالعلوم کی خدمت کئے اور ڈاکھیل کے تعلق کو نہ چھوڑتے تو بہتر تھا، لیکن نوشتہ تقدیر کے سامنے آدمی مجبور ہو جاتا ہے، ملام کو دارالعلوم کی صدارت سنبھالنے اب چند سال ہو چکے تھے کہ ارباب حل و عقد کے ہزار پستک میں آپ نے ڈاکھیل سے رخصت فرمایا اور اپنے وطن دیوبند میں مستقل قیام کا خیمہ گاڑا (جہاں عثمانی ص ۲۸۵)

اور یہی مخلصانہ مشورہ حضرت مدنیؒ سے بھی اپنے ذمہ مولانا عثمانیؒ کو دیا تھا، آپ نے ایک طویل کلامی نام میں یہ مشورہ دیا کہ آپ کھانے صدر خیم ہونے کے صدر مدرس بن کر تشریف لے آئیں تو یہ بہت زیادہ مناسب ہے، جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا۔

”میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میں اپنی استعفا اور قابلیت علمی اور تقریری و تحریری آپ کے شاگردوں کے پایہ کی بھی نہیں پاتا، میرا پختہ اور صحیح خیال ہے کہ جناب شایان شان صلاحت تدریس ہے، اگر آپ کے لیے وہ جگہ تجویز ہو تو میں اپنا ٹیچر رہتا ہوں اور فرائض فرمی منظور کروں گا اور ماتحتیہ کر خدمات مدرسگی بخوشی منظور کروں گا۔۔۔۔۔ ایک لمحہ جیسے پرہیزی غریب الوطن کی حالت ہی کیا ہو سکتی ہے؟“

نگار سلاف حسین ص ۱۱۲، ج ۱۳، ص ۱۳۵ (جہاں عثمانی ص ۳۰۸)

فرق صرف اتنا تھا کہ شیر کوئی کی رائے میں مولانا عثمانیؒ ڈاکھیل میں رہ کر دینی خدمت کیتے اور وہاں ہی سے دارالعلوم پر کنٹرول فرماتے اور حضرت مدنیؒ کا مشورہ یہ تھا کہ آپ بیشک اپنے شہر دیوبند تشریف لے آئیں اور اپنے علمی کیوشنات سے طلباء کرام کو بہرہ ور فرمائیں، اہتمام اور انتظام کی سروری مولیٰ نہ لیں۔ مگر وہاں تو معاملہ ہی دگرگوں تھا، بقول شیر کوئی حسین احمد کو مولانا عثمانیؒ مرحوم کے بھائی مولانا حبیب الرحمن نے صدر مدرس بنایا تھا اس کا تعلق پوری طرح سے دیوبند سے کاٹنا تھا جیسا کہ شیر کوئی نے اپنے مافی الضمیر کو یوں ادا کیا۔

”مجم تو جب جانتے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب مرحوم ان مستغنی حضرات کو مانا لیتے اور کسی قیمت، کسی صورت، کسی انداز، کسی حالت میں انی کو دارالعلوم سے جاتے

نہ دیتے مگر ایسا نہ ہوتا ان حضرات کے عوض مولانا صاحب ازمن صاحب نے مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو صدر مدنی پر لکھا یا وہی ہوتا ہے جو منقولہ خط ہوتا ہے۔

۱۹۲۹ء (حیات عثمانی صفحہ ۲۹)

پروفیسر انوار الحسن خیر کوئی نے کس حقیر اہل از میں اپنے بغض کا اظہار کیا ہے، اور ماہ تخصصی صدودھم اکبر لکھنؤ اسی طرح خود مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے مدنی مملووع اسلام کے ایک سوال کے جواب میں یہ تحریر فرمایا ہے۔

”حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب مرحوم کی صدارت تدریس سے علیحدگی کے بعد غالباً دارالعلوم کے رباب اہتمام کے نزدیک کوئی مستحق مولانا حسین احمد سے زیادہ اس عظیم الشان علمی مسند کو زینت دینے کے لیے موجود نہ تھی یا اہم نہ آسکتی تھی اس لیے انہوں نے مولانا محمد رفیع کی ممتاز و کارآمد شخصیت اور ان کے کمالات و محاسن کے مقابلہ میں دارالعلوم کے عام معمول اور مسکنہ بالیسی سے قدر سے انخاص برتنے کو جائز سمجھا اور ایک نئی نفعیت کی خاطر جزئی حضرت کی پرواہ نہیں کی اس نظر کے تحت آج بمسلمان کا استشاد قائم ہے، فی الحقیقت کسی خاص شخص کو خصوصی کمالات کی بنا پر کس حد تک عام قواعد و ضوابط سے مستثنیٰ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار صرف مجلس اعلیٰ شوریٰ دارالعلوم کو حاصل ہے اور وہی اس سلسلے میں مخاطب بن سکتی ہے۔“

دالالتسلام: شبیر احمد عثمانی حفا اللہ عنہ از دیوبند بہار نئی۔ اشاعتی ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق اکتوبر ۱۹۲۹ء

دحیات عثمانی ۲۵۵-۲۵۶

حضرت عثمانی کے اس خط کو سرسری طور پر مطالعہ کرنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ مولانا عثمانی کے بارے میں حضرت مدنی اس مسند کے قابل نہ تھے بلکہ آپ کا وجود دارالعلوم کے لیے مضر تھا۔ آپ کے اسی مکتوب کی وضاحت مرحب حیات عثمانی لکھتا ہے۔

”علامہ کا یہ مکتوب نہایت محتاط انداز میں لکھا ہوا ہے، علامہ کو بتانا ہی مقصود ہے کہ ۱۹۲۸ء میں حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب حضرت مولانا شبیر احمد صاحب مفتی عزیز ازمن صاحب اور دیگر سامعہ ذی اہمیت چلے گئے تھے اور وہاں جامعہ اسلامیہ قائم

کیا گیا تو مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی نے اپنی سیاسی مصلحت کی خاطر مولانا

حسین احمد صاحب مدنی کو مستند کی حدیث پر بخا دیا تھا (صفحہ ۴۵)

آخر میں غیر کوئی نے اس وضاحت میں بھی لہجہ بعض کا اظہار کیا کہ جسے مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی کے اس اقدام کو سیاسی مصلحت قرار دے کر با اثر دینے کی ناپاک سعی کی ہے کہ یہ انتخاب سیاسی تھا وہ یہ صرف مولانا حبیب الرحمن صاحب کا اقدام تھا جو مولانا عثمانی کے بھائی تھے مگر یہ بھی مانا جا کر جب تک مستغنی حضرت ڈاکٹر امجد علی تشریف نہیں لے گئے تھے وہ مولانا صاحب کو کسی شیخ الحدیث کا تقریر نہ خواہاں کرنا اور شاید معاملہ سلو ہو جائے حضرت مدنی کے انادہ تقریر اور ان کے دیوبند کے یہ جلسے شرم کی تجریر اور اصرار پہلے گزر چکا ہے۔

ترتیب حیات عثمانی نے اگرچہ حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی کو اپنی عقیدہ کا نشانہ بنایا مگر اس کا اصل نشانہ اس وقت کی سماجی نظریات میں سے ہے کہ حضرت مولانا صاحب نے مستغنی حضرات سے استغنی واپس لینے کیلئے توجہ فرمائی یا نہ فرمائی مولانا اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے عرض ہے کہ جب حضرت مدنی سلمیٹ سے تشریف لائے تو مولانا صاحب نے ان کی مسجد میں ادا فرما کر کسی سے ملاقات کے بغیر اس وقت کی خطرناک مفاہم میں مولانا اعجاز علی صاحب کو مدینہ منورہ کو ساتھ لیکر جناب شاہ صاحب کی ملاقات کیلئے شاہ منزل تشریف لے گئے، جناب شاہ صاحب تلاوت قرآن فرما رہے تھے، پردہ کرنا کہ حضرت کو بلوایا، حضرت مدنی نے حضرت شاہ سے فرمایا کہ کیا اختلافات ہیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا مدرسہ کو بھائے و کف کے وراثت بنایا گیا ہے، بہت سی مالی خیانتیں ہیں، مدرسین کے ساتھ معاملات بہت نامناسب ہیں، حضرت مدنی شیخ الہند، کو ان ہی لوگوں نے ماٹا بیجا وغیرہ وغیرہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ باتیں تو حضرت شیخ الہند کے زمانے میں بھی تھیں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا مولوی صاحب اوہ تو بہت طرف والے تھے ہم کہاں سے اتنا طرف لائیں؟ حضرت مدنی نے فرمایا ہم سب مل کر بھی اتنا بڑا ادارہ نہیں بنا سکتے البتہ بگاڑ سکتے ہیں، حضرت شیخ الہند کے طریقے پر چلو گے تو مدرسہ بہت سے کاموں میں ترقی کرے گا، اندر رہ کر وہ اور اصلاح کی کوشش کرے، اختلافات کو باہر سے لادو۔ چنانچہ حضرت

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آنا وہ ہو گئے اور اسی وقت حضرت مدنی کے ساتھ مولانا حبیب الرحمن صاحب کے پاس پہنچے، مولانا حبیب الرحمن صاحب نے فرمایا مولوی انور شاہ ایہ سب جہڑا آپ کے سامنے ہیں جس ملازم، مدرس، طالب علم کو چاہو رکھو جسے چاہو نکال دو لیکن مدرسہ نہ چھوڑو، حضرت شاہ صاحب آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا شام کو آکر پڑھاؤں گا، جب گھر تشریف لائے تو سب رفقہ سے آپ کو گھیر لیا، آخر شاہ صاحب کی تحریر پہنچی کہ میں اپنے ساتھیوں کی وجہ سے دارالعلوم آنے سے معذور ہوں۔ یہ



حضرت تھانویؒ کا استعفاء

عظیم الامت حضرت مولانا شرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۵ء سے چلے آتے تھے جبکہ ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۹ء میں مولانا شبیر محمد عثمانیؒ اور چند دوسرے مائتود سے حضرت تھانویؒ کے نام پر ہونے پر لشکر لگائی گئی اس وقت بھی حضرت تھانویؒ سرپرست تھے اور اس ساری صورت حال سے باخبر تھے، جب مولانا عثمانیؒ دارالعلوم کے صدر مہتمم بن کر آئے جبکہ اس سے پہلے اس نام کا عہدہ نہ تھا، تو حضرت تھانویؒ کا رد عمل کیا رہا؟ اس کے لیے ہم سیاحت عثمانیؒ سے حوالہ جات نقل کرتے ہیں، حضرت مولانا عثمانیؒ ۱۳۳۲ھ کو صدر مہتمم مقرر ہوئے مگر ذرا بعد ہی سے بھی تعلق قائم رہا، اسی تعلق کی بنا پر حضرت تھانویؒ ۱۳۳۶ھ میں دیوبند میں مستقل مہتمم کا نڈیا اور حضرت تھانویؒ نے ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۹ء میں استعفاء لکھ کر دیا، اس کا پس منظر بھی اسی نوعیت کی سیاحت عثمانیؒ کی زبانی سماعت فرمایاں۔

”مجھ سے خواجہ فرید الدین کچھ خصوصی مجلس فرمائی دارالعلوم دیوبند کے ایڈنٹیکل اڈیشنل مولانا کو ہم چند اراکین مجلس منتظمین میں عظیم تصور دل خان صاحب جید آبادی اور مولانا نثار حسین گیوانی بھی تھے صدر مہتمم کی حیثیت سے لانا چاہتے تھے، چنانچہ معلوم ہوا کہ مولانا عثمانیؒ تیار ہوئے تشریف لے گئے ہیں ہم مجلس منتظم کے جلسے میں دیوبند گئے، ہوئے تھے، عظیم تصور دل خان اور میں نے سوچا کہ حضرت عثمانیؒ کو وہی خانہ بھون دینی کر لیں اور حضرت مولانا شرف علی صاحب جو کہ صدر کے سرپرست ہیں اور سیاست علی کے باعث ان کے اور مولانا عثمانیؒ کے درمیان استغوت رہا ہے اس کو ٹھکرا دیں، چنانچہ مولانا عثمانیؒ، جس میں سہارنپور کے اسٹیشن پر مل گئے، ہم نے اسی بات کا انہوں سے تذکرہ کیا اور ان کو ان کے سخت انکسار کے باوجود مجھ کے منوالیا اور حضرت تھانویؒ کا خدمت میں سے جانے پر بھی راضی کر لیا، جب ہم خانہ بھون پہنچے تو ہم نے حضرت تھانویؒ کو بھی رضامند کر لیا اور مولانا عثمانیؒ“

اس کا نفاذ ہو جاتا تھا۔

۱۳۲۵ھ میں جب انتظامی امور کے لیے جب قوانین دونوں ہونے تو مندرجہ بالا طریق عمل کو باضابطہ بنا دیا گیا، مگر ۱۳۲۹ھ میں کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ اس بارے میں مجلس شوریٰ کے اندر اختلاف برائے پیدا ہو گیا، ایک جماعت کی رائے تو اس طریق عمل کی حمایت میں تھی اور دوسری جماعت اس کو مجلس شوریٰ کی بے کسی اور عدم ضرورت سے تعبیر کرتی تھی۔ در فیصلہ کا مدار کثرت رائے پر رکھنا چاہتی تھی چنانچہ مجلس شوریٰ کے متعدد اہل سوں میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا، حضرت تھانویؒ کی قیادت میں ۱۳۲۴ھ سے دارالعلوم کے سرپرست سقہ از خود صلحاً مرتبہ سے مستعفی ہو گئے۔ جب ۱۳۲۴ھ میں مجلس شوریٰ نے حسب ذیل الفاظ میں یہ استعفاء منظور کر لیا۔

”مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس پورے غور و فکر اور احترام و تقدیس اور عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے استحضار کو نہایت افسوس کے ساتھ منظور کرتا ہے اور حضرت ممدوح سے درخواست کرتا ہے کہ آپ اپنی دعوات صحاح اور توجہات عالیہ سے دارالعلوم پر ہمیشہ تخیل گستر رہیں گے یا



حضرت مدنی ابتلاء اور مقام رضائیں

۱۹۲۲ء تا ۱۹۳۷ء

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۲۲ء کی جنگ نے انگریزوں کی کمر توڑ دی تھی جسے تقوین ہو گیا اور اب اسے ہندوستان سے نکلتا ہی پڑے گا اس لیے انگریزوں نے ان جماعتوں اور ان افراد کو انتقامی کارروائی کا نشانہ بنانے کی کارروائی تیز کر دی، تمام ان جماعتوں کو اور ان کے سرکردہ بنیادوں کو اپنے ہتھکڑیوں میں بند کر دیا گیا اور انگریزوں کے دشمن تھے، خصوصیت کے ساتھ انگریزوں کی نظر اس دورِ معلوم ویرانہ پر تھی جس کی بنیادیں ۱۹۱۵ء کے مظالم کے انتقام پر رکھی گئی تھیں۔ مسٹر اسٹون نے اپنی کتاب "مادریٹا اسلام" میں لکھا ہے کہ۔

"دیوبندیت آج ہے برطانویت کی مخالفت کا" اور دسمبر ۱۹۲۱ء جنوری ۱۹۲۲ء

اس وقت دارِ معلوم ویرانہ کے مدنیوں اور ان کے بھائیوں نے جلاوطنی میں جو وہی سے انگریزوں کے انتقامی کارروائی سے ایک نواب کا قریب حاصل تھا، کسی خطبہ کلاچی قاضیہ خیر اللہ کو حسب اس کے ترقی ہو سکتا تھا، چنانچہ اُدھر تو دارِ معلوم کی انتظامیہ میں مقبول شروع ہو گیا جس کی مدد سے نواب صاحب اور اُدھر حضرت مدنی کو قانونی پہلے سے انتقام کا نشانہ بنا کر شروع کر دیا جس کی ابتداء ۱۹۲۶ء سے ہوئی تھی۔

سیاسی تحریک اسی آزادی کی بدولت شباب پر پہنچی تھی، برطانیہ کے قدم ڈگمگاتے تھے، باہر سے آئی اور شکر کارینا بڑھتی تھی، نواب صاحبان آج ہی طوفان کی طرح بڑھتا آ رہا تھا اور ملک کے اندر ہندوؤں سے بناؤ کی تیاریاں تیزی سے تھیں، محامد نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ کل اور غیر شروع و آزادی سے کم کسی قسم سے ہندوستان جنگ میں شریک نہیں ہو سکتا، ان حالات سے گھبرا کر سولہ لاکھ کے عالم میں گورنمنٹ نے ملک کے ہندوؤں کا گزشتہ شروع کر دی تھی، ماسی ضمن میں ہندوؤں سے حضرت گاندھی کی فیریں بھی آ رہی تھیں، مگر حضرت کی سرگرمیوں اور حکومت کے خلاف جدوجہد میں وہ دن اٹھانے کو پہنچا تھا، تقوین پر یہ نیکو کاروں کی

پہلے بوش و روسوں کے خلاف اور حضرت کے ساتھ ہادی تھیں۔ اسی دوران ۲۵ اپریل ۱۹۲۶ء کو ارفاقاؤ کے گھبر

پھرانوں میں ضلع ججیہ ملایا کی کانفرنس ہوئی اس میں تقریر کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ ملک کے مختلف
 فرقوں کے درمیان اتحاد ہی ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعے ہمیں طوقِ غلامی سے آزادی مل سکتی ہے۔
 برصغیر کی ان اخصائیسوں اور ذمہ داروں کو یاد کرنا اور خود انگریزوں اور زمین اور تہذیب کے حوالوں اور مسائل سے ان پر
 دلیلیں قائم کیں۔ یہی مضامین آپ ہمیشہ بیان فرمایا کرتے تھے مگر اس بار حکومتِ گرفتاری کی گھنٹوں میں چنانچہ
 اسی تقریر کے بنا پر گرفتاری کا فیصلہ کر لیا گیا۔ مگر حکومتِ کراچی کے مقدمہ کے موقع پر گرفتاری کا ماحول اور فتواریاں
 ابھی بتولی تھیں اس لیے ایسے اہم مقامات یکے کے بعد کسی کو قانون کان گرفتاری کی خبر نہ ہونے پائی۔ ۲۳ جون
 ۱۹۴۷ء کی رات کو ایک بجے صوبہ پنجاب کی ایک اجماعی کانفرنس میں غمگین کے لیے حضرت درویش سے
 جنگ کے لیے روانہ ہونے کا رزقِ تیسرا سٹیشن پر پہنچی تھی کہ پولیس آفیسر وارنٹ لیے ہوئے ٹریک میں
 داخل ہوا اور جب گاڑی مل پڑی تو وارنٹ پیش کر دیا تاکہ سٹیشن مہانہ پر حضرت کو اتار دیا گیا اور پہلی تہذیب
 سے مراد آباد ہوا گیا یہ غمگین ہوئی تو منگاہرات اجتماعات کو باجماعت کا ایک مسلسل سلسلہ بنا گاؤں گاؤں اور
 شہر شہروں پر لوگوں پر نکل آئے، نعرہ بکیر انقلاب اور آزادی کے نعروں سے فضا گونج اٹھی، جوس نکلے، بٹلے
 اوسے آجریز میں آئیں، تقریریں، نمونیں، غرض مہینوں تک گورنمنٹ کی نیندیں حرام رہیں، ان تمام سرگرمیوں
 حضرت تہذیب ہونے کو نہ ملک بھر کی طور پر آزادی اور جڑ بڑ آزادی کی لہریں دسوں بیسوں گناہوں کی نظر آئیں،
 اس وقت کے مشہور اور مقبول انقلابی شاعر علامہ انور سارنگی کا ایک شعر آج تک کانوں تک گونج رہا ہے۔

غلام آباد میں کیا فائدہ ہے کہتے ہیں

نہ جینا ہے سلیقے کا نہ مرنا ہے فریضے کا

خدا کا ہر حساب صحیح میں جانا نہیں سمجھ سے

فرض میں ہے مراد آباد کے قبیل دینے کا

موقع کی مناسبت اولوں کی حدود انگریزی، شاعرانہ فنکاری اور اس پر علامہ صاحب کی کھنگالی ہوئی
 پر سوز آواز، اشد شکر ایک عظیم الشان جلسے میں لوگوں کی چشموں نکل گئیں۔ مراد آباد جیل میں حکومت نے حضرت پر
 مقدمہ چلایا، حافظوں کو راجیم جو آزادی کے بعد تیار ہو رہے، ان کی سرکردگی میں وکیلوں اور ایڈووکیٹوں کے ایک
 پینل کے بیرونی کی یہ سب لوگ بٹن سے بیرون فرما دیے اور قابل قانون دلائل تھے۔ گورنمنٹ کا دعویٰ یہ تھا کہ جب
 سی آئی ڈی کے ایچکر کے حوالے سے بیان کے بعد مقدمہ سنا لیا گیا اور فاضل دکان نے بحث کرتے ہوئے سوالات

جو توجہ دے گا، جسے چاہے، وہ ہمیں اس کے ذریعہ موجود ہے۔

اس بیان سے مزید جاننے کے لیے، اس کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں اور بھی کچھ پڑھیں۔
 شریعت کے علاوہ اس میں قانون ثابت سے لیکر جو لوگوں کو جو دتے تھے، وہ بھی اور جو دتے تھے، وہ بھی
 قابل توجہ ہے۔ مثلاً، اس کے بعد تو بعض قانونی ترقیوں کے لیے قانونی ترقیوں کے لیے اس کے بعد
 چنانچہ انٹرنیشنل مشنٹ اور جوبون شریعت اور استو کو ۶ ماہ قید و محنت اور ۱۰ بجوں و پینے پر نوازہ کا کر سنا
 دیکھا، انٹرنیشنل مشنٹ اور جوبون شریعت اور استو کو ۶ ماہ قید و محنت اور ۱۰ بجوں و پینے پر نوازہ کا کر سنا
 اس سزا کی صرف اتنی ہی حیثیت تھی کہ ان کی گنت میں آئی، اس کے ضمانت پر رکھا گیا تھا، اس کے بعد
 میں سوائی ہو گئے۔ مگر اس سفر میں جہاں صرف گنت ہی نہیں رہا، وہی سماجی کی پالیسی ملک اور
 وہاں پر حضرت علیؑ نے مزہ انداز میں لیا، یہاں پر اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد
 اور اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد
 مشنٹ اور جوبون شریعت اور استو کو ۶ ماہ قید و محنت اور ۱۰ بجوں و پینے پر نوازہ کا کر سنا

گنت کی پالیسی تو واضح ہی تھی مگر جامعیت نے ہمیں ملے رہا تھا، گنت کو صرف ایک ہی
 ہی ہم نہیں گئے، چنانچہ پہلی دفعہ گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰
 پہلے دن سے تشریف لائے، موصوفہ ترک آبادی کے صوبہ قوٹاہ کے دیہاتوں میں تھے، یہی حضرت
 سے انصاف اور ارادت ہی رکھتے تھے، مگر اس کی اپنی بولی کو مسلسل ہار گئے، ایک ایسی جگہ، مگر اور
 قانونی بحث کی، حکومت کے سلسلہ و طرفوں کے بارہ دیکھا میں، جس کے نتیجے میں وہ حکومت اور عدالت کا
 دیکھ دیکھتے، جسے حوالہ نہیں دیا، اگر آتی نہیں تو گلی بلی پر تو صرف ہی رہی، اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد
 پھیلنے کے لیے یہ ایک نیا نیا سنگ صاف ہے، مگر اس بار میں سے پہلے ہی گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰
 شروع ہو گئی، یہ بڑی یادگار اور لیسوں کی ایک جگہ تھی، یہی وہ جگہ تھی، جس نے ہر نیک کے قلوب کو بڑھاتا
 سے ہمیشہ کے لیے اکھاڑا، بلکہ گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰
 نے کہ حاضر ہو گیا، اس بار گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰

۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰

۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰ جون ۱۹۴۲ء کو گنتی اور ۱۰

بلا تعلق مسعود کی گئی۔ گاندھی جی اور پنڈت نہرو کی تقریروں اور مولانا کے خطبے نے دوسروں کو ہوش و جذبہ سے معمور کر دیا، ہر عاصی کے تن بدن میں، گگ گگ گئی اور فوجا کا ٹکڑا کر کے غیر قانونی جماعت تیار کر دی گیا، پنڈت جو اہر لال نہرو کی تقریر اس قدر ہوش و ہذبات سے پڑھی کہ عوام کو اپنا ہوا پر غلام اور کھانا مشکل ہو گیا، آدمی رات کے بعد کدوائی دوسری صبح کے لیے مٹھوئی ہو گئی۔ صبح سے پہلے ہی حکومت نے ٹیلیفون کے کنکشن کاٹ دینے اور انگریزوں کے مولانا آزاد، گاندھی جی، پنڈت جو اہر لال نہرو اور ورنگ گڈھی کے سارے ممبروں کو گرفتار کر لیا۔

عوام نے حکومت کے دفتروں، ڈاکخانوں، پیشینوں، اتحادوں اور کمیٹیوں پر دھاوا بول دیا، کچھ یا کچھ کوٹھ لیس عداوتوں میں آگ لگا دی، سیل کی پٹریاں، کھارویں، مال گاڑیاں روک میں پلٹا توڑ ڈالنا لوگ گھنٹے باز دھڑکھڑ سے نکلنے لگے اور لائیس واپس آتی تھیں، جلوس نکلتے تھے، غصے سے بلند ہوتے تھے انقلاب زندہ باد، شہر زندہ باد، حکومت جکڑو کی تھی اور انہیں آگ لگتی تھیں، دہلی کی دھرتی ہندو لوگوں سے مالامال ہو رہی تھی۔ اب حضرت کی رہائی اور مقدمہ کی کدوائی کا سوال ہی ختم ہو گیا تھا۔ حکمت کھلنے سے لیڈروں کے ساتھ حضرت پر بھی ڈیفنس آگ لگنا ایکٹ جاری ہوا۔ اور جمہوریت علم اور کانگریس کے لیڈر قیدیوں کی نئی کھوپ موہنا منظر اٹھیں، حافظہ بھاراجیم وغیرہ جیل میں پہنچ گئے اور جیل میں جھگڑا ہو گیا، مگر حضرت کے مشاغل اور گوشہ نشینی جو ابتدائی زندگی سے ہماری تھی اس میں کوئی فرق نہیں پڑا، باہر کی دنیا میں تو کچھ ملائی اور عجم خلائق طرح بھی ہو جاتا، ہو گا یہاں تو فرصت ہی فرصت تھی۔

اس جیل میں ایک مخصوص احاطہ تھا جس میں چار کوشٹریاں تھیں، پہلے ای میں پھانسی کے پیر رکھے جاتے تھے، پھانسی کا تو نام ہی ہوتا کہ جوتلے اس احاطہ اور خصوصاً کوشٹریوں میں بلا کی وحشت برستی تھی، جیل میں مشہور تھا کہ یہاں ہندو عورتوں کا ڈیرہ ہے۔ دارلین اور ملازمین کی اس طرف کا رخ کرتے گھبراتے اور کتراتے تھے۔ حضرت مدنی کی گرفتاری پر شاعر انقلاب مولانا ظفر علی خان نے جو پڑا اثر نظم کہی وہ یہاں درج کی جاتی ہے۔

امیر فرنگ حسین احمد نور اللہ مرقوم

وہ نور حسین اعلیٰ اور رشید قلمباز زبانی
 وہ فرزند ای قاسمی وہ شیخ زبانی
 علم میں جس کی تہذیب عرب میں جس کی تابانی
 وہ سبکی گونج سے دُکھ کا پتہ ہو گیا پانی
 اسی پر آج ہے تمام نعت ہائے زبانی
 امیر قید زندوں ہو گیا وہ یوسف ثانی
 کہیں روکے سے رُکے تسمت کی بھی طغیانی
 ہی تُو میں جو کرتے ہیں غیری میں بھی سلطانی
 نظر آبلے سبھا تم کوئی دیکھے تو پیشانی
 شعائر زنگانی ابتغایہ فضلی زبانی
 انہیں دیکھو کہ ہیں یہ منظر آیات قرآنی
 تن نمائی تو آسان ہے مگر مشکل ہے قربانی

وہ شیخ الہند محمود الحسن کی نگر کا تارا
 رسول اللہ کا وارث ولی اللہ کا وارث
 وہ شمس علم و حکمت جس سے عالم ہو گیا روشنی
 وہ شیر پیشہ اسلام وہ مستانہ وحدت
 حسین احمد اسی قدری صفت کا نام ناہمی ہے
 امیر مالٹا وہ یادگار احمد خلیل
 وہ اپنے سے نہیں ڈرتے پڑھتے کے توالے
 کیسی مروان غازی غیر حق سے ڈر نہیں سکتے
 آیشہ زکریا علی اکتفا کی تلوار ہاتھوں میں
 خیر الختم زکریا و شہداء فی اللیس رہیال
 صحابہ کا نور اور رسول اللہ کا آسودہ
 حسین احمد کے صفحے کا پلاؤ کھانہ لولہ کو

خدا کی راہ میں مرٹھے والوں سے کوئی پرچھے
 کہ قید و بند میں ہیں کیسی لذتہا سائے رُوحانی
 (دعا تبارک و تعالیٰ)

(ف) حضرت مدنی کی گرفتاری کے بعد مظفرنگر کے ایک سیاسی جلسہ میں ایک بہت بڑے مولانا نے
 تھرے کہنے ہونے کہا تھا، اب وہ دن گذر گئے کہ مولانا مدنی پلاؤ کھا یا کھاتے تھے اب ان کے حقے کو ظلم کھائیں
 اس صرح میں اُدھر اُٹھ کر کیا گیا ہے، دائرہ حقانی کی شان کچھ دنوں بعد پلاؤ کی دہلی میں تیار ہو گئیں، مقررہ صورت
 نہایت راجستھان کے ساتھ پلاؤ کھانے کی میز پر پہنچا، ابھی پہلے ہی بھی منہ میں ڈالنے کے اڑدہ سے ہاتھ اٹھایا
 ہی تھا کہ ایک عالم کی گولی کا نشانہ بن گئے، انہوں نے کھانے نہ پاران اٹھل کھانے بلکہ دہلی میں ٹوٹ کی گئیں، اسی زمانے

مذہب گندہ بندہ تقدیر گندہ بندہ

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

نظر بندی کی شدت طویل ہوتی گئی اور رہائی کے آثار نظر نہ آئے تو کچھ غلصین نے قانونی پہلو جوئی کی کمر نظر بندی خلاف قانون ہے اور نئے سبب حاجی شیخ ولی محمد صاحب بھڑپوری مرحوم کے نام سے داخل کی گئی اور صوبائی مسلم لیگ کے ایڈووکیٹ اور قابل وفاضل وکیل علیہر الحسنین صاحب لاری نے اس کی پیروی کی ان کا وکلاء کے قابل وکلاء کا خیال تھا کہ اس قانونی اعتراض کے نتیجے میں حضرت کی سبائی بہانے فیصلہ قطعی ہے مگر اس نکتے کے بیچ جسٹس اقبال احمد اور مسٹر اسپ دونوں کمزور اور حکومت کے اشاروں اور دباؤوں کے تابعدار تھے اور حکومت کسی حالت میں بھی حضرت کو رہا نہیں کرنا پڑتی تھی، حضرت نے اس مقدمہ کے بارے میں تحریر فرمایا۔

”مقدمہ کے بارے میں لاری صاحب کا بیان اخبار دینر میں آپکا ہے جہاں مخالف حکومت کی طرف سے اول مسٹر محمود سابق سب انسپکٹر پولیس کو بھیجا گیا اور ان کا حکمت نامہ داخل کیا گیا، عدالت میں مسٹر محمود کے بیان کو کٹھم کر دیا گیا اور چیف جسٹس نے ہوم سکریٹری کے بیان پر غصیلہ دے دیا اور ایک کی نقل کا ترجمہ ارسال ہے، اس سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ لاری صاحب نے نہایت عمدہ بحث کی اور قانونی حیثیت سے ہوم سکریٹری کے خلاف تاثر کو غیر قانونی ثابت کر دیا، کاش وہ گلنڈیا لاہور کے قاضی القضاة یا فیڈرل کورٹ کے سامنے اپنی اصحاٹ کو پیش کرتے تو ضرور کامیاب ہو جاتے یا رکتوبات جلد مصلحے

حلف نامہ اور فیصلے کا تذکرہ آہی گیا ہے تو ان پر ایک نظر بھی ڈال لیجئے۔

حلف نامہ مسٹر محمود سابق افسر انچارج پولیس سٹیشن دیوبند

- (۱) میں اس وقت رڈ کی پولیس اسٹیشن کا افسر انچارج ہوں جو واقعات اس حلف نامہ میں درج ہیں ان سے پوری طرح واقف ہوں۔
- (۲) یہ کہ مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص ہیں اور ان میں سے ایک ہیں جو تحریک برہمنی رومانال کے بانی مہمان تھے۔
- (۳) یہ کہ مولانا حسین احمد مدنی سازش مذکورہ کے سلسلے میں عرب جمہوریت گئے تھے اور وہاں سے لوٹتے ہوئے گرفتار کیے گئے وہاں میں نظر بند کیے گئے تھے۔
- (۴) یہ کہ بعد میں مولانا حسین احمد مدنی سنہ ۱۹۲۰ء میں ہندوستان واپس آئے اور تحریک خلافت کے پہلے میں

خاص حضور کیا اور وہ ایک، میدوار تھے عہدہ امیر الہند کے تاکہ اس کے ذریعے جہاد کا فتویٰ لے سکیں اور ۱۹۲۶ء میں خلافتِ گمشدہ کی مجلسِ فقہانہ میں بھی منتخب ہوئے تھے۔

(۵) یہ کہ وہ علی برادران کے ساتھ متحدہ میں بھی منتخب ہوئے تھے۔

(۶) یہ کہ مولانا مدنی نے ۲۴۔۲۵ کو سہارنپور میں ایک آگ لگانے والی تقریر کی تھی اور خاص تعلق تھا جمعیتہ علماء ہند

سے اس کے ذریعے تبلیغ کرتے تھے، ولایتی مال کے بائیکاٹ کی جس میں انگریزی مال بھی شامل ہے اور کھنڈر کے کپڑے کی شاعت کرتے تھے۔

(۷) یہ کہ مولانا مدنی نے مراد آباد میں ۱۹۲۸ء میں صوبہ جمعیتہ علماء کی صدرت کی، اور صوبہ خلافت کمیٹی کے صدر بھی منتخب ہوئے۔

(۸) یہ کہ مولانا مدنی نے مئی ۱۹۳۳ء میں نوجوان بھارت سما سہارنپور کے جلسے میں شرکت کی اور گورنمنٹ کے خلاف بہت سخت تقریر کی۔

(۹) یہ کہ مولانا مدنی نے ۱۹۲۹ء میں مجلسِ اہلاد کے لیے چندہ کیا اور جمعیتہ علماء ہند کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے جو اس وقت دہلی میں غیر کانونی جماعت تھی اور ان کے اوپر ایک نوٹس اس امر کی تعمیل کی گئی کہ وہ دہلی میں داخل نہ ہوں لیکن انہوں نے اس کی مخالفت ورنہ کی اور جیل بھیجے گئے اور پھر ۱۹۳۰ء میں رہا ہوئے۔

(۱۰) یہ کہ مولانا مدنی نے ۱۹۳۰ء میں امامِ اقلیت کے کانگریس امیدواروں کو کامیاب بنانے کی پوری اور انتہائی کوشش کی۔

(۱۱) یہ کہ مولانا مدنی نے ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء میں ولایتی مال کے بائیکاٹ کی کوشش کی اور محام سے اپیل کی کہ وہ آئے دالی لڑائی میں اور بادشاہ کے حبشین ناچپوشی میں شریک نہ ہوں۔

(۱۲) یہ کہ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء میں مولانا مدنی کا داخلہ دہلی بذریعہ تحریکی حکم چھ ماہ کیلئے روک دیا گیا۔

(۱۳) یہ کہ مولانا مدنی نے ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۰ء میں ہری پورہ کانگریس کے اجلاس میں شرکت کی اور آل صوبہ کانگریس کمیٹی کے نائب صدر تھے۔

(۱۴) یہ کہ مولانا مدنی نے آزاد مسلم کانفرنس ۱۹۳۰ء نوجوہ کی صدرت کی اور اس میں انگریزوں کے خلاف زبردست تقریر کی۔

(۱۵) یہ مولانا مدنی نے اگرچہ گاندھی جی کے خاص حکم کے ماتحت سنگٹہ اور سنگٹہ میں انفریو سٹیگرہ میں جتہ نہیں کیا لیکن اس سال کانگریس کی مجلس منتظمہ کے ایک ممبر تھے۔

(۱۶) اپریل ۱۹۳۲ء میں دو تقریریں پھیلایوں اور سبازپور میں بہت سخت کس اور پھیلایوں کی تقریر کے سلسلے میں ۲۲ جون ۱۹۳۲ء کو گرفتار ہوئے اور مقدمہ چلا گیا اور دفعہ ۲۹ قانون ہند کے ماتحت چھ ماہ کی سزا ہوئی۔

(۱۷) مولانا مدنی کا نام افضل گورنمنٹ کی فہرست الف پر اور صوبائی گورنمنٹ کی فہرست الف پر درج ہے جو کہ کسی وقت تیار کی گئی تھی، اگست ۱۹۳۲ء کی عام گرفتاری سے قبل اس فہرست میں انہی لوگوں کا نام تھا جو خاص طور پر خطرناک سمجھے گئے تھے اور بعد میں پوری تحقیقات کے بعد دفعہ ۲۹ کے ماتحت گرفتاری کا حکم جاری کیا گیا۔

حلفت نامہ ہوم سیکرٹری (دیوبند) میں ڈی ایس سیکرٹری صوبہ دیوبند، ہوم ڈیپارٹمنٹ، باحلف بیان کرنا ہوں اور قسم کھانا ہوں۔

(۱) یہ کہ میں سرپرستی صوبہ متحدہ گورنمنٹ کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں ہوں اور حکم نمبر ۱۵، ۱۵ اگست ۱۹۳۲ء سے ۶۷۵۳ سی این میں نے جاری کیا ہے۔

(۲) یہ کہ اس حکم کے جاری ہونے سے قبل مولانا حسین احمد مدنی کا معاملہ اور سفاحوں کے ساتھ گورنر کے سامنے رکھا گیا تھا اور ان کی نظر بندی کا ذکر وہ بالا حکم ہذا کی سلیبس کے حکم کے مطابق ان کے معاملہ پر غور کر کے جاری کیا گیا تھا اور سٹریٹ میجرینٹ لکھنؤ کے سامنے اس بیان غلطی کی تصدیق ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو ہوئی ہے۔

فیصلہ

ہائی کورٹ آف ایپلےٹو جوبدری نگرانی آف آباد ۱۶ نومبر ۱۹۳۲ء
 باجلاس سراجیال احمد چیف جسٹس اور آر بیل آلپ صاحب نمبر ۷۸۵، ۱۹۳۳ء
 بادشاہ سلامت! بذریعہ سرٹیفکٹ جیل مینی
 بنام مولانا حسین احمد مدنی کی طرف سے شیخ ولی محمد

حکم

یہ درخواست خرابی کی وجہ سے ۳۰ کے مطابق دی گئی ہے، اس میں مستعدا کی گئی ہے کہ مولانا حسین احمد نے جو کہ جیل میں نظر بند ہیں اس کے جائزہ مولانا مذکورہ ۲۵ بجوڑائی سنگھ کو قید کی سزا ہو کہ حق اور جیل کے فیصلے کے مطابق جنوری ۱۹۳۳ء میں ان کی سزا پوری ہو جاتی۔ ایک دو ماہ میں ان پر دفعہ ۱۱۷ و ۱۱۸ آف انڈیا رولز کے مطابق حکم جاری کیا گیا کہ نظر بند کیے جائیں، یہ حکم ۱۵ اگست ۱۹۳۳ء کو جاری ہوا۔ جنوری ۱۹۳۳ء سے مولانا اس حکم کے مطابق نظر بند ہیں۔ وہیں یہ دی گئی ہے کہ حکم طریقے سے جاری نہیں ہوا ہے اور اس حکم کا کوئی قانونی اثر نہیں ہے۔ جہاں تک طریقے کا سوال ہے، ہماری کہہ میں اعتراض ہے کہ حکم صوبہ متحدہ کی گورنمنٹ کی طرف سے جاری کیا گیا ہے جبکہ وہ گورنر کی طرف سے ہونا چاہیے تھا۔ جاری ہو میں یہ اعتراض کوئی مضبوط نہیں ہے، خاص طور پر اس وقت جبکہ گورنر گورنمنٹ آف ہندیا کی دفعہ ۱۱۷ کے مطابق گورنمنٹ کے پورے اختیارات خود کا آپس میں لاد رہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مولانا کی نظر بندی کے مسئلے پر خود گورنمنٹ نے غور نہیں کیا سرکار کے تمام سرکاری نے ایک خطی بیان داخل کیا ہے کہ مولانا کی نظر بندی کا حکم خود گورنر کی ہدایت سے جاری کیا گیا ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ معاملہ گورنر کے سامنے رکھا گیا تھا اور انہوں نے اس پر خود کے حکم جاری کیے، اس بیان خطی کے ساتھ ہمارے لیے یہ کہنا ناممکن ہے کہ گورنمنٹ نے حکم جاری نہیں کیا۔ یہ کہا گیا ہے کہ مولانا کی نظر بندی کا حکم گورنمنٹ نے جاری کیا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے لیکن بیان خطی میں یہ کہا گیا ہے کہ گورنر کے سامنے یہ سطور پیش ہوئے اور ان کی نے حکم جاری کیا ہے، تو ہمیں ہاں لینا چاہیے کہ گورنر نے حکم جاری کیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس درخواست میں کوئی زور نہیں ہے اور ہم اس کو فالت کتے ہیں۔

درخواست دہندہ کے وکیل نے فیصلہ کورٹ میں اپیل کرنے کی اجازت طلب کی ہے یہ سیکشن پورنکر اس میں گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی تشریح کا معاملہ نہیں ہے اس لیے ہم ایسی اجازت نہیں دے سکتے۔

الراہد جیل کے حالات میں ایک اہم واقعہ حضرت کے ساتھ جیل کے کسی افسر کی دست درازی اور گستاخی کا بھی ہے، یہ قصہ کئی حضرات نے بیان کیا ہے مگر ان حکایتوں میں جذبات احمدات اور اضطراب بھی شامل ہے، اس لیے صحیح اور واقعی کہانی حضرت ہی کی زبان سے معلوم ہو سکتی ہے۔

جب سے میں یہاں زمین میں آیا ہوں اس واقعے کے پیش آنے تک نہ میں کسی فرسٹری سے یا اس کے نائب سے ملا ہوں نہ وہ مجھ سے ملے ہیں انہوں نے مجھے کبھی دیکھا بھی نہیں، میں نے دور سے دیکھا تھا صورت شناس نہ تھا، حکام عین بالخصوص وہ شخص جو کہ سابقہ جیلوں میں چھوٹے عہدوں سے بڑھا ہوا تھا، انہوں نے نہایت سخت اور بدتر، بدزبان، تندخو ہوتے ہیں بالخصوص انگریزوں نے انہیں عصر کے بعد اور آدھ ٹائمن میں عموماً مشغول رکھا ہوں اور کمرے ہی کے اندر رہتا ہوں، مغرب کی نماز کے وقت نکلتا ہوں اور کمرے باہر ہی کبل وغیرہ پھا کر ہم چند مسلمان بیچ و قرعہ نماز باجماعت پڑھا کرتے ہیں، بعض مسلمان دوسری بار کو رہتے آجاتے ہیں اور جو کہ اسی بارک میں رہتے ہیں جس میں میں ہوں وہی بیسٹری میں وہ عشاء اور فجر میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ مغرب کے فرض، ادا کرنے کے بعد نو اہل میں ڈیڑھ دو پارہ پڑھا کرتا ہوں، اس کے بعد بارک کے مسلمان ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور پھر عشا کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں ہو جاتے ہیں، بارکوں کے دروازے گرمیوں میں آٹھ بجے کے بعد بند تھا کرتے تھے، جائزوں میں ساڑھے سات بجے سے بند ہونے لگتے تھے، شمار اور گنتی ہر بارک کے آدمیوں کی بارک ہی میں ہوا کرتی ہے، پولیس کی قیدی اپنی جگہوں پر گئے جلتے ہیں، ان میں نماز میں مشغول ہوتا تھا گنتی والے کمرے میں ہوتے ہونے لگ جاتے تھے اعداد بھی وہی حال ہے۔

اسٹریٹ سے، اہل سرکل کے جیل سے کہا کہ تم اپنے سرکل کی بارکوں کو سات بجے بند کرو، اس نے بعض ذمہ دار افسران سے کہا کہ اس کے حکم سات بجے بند کرنے کا ہے، سرکل کے فائے جن میں دوسرے پولیس قیدی ہیں ساڑھے سات بجے بند جلتے ہیں تم بھی اس وقت بند ہو جایا کرو، اس نے جواب دیا کہ تم نے بعض مطالبات پر فنڈز کو بھیجے ہیں ان کا جواب اب تک نہیں آیا، جب تک وہ پورے نہ ہو جائیں اس مطالبے کو پورا نہیں کریں گے، مگر اس کی وجہ کو اور میرے رفقاء کو کوئی خبر نہ تھی، مجھ کو اور میرے رفقاء کو اس بند ہونے پر نہ کوئی اعتراض تھا اور یہ ان کے متعلق کوئی سوال پیدا ہوتا تھا، کیونکہ مغرب سے پہلے وہ سب بارک میں آجاتے تھے اور صبح تک وہاں رہتے تھے اور بالخصوص میں تو عصر سے تقریباً بند ہی رہتا ہوں، کئی کئی اوقات میں بھی کمرے سے باہر بلا ضرورت نہیں نکلتا۔

اسٹریٹ کو یہ جواب اس کا ناگوار گندا اور اپنی طاقت کے ظاہر کے لیے اپنی فورس نے کرنا ہے، چونکہ جبکہ عین مغرب کا وقت تھا، بلا خبر اور بلا نوٹس سرکل کے میں داخل ہوا اور سب سے پہلے ہماری بانک میں داخل

تین سو ذہن جوئی میں آیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ گل کے قطر کا مجھے بہت افسوس ہے، میں مولانا مرنی کو پہچانتا نہیں تھا، ان کو جلا دو میں ان سے معافی مانگوں گا، میں نے ان کو بہت لعنت ملامت کی ہے، میری رائے ہے کہ تو میرے ساتھ جیل کر لے، معافی دیدے، میں نے کہا یہ پوری جماعت کا مسئلہ ہے اس لیے آپ سب سے پرہیز کرنا، انہوں نے ہر ایک سے چوبہ چھین لوگ بلائے اور سب سے مشورہ کیا، سب نے کہا کہ جب وہ سالہانہ رہا ہے تو معافی دے دی جائے، میں نے کہا کہ اچھا آپ جا کر اس سے کہہ دیجئے کہ حسین احمد نے معاف کر دیا، مگر حجت وارڈوں نے کہا کہ وہیں جیل کر معافی دینی چاہیے، میں چلا گیا، اس نے کہا کہ مجھے افسوس ہے اور میں معافی چاہتا ہوں۔

یکم نومبر ۱۹۷۲ء کو ہوا، پیش آیا تھا، حضرت نے کسی کو اس کی اطلاع نہیں دی مگر فروری ۱۹۷۲ء سے ملک میں خبر پھیل گئی اور غم و غصے کی ایک لہر دوڑ گئی، حضرت نے تو معافی دے دی تھی مگر عوام اور مستفیدین کے رنج و غم میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا اور نتیجے میں بنگلہ دیش میں احتجاجی جلسے ہو رہے تھے، اخبارات میں آرٹیکل لکھے گئے اور ریزولوشن پاس کیے گئے، ۲۶ نومبر ۱۹۷۲ء کو تمام ہندوستان میں احتجاجی اجتماعات کیے گئے، ۲۷ نومبر کو اخبارات میں یو پی کے گورنر کا کیونکر شائع ہوا کہ سپرنٹنڈنٹ متعلقہ نے معافی مانگ لی ہے اور اب حضرت افسران جیل سے ملتے ہیں۔ اس پر بھی عوام کا مطالبہ جاری رہا کہ سپرنٹنڈنٹ کو قرار و اقامتی مزاد دی جائے مگر آخر میں حضرت کا پیغام پہنچا کہ ہم نے معاف کر دیا ہے اس لیے اب کوئی مطالبہ نہیں ہونا چاہیے۔

قدر منکر کہ ۱۹۷۲ء ختم ہونے ہوتے ادھر تو کوٹ انڈیا کی تحریک کروا دینے لگی اور ادھر بنگلہ کھ مکتبہ حالت کے ساتھ ساتھ برطانیہ کی پالیسی بھی بدلنے لگی۔ اب کانگریسی اور سیاسی قیدی تیار ہوتے آ رہے تھے جلتے گئے اور کانگریسیوں کو لنگ کھینچی کی رہائی کی خبریں بھی سننی ہلنے لگیں۔ ایک دن ۲۶ اگست ۱۹۷۲ء کو اچانک حضرت کو اطلاع دی گئی کہ آپ کو رہا کر دیا گیا ہے اور اب جلد از جلد باہر چلے جائیے۔ رہائی کے دن کا واقعہ بھی حضرت ہی سے سنتے۔

۲۶ رمضان المبارک ۱۹۷۲ء شنبہ تقریباً ۳ بجے دن حکم پہنچا کہ تجھ کو بلا کر شہر لایا گیا اور ابھی روانگی ہے، چنانچہ شہر اتریا کو جلا، زجلہ اٹھایا گیا اور تمام کارروائیاں انجام دے کر تقریباً ۶ بجے شام کو مئی جیل سے باہر آنا ہوا، یہ جگہ شہر الہ آباد سے تقریباً ۶ میل دور ہے،

ساری کا اعلان کرنا پڑا جس کی وجہ سے کافی دیر ہو گئی، بعد از مغرب تقریباً آدھ گھنٹہ گندے پلے سردوانی ہوئی، مگر باقاعدہ حسین (ابوالحسن عیسیٰ) موجود نہ تھے بلکہ ان کے صاحبزادے تاجگاہ کو پہنچے اور تقریباً ساڑھے نو یا دس بجے ہم ان کے استقر پر پہنچے، اسی وقت شب میں تاجگاہ سے متعدد مقامات پر اطلاع دی چنانچہ وہیں میں ناظم اعلیٰ صاحب اور حاجی صاحب کو اطلاع دے دی، مولانا ابوالحسن عیسیٰ کے انتظار میں اور بعض اصحاب ملاقات وغیرہ کی غرض سے اتوار کو شہر تانچا۔ آج بروز بدھ شہرے نیچے کی گاڑی سے روانہ ہو کر پونہ پہنچا تو رات گاہ کو کمرشلنگ صاحب نے زبردستی بہت بیمار ہیں اور ان ہندو گھنٹے گھنٹے دہرہ دو دن کی پرسی سے ناندہ ہاگل گاہ پھر وہاں سے دو ایک دن بعد کھوشوارا باوند تانہ تقریباً آٹھ بجے آ رہا تھا بلکہ گویا اس سے پہلے دیوبند پہنچوں گا؟

اس بار حضرت نعل دو سال دو ماہ بعد اطلاع جیل میں سب سے بعد ہادی کے دس دن بعد تعینت ہوئی ہے۔ ۱۳ رضائی شریف کو دیوبند نشرین فرمایا ہوئے، یہاں عدیم المثال استقبال ہوئی اور کئی جلسہ چھوڑا اس کے بعد دو دن دیوبند میں قیام کر کے حسب معمول سلیمٹ کے پہلے روانہ ہو گئے۔

جیل کے باہر بھی حضرت کے خلاف ایک کارروائی ہو رہی تھی ایک عرصے سے حضرت کو کدہ مش دیوبند سے الگ کر کے بلکہ نکلنے کی سازشیں جاری تھیں، ان میں حکومت ترمیش پیش تھی ہی بعض علماء و خطباء اور فقہاء و طلبہ مدد سے بھی اس بڑھانے سے متاثر تھے، حکومت کے عاشقہ برادران و ولیفہ خولان و ولایت ان کی پشت پناہی کرتے تھے حضرت کی موجودگی میں حکمت و عزیمت مستحیولت و محرمیت اور عزت و اہمیت کے کوئی طرہ اور کوئی مجال گنہا نہ ہوتی تھی مگر گرفتاری کے بعد حکومت کی پالیسی دیکھ کر ان کو برا لہنا ہو گیا تھا کہ جیل سے نکلنے سے چھوڑتے تو ہمیں تو ۲۴ گھنٹے برس لوگ نہ رہی جاتیں گے، چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک سرورج جیل کا ایک کلام بنایا گیا تھا۔ حضرت عام دوسرے میں ہمیشہ قسم کی ریشہ دو انہوں سے الگ تنگ مہنڈ کے جاری تھے اور اب تو دست بستہ ہر ہر ہر جیل کی سلخوں میں بند تھے، کسی قسم کی مخالفت یا دفاع کا بھی ارشہ نہیں تھا، مخالفت جماعت سرکاری محققین، بڑی شخصیتوں اور معروف علماء کرام پر مشتمل تھی مگر ان کے بعد ارشہ ہی جانتا ہے حسب ملک تیار کیا مکمل ہو گئیں بلکہ تیار ہو گیا اور کہیں کہیں منہ میٹھا کہہ گئے، کے انھوں نے بھی کئی گونے تو میں وقت نہ پہنچیں کیا دیکھو کہ حضرت پہ تو کوئی حرفت نہیں آیا آٹھ ان ہی سلسلے سے حضرات کو الگ کر دیا گیا۔

مقدمہ کی اس ساری کارروائی سے مقدمہ ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں کہ:-

① ہندوستان کے ہزاروں علماء اور لیڈروں میں سے جن کو خاص طور پر خطرناک سمجھا گیا تھا ان میں حضرت کا نام نامی بھی سے کئی وہ علماء اور لیڈر ہیں جو اخباروں اور رسائل میں انگریزی حکومت کے خلاف بہت لکھتے تھے بلکہ تقاریر میں بھی بہت کچھ کہہ جاتے تھے۔ مگر ان میں کئی تو سر، ڈپٹی سیکرٹری، سیکرٹری کے خطابات سے سرفراز کیے گئے تھے اور کئی ویسے ہی مقرب بارگاہ حکومت تھے۔ حضرت کے ساتھ ہمیں میں جو گستاخانہ سلوک کیا گیا اس سے ماٹا ظاہر ہے کہ آپ کی یہ قیادت حتمی تھی جس کا سب سے بڑا نشانہ صرف حضرت مدنی کی ذات تھی، انگریز جانتے جاتے آپ سے انتقام لینا چاہتا تھا ورنہ دنیا کے اسلام کے اس قدر عظیم اثر ان عالم دین سے یہ بدسلوکی کسی طرح بھی پسندیدہ نہیں سمجھی جاتی۔

② حضرت مدنی کو نظر بند کرنے کا پس منظر یہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ آپ کو اتنا عرصہ نظر بند رکھا جائے کہ دارالعلوم کی انتظامیہ اپنی پوری محنت کے ساتھ آپ کو دارالعلوم سے الگ کر سکے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ذکر کی جائے گی۔ حضرت مدنی کے قید اور پھر نظر بند کیے جانے پر دارالعلوم میں آپ کے اسباق خصوصاً بخاری شریف کی حدیثیں کے لیے مولانا قمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بلا لیا گیا، جیسا کہ حضرت مولانا قاسمی مرحوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:-

”آپ دو مرتبہ حضرت مدنی کی گرفتاری اور رحمت کے زمانے میں دارالعلوم میں

صحیح بخاری کا دس دسے چکے تھے“ (تذکرہ دارالعلوم جلد ۱ ص ۲۱۳)

حضرت مدنی کے اس جیل میں مندرجہ ذیل مشاغل تھے، ذکر اللہ اور عبادات، مدرسہ قرآن مجید، تبلیغ، خدمت خلق۔ چنانچہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں:-

”عجب کو بفضلہ تعالیٰ جو اطمینان و سکون یہاں حاصل ہے وہ عقلی مرتبہ میں مجھ کو مہجور کرتا

ہے کہ یہاں سے نکلنے کی دعا تک بھی نہ کروں اور خواہش یا کوشش دوسری بات ہے ہاں رضا یا تضاد ضروری امر ہے، میں خدا کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ اس قید میں مجھ کو ظاہری اور باطنی بہت سے انعامات سے نوازا، اگر نہیں بد نصیب، لائق و کاہل نہ ہوتا تو اب تک بہت کچھ الطاقات، ہنر سے فیضیاب ہو چکا ہوتا۔ مگر اپنی بد قسمتی کا لوگوں سے اور کیا کروں میں قسم کھتا ہوں کہ میرے لیے یہ قید رحمت ہی رحمت ہے، پھر اگر خداوند کریم

قبول فرمائے اور اخلاص ہو تو ہر لمحہ آخرت کے لیے توشیح ہے

خاکیاں بے بہرہ، نڈاز جبرہ کا کس الحکام

ابن تطاوی ہیں کیا عشاق مسکین کردہ اند

فولندہ احمد و المسندہ الحاصل ہر طرح انقباض الہی شامل ہیں، اپنے ہر دو بزرگوں مرشد و مولانا

حضرت گنگوہی اور مولانا دیر بنی قدس اللہ سرہماہ کے لطافت بے عنایات کو خاص طور سے

مبتدل پاتا ہوں پھر کیا ظم ہے اگرچہ ایسی قیدیں ساہباں کے لیے ہوں خداوند کریم اپنی

اور اپنے پیاروں کی رضا عطا فرمائے سے

اد صحیح منہ لود فاسکل ہین

وکل الذی فوق التراب تراب

ترجمہ اللہ تعالیٰ کی محنت اگر صحیح ہو تو سب مشکلات آسان ہیں اور جو بھی مٹی پر ہے

وہ مظالم و جابر آفرینی ہو جائے گا (مکتوبات جلد ۱ ص ۳۳)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شب و روز کی عبادت کا مختصر حال آپ کے شریک سبن ایک خادم

کی زبانی درج ہیں۔

”یہی سبھرت کو تہجد و نوافل کے لیے اٹھ بیٹھتے تھے، اول وقت میں فجر کی اذان ہی

جاتی تھی اور حضرت معمول کے مطابق جب خوب آجا لاپیل جاتا تھا تب جماعت کھڑی ہوتی

تھی، اس وقت حضرت ہی کراتے تھے اور طویل منقل لڑی ہی سورتیں قرأت فرماتے تھے، نائیک

بعد اپنی کوٹھڑی میں وندش کرتے تھے، وندش کا اہتمام حضرت کو عمر بھر رہا جہاں تک

واقف بخبروں کو یا وہ شہر میں کی عمر تک وندش جاری رہی، اس کے بعد سب حضرات مل کر

ناشتہ کرتے تھے۔ اس دوران مختلف علمی و روحانی ایسا ہی امور اور معاشرتی مسائل پر گفتگو

ہوتی رہتی تھی، چلنے ناسنتے سے فارغ ہو کر ۱۲ بجے تک قرآن پاک کی تلاوت ضبط اور وہ

میں مشغول رہتے تھے، کلمے کے بعد حسب عادت قبولہ فرماتے تھے، ظہر کے بعد قرآن پاک

کی تفسیر و ترجمہ بیان فرماتے تھے، عصر کے بعد مغرب تک ذکر و عبادت میں مصروف رہتے

تھے، مغرب کے بعد اذان نوافل میں ڈیڑھ پارہ پڑھتے تھے ہر ساتھی قیدیوں کے ساتھ

کہہ سکتا ہوں کہ مولانا مدنی کی وفات سے نہ صرف ہندوستان اور ایشیا کا بلکہ دنیا کا بہت بڑا آزادی کوہنجا۔
 آپ ان محنت و لہجہ (راد میں سے ایک ہیں کہ جنہوں نے ملک کی آزادی کے لیے ۱۹۴۷ء کے پہلے سے
 ہی ہندوستان کے آزاد کرنے کی کوشش کی، ۱۹۴۷ء میں جب پہلی دنیا کی جنگ ہوئی تو آپ بالمشائیں
 نظر بند کر دیئے گئے تھے۔

جیل میں مجھے بڑے بڑے لوگوں سے ملنے کا موقع ملا لیکن ان میں سے جنہوں نے میرے دل پر قبضہ
 کر لیا ان میں مولانا مدنی اور گنیش ششکر دیار تھے۔ ۱۹۴۲ء کی بات ہے نئی جیل میں جب یہ غیر آزادی کوہنجا
 قیل جھونے کے باوجود ہاتھ کا گاندھی نے اپنے ۹ اگست والے بیرویشن کو واپس نہیں لیا تو بڑے
 بڑے دیش بگتوں کا جبر و ادا اس ہو گیا لیکن مولانا مدنی صاحب مسکرائے اور کہا ہاتھ لے کر ٹھیک کیا، کیا ہوگا
 زیادہ سے زیادہ کسی جیل میں مہرتی قبر ہی جائے گی۔ انہیں دہلی آگے لے کر جیل میں سرگرم رہے
 تھے، چرچہ سیاسی قیدی بہت سے ٹھوٹ چکے تھے اور بہت تھوڑے روز گئے تھے، ان سب کی لڑائی
 ہوئی کہ ہم سب بیلر کے سرگرم میں ملے جائیں تو سیاسی قیدیوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور دن رات لڑنے سے
 لگیں گے، تو مولانا صاحب نے فرمایا ٹھیک تو ہے مگر جیل والوں سے میں استعا نہ کروں گا، قہر یہ جو آؤں
 پر ساتھوں میں اختلاف بندے بننا اور سب لوگ سرگرم ملے گئے اور لکھنے مولانا صاحب کی نورت آئی،
 اس وقت میں نے کہا کہ میں مولانا کو ایک چھوڑ کر بیٹھتے ہیں گی جاتا ہندو کر لگا، قہر یہ ہوگا کہ صرف موسیٰ
 قیدیوں کے لیے میں والوں کو سرگرم میں دو سپاہی اور دو کھوار کھانا پڑتے تھے اس لیے ان جیل والوں نے
 مولانا سے استعا کی کہ آپ لوگ سرگرم ملے جائیں تو بڑی مہربانی ہوگی تب ہم دونوں آدھی خوشی
 خوشی سرگرم ملے گئے۔

جس کا بھائی بڑا نہیں ہے کہتے ہوتے ہیں سے سنتے ہیں بڑی کارنا اور صرف مولانا کو کھانے دیکھا
 ہے، کھانا پکاتے وقت باؤں ہی باؤں ہی رہتا تھا اور آپ، ایک دہتے تھے لیکن کھانے وقت باؤں ہی باؤں
 ایک ہوتے تھے۔ یہی نہیں صرف ایک باؤں کو کھانا کھانا تھا لیکن کھانے کے وقت جوں جوں کھاتے وقت
 بیٹھ جاتا اس کو کھانے میں سے حصہ مل جاتا تھا۔ جیل کی میعاد میں تھی یہ پتہ نہیں تھا کہ میں میں کب تک
 رہنا پڑے گا لیکن اگر کوئی معمولی قیدی کھانے کے وقت آگیا تو اس کا کھانا اور اپنا کھانا ملا کر اس کو اپنے ساتھ
 کھاتے تھے۔ تندرستی کرنے لگی تو میں نے جیل کے ڈاکٹر سے کہا کہ مولانا اپنا کھانا تقسیم کر دیتے ہیں اس لیے

تندرستی کرتی جا رہی ہے تو انہوں نے پہلے تو یہ کہا کہ میں کیا کروں بتا دو یہی ہے ان کو صرف ہاؤس مرگسٹ مل سکتا ہے۔ لیکن دوسرے دن آگروٹک کیا اور تندرستی کرتے ہوئے دیکھ کر ہاؤس مرگسٹ اور ہسٹاویا اس کے مطابق مولانا کا خرچہ اور بڑھ گیا اور لوگ بھی کھانے میں شریک ہونے لگے۔

ایک روز ایک قیدی نے آکر فریاد کی کہ ناز پڑھتے وقت غلام قیدی بھی میرے پاس تھا اس نے میری اشقی پھڑائی رکھ کر اس وقت جیل کی اشقی آٹھ لاکھ کے تقریباً سترہ پیسے کے بڑے جی مولانا نے کہا کہ میں کیا ہوں ہیں بھی تو تہلہ ہی طرح قیدی ہوں، لیکن جب است زیادہ زنجیر دیکھا تو پہنچے پاس سے اشقی دے کر خدمت کیا است دیکھ کر میں نے مولانا سے بڑبڑ عرض کیا کہ اب میں آپ کے ساتھ اس بیرک میں نہ رہوں گا کیونکہ آپ کا اخلاق اتنا دوسرے ہے کہ اگر میں تھوڑے دن اور رہا تو کبھی کسی مسلمان ہو جاؤں گا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم تو بہت دنوں سے مسلمان ہو تم کیا مسلمان ہو گے۔

جیل میں سیاسی قیدی گرمی کے پھینے میں جا ہی بوجھ کر دیر میں بند ہوتے تھے جس سے جیل والوں کو تھوڑی سی پریشانی ہوتی تھی لہذا ان لوگوں نے سیاسی قیدیوں کے بیرک کو دیر میں کھولنا شروع کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ گرمی کے پھینے میں ہاتھانہ صاف دہرنے کی وجہ سے ۸ بجے تک بجنگ نہیں ہلنے پانا تھا جس سے سیاسی قیدیوں کو پریشانی اشٹا پڑتی تھی۔ اس پریشانی کو دیکھ کر میں نے مولانا سے عرض کیا کہ آج میں اس بیرک میں بند ہوں گا اور سیاسی قیدیوں کا ہاتھانہ خود صاف کر دوں گا۔ مولانا نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی جیلوں کا تم اکیلے کیوں جاؤ؟ میں نے کہا کہ میرے ہی جاننے سے جیل والوں کی عقل ٹھیک ہو جائے گی آپ کو تکلیف کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (انبار الجمعية دہلی، شیخ الاسلام نمبر ص ۱۵۰، اردو شہ ۱۹۱۸ء) جو تھانہ تبلیغ تھا، پٹھانوں کا اندازہ ہم جیسے مقلوبوں سے لگا تھا آپ نے زبانی طوطہ تبلیغ کم فرمائی ہے مگر سلف صاحبین اور اویہ کرام کی طرح آپ نے اپنے سین کرنا سے غیر مسلموں کو ایسا نظر فرمایا کہ حضرت بر اسلام ہونے، ایسے سعادت مندوں کی تعلا بہت زیادہ ہے جس کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، ان سب احادیث اور اشغال اسارت کا خلاصہ حضرت مولانا عبدالمجید نے باوادی مرحوم کے اظہار میں درج کیا جاتا ہے۔

جیل میں تبلیغ مولانا حسین احمد مدنی صاحب اب تو غائب الہ آباد جیل میں ہیں کہ
عرض قبل ایک مدت تک مولانا باوادی جیل میں رہے، اس زمانہ کے حالات حال ہی میں ایک تقریر

داوی کی زبانی معلوم ہونے، مولانا کا بیشتر وقت قرآن خوانی، تواضع وغیرہ میں صرف ہوتا تھا باقی وقت خدمت خلق میں، کبھی اپنے رفیقوں کے لیے کھانا اپنے ہاتھ سے پکا کر اپنے رازی دوستوں یا اور پی کے باوجود کبھی کسی ختمہ نوش فریق کے لیے علم بھریا ہے ہیں وغیرہ اس قسم کی خدمتوں کے تو مولانا بادشاہ ہیں اور آزادی کے زمانہ میں بھی بے تکلف ان خدمتوں میں مصروف رہا کرتے تھے، یہ وہ لوہا نل واڈکار و اشغال تو اس کا موقع آنا کہ کے زمانہ میں انہیں کھل کر صرف رمضان کے مہینے میں ہی پاتا اور پوری فرصت جیل میں نصیب ہو جاتی ہے، یہی رنگ دیکھ کر بعض غلطیوں یا زائد شروعات ہی سے یہ رائے رکھتے ہیں کہ مولانا جیل میں جا کر کھانے میں نہیں رہتے کچھ نفع ہی میں رہتے ہیں کبھی کبھی دس قرآن کی جلدی رہا مسلمان تو پھر اس سے مستفیج ہوتے ہی تھے بڑی خوشی کی بات ہے کہ غیر مسلم بھی نفع سے محروم نہ رہے متعدد افراد اسلام کے قریب آگئے، ایک صاحب جو کہیں کے سینٹر یا ساہوکار تھے بعد ازاں باضابطہ مسلمان ہو کر رہے۔ دین کا غلط نام کہیں بھی ہوا اور جن حالات میں بھی ہو بہ حال اپنے لیے جنت کا سامان کر ہی سکتے ہیں،

(صدقی لکھنؤ ۲۱ اگست ۱۹۳۳ء)

حضرت مدنی کی دیوبند تشریف آوری کا نظریہ | حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی غیر متوقع رہائی پر دارالعلوم جموں، علامہ کرام نے حضرت کے حضور خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے عربی، فارسی اور اردو میں علوم استقبالے پیش کیے۔ دارالعلوم دیوبند کے سطح الادب، استاذنا علیہ حضرت مولانا اعجاز علی صاحب نے ۶۵ شعائر مشتمل قصیدہ تالیف پیش کیا جس کے وہ چنانچہ شمارہ دینے ناظرین ہیں جن میں حضرت کی اہمیت اور اس کا پس منظر پوری طرح پیش کیا گیا ہے۔

تعالوا فی ما در حبیب مبارک لسا پد با علمیتک لا القلزل
 پہا آؤ اس بارک و وسیع غفلت میں، ایک مسلمان ہوت کے لیے نہ کہ شامو کے لیے
 حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری اور دارالعلوم دیوبند کے حالات کی وجہ سے اپنی پریشانی
 کو یوں بیان فرمایا ہے۔

فی بیال لعابیت ذیہ ساہرٌ وای نہار ذیہ لہ اعلمل
 پس وہ کونسی لذت ہے جو میں نے جگتہ نگزاری ہو اور وہ کون سا لذت ہے جو نیک و طویل زندگی کا ہے۔
 اس رنج و ملال اور پریشانی کی وجہ سے حضرت کا اسیر ہونا اور پھر اس پر عابر رہنا ہے۔ چنانچہ حضرت
 کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے

سَجَّثَتْ مُبَيَّرَةٌ ثُمَّ طَلَقَتْ شَاكِرًا وَقَلَدَتْ فِي هَذَيْنِ هَذَىٰ بَيْنِ حَنْبَلٍ
 آپ نے نمازِ عبادت میں میری گزارا آدمی پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا، ان دونوں حالتوں میں حضرت
 امام اموی حنبل کی زندگی کا یہ رویہ ہے۔

مگر یہ قید و اسارت دین اسلام کی سرپرستی کے لیے ہے اس لیے یہ اسارت باعثِ مبارکباد

ہے۔

اذا كان مسجون المرء للمرد من فعة فواها مسجون ولفه من انبئيل
 جب اسارت کسی انسان کے لیے دین کا رنج ہے تو یہ اسیر اور بہتلا بہت خوش بخت ہے۔
 اور وہ زندگی جو دین اسلام کی سرپرستی کے لیے محنت کے بغیر آرام و آسائش سے ہوتی
 ہو وہ تو ہے

اذا لم يكن للمرء ذكر مغلبي فطول حياة المرء و...
 جب کوئی آدمی دین کا وہ ہے تو یہ یاد رکھنا کہ اس کی ساری عمر بوجہ و تاج ہے
 وہ لوگ جو اس بات پر خوش تھے کہ اب حضرت دارالعلوم میں نہ آسکیں گے، بگڑنے والی باتوں کی تیاری ہو
 رہی تھی، جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت آگیا اور ان کے تو وہی استقبال کے لیے پیش پیش
 تھے، فرمایا ہے

تصبت مني يدي في النود انهم اتوا عني قريبا هم بانتم سمل

میں نے تمہیں کیا کہ وہی لوگ آئے آپ کی جہت کے انہار کے قریب سے قریب رہنے لگے ہیں۔
 حالانکہ وہ تو حضرت کی اسارت پر فخر کرتے تھے، اب ان کو یہ نافرمانی چھوڑنی چاہیے۔
 اس پر ان بلفجارتوں نے، فتناهم عن جس شیخ تاہی مستوکل
 کہا یہی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ کے ایک دہائی اسارت پر فخر کرنا چھوڑ دیں اور وہ قیامت کی

باز پرس سے بچنے کا ٹکڑا کریں کیونکہ

فان سم یوم القیامۃ موضعاً تولیہ الاقدام عن تزلزل

کیونکہ ان کو قیامت کے دن ایسی جگہ پیش ہوتا ہے جہاں قدم چھس جائیں گے

ان حاسدوں کی ایسی تدبیروں سے ہمارا کچھ نقصان نہیں بلکہ ہم تو دین حق میں ایسی تکلیف برد

دیا ہی اجر چاہتے ہیں تو عثمان و علی رضی اللہ عنہم کو ملے ہے

فان الاجال الکوام فبجد علی ہاسر وقتن ما لخصنا ان وسیلی

اور ہم تو وہ شرفی مدین جو راجح ہیں قید بلکہ شہادت میں ہی اس لیے کہ طالب ہیں جو عثمان و علی کو

ہے ورضی اللہ عنہم

(مشغول از مالہ شریعت پطوور حسین اکبر ۱۹۴۲ء)

اسی طرح قاری زبان میں ایک منظم استقبال جناب مولانا قاری محمد یوسف صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) مہتمم

دارالعلوم دیوبند نے خود پر کوشش کیا یا منظم استقبال سنانے سے پہلے جناب قاری صاحب نے فرمایا :-

”ہندوستان اور دنیا سے اسلام کی آزادی ہی ہمارے قلوب کو مطمئن کر سکتی ہے

جب تک یہ حاصل نہ ہو ہمارا فرض باقی رہے گا اور آزادی کی جنگ جاری رہے گی“

اسی طرح اردو زبان میں بھی منظم استقبال پیش کیا گیا جس کا ایک نمونہ بطور یادگار درج کیا

جائے

آئے ہیں حسین احمد ساولی کی گمشدہ

خدمت میں قدموں میں ہم رنگ حنا بن کر



دارالعلوم کی تطہیر؟

حضرت مدنی صاحب امیر فرنگ قرار دیئے گئے تو طلباء میں لڑنا مضطرب اور بیجاں پیدا ہوا، مگر حسب تحریر جناب قاری محمد طیب صاحبؒ کوئی بات خلاف قانون یا خلاف قواعد دارالعلوم دیوبند ظہور پذیر نہیں ہوئی، جیسا کہ جناب قاری صاحب نے فرمایا۔

”اس موقع پر نوجوان طلباء کے صبر و ضبط کا احترام نہ کرنا لائق تادیب و انصافی ہوگی، حضرت مولانا مدنیؒ کے زمانہ اسارت میں کئی مرتبہ احتجاجی جلوس نکالے گئے، مظاہرے اور جلسے کیے گئے مگر باوجودیکہ نوجوان طلباء میں حکومت کے خلاف سخت بیجاں اور انتہائی جوش و خروش پایا جاتا تھا، تاہم ہر موقع پر مشانت جوش اور نراہن مظاہروں کے ساتھ عالمانہ و قافلاً ہی نمایاں رہتا تھا حالانکہ باجموم ایسے اشتعال انگیز مواقع پر یہ خصوصیت برقرار نہیں رہتی مگر دارالعلوم کے طلباء منہ ثابت کر دیا کہ وہ نوجوانی اور طالب علمانہ فکر میں بھی جذبات کے اظہار میں کس قدر محتاط اور قابو یافتہ ہیں اور سخت سے سخت موقع پر بھی علاحدہ و قار و معانت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہیں پاتا، (تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد ۱ ص ۱۱۱)

یہ تو دارالعلوم دیوبند کے اُس وقت کے اہم صاحب کا بیان ہے، اب ذرا ”حیات عثمانی“ کے مرتب شیر کوئی کا بیان پڑھیں۔

”حضرت مولانا مدنیؒ کی گرفتاری کے بعد دارالعلوم دیوبند کے طلباء مولانا سے مراد آجیل میں ملنے لگے اور مولانا مدنیؒ کو دیکھ کر رونے لگے، اس پر ناخوش ہو کر مولانا مدنیؒ نے کچھ ایسے الفاظ فرمائے جس سے طلباء یہ سمجھ گئے کہ حضرت کا منشاء یہ ہے کہ طلباء آجیل جائیں حالانکہ مولانا کا یہ منشاء تھا، (حیات عثمانی ص ۲۶۵)

یہی شیر کوئی تحریر کرتا ہے کہ۔

بہر حال صدرِ مسلمہ اور متبرہ دونوں علیہ کی اس جگہ آ رہیوں سے جن کا ذکر فقہ محمدیوں نے
صاحبِ نکتہ مجلس شریف نے کیا ہے سنتِ برہم نے اسی ہی وجوہات کی بنا پر اس قسم
کے ہنگامہ غیر آئسٹریٹ ۵۹ اعلیٰ کو خارج کر دیا گیا ہے (صفحہ ۶۷)

اس کے ساتھ دستور کے نئی عزمین کو بھی برخواست کر دیا گیا، حضرت علیؑ کو کسے فرائض کے حصہ بنانا
قلی صاحب کے خطوط سے بھی معلوم کیا گیا تھا اور پچھلے بنیاد میں صاحب کے خطوط کے مین کا اقتباس بھی ذیل ہے: "مجلس شریف
کے جلسوں کو بھی خطوط کے حضرت علیؑ کو خطوں کے ساتھ جو حضرت اور تعلق تھا اس کی اصل دورہ کر لیں اور
کے حد میں معلوم وغیرہ پڑھنے والوں کے تحت انفرادی کی جگہ اور سنی مقتصدان کی کڑویوں سے صرف بھر گیا
جانے دینا چاہی، ایسے ہی امتیاز طلباء کا سب اجتماع کی طرف سے کھانا بندھا ہوا تھا تو حضرت اپنے گھر
سے کھانے کا انتظام فرما دیا کرتے تھے۔ ایک مجلسِ علم طلباء کا اجراء اور متعدد عزمین کو ملازمت
برخواست کر دینا حضرت جیسا مرحوم دل کس طرح برداشت کر سکتا تھا، آپ نے اپنے خطوط میں فرمایا۔

مکتوبہ کا اقتباس: "آپ نے مجلس شریف کے ایک جلسہ کو ایک طویل خط میں فرمایا۔

... یہ مسلمانوں کے لئے جان بچتے ہیں، انہیں بکریوں، گھوڑوں، گھنٹوں، کیا ان کی ذمہ داری ہے
اور اس دور اتحاد و مذمت میں، زبیر نے بھی اور قتال تو خیر ہے، ایسی طریقہ رہ گیا تھا اپنے
گھر لوگوں اور خانہ فلول کے بچوں کو دیکھنے کے لیے کسی قسم کا فریاد یا نا افریادیاں نہ
ملا کر آئی تھی، اور آپ طرح طرح دیتے رہتے ہیں، یہی تو آپ ہی کے بچے ہیں ان
پر ایسا ناؤ شاہی قسم کیوں ملنا چاہیے ہیں اور جیش کے لیے مرم و فیاد و صلوات نہیں سے
مردم کو بچاؤ! شیک ان کی تربیت کینا مرد اور گرم معاملہ ہوتے محمد اس طرح جیک
کہنے میں ہر غائبانہ آگے بھی کرنے کا اعلان کرتے ہیں، کیا ان طلبہ کو ہمیشہ یہاں رسول
علیہ السلام کہا جاتا تھا اور لوگوں کو خیرہ اور کھانے کی ترغیب ایسے ایسے الفاظ سے دی جاتی
تھی ان کی بیکت ہوئی چاہیے ہوا آپ نے ملتے جلتے کے دو تین دن کی جہالت جو سنی حکم
سے کو ان کی تمام اطمینان دیا، اگر اس کے بغیر فریاد ہے، ایسا تو کھانے ہم نے کسی عربی مدرسہ
میں دیکھا، احد ستائہ انگریزی مدرسہ میں یہ مسئلہ فلول کی دیکھا، جوں میں نہ بند و فلول کھ
دیکھا اور میں، آج کل انہیں یا شاہراہی مدرسہ کے ہندو نوری کو دیکھیں، انہیں ملے

کیا کیا، جہنے کیا کیا، گونہ گونہ نے کیا کیا، بہر میں نہیں سبھ سکتا کہ وہ دسکا و تو کہ تین لاکھ صبر
 سالانہ گونہ گونہ سے لیتی ہے وہ تو اس قدر ہے کہ اس نہ ہوا کہ آپ اس قدر مضرب ناقہ لیا
 ہو جائیں یہ کیا معاملہ ہے؟

کیا یہی طریقہ حضرت شیخ ابنہ کا تھا، کیا یہی طریقہ حضرت تانوتوی اور حضرت گنویہ جہاند
 تعلق کا تھا، کیا یہی طریقہ امام مسلم پہلک اور حضرات اپنی اولادوں اور بچوں سے برت ہے
 ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو دارالعلوم کے علماء و غریب الوطنی کو جو ان طلبہ کے ساتھ سلوک
 کیوں ردا رکھ رہے ہیں؟ مصافح فرمائیں یہ کلمات غلطانہ شکایات ہیں معاذ اللہ آپ کے
 وقار اور پرستی پر حملہ نہیں ہے، اگر نہیں غلط نہیں کہہ سکتا ہوں تو آئندہ کے لیے جلد سے جلد
 اصلاح فرمائیے اور اگر آپ کے نزدیک میری عرضیں گوزر فرموانے کے لائق ہیں تو کالنے
 بدریغی خانہ۔ آقا اللہ و آقا اللہ واجعون یا رکتوات بعدہ ص ۱۳۴۹

دوسرا خط جناب قاری محمد طیب صاحب رحمہ دارالعلوم دیوبند کے نام ارسال فرمایا۔

”محرم الحرام نیر محمدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“

مزارع مبارک منتقل والا نامہ باعث سر فرمائی ہو اویا و اوری کا شکر گزار ہوں، آپ نے میری
 عرضیں کی طرف توجہ فرمائی اس کا شکریہ بھیجتا ہوں۔ جناب کے دلائل سے بہت سی فہم سلوم آتی معلوم
 ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو جزا و نیر عطا فرمائے اور آپ کی مدد فرمائے اور اپنی خاص نعمتوں سے نوازے۔ آمین
 آپ نے طبر کے داخلے میں جس اعلیٰ و سخی اور وسعت قلبی کا ثبوت دیا ہے بلا شک موجب ابر و جلیل
 اور شکر جلیل ہے۔ میرے محترم اقوی اور اجتماعی کاموں میں ایلوس کے گھونٹہ چینی پڑتے ہیں بلکہ میں خود
 زیادہ خدمات انجام دینی ہوتی ہیں اسی قدر زیادہ صبر اور تحمل کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسا کہ کام
 طیبہ اسلام کو بہت سی زیادہ مصائب کا سامنا ہوتا ہے، اشد للناس بلاد الانبیاء، فذوالامثل فالامثل
 مثل شاہد عدل ہے۔ قرآن میں جس قدر صبر کے ایہ آیات ہیں کسی اور خلق اور امر کے لیے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ
 نے آپ کو بہت بڑا منصب دیا ہے اس میں آپ کو بہت زیادہ تحمل اور صبر کی ضرورت اور بہت زیادہ
 خدمت خلق کا موقع ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ایسے خدمات منظور ہاسن و حمد انجام دینے پر بہت زیادہ مجاہد
 بھی ہے۔ میرے محترم اراک کاموں کو انجام دینے میں اجتماعی فلسفہ ہی کو کام میں لانا پڑے گا، انگریزی اشغال لیا

آپ غلی یا بیع ہو سکتے ہیں اور استبداد کو کام میں لاسکتے ہیں کوئی آپ کا معارضہ نہیں کر سکتا، راحت اور آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں مگر اجتماعی زندگی کا فلسفہ ہی اور ہے، یہاں قدم قدم پر گتے ہیں اور دلگداری ہے۔

سے بھنوا لو بھی پھول کا، کلی کلی رکس سے

کانٹا لاگے جاہریم کا تڑپ تڑپ جیوسے

مست گھبرائیے اور صبر و استقامت اور اعلیٰ ہمتی اور خوش حالی کے ساتھ اس باغِ محمدی علیہ السلام کو سرسبز و

شاداب کیجئے، فیوضِ ناسی کو چارونگ عالم میں منتشر کیجئے، ٹھوکریں لگیں گی تو آہ مت کیجئے، لکڑیاں گات

نکھر فی رَسُوْبِ اللّٰهِ اَسْمُوْا حَسْبُکُمْ وَاذْکُرُوْبِ اللّٰهِ

سے صبر کرنے کا حفظ، ستم سے روز و شب

عاقبت روز سے بیانیے کام را

اخلاص و ملتہیت، تقویٰ اور خشیت کو ہاتھ اول و جان میں محفوظ رکھئے، یہی رشیدیہ سے تقابلیت

ہے، یہی امدادیت ہے، کان اللہ فی عونکم۔ زمانہ کی تیز و تہہ جو انہیں چلیں گی، ہمنہوں کی موجیں تبدیل سے

ماریں گی، غم و ہشامات کے زلزلے آئیں گے، اصحابِ اغراض جبر و جہد آئیں گے مگر آپ کو کوہ ہمالیہ بنا چاہیے،

پر واہ مت کیجئے، وہ سنی بکیم میں مردانہ طرز کا مزنی کرتے رہئے، حضرت قائم قدس سرہ العزیز نے لوگوں کی طلیس

بھر بھر کر اور پاقل و دلدبا کر ان کو روہ پر لاسنے کا شیوہ اختیار کیا تھا تو ان کے اخطافِ صدق کو اس میں عار

نہ آنا چاہیے اور نہ گھبرانا چاہیے اور ہمت بلند ہی رہنی چاہیے، حسن تدبیر اور حکمت صدق کو اختیار کر کے

سلف صالح اور اللہ کے فیض کو زندہ کرنا چاہیے، ہم ناکار سے ہدنام کنندہ کو ناماں آپ کے ساتھ ہیں،

صبرِ طاقت نعمات انجام آدیتے رہے اور انشاء اللہ دیں گے۔ واللہ یهدیٰ من یشاء کما یشاء۔

ویدھئی۔ آمین

وانستلام، ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ (کتوبات جلد ۱ ص ۱۸۳ تا ۱۹۱)

دوسرا مکتوب گرمی بنام قادی محمد طوبی صاحب !

محترما! میں نے جو کچھ لکھا تھا کہ ہم تینوں کا اشتراک عمل مدرسے کے بہبود اور ترقی کے لیے ضروری ہے، اس

کا مطلب یہی تھا کہ اپنی انفرادی زندگی کے لیے تو ہر ایک ایسے مسلمان رکھتا ہے کہ ان کی ہمارے کسی کو کسی کی حاجت

نہیں مستقل طور پر گتو بسر کرتا اور کر سکتا ہے، مگر دارالعلوم کی بہبود اور ترقی کے لیے ہم تینوں کو ملنا چاہیے، قادی صاحب

اور حضرت ملیؑ میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی حاجت ہے آپس میں سرخوردہ کریم اپنی جہد و جدوجہد جاری رکھیں تمام امور میں مشورہ کریں اور یک جہتی سے کام کریں، عافیت دل کے ساتھ دوسرے کے حقوق کو قبول کریں، کبھی اپنی مائے پرہیز نہ کریں جو عقیدہ اہل حق بات ہو قبول کریں خواہ اپنی مائے کے خلاف ہی ہو اپنی بات کی نکتہ ذہنی پہنچے جیسا کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیزہ کی ہدایت ہے، منفرد ہو کر یا مرد و کثیرین کر کام دہرائیں، ایمان سے پہلے آپ کو آج تک نہیں بددعا بانسوں انتظامات میں اسی درجہ کا سہل ہے اور جہاں تک سہلے یا سہلے لبروں سے بھی، تم جنہوں کو یہی درجہ دیا ہے، ہمیشہ یہاں اگر تم قوت حاصل آپ کے ہاتھ میں ہے اور تمہاری فکر یہ قہر آئینوں کی مائے کا اعتبار اور اختلاف مائے میں کثرت مائے کا اعتبار ہوا کسی پلے تھی، ممکن ہے کبھی آپ نے میرے اکثریت کی وجہ سے یہ خیال فرمایا ہو کہ یہ اپنی بات ملتا پھرتا ہے اور امریت کو عمل میں لائے کہ ہے مگر میرے دل میں کبھی مشاغل سے صراحت کا خیال نہیں رہا ہے اور اس وقت میں نے اپنی مائے کے خلاف آپ حضرت کی مائے کے سامنے سر جھکا یا ہے ان بعض طبقے کے داخلہ کے لئے مسلمانوں میں اتنا زور دیتا رہا ہوں اور اس مرتبہ بھی جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ دونوں حضرات نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تیسری بات اتنی طالب علم سے سے باہر نکال کر دینے جائیں اس کا مجھے سخت صدمہ تھا اور اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ جو روزانہ میں جس قدر کہ تم سے ملتی ہے لوگوں کو مسلمانوں اور مسیح العقیدہ مسلمان بنائیں اور حسب فرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام "ما ستوصوا بہم شیئاً" سے ملتی ہے اور جب تک طلباء کو راہ راست تک نہیں تاکہ یہ نوجوان بچہ کو کہہ کر اپنی حالت ہی درست کریں اور اسلام کے سچے مبلغ بھی، اخراج کرنا اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر دینا ہے اور ہماری انتہائی منزل ہے تم سے بہت سے خطرات ہیں، شدید ضرورت اور انتہائی مصیبت کے وقت میں اس کو استعمال کرنا چاہیے، اس لیے بعض مشورہ بہرہ و عرفان میں لکھا تھا مجھ سے کہنا ہرگز ہرگز متصور نہ تھا میں ہمیشہ کا امام ہوں مگر ملاقا آپ حضرات، انصاف حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیزہ کے خاندان کا بیخودہ مگر اکثر زیورہ گوں تاکہ غلام

میں یہ بنی کریم اپنی مشورہ و علم کے ایک طویل مدت کا ایک حصہ ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل دین کو مشورہ فرمایا کہ تمہارے پاس لوگ وہی سیکھنے کے لیے آئیں گے تم خود بھی ان کا احترام کرو اور ان کے ساتھ چھٹی کر لو گے اور ان کو لکھائی کرنے کی وصیت کرو۔

ہوں مگر بوقوت، میری مین خواہش ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف اُس طریقہ پر مضمون سے قائم رہیں جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ چلتے رہے اور جب پرہم آؤں انکوں کو چلا یاد نہیں جب ان اختلاف صدق میں سے کسی کو اس طریقہ سے نکلے اور طلاف پاتا ہوں تو بہت زیادہ متاثر ہوتا ہوں، چھوٹے زور کچھ نہیں اس لیے گھٹسکا جاتا ہوں اور کن روکش ہو جاتا ہوں، نیز چونکہ گونا گوں افکار میں مبتلا رہتا ہوں، مشغولیتیں بہت زیادہ رکھتا ہوں اس لیے اپنی تفریح کی بنا کہے کہ یہ ہم سے کن روکش ہے ورنہ حقیقت یہ نہیں ہمیر کبھی بھی یہ خیال ہو سکتی کہ معاذ اللہ نامذہب قاسمی کو کوئی گزند پہنچے ارادہ اور عمل تو درکنار، اگر کسی بات سے یہ انزعاج کیا جائے تو جو عیر صحیح ہوگا۔

بہر حال اس اجتماع میں بھی اور آئندہ میں بھی بصورت حقیقی مفاد ورا معلوم اور ملت اسلامیہ کی ہوئے اختیار فرمائیں، ہم کہ ہرگز شخصی اور بانسویں کسی احمد کے مفاد پر ترجیح دینی نہ دارا معلوم حسین احمد پر بوقوت ہے اس کے جیسے نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر ہزاروں درجہ بڑھ کر آپ کی جماعت میں جو کہ اسلاف کرام کے دریوزہ گول کی جماعت ہے، علمائے کرام اور علمائے عظام موجود ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو مستور ہوتا ہے تو سب کے کام لے لیتا ہے اور ہاڑرہ جاتا ہے۔ حضرت مولانا غفر الحسن صاحب مدنی کتب احادیث، اہل سلفنا عبد اللہ صاحب حضرت مولانا قادیانی کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ذکی خطا اور ذہن و طیر و اعلیٰ درجہ رکھنے والے تھے مولانا احمد حسن صاحب مدنی دوسرے درجہ میں تھے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت بھی ان پر سب سے زیادہ تھی، ہمارے آقا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ان سب میں گرسے ہوئے شمار کیے جاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے جو کام لیا، ان میں سے کسی سے نہیں بچتا اور نہ ہو سکتا، فیض قاسمی عالم میں میرزا بھٹو دی سے ہار گیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں شاہ محمد الحق رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ علمی مشہور تھے مگر خاندان ولی اللہی کا فیض ان ہی سے جاری ہوا، بڑے بڑے مشاہیر علماء اور اذکیاد دوسرے رہ گئے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ در معلوم کا فیض چلانا چاہے گا تو ایک تیکے سے وہ کام لے گا، جن کا وہم و گمان بھی کسی کو نہیں ہو سکتا، حسین احمد کی زندگی اور معیشت بھی در معلوم پر بوقوت نہیں، ما بین آیتہ و فدا لہم خیر ولا علی اللہ بذقہ کی بنا پر خالق کہیں نہ کہیں رزق پہنچاے گا، انشاء اللہ۔ اس لیے میری مشروط و طراز دست میں اگر کلام ہے یا میرے عقیدے یا دستور العمل میں کلام ہے تو مفاد ورا معلوم اور ملت کو سونے رکھ کر آپ اور میلان جوینہ فرمائیں، مجھ کو کچھ اپنے اکام سے پہنچا ہے اس کو بیوز نہیں سکتا، نہ چھوڑوں گا، انشاء اللہ، باقی جو کچھ میری

مکرموں بہتری کا ذریعہ آئے گا عرض کرتا ہوں کہ باقی اپنے فشار پر مجبور کرنا تم میرا منصب ہے اور نہ کبھی اٹھا
تقدیر پرانی میں نہ تھا کہ میں شریک ہوں سوال ہوتا اور پھر اس اجلاس میں ہی شرکت کی کوئی امید نہیں ہے
اشرافی آپ حضرات کی اعانت فرمائے اور اپنی مہربانیاں کی توفیق عطا فرمائے۔ والسلام
نگہ اسلوب حسین احمد غمگینہ (از جمعی مراد آباد)

رہکتو بات شیخ الاسلام جلد دوم ص ۱۹۲ تا ۲۰۰

تبصرہ از مرتب چسراغ محمد (۱) حضرت مدنیؒ کے ان خطوط کا جس منظر کھنکھنے کے لیے اس
بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ یہ نزاع اور اختلاف صرف طلب

کے اخراج کے سلسلہ میں نہ تھا بلکہ یہ تو حضرت مدنیؒ کے دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ کرنے کے
لیے پہلا قدم تھا جس کے بعد کے متوقع واقعات کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ۔

پہلے طلبہ پر تو قریباً اسی اُن طلبہ کو مد سے سفارت کر دیا، جو حضرت مدنیؒ کے ہاں ٹارٹھ لوہا
ہذا نام پر نکلا گیا کہ جنہوں نے اجماعی جلسے کے اور جلوس میں لڑائی کی۔ تو چونکہ حضرت مدنیؒ سب کو تعال

سے انہیں تھے، اور جناب قاری محمد طیب صاحبؒ آپ سے جیل میں ملاقات کر چکے تھے، یہی انہدات
اور سب سے وہ اخبارات جو دارالعلوم کی برادری کے منظر تھے ان اطلاعات کو خوب علیٰ سرنجیل کے ساتھ

شائع کر رہے تھے، اس لیے حضرت مدنیؒ نے طلبہ کے اخراج کو دارالعلوم کے لیے اور خود ان طلبہ کے
لیے نامناسب سمجھا کہ جناب قاری محمد طیب صاحبؒ کو خطوط کے ذریعہ مطلع فرمایا۔

دوسرے طلبہ یہ ہونا تھا کہ ان علماء کے اخراج کے بعد ان اساتذہ کا اخراج تھا جس کا تعلق حضرت
مدنیؒ کے ساتھ سمجھا جاتا تھا ان میں اساتذہ اعلیٰ حضرت مولانا مولانا عزیز علی صاحبؒ خصوصی نشانہ تھے،

مروم نے ۱۳۴۵ھ کی اشراکیت میں مستحق حضرات کا ساتھ دینے کی بجائے دارالعلوم کی خدمت کو
ترتیب دی تھی، حضرت مدنیؒ نے ان حضرات کے بارہ میں خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ

کے کو امر مولانا محمد عثمان صاحبؒ کو خط لکھا جو درج کیا جا رہا ہے۔

”ہم کو دارالعلوم سے نکالا جائے ہم خوش ہیں رکھا جائے ہم خوش ہیں اور رزق کا

طلبہ کے لیے نامناسب سمجھا جاتا تھا ان میں اساتذہ اعلیٰ حضرت مولانا مولانا عزیز علی صاحبؒ خصوصی نشانہ تھے،
مروم نے ۱۳۴۵ھ کی اشراکیت میں مستحق حضرات کا ساتھ دینے کی بجائے دارالعلوم کی خدمت کو
ترتیب دی تھی، حضرت مدنیؒ نے ان حضرات کے بارہ میں خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ
کے کو امر مولانا محمد عثمان صاحبؒ کو خط لکھا جو درج کیا جا رہا ہے۔

کفیل دارالعلوم نہیں اتنے تعالیٰ ہے۔ عزیزم! ان احوال کی وجہ سے پریشان نہ ہو
 واقعات اور حقیقت کو تاریخ و روایت بندہ کھو اور میر جیل اختیار کرو، زبان بند کھو اور
 آنکھوں سے دیکھو مگر کہ نہ بولو پھر دیکھو قدرت کیا کرتی ہے وہ بے نیاز اور بے پروا
 بھی ہے اور سب سے زیادہ رحمت اور رحمت والا بھی ہے، اس کا ظاہری ہاتھ بھی ہے
 اور خفیہ ہاتھ بھی، کچھ نگرمت کرو کسی کو مت سناؤ، حافظہ منکر، یہاں تک تم اور اگر واقعات
 اور لوازمات سنا یا کریں تو حضرت رحمت اللہ علیہ شیخ ابن ہند کی زندگی یاد کرو اور اگر اس
 پر بھی قلبی سکون حاصل نہ ہو تو مزاحمہ جاکر تھوڑی دیر بیٹھ کر ایک دو پارے پڑھ کر حضرت
 اور دوسرے بزرگوں کو بخش دیا کرو، یہی بات مولانا محمد جلیل صاحب اور مولانا اعجاز علی صاحب
 سے بھی کہہ دو اور اگر مولانا نافع گل صاحب ابھی تو ان سے بھی کہہ دو، یہی میری استدعا
 مولانا سلطان الحق صاحب اور شیخ محمد رفیع صاحب سے بھی ہے، رکتوبات جلد ۱ منکلم
 یہ سبے مرسلہ پر حضرت کا اخراج محتاج جس کے حکم کا انتظار ہو رہا تھا بلکہ مشائیوں کا انتظار ہو
 ہوا تھا، حضرت مدنی نے اس کے لیے اپنے معتد نامہ خاص اور قتلیم اور غامی جناب قاری اصغر علی صاحب
 فرمائے مرقعہ کو متدرج ذیل ہدایت نامہ ارسال فرمایا۔
 ”میری طلبہ کی کا حکم آجانے کے بعد مدرسہ کا مکان خالی کر دیا جائے مسلمان
 ٹانڈہ بنانہا دیا جائے، نزیہت سلیم بچوں کو مدرسہ قائمہ مسجد مراد آباد میں داخل کر دیا
 جائے“ (شیخ الاسلام مدنی ص ۵۵)۔
 مگر تقدیر خداوندی نے یوں حق کا فیصلہ فرمایا کہ مدرسہ صاحب کے پہلے آمرانہ حکم پر مجلس شوری
 نے صدر صاحب کے اختیارات محدود کرنے کی تجویز پاس کر دی کہ دارالعلوم اکہر کی تقدیر انانتہ ہے
 جس کے قتلیم و نعتی کے لیے باقاعدہ مجلس شوریٰ موجود ہے، اس لیے صدر صاحب کوئی حکم صادر کرنے
 سے پہلے شوریٰ سے منظوری لے لیا کریں۔ چونکہ شوریٰ کا یہ فیصلہ منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے ناکاوٹ
 تھا اس لیے صدر صاحب نے دارالعلوم سے کنار کشی فرمائی، جس کا اعتراف ”حیات عثمانی“ کے مترجم
 نے لیا گیا ہے۔

علامہ عثمانی کا صدارت اہتمام سے خزاورد دارالعلوم دیوبند سے خود علمائے حدیث کے اسباب

علامہ ان حالات میں گھر کر صدارت اہتمام سے بدول ہو گئے، اظہار اس پر غور یہ کہ آپ کے اختیار صدارت بھی محدود کر دینے گئے، اس لیے آپ نے خود خزاورد دارالعلوم میں آنا جانا بند کر دیا، اپنے ۹۰۰ حجبت لکھنے کے بیان میں فرماتے ہیں :-

”واقعہ یہ ہے کہ شوروی کے پریز و کمیشن میں اولاً تو صدر ہمتی کے محفلہ فراموشی اور اختیارات سلب کر لیے گئے، یہ تو تعطل ہوا، آخر میں یہ کھڑ دیا کہ جس وقت ہتھم صاحب موجود نہ ہوں اور کوئی فوری ضرورت تقیہ پر غاسکی کی پیش گئے تو صدر ہتھم صاحب محل میں لاکر جلسہ انتظام میں پیش کوئی یہ ہے وہ اختیار جو صدر ہتھم کو دیا گیا، یعنی تعطل کے بعد اس کا تعزل اس طرح کیا گیا کہ اسے صدر ہتھم ہونے کے بجائے فوری معاملات میں نائب ہتھم بتلایا گیا ہے۔“

اس تحریر سے واضح ہے کہ تحدید اختیارات کے بعد صدر کے امور میں دخل دینا وہ لہذا بے عزتی سمجھتے تھے اور اس لیے وہ اپنے گھر بیٹھ رہے۔ (رجل عثمانی صفحہ ۳۴۰ تا ۳۴۱)

(۲) غلطو حضرت مدنی کے مکاتیب کے مجموعہ جلد اول اور جلد دوم سے نقل کئے گئے ہیں جبکہ حضرت مدنی اور حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہم لہذا تھے، حضرت قاری صاحب نے ان غلطو کو ملاحظہ فرمایا اور ان کی اشاعت میں کمی بیشی یا اور کوئی تقیہ نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ جی حالات کو ان غلطو میں بیان کیا گیا ہے وہ بالکل درست تھے۔

(۳) حضرت علی نقی نقیہ مرتد نے پوری وضاحت اور تشریح صدر کے ساتھ دارالعلوم کی بقا کے لیے ہر اس اقدام کا غیر مقدم فرمایا جس سے دارالعلوم کو فائدہ ہو خواہ ان کو کوئی کمی نقصان ہو جاتے مگر وہ دارالعلوم کو بندگی کی تقدیر امانت سمجھ کر اس کی بقا کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔

(۴) خصوصاً مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ اللہ عنہم کے ہماہذا کردار کے چشم نظر ان کے عائدان کی ہر ممکن خدمت کو شرف سمجھتے ہیں اور ان کو ہر نقصان و کمی جو ہرگز کو ناپسند فرماتے ہیں۔

ایک مخالطہ اور اس کا جواب

یہ کہا جاتا ہے کہ مولانا عثمانی دارالعلوم سے دارالعلوم میں گریسی شروع فرمودے کی وجہ سے کنارہ کش ہو گئے تھے، وجہ یہ کہ حضرت مدنی کے مخالف اکثر یہی الزام بیسان کر دیتے ہیں) حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے، بلکہ جب مجلس شوریٰ نے ان کے اقتیارات مجوز کر دیئے تو وہ کنارہ کش ہو گئے، جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد رفیع صاحب نے فرمایا ہے :-

”دستورِ سیاسی کی تدوین سے طبیعتِ عملی اور انتظامی ذمہ داریاں متمم صاحب سے متعلق تھیں اس

پے ذی راجح لگائی گئی تھیں (شوریٰ) اس وقت حالات کے قدرتی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے

ہونے تمام اقتیارات متمم صاحب کی ہاں قبضہ کر دیئے، اس تجویز کی روش سے

صلو متمم کی حیثیت صرف ایک ایسی ہیئرنگ کی پائی اور انتظامی امور سے صدر متمم کو تعلق منقطع

ہو گیا“ (تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد ۱ ص ۱۲۱)

اس پر نکتہ ”سیاست عثمانی“ کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔۔

”تصدیر اقتیارات کے بعد صدر کے امور میں دخل دینا وہ اپنی بے عزتی سمجھتے تھے اور اس لیے وہ

اپنے گھر بیٹھ رہے، ۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ کی مجلس شوریٰ بروز شنبہ ۱۳ شست ذریعہ صدر متمم مولانا محمد اسحاق

باریہ مولوی میں حسب ذیل اراکین مجلس شوریٰ نے شرکت کی، اس سے بھی مولانا عثمانی کی خود علیحدگی پر

روشنی پڑتی ہے۔

ارکانِ مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

۱) حکیم مولانا محمد احمق صاحب (۲) مولانا حکیم محمد رفیع صاحب (۳) مولانا مصیبت اللہ صاحب بجنوری

(۴) مولانا محمد اشفاق صاحب رنجوی (۵) مولانا محمد ابراہیم صاحب راندیری (۶) مولانا محمد اعجاز علی صاحب

(۷) مولانا مظہر حسن گیلانی (۸) نواب عبد الباقی صاحب حیدرآباد دکن (۹) خان بہادر شیخ ضیاء الحق صاحب

(۱۰) مولانا محمد یوسف صاحب (۱۱) مولانا محمد رفیع صاحب ہتم (۱۲) خان بہادر حاجی شیخ رشید احمد صاحب

چونکہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب ان دنوں جیل میں تھے اور ان کی جگہ مولانا اعجاز علی صاحب ٹرکیہ ہوئے۔

رسالہ دارالعلوم ماہ ربیع و شعبان ۱۳۶۲ھ میں کاروائی اس طرح درج ہے :-

”۱۷ رجب کو صبح سے دوسری نشست شروع ہوئی، حضرت مولانا مظہر حسن صاحب

نے اعتراض فرمایا کہ تجرحکاس جلسے کا دعوت نامہ مولانا شبیر احمد عثمانی کو باوجود کہ مجلس ہونے کے نہیں بھیجا گیا اس لیے یہ جلسہ غیر آئینی ہے اور اس کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ ان کو اب دعوت نامہ بھیج دیا جائے۔ اس اعتراض کے جواب میں مجلس اترکھ یہ عقیدہ ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۲ھ کی تجویز پیش کی تھی کہ چونکہ حضرت مولانا عثمانی کے ایک والا نامہ منسلک سے واضح ہے کہ بحیثیت صدر ان سے خطاب نہ کیا جائے اور ان کی رکنیت شوریٰ بحیثیت صدر مستحکم ہی ہے۔

اس لیے انہیں دعوت نامہ نہیں بھیجا گیا اور مدارالعلوم رجب و شعبان ۱۳۶۲ھ تک اس کے علاوہ عثمانی کی اس جرحی تحریر سے کہ بحیثیت صدر ان سے خطاب نہ کیا جائے اس امر کی غمازی ہوتی ہے کہ وہ صدارت خود کو ہو کر مدارالعلوم سے دستکش ہو گئے اور آپ کی وجہ سے نواب عبدالواسط خان صاحب جید پور کی مجلس شوریٰ مدارالعلوم دیوبند اور حکیم منصور دہلی خان صاحب جید آردوونوں نے استعفیائیہ اختیار کیا لیکن مجلس شوریٰ نے منظور نہیں کیا تھا اس لیے اصرار کے بعد نواب صاحب نے اپنا استعفاء واپس لے لیا۔

اسی مجلس شوریٰ میں خان بہادر جامی رشید احمد صاحب کی تجویز اور خان بہادر شیخ ضیاء الحق صاحب کی

ترمیم حسب ذیل پیش ہوئی :-

”شخصیت اور مسامتہ کے لحاظ سے ضروری ہے کہ مولانا شبیر احمد صاحب کا تعلق مدارالعلوم سے کسی مناسب طریقے پر باقی رکھا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ رکنیت مجلس شوریٰ کی حضرت مولانا شرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک روزہ جلسہ انتقال پر ملال کے باعث خالی شدہ اسامی پر بحیثیت رکن مجلس شوریٰ کے لیے یہاں میں مدارالعلوم بہت رجب و شعبان ۱۳۶۲ھ تک لیکن اس تجویز کی حافط محمد بیگ صاحب نے سخت مخالفت کی اور فرمایا :-

”مولانا عثمانی نے مدارالعلوم اور مجلس شوریٰ کے خلاف اخبارات میں جو بیانات دیئے ہیں وہ مبزن شوریٰ کے لیے باعث توڑن اور مدارالعلوم کے لیے موجب نقصان ہیں تاوقتیکہ مولانا عمرتوح ان کی تلافی نہ فرماتے اس رکنیت کی تجویز کاغذا نہ ہوگا۔“

رد مدارالعلوم بہت رجب و شعبان ۱۳۶۲ھ تک

اور اگر کانگریس کے فتوے کا الزام درست مان لیا جائے تو یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ ۱۳۶۲ھ میں اپنی شراکت سے جو قریب نو حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ سلمہٹ میں تھے اور کانگریس کا کوئی بھی ممبر مدارالعلوم دیوبند میں نہ تھے

مقام ملازم تھا نہ شعوبی کامبر تھا بلکہ اُس وقت تو سرپرست حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی تھے پھر
 کیوں دارالعلوم سے اس قدر جماعت کے ہمراہ تعلق منقطع کیا گیا تھا؟ بات بالکل سیدھی کی ہے جس کو
 جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب فریاد پختے میں اور اُس کو ہم نے اس مضمون کے شروع میں درج
 کر دیا ہے یعنی "تو تحریک ۱۳۲۹ء میں شروع ہوئی تھی وہ ۱۳۶۲ء میں (نالی کی صورت میں) اپنے
 منطقی انجام کو پہنچ گئی۔"

۱۳۶۲ء کی طرح اس (۱۳۶۲ء تک) آپ کے ساتھ دارالعلوم کے طویل انقدر استاد حضرت
 مولانا محمد ابراہیم بیادنی بھی تشریف لے گئے مگر علامہ اسی اپنے مرکز پر واپس آ گئے اور حضرت مدنی کے
 وصال کے بعد آپ تادم واپس دارالعلوم کے صدر مدرس رہے۔

دارالعلوم دیوبند کے کانگریسی ہونے کا مشاغبہ اب بھی بعض معاندین کی طرف سے رہتا ہے حالانکہ یہ
 الزام صرف انواں ہے دارالعلوم کا کوئی مدرس کانگریس تو بولنے خود جمعیتہ العلماء کو بھی میر نہ تھا، نہ کوئی ملازم
 اور نہ کوئی طالب علم میر تھا بلکہ حضرت مدنی تو طلباء کو زیادہ طور پر اپنی توجہ صرف تقسیم پر مرکوز رکھنے کا فرمانا
 کرتے تھے حتیٰ کہ طلباء کو ہیئت میں نہ فرماتے تھے، آپ خود علی الاعلان جمعیتہ العلماء کے سربراہ میر و مدرس منتخب
 ہونے کانگریس کے سرگرم رکن تھے۔

ف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے سیاسی تقریر، اجلاس، مجلس وغیرہ میں بھی اپنے
 آپ کو دارالعلوم دیوبند کا نمائندہ نہیں فرمایا بلکہ جمعیتہ العلماء کی نمائندگی فرماتے رہے، جیسا کہ مرتب
 حیات عثمانیہ کو بھی اعتراف ہے کہ۔

"آپ (ایڈیٹر طلوع اسلام) کو واضح رہنا چاہیے کہ حضرت مولانا مدنی دارالعلوم
 کی طرف سے کانگریس کی نمائندگی نہیں کر رہے تھے بلکہ جمعیتہ العلماء ہندو دہلی کے صدر
 اور میر ہونے کی حیثیت سے کر رہے تھے" (حیات عثمانیہ ص ۴۵۴)

از ۱۹۳۳ء تا ۱۹۴۷ء

حضرت مدنیؒ مرد آباد میں سے رہا ہو کر دیوبند تشریف لائے اور پھر فوراً حسب معمول سہ ماہی تشریف لے گئے جہاں سے شہزاد میں واپس آ کر اپنے دینی، علمی، روحانی اور سیاسی مشاغل میں حسب سابق مصروف ہو گئے۔ بفضلہ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند نے ان چند سالوں میں تعلیمی، تعمیری، خوب ترقی کی اور ساتھ ہی حضرت کی جدید اصلاحات کے پروگرام کے مطابق سیاسی سرگرمیاں بھی تیز تر ہوتی گئیں، کئی اجلاس اور جلسے ہوئے، یہاں صرف ایک جلسہ کی کاروائی دنیا کی جاتی ہے جس سے حضرت مدنیؒ کی سیاسی بصیرت کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت کس قدر اتحاد ممالک اسلامیہ اور آزادی ہند کے لیے سنبھل رہے تھے اور اسے کس قدر ضروری سمجھتے تھے۔

”آزاد ہند فوج کے جنرل فیہنواز جب انگریزی حکومت کی مجوزہ پھانسی کی منظرے قانونی طور پر ۱۹۳۵ء کے آخر میں رہا ہونے کو یورپی کے مشہور و معروف لوگوں میں آپ کیلئے خیر مقدمی عظیم الشان جلسہ حضرت مدنیؒ کی صدارت میں منعقد ہوا، آپ نے رات کو ایک مفصل تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے، آپ نے فرمایا کہ یہودیوں نے نازی اسٹاک کے بنیادی دشمن ہیں، اگر ہندوستان متحدہ کر آنا ہو گا تو وہ خود دنیا کی طاقتوں میں صحت اقل پر شمار ہو گا اور اس کی دعوت پر تمام دنیا کی مسلم ریاستوں کو اٹھا کر کے ایک متحدہ محاذ قائم کیا جا سکتا ہے، یہودیوں نے نازی کے خلاف ایک زبردست مسیحا ہو کر دنیا کی طاقتوں کے زینوں پر چڑھنا چلا جائے گا۔ اگر خدا نخواستہ یہودیوں نے نازی کا بتایا ہوا پلان و پروگرام کامیاب ہو گیا اور ہندوستان کی تقسیم عمل میں آگئی تو یہودیوں نے نازی کی طاقت پر جان چڑھے گی اور دنیا کی دوسری اقوام غلامی کی زنجیروں میں جکڑ بند ہوتے چلے جائیں گے، خصوصاً مسلمانوں پر ظلم و ستم کی پھلیاں گرتی چلی جائیں گی اور پھر ان کا حال کوئی نہیں رہے گا، مسلمانوں کی ایسٹی اور انحصار کی کوئی حد نہیں ہے

گی کہ دیکھتے ہو کہ اسے (۱۹۴۷ء)

(۱) آزادی کی تحریک ہماری تھی جس میں کانگریس عدم تشدد کے فلسفہ پر کاربند تھی کہ کانگریس کے ایک نکل سوبھاش چندر بوس نے کانگریس کے اس نظریے سے بغاوت کر کے فادر ڈ بلاک قائم کر لیا اور مسلح طریق کار پر انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کا کام شروع کر دیا، انگریزوں نے سوبھاش کو گرفتار کر کے سخت سزائیں دیں، انکس کے قلعہ میں ہی اسے محصور رکھا مگر سوبھاش موقع پا کر وطن سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور تہری پور ہرمہ کے مولانا محکم عبد السلام صاحب مرحوم دیکھ کر جبیتہ مظاہریند کے صوبہ اول کے کابینہ کو دیکھ کر تھے کہ وہ اس وقت سے دیہاتوں کو چھوڑ کر کے آندھرا پراکش ہوتا ہوا پانڈھ حکومت جاپان سے جاپان اور انگریزوں کی فوج میں بغاوت کی تبلیغ کرتے ہوئے کئی فوجی افسر اور سپاہی اپنے ساتھ ملا کر آندھ فوج کے نام سے اپنی فوج بنالی۔ کپٹن شہنواز علی علیہ السلام کے رہنے والے تھے اور انگریزوں کی فوج میں ملازم تھے اور اسلامی ماحولانہ جذبہ رکھتے تھے، وہ بھی آندھ فوج میں آئے، آندھ فوج کا ترائانہ آندھ زبان میں تھا اس کی ایک رہائی درج ذیل ہے۔

قدم قدم بڑھائے جا وطن کی ٹونگائے جا
وطن ہی سے ہے زندگی وطن ہی پر ٹٹائے جا

سوبھاش کا نظریہ یہ تھا کہ جاپانی کے ساتھ مل کر ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کر لیا جائے گا مگر امریکہ کی انسانیت کش تدبیر سے ہیراوشیا پرائیم بم گرانے کے بعد سارے ہندو گرام دھرم کے دھرم سے گئے اور انگریزوں نے ان باغیوں کو گرفتار کر کے ان پر مقدمات چلائے، شہنواز کو جو آزاد ہند فوج میں جنرل کے عہدے پر فائز تھے جہانگ کی سزا دی گئی، بعد میں قانونی چارہ چوٹی سے جان بچ گئی اور شہنواز مطلقاً کرپونچے جنرل شہنواز نے ہندوستان ہی میں اقامت اختیار کر لی تھی اور آزادی کے بعد حکومت ہند کے نائب وزیر ریٹوس سے بھی عقوبت ہوئی۔

مکتوباتتہ شیخ الاسلام کی جلد ۱ ص ۳۱۷ پر جنرل شہنواز کی ناٹھ ریٹوس سے پیش کی منظوری کے
مساجی کا ذکر کیا گیا ہے، جنرل صاحب بھارت ہی میں وفات پانگئے ہیں۔ فقیر اللہ لک

حضرت مدنی کی مخالفت اور اس کے اسباب و نتائج

کسی بھی انسان کی سیاسی رائے سے اختلاف کیا جاسکتا ہے اور اس کے مفید یا غیر مفید ہونے پر رائے قائم کی جاسکتی ہے، حضرت مدنی مخصوص منشاء نہ تھے اور سکتے ہیں کہ ان کا نظریہ ملک و ملت کیلئے مفید نہ ہو اس لیے ان کی نظریاتی مخالفت کوئی میوہ نام نہیں مگر جب کسی معاملے میں اختلاف مخالفت اور معاندت کا رنگ اختیار کرتا ہے تو وہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ یہی صورتحال حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے معاملہ میں رونما ہوئی تھی، مروجہ کے سیاسی افکار کی مخالفت کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں تاکہ مخالفت اور معاندت میں تفریق جاسکے۔

① پہلا طبقہ ان علماء کرام اور صوفیاء عظام کا تھا جنہوں نے اپنی اپنی بصیرت سے آپ کے سیاسی نظریے کی مخالفت کی تھی ان میں حکیم الدین حضرت تھانویؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مطلوب الرحمن عثمانیؒ جیسے علماء کرام شامل تھے حضرت حکیم الامتہؒ کو آپ کی سیاسی رائے سے اختلاف دیانت کے طور پر تھا اور وہ اسی حد تک محدود تھا اور حضرت تھانویؒ آپ کے علم و تقویٰ اور روحانیت کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اپنے دور کافر و مجید سمجھتے تھے، جس کی سب سے بڑی دلیل یہ دی جاسکتی ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ اور دیگر جلیل القدر اساتذہ کے دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ ہونے کے بعد اس عظیم مسند کے لیے صرف آپ ہی کا انتخاب کیا گیا تھا بلکہ حضرت تھانویؒ نور اللہ مرقدہ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے اور حضرت مدنیؒ کے سیاسی افکار سے پوری طرح واقف تھے اور حضرت مدنیؒ کی شرائط و بن میں سیاسی امور بھی شامل تھے، کو آپ نے منظور فرمایا تھا اور مولانا عثمانیؒ مروجہ کے صدر اہتمام تک آپ سرپرست ہی رہے۔ حضرت مدنیؒ نور اللہ مرقدہ نے بھی آپ کی روحانی، علمی، دینی و جاہلست کردل و جان سے تسلیم فرمایا، جو اختلافاً نہ جموں کی آمدورفت باقاعدہ جاری رہتی تھی، حضرت مدنیؒ نے خود بھی جلیل القدر روحانی راہ نما تھے مگر

ظاہر ہوا کہ تھانہ بھون جانے کا مشورہ دیا کہتے تھے بلکہ بعض دفعہ خود ساتھ لے کر اور سفر ہی میں کر
تشریف لے جاتے تھے، جیسا کہ مولانا عبدالمجید دیوبانڈی کو خود ساتھ لے کر تھانہ بھون تشریف لے
گئے تھے۔ میں کی پوری تفصیل مولانا دیوبانڈی کی مرتب کتاب "تشریح و تاثرات" میں موجود ہے، یہاں
حضرت مدنی کا صرف ایک اشارہ دہنیہ ناظرین ہے۔

محبوب حقیقی تک سائی حضرت تھانوی کی بارگاہ میں ارجی ہے | تھانہ بھون کی تشریف

اجانت چاہنا سب بات ہے، میں تو ناکارہ ہوں، ہواں ہر کہ پیشہ عرض کرتا رہا ہوں اور یہ کس نفس کی
مناہ نہیں بلکہ حقیقت الامر کی بنا پر، مگر میری عرض پر التفات نہ کیا گیا، اس سے بڑھ کر کیا چیز خوشی کی ہو سکتی
ہے کہ محبوب حقیقی کی بارگاہ اقدس تک سائی ہو، کہ حضرت تھانوی دامت برکاتہم کی بارگاہ میں اپنی ہے۔
میں نے سب بارشا و حضرت تھانوی دامت برکاتہم اور آپ حضرت کے اُس وقت بیعت کیا
تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی سیاہ کاری پر نہایت نیا جا کر یہ کہاں ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کون تھانوی
دامت برکاتہم کے دل میں پہنچا دیا ہے اور کون لاکر آپ سے اور آپ کو مولانا سے اُنس پیدا ہو گیا ہے؟
اس لیے مناسب اور ضروری ہے کہ اب آپ مولانا سے بیعت ہی کر لیں، مجھے قوی آئید سے کہ اب مولانا
آپ کو نہ ٹالیں گے، ہمیں نے خود بھی اُن دنوں جب تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے حضرت مولانا سے عرض کیا
تھا کہ آپ جب آئیں اور دعا مست کریں تو جناب اُن کو ضرور بیعت کر لیں۔ تو اسی طرح وقت کے مولانا پر
بیعت کر لیتا، یہ ذرا تر مٹھو کا راجہ ہے، اسی سے فیض کی نہ پورہ آئید ہے، آپ بھی دعوت صلوات میں پورا
رکھیں اور حضرت مولانا سے بھی ڈھکی ایتھا کر دیں۔ (دکھو اور ضعیف لاسم سلوک طریقت ص ۱۰۰)

اس طرح حضرت تھانوی کی محبت اور حضرت مدنی کا کھلی مقام ان کی نظر میں کیا اور کیا تھا؟ اس
کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ۱۹۳۶ء میں حضرت مدنی کی گرفتاری کی خبر سنا کر اس دن خانقاہ کے
سارے مولانا ترک کھتے ہوئے فرمایا تھا کہ۔

"مجھے آج پتہ چلے ہے کہ مولانا مدنی کی میرے دل میں کس قدر محبت ہے؟"

حضرت تھانوی جب کبھی حضرت مدنی (نور اللہ قونم) کی شان میں گستاخی کی خبر سننے تو
فرماتے کہ۔

”مولانا حسین احمد مدنی کی مخالفت کرنے والوں کے لیے سو دن خانہ کا اندیشہ ہے جو لوگ حضرت شیخ الاسلام سے فساد و مخالفت رکھتے ہیں وہ اب بھی تو رہ کر لیں اور اپنے حسین خاتمہ کی طرف توجہ کریں“ (ماہنامہ اصدیق ملتان، رجب ۱۳۶۷ھ ص ۳۰)

بعض ناواقف معاندوں نے حضرت مدنی کی سیاسی سرگرمیوں پر اعتراض کرتے ہوئے جب مولانا سے تہاؤں کیا تو حضرت مولانا عبدالمجید صاحب پھر لہوئی خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے ان سے فرمایا:-

”شیخ الاسلام سے اس درجہ اختلاف نہ رکھیں کیونکہ میں نے مفتی محمود حسن صاحب ہر کرسی سے سنا ہے جو حضرت تھانوی کے سب سے بڑے خلیفہ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حال میں میں نے دو ایک جواب مسائل سلوک میں پڑھے ہیں جن کی وجہ سے سابقہ اختلاف سے رجوع کر چکا ہوں کیونکہ ہالنی دنیا میں حضرت مدنی کا مرتبہ اور مقام شہنشاہیت کا ہے۔ یہ شکر مولانا عبدالمجید صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ تو میں نے کئی بار حضرت تھانوی سے سنا ہے کہ مجھ کو اپنی موت پر بھی فخر تھا کہ بعد میں ہالنی دنیا کی خدمت کرنے والا کون ہے مگر حضرت مدنی کو دیکھ کر کھنسی ہوئی کہ یہ دنیا ان سے زندہ رہے گی“ (بحوالہ تکرر الاعتدال)

اسی طرح مولانا عبدالمجید صاحب نے فرمایا:-

”کوئی مضمون دینی بدون ملاحظہ مولانا حسین احمد صاحب شائع نہ کیا جائے“

و حکیم الامت ص ۱۰۶ بحوالہ تکرر الاعتدال

اسی طرح ایک مرتبہ مولانا عبدالمجید صاحب نے فرمایا:-

”میں نے سمجھتے ہوئے فیصلہ کر لیا ہے کہ جن اجاب سے دوستی ہے ان سے عمائد و احکام میں گھٹو نہ کروں گا یا تو نصیریت کی اطلاع و استطلاع کا تعلق رکھوں گا یا دعا کا یا معاویہ نفسیات کی تحقیق کا، اور ایسے اجاب کی فہرست میں جناب کا اور مولانا عبد الباری صاحب کا اور جناب سید سلیمان صاحب کا نام ذہن میں جوہر کیا ہے، ان دو صاحبوں کو بھی اطلاع دے چکا ہوں، ایسی تحقیقات کے لیے

مولانا حسین احمد صاحب اور مولانا نور شاہ صاحب کی طرف توجہ دلاتا ہوں، اسی میں مصلحت ہے؛ (مکملہ دست ۱۲۲ بحوالہ مکملہ الاعتدال)

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ | سیاسی مسلک کے لحاظ سے ان حضرات میں سے ہیں جو مسلم لیگ کے ابتدائی ممبر ہی نہ تھے بلکہ قائد اعظم کے

جبکہ وہ صرف محمد علی جیتا تھے، بہت بڑے مداح تھے، ۱۹۱۶ء میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں قائد اعظم پر مندرجہ ذیل نغمہ پڑھی تھی۔

اک زمانہ تھا کہ امرا و دروں مستور تھے
جبکہ داروں نے وقار و درو کی دُماں ماری
ہمبہ اعلیٰ سے چارہ فرما زہر کھتے تھے اسے
بادۂ حسد و دمن کچھ کیت پیدا کر سکے
کوشِ شعلہ ہے نہ ہم میں دیدہ بینا رہا
گوشِ شیریں کے گو اصل تو ابے کار ہیں

کوہِ شملہ جن دنوں ہم پائیہ سینا رہا
جبکہ ہر ناداں عطائی کو علی سینا رہا
جس پہ اب سو قوت ماری تو م کا چھینا رہا
ذور میں یونہی اگر یہ ساغر و مینا رہا

ہر مریض قوم کے جینے کی ہے کچھ کچھ امید

ڈاکٹر اسس کا اگر مشر علی جیتتا رہا

ناظرین! انصاف ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ علامہ سید سلیمان ندوی مسلم لیگ اور قائد اعظم کے

کس قدر معترف تھے مگر ان کی نظر میں اپنے سیاسی مخالفت شیخ الاسلام حضرت مدنی نور الدین فرقہ کا مقام کیا ہے؟ اگر کے لیے مندرجہ ذیل تحریر شاہِ عدل ہے۔۔۔ جبکہ آپ ریاست بھوپال کے قاضی تھے آپ کی خدمت میں مولانا ظفر الدین مفتاح رکن دارالافتاء دارالعلوم دیوبند نے ایک دینی معاملہ کے سلسلہ میں رہنمائی طلب کی تو حضرت ندوی نے مندرجہ ذیل جواب ارشاد فرمایا۔۔۔

حضرت مولانا مدنی دامت لہوہم کے مقابل میں میرا نام لینا صرف آپ کی چشمِ محبت کا
کوشش ہے ورنہ میں تو ان کے جوئے کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں! ع
چونہت خاک را بہ عالم پاک، بزرگوں کا شور ہے کہ خاک از توں کلاں بردار

لے اس زمانہ میں بہت سے لوگ اس وقت کی جماعت محمد علی جیتا لکھتے تھے۔ روزنامہ جنگ لاہور میں

میرے پاس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کے سوا کچھ نہیں :-

(مکتوبہ گزشتہ ۱۲ نومبر ۱۹۹۳ء اور سہ ماہی "انوار" میرٹھ مدنی نمبر ۱۹۹۳ء)

نوٹ ۱۔ ڈاکٹر اقبال کے تین اشعار پر حضرت علامہ نے جو تنقید فرمائی ہے وہ مدنی اور اقبال

کے عنوان میں آ رہی ہے۔

مولانا عثمانی صدر مسلم لیگ جالندہر سیاسیات میں حضرت مدنی کے شدید مخالف تھے لیکن جب جالندہر کے دو ہفتہ دوں شمس اہل حق شمس اور فتح محمد نے اپنی اس گستاخی کا ان سے ذکر کیا جو ۱۹۹۳ء میں جالندہر ریلوے اسٹیشن پر حضرت مدنی کی شان میں کی تھی تو مولانا عثمانی نے ان سے یہ فرمایا :-

"بڑا تک رہے ہو یا واقعی تم نے ایسا کیا اور اس پر فخر کر رہے ہو جبکہ دونوں

نوجوانوں نے تصدیق کی کہ فی الواقعہ یہ کرتے ہیں، مولانا عثمانی نے کہا اپنے رب سے

معافی مانگو، مدنی اہل اللہ میں سے ہے جس نے نہ توں روئے رسول کی اپنی پلوں سے

چاروبکشی کی اور آستانہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر حدیث پڑھائی ہے مجھے محسوس

ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ پانی میں

ڈوب جائیں گے یا انہیں آگ چاٹنے کی۔ ڈاکٹر اکرام اہل حق جالندہر ہی راوی ہیں کہ

ان دونوں نوجوانوں میں سے ایک (فتح محمد) تقسیم کے وقت فریاد کیا تھا یہاں

کی نذر ہو گیا اور دوسرا (شمس) پاکستان میں آکر پولیس کی معرفت ایک ایسی لبتڈ رہی کے

ہاتھوں آگ (تیزاب) کی بجٹی میں پھینک دیا گیا اور مجسم ہو گیا :-

انست مدنی چنان لاہور سنہ ۱۹۹۳ء

اس (شمس) کی ہلاکت کی تفصیل بھی "عہدت" کے جا ہے تماشہ کہیں ہے اس کے عنوان سے

آ رہی ہے۔

(۲) حضرت مدنی کے سیاسی امور میں مخالفین کا دوسرا طبقہ وہ ہے جو کہ غلط فہمی کی بنا پر پیدا ہو گیا

تھانویں میں علامہ سر محمد اقبال اور پروفیسر ریاضت سلمہ چشتی قابل ذکر ہیں، ویسے تو کئی سعادت مندوں نے

بعض انجارات کی غلط اطلاعات پر جو معاہدہ اختیار کی تھی اس سے اسی وقت رجوع کر لیا تھا مگر بعض

اہل علم حضرات نے غور و فکر کے بعد رجوع فرمایا۔

حضرت علامہ اقبال کے انتخابات اور رجوع کی تفصیل تو آسنے والے اوراق میں چڑھائی حضرت مدنی اور علامہ اقبال آسنے کی۔ یہاں اختصار کے طور پر عرض ہے کہ اگست ۱۹۲۸ء میں حضرت مدنی نے دہلی میں پبلکیشن کے قریب ایک جلسہ میں یہ فرمایا تھا کہ موجودہ زمانہ میں قومیں وطن سے جتی ہیں مذہب سے نہیں۔ اس کو دہلی کے ایک اخبار انمان نے یوں شائع کر دیا کہ اگست کا انحصار وطن پر ہے۔ علامہ نے اس سے متاثر ہو کر تین اشعار فارسی میں کہہ ڈالے اور پھر حقیقت حال پر مطلع ہوتے ہی ۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء کے اخبارات خصوصاً "اسان" کلکتہ میں علامہ اقبال کا رجوع شائع ہو گیا جس کے صحت ۲۳ دن بعد مؤرخہ ۲۱ اپریل ۱۹۲۹ء کو علامہ کا انتقال ہو گیا، جس کی خبر سننے ہی مولانا مدنی نے ایک آپ تیرٹھ میں انجمن اصلاح مسلمین کے جلسہ میں تشریح کی جا رہے تھے اناللہ وان الیہ راجعون پڑھا۔ رات کے جلسے میں تقریب سے پہلے سب حاضرین کے مجمع سے ڈاکٹر صاحب کی حضرت کی وفات فرمائی۔ (شیخ الاسلام مدنی ص ۳۲۹)

جمیہ علماء ہند نے اپنے گیارہویں سالانہ اجلاس منعقد ہونے (۲۴ ستمبر ۱۹۲۹ء) پر صدارت مولانا عبدالحق مدنی ڈاکٹر اقبال کی وفات پر تجویز کیا ہے پاس کی۔

"جمیہ علماء ہند کا یہ جلسہ شاعر شرقی جناب ڈاکٹر محمد اقبال کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ایک قومی مفکرا اور آزادی وطن کے راہی سے ہندوستان کی شرفی سمجھتا ہے اور یہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آزادی وطن کی جو روح ان کے قومی ادب کی جان ہے اس پر مسلمانوں کو پہننے کی توفیق عطا فرمائے، یہ جلسہ مخوم کے صاحبزادوں کے ساتھ اپنی ولی احمدوی کا اظہار کرتا ہے" (جمیہ علماء ہند سالانہ اجلاس)

علامہ اقبال کی وفات کے بعد ان کے محبوب کلام اور سخاوت جہاز میں ہندوستان کے گئے جو ان کی ایک بڑی ہے مگر ہم علامہ کو اس سے بری الذمہ کہتے ہیں۔

حضرت مدنی کے دوسرے شدید مخالف ہندو فیسر ریاست سیمپلسٹی تھے جو قائد اعظم محمد علی جناح کے خاص اہتمام اور علامہ اقبال سے کلام کے شاعر تھے ان کو جب حضرت مدنی کے علمی بڑی اور روحانی مقام کا پتہ چلا اور ساتھ ہی مسلم لیگ کی حقیقی کھدوائی کا علم ہوا تو علی الامان تو یہی اور ایک اور نیشنلسٹ لکھا

جو بائنا مریٹا ق "لاہور میں پہلی بار شائع ہوا اور پھر دوسرے اخلاقت میں، اب تک کئی بار کئی بار کئی بار کئی بار شائع ہو چکا ہے، اس کا کچھ حصہ مدنی نے اور قبائلی کے عنوان میں ذکر کر دیا جائے گا۔

۱۵) حضرت مدنی کا صرف مخالفت ہی نہیں بلکہ معاندت سمیرا طبقہ وہ ہے جو اپنے کسی بغض کا انتقام لیتا تھا اور اسے ربا ہے اس کی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ تو اہل ہدایت کا وہ انتقام ہے جو کہ مولانا احمد رضا صاحب صاحب کی اس تبلیغ کی ذمہ داری ہے جو آپ نے علماء و مجاز خصوصاً علماء مدینہ منورہ سے فرضی استناد کی صورت میں حاصل کیا تھا اور جس کو سام الحد مین کے نام سے شائع کیا تھا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر حضرت مدنی اس وقت مدینہ منورہ میں نہ ہوتے تو یہ صریحاً کہہ دیا فریغ پالیتا کہ اس کے ہراس کے لیے کافی وقت درکار ہوتا۔ حضرت مدنی نے اس فتنہ کو مہم اٹھاتے ہی کچل دیا اور شہاب المدنی میں تحریر فرما کر عقائد حقہ کا تحفظ فرماتے ہوئے مسلک پر اعتراضات کے ذمہ داروں کو جواب دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ تقسیم سے پہلے ہی اس گروہ نے ہطرت کی لازم تراشی اور ذہنی گرفت پہنچانا کارفرما سمجھا، حتیٰ کہ بریلی میں حضرت مدنی پر قاتلانہ حملہ کیا گیا، جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچالیا، تقسیم کے بعد بھی یہ گروہ سیاست کی آڑ میں اپنے خبیث باطن کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے جس میں پاکستان کے ایک مشہور روزنامہ کا ایک کالم نویس یہ محسوس ڈیوٹی ادا کرتا تھا، آخر میں وہ قتل ہو گیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام دیوبند کے حلقوں کی وہ جماعت جو ۱۹۳۰ء سے اس کشتی کے ناظر اور جہی نے اسٹرٹجک سے پیدا شدہ حالات میں اس ڈوبتی بلکہ ڈوبتی ہوئی کشتی کو سنبھالاتا، کی مخالفت صوف اس لیے کرتی رہی کہ ان کی تدابیر ناکام ہوں اور ان کو وہ اسلام سے ہمیشہ کے لیے غارت کر دیا گیا ہے، اس جماعت کے بعض افراتو نے دور دراز کے منصوبے بنا کر حضرت مدنی کو وہ اسلام سے الگ کرنے کی مذموم سعی کی تھی مگر ناکام رہے، تقسیم کے بعد وہ اسی موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور قریب بعید سے کھینچ تان کر حضرت کو پاکستان کا مخالفت بنا کر دل کی بھڑاس نکالتے رہتے ہیں جس کی وضاحت پہلے کچھ جا چکی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کے جن نظریات پر سب سے پہلے حضرت مدنی نے لکھنا شروع کیا، ان کے لیے حزنناہیت سے زیادہ خطرناک قرار دیا تھا،

مودودی صاحب نے خود بھی ساری زندگی صحرت مدنی کے عقائد الزام تراشی اور حدود تہذیب سے بھی تجاوز کیا تھا جس کا ایک اور نمونہ احقر کے مرتبہ رسالہ بواۃ محدث عن المقدمہ معدنات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے) اور اب بھی جبکہ یہ داستان پارینہ ہو چکی ہے، یہ جماعت و جماعت اسلامی اور اس کا نیا ایڈیشن ”تنظیم اسلامی“ بلا کسی ضرورت کے علامہ اقبال کے مسوخ شدہ اشعار کی آڑ میں دل کا خیابان کال بیٹا ہے۔

مودودی صاحب کے اسے معاندت پر شیخ العرب و انجم حضرت مدنی کے شاگرد و رشید شیطیب پاکستان نے مولانا احتشام الحق نے تھانوی حرمہ لکھنؤ میں

کاتنقیدی تبصرہ

خاص اہداف تنقید گذشتہ صفحات میں علمائے دینی کے بارے میں مولانا مودودی کے جو خیالات پیش کیے گئے ہیں ان میں کسی خاص مکتبہ فکر کی تخصیص معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولانا ابو السلام آزاد، مولانا عبید اللہ منہجی اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ پر انہوں نے خاص نظر التفات فرمائی ہے۔ مولانا ابو السلام آزاد کے بارے میں انہوں نے فیصلہ فرمادیا تھا کہ ان کی جگہ اسلام کے دائرے کے اندر نہیں۔ مولانا منہجی کے بارے میں مولانا مسعود عالم ندوی کا سلسلہ مضامین ”عبود و معارف“ کتابی شکل میں بھی چھپ چکا ہے اس سے اندازہ کر لیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار و فلسفے کے نام پر اشتراکیت کی تبلیغ کی ہے، اور یہ کہ اگر وہ سچے مسلمان نہ ہوتے تو شاید اسلام کیلئے اتنے خطرناک نہ ہوتے اور مسلمان ہو کر انہوں نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے وہ کچھ ہے جوئے نہ پہنچا سکتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی کے بارے میں ”مسلمانانہ“ و ”موجودہ سیاسی کشمکش“ ”تقدیم و موسم“ رسالہ ”مسئلہ قومیت“ ”کئی تحریکات میں جو کچھ نام لیے بغیر لکھا ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں، انہیں

غیرت ایمانی سے محروم اور متحد قومیت کے شعرت کا مرکب قرار دیا ہے۔ نزل کی عبارت خودی صاحب کے
قلم سے چھ اور خودی صاحب سے مراد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی ہیں :-

ماں آزادی کے پرانے کو سکر خودی صاحب پشاور سے جہاں تک
ماس کشیکٹ کی تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں، اس میں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ پروانہ آپ کو آنحضرت
آزادی ضرور دیتا ہے کہ قال اللہ فقال الرسول علیٰ مشغول رہیں، آپ کی واژہی تعیناً
زبردستی نہیں ٹوٹتی جاسکتی گی نہ آپ کی عیاضط کی جگہ سے گی نہ آپ کی بیخ چھینی جانے
گی، البتہ اس امر کی ضمانت نہیں کہ آپ کی نسل سے دوسری پشت میں کوئی اور بے شکر
اور تیسری پشت میں کوئی دیوکارانی برآمد نہ ہوگی؟ (ترجمان القرآن، ج ۱۵، ص ۱۳۵)

ہم تو خیر حضرت کے عقیدت کیش اور ارادت مند ہیں، ماں لیے اس تحریر کی شدت کو زیادہ محسوس
کرتے ہیں، لیکن کیا کسی مسک کے کسی بھی عالم دین کے لیے اس سے زیادہ اختیار تو ہیں آبیہ تحریر کا قصور
کیا جاسکتا ہے؟۔ دوسری جگہ کہا ہے :-

”اسلام کا علم رکھنے والے جہاد شمول پر متحدہ قومیت کا شعوت سما ہے، ان کی

غیرت ایمانی سرور ہو چکی ہے“ (ترجمان القرآن، ج ۱۵، ص ۱۳۵)

اب اس دنیا میں نہ حسین احمد مدنی ہیں
عائدان شیخ الاسلام اور ان کی تین پشتوں کا امتیاز

۱۳۵۰ء میں مولانا حسین احمد مدنی نے تمام افراد اور روزانہ
علمائے دین، صحابہ، وزراء، محدث، مستشرقین، فلسفہ کے مدس، خطبائے اسلام، مبلغین، مصنفین
اسلام، مستشرقین شریعت اور اصحاب طریقت میں سے کسی نہ کسی بلکہ کئی کئی صفات سے ایک وقت
تخصیص ہیں اور ان میں سے ہر کوئی اپنے اپنے واسطے میں اپنی بساط علم و توفیق کے مطابق علوم و فنون
اسلامی کے درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تبلیغ و اشاعت، دین، ارشاد و ہدایت، غرضیکہ علم و
عمل کے کسی نہ کسی میدان میں اہمیت مسک اور ملک و قوم کی خدمت میں انجام دے رہے ہیں۔ ابھی تک تو
اس خاندان میں نہ کوئی اور بے شکر پیدا ہوا نہ دیوکارانی، اہمہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ آئندہ بھی

اس خاندان در فہم الامکان کو اپنی خاص مقامات سے نوازے گا اور اپنی مخالفت میں رکھے گا۔
 خاکسار کے علم کے مطابق اس خاندان کی تیسری پشت میں ایک عرب سے زائد لڑکیاں پیدا
 ہوا اور وہ ہیں اور متعدد علوم اسلامی میں ختمی بعض خواتین موجود ہیں۔ الحمد للہ ہم الحمد للہ
 یہ حضرت مدنیؒ کی تعلیم و تربیت کے برگ و بار ہیں۔ لیکن کیا سرودوی صاحب کی توہین کشت یعنی
 اس میں بھی کوئی عالم دین اہل حق تعالیٰ ہمارے ہمارے ہستی نہ ہوئی اور عالم ہی صحتا ہی حضرت
 شیخ الاسلام کی تیسری پشت کے کسی فرد کی مثال پیش کر سکتا ہے؟ پھر اگر حضرت شیخ الاسلام کی تعلیم و
 تربیت کے ثمرات میں آپس کے علاوہ، مریدین، مشرفین کو جو بلاشبہ حضرت کی مثل اولاد کے تھے
 اور پھر ان کے سلسلہ ہائے درس و تدریس و ہدایت کو بھی شامل کر لیا جائے تو ہندوستان و پاکستان کے
 ایک ایک شہر میں اتنی تعداد میں وابستگان و اہل نکل پائیں گے کہ پورے پاکستان اہل ہندوستان
 میں بھی جماعت اسلامی کے اتنے راہبین و متفقین نہ ہوں گے۔ پھر حال حضرت شیخ الاسلام کے
 خاندان کے بارے میں سرودوی صاحب کی شبیگہ کوئی یا آند پوری نہ ہو کہ وہ نہ تھا اور نہ ہی ہے،
از مرتب حضرت مدنیؒ کے پوتوں اور نواسوں میں اس وقت میں سے بڑا ماٹھ
 قاری، عالم اور بعض دینی علموں کے خدس ہیں۔ آپ کے شہسختان اصولی علم
 سید محمد سعید مدنی عالم اسلامی کے متفقہ رہنما ہیں اور بھارت کی عظیم دینی و سیاسی جماعت جمعیت العلماء
 کے صدر ہیں جبکہ آپ کے دو سرے ماہرین و محرم مولانا سید محمد شہسختی اپنے گرامی تھوڑے عرصے کے
 سرودوی صاحب کے مدظل و علم حدیث کی تدریس فرماتے ہیں۔ اس کے بڑے بڑے صاحب
 کی اولاد و خاندان کی جماعت کا جو حال ہے وہ سب کو معلوم ہے، ان کی اولاد تو بطور سب سے
 سرودوی صاحب کی مسند اور جماعت ہے ان لوگوں کا قبضہ ہے جن کے سیاسی کردار سے آج
 ساری دنیا واقف ہے اور سرودوی صاحب کی اولاد کا جو حال ہے اس کے بارے میں جماعت کے
 سرکردہ لیڈر دن بدن جو آکشافات کستہ دہتے ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ فلفلفہ نانا اولاد انصاف
 پر قہقہہ دہنے والی مخالفت کی مسلم لیگ کے ہمیں اقدار کی وہ تقاریر تھیں جن میں وہ سب کو کھانا
 کا تدارک کرتے ہوئے یہاں تک کہ دیتے تھے کہ پاکستان دینہ لاکھ ہو گا۔ چنانچہ مولانا سید محمد شہسختی کی
 نیر صولت جمعیت علماء اسلام لاہور کے زیر اہتمام ایک عظیمی بن جلسہ کا انعقاد ہوا جس میں سرودوی صاحب کی اولاد

کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں، اور مولانا احتشام الحق تھانوی نے آج جون، جولائی، ۱۹۷۱ء سے تقریباً تین سال قبل ہمسایہ ممالک لائبریریا، موریتانیہ اور موزمبیق سے خطاب کرتے ہوئے کہہ لیے الفاظ کہتے تھے کہ اب جو حالات پیش آ رہے ہیں ان کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ تحریک پاکستان کے بارے میں ان حضرات کی رائے زیادہ درست تھی جو یہ کہتے تھے کہ پاکستان میں مروج اسلام کو نہیں شرعی اظہار اور اظہار اور اباحت کو حاصل کرنا چاہیے۔

اسی طرح علامہ عثمانی نے بھی آخر کار اپنے سیاسی عقائد سے رجوع کرتے ہوئے قرار دیا تھا کہ ان تجویز سے ڈھاکہ کے خطیہ میں حکومت کو اسی طرح کا نتیجہ دیا جیسا کہ علامہ حق اپنے اپنے زمانہ میں علماء ائمہ کے لیے جاری حکومتوں کو دیتے رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں :-

”خواہ ارباب اختیار عباسیہ سے متاثر نہ ہو کہ وہی برتاؤ کریں ہم اس کو غرض سے کہیں دستبردار نہیں ہو سکتے کہ غلبہ پاکستان میں اسلام کا اور دستور و آئین اور قانون کا حکومت تشکیل پذیر ہو جس کی زندگی سے اس بات کا موثر انعکاس کیا جائے کہ مسلم قوم اپنی زندگی اسلام کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن و سنت سے ثابت ہوں مرتب و منظم کر سکے۔“

پھر مولانا شبیر احمد عثمانی سوہ بنگال سے دستور ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے اور ان مسلمانوں سے یہ سننا پاکستان کے لیے وقت طلب فرماتے تھے۔ جو گندہ تاقہ منڈال دیکھ کر بنگال کا اجموت مقام کی حوزت افرانلی سے بنگال کے اس وقت کے سائے چارکر و مسلمانوں کی نڈالنگی کی ابتداء ہو چکی تھی، اس لیے جیوینہ طلبہ پاکستان کا اجلاس ڈھاکہ میں دیکھا مگر بنگال اس وقت سازانہ موجود تھا کہ اس نے اردو زبان کے دفتر ہی جو سنہ پہلی صفحہ سید سلطان ندوی جیسے عالم کو بولنے تک نہ دیا اور منڈال نے مولانا کو مسلمانوں کے ایک عظیم حکم کو ہم سے بالکل جدا کر دیا جو کبھی شرعی پاکستان تھا اور اب بنگال و ایشیا بن گیا ہے۔

تبدیل کی دیر سے ہوتی ہے تو بدل بدلست و پاکویدہ مینا تا ہے

اسی طرح بھارت کی وزارت خارجہ نے یہ رپورٹ شائع کر دی کہ بنگلہ دیش کے قائم ہونے سے
یہ تصور ختم ہو گیا ہے کہ ریاست مذہب کی بنیاد پر بن سکتی ہے۔ (راہِ مریزا، ج ۱، ص ۱۰۰)

اسی حال دوسرے مقررین کا تھا، پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ تو آج تک بعض پبلانوں پر لکھا
ہوا موجود ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی نعرہ دیا جاتا تھا کہ، مسلم ہے تو یک ہیں، اچھریکھ وطن آزاد ہو۔
اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ تہہ تہہ کہ جو لوگ پاکستان کے مخالفت میں وہ اسلام کے مخالفت میں، عوام اسی مدینہ
پاکستان کے حصول کے لیے تہہ تہہ تہہ وہ ان مقدریں پہروں کو روکیے کہ اور ان کی مؤثر تقاریر کو
کسی دوسرے غیر خواہ کی کوئی بات سننے کے لیے تیار ہی نہ تھے بلکہ اس کے خون کے پیاسے تھے اور اس کے
ساتھ ساتھ حکومت کے سارے کاندھے اور بیگی اختیارات ان کے ہنوا تھے، کابز اور سکون کے وہ طلباء جو
سرینہ کی روحانی اولاد تھی سب کے سب اس کا شہر میں برابر کے شریک تھے۔

نوٹ: مگر اس مدینہ نامک میں قرآنی عزیز کا مقام کیا تھا؟ اس کے لیے مندرجہ ذیل چند سطروں
دل پر پتھر رکھ کر ناظرین پڑھ لیں۔

ایک المناک اور شرمناک واقعہ | پاکستان کے دو وزیر مشاق گوہانی اور غلام محمد اکاؤنٹن
عزیز اور ایک اجتماع میں ایک وزیر نے کوٹ کی جیب

سے ایک ٹاکٹ نمائی چیز نکال کر مجھے کے سامنے لہرائی اور بولتے یہ دیکھو اللہ کا قانون ہے جو چودہ سو
پہلے نافذ ہو چکا ہے اور جس پر عمل کرنا ہم سب کا دینی اور اخلاقی اور ایمانی فرض ہے۔ مگر اسی وزیر
پہلے جیب نے واپسی پر کار میں کہا: "جیب سے نکلی ہوئی چیز تو محض سگریٹ کا لائٹ ہے جسے لوگ
قرآن سمجھ سکتے ہیں" (ماہنامہ امانت لاہور، بابت اگست ۱۹۸۹ء، ج ۱، شہاب نامہ، ص ۲۱۰، ۲۱۱)

نوٹ: آج پاکستان کے حالات جس مدوجہزہ کا شکار ہیں وہ اسی بے ادبی اور بے رحمی
کا نتیجہ ہے جسے ساری قوم بھگت رہی ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔



عبرت کی جانب تماشائیں ہیں جسے

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے آخری سفر پنجاب کی
روح فرسار و داد۔ عبرت انگیز نتائج۔ ثقہ راویوں کی زبانی

ان، ما اللطیفین سید ابوبکر حسین لقیں رحمہما صاحب الہدیٰ

ہندہ میں برس پندرہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب دیوبند کی رحمت اللہ علیہ کی تالیف اسوۂ حسینیہ“
نظر سے گذری۔ یہ کتاب ریحانۃ انبی حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے حالات مبارک اور واقعات شہادت پر مشتمل
ہے، آخر میں قاتلانین چکر گوشت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے انجام نافرعام کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے نام زہریؒ
کا قول نقل فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسینؑ میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں، پچاس کو آخرت سے پہلے
دنیا میں سزا ملے گی جو، چند شائیں پیش کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:-

”ابن جوزیؒ نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کی دعوت کی، مجلس میں
ڈکھلا کر حضرت حسینؑ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا اس کو دنیا میں ہی جلد سزا ملے گی، اس
شخص نے کہا بالکل غلط ہے، میں خود ان کے قتل میں شریک تھا میرا کچھ بھی نہیں بڑا، یہ
شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا، جاتے ہی چراغ کی روشنی درست کرتے ہوئے اس کے کپڑوں
میں آگ لگ گئی اور وہیں جل جہنم کر رہ گیا، سدی کہتے ہیں میں نے خود اس کو سج دیکھا
لوگوں کو چمکا تھا“ (اسوۂ حسینیہ ص ۲۱۱)

اللہ کے جو بندے اپنی تکلیف پر اپنا معاملہ اپنے اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے
دُشمنوں سے شہیدانِ حق نام لیتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذٰلِجُنَاحٍ وَّابۡرٰهٖمَ اٰیۃً ۛۛ

نہ جا اس کے تھل پر کہ ہے بے ڈوب گرفت اس کی

ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

ہمارے عہد کو بھی ایک حسین عطا کیا گیا، جس کا بیسی جیسی رشتہ شہید کربلا سیدنا حسین اول کئی عرصہ سے جو سستہ ہے، یعنی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ سے۔ اس حسین ثانیؑ پر مصیبتوں کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے لیکن اس کو وہ عزم و استقلال کو جنبش تک نہ ہوئی، غمخوئیوں نے کیسے کیسے تیراں پہرے لگائے لیکن ان کا چہرہ مقبوض ہی رہا، حریفوں نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن ان کے لب پر حرف شکایت تک نہ آیا۔

انہوں نے اپنی عمر عزیز اتھلاں وطن اور سرانجامی اسلام کی جود جہیں گزار دی، انگریز اور اس کے رضا کار "بیشتر ان کی مخالفت میں زبان دراز رہے لیکن اس جہاد پر دین و ملت اور فاضلی سرکعت نے ان کو تنگ اٹھا کر نہ دیکھا کہ یہ کوتاہ بینوں کو کون باطن کیا کہہ رہے ہیں، میدان عربیت کا یہ شہسوار محمدی علم لہرائے آگے بڑھتا ہی چلا گیا، راستے کی تاریکی اس کے انوار شریعت و طریقت سے چھٹ گئی، اس کا راستہ روکنے والوں کو غبار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا اور کانٹے پھالے والوں کو خود اسی راستے سے گزرنے پڑا۔

پہا گئے را چاہ دے شیره

ایک ہندی دو با جو غالباً جید ارمیم خان غلاماں کا ہے حسب حال نظر آتا ہے

جو تو کو کاٹا بولے تا، بولے تو بھولے

تو کو بھولے بھ بھ بھولے ہیں واکو میرے تر بولے

دو جملہ (جو تیرے لیے کانٹے بولے تو اس کے لیے بھولے بولے تیرے لیے تو بھول کے

بھول ہیں اور اس کے لیے زمین ٹھن لوگ والے کانٹے)۔

حضرت مدنی قدس سرہ حضور در گذر کا بیکر تھے، انہوں نے اپنے مخالفوں کے لیے کسی ہتھیار نہیں

فرمائی بلکہ دماغے میم شبی میں سب کے لیے اپنے مالک سے فضل و انعام اور غفور و مغفرت مانگتے رہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات اکثر و بیشتر نئے ہیں آتے رہے ہیں راقم سلوینے

جناب عطاء الحق و محافظ عبد الرحمن مالندری (حال قسیم محلہ گردونا کس پورہ فیصل آباد) جو سیدی و مولائی

قطب الدین حضرت اقدس شاہ جہاد قادری پوری قدس سرہ در ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۶ء سے تعلق بیعت

کہتے ہیں کہ زبانی بعض افسوسناک واقعات کئی مرتبہ سنے، ان واقعات کے وہ ثقہ راوی ہیں، کافی کے پاس ہیں ان کی حیثیت بھی گواہوں کی ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ میں ان واقعات کو پھر رقم گوشتہ کی نوحہ جمع کی، بجائی صحاح میں بیان کرتے گئے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ واقعات حقیقت میں ایسا نہیں لگتے، مگر ہمیں اس وقت لگتا ہے کہ یہ گواہوں کی تواریخ کرنے والوں کا مشترکہ ہنسا۔

● تقسیم پر صغیر یا گستاخہ ۱۹۴۲ء سے چند ماہہ بیشتر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی لاہور سے واپس فریڈریک میں جا رہے تھے، آپ کے ساتھ مولانا حفص الرحمنؒ اور مولانا حمید اللہ بن حضرت لاہوریؒ بھی تھے، ایک سازش کے تحت امرتسر وغیرہ کے یگیوں کو تباہ کیا گیا اس گاڑی سے راجہ غنیمت علی بھی آئے ہیں۔ حالانکہ وہ نہیں آئے تھے۔ جب گاڑی امرتسر ریوے اسٹیشن پر پہنچی تو مسلم لیگ کے راجہ غنیمت علی کو تلاش کرنے کے لیے گاڑی سے کارکنوں کو تباہ کیا گیا کہ راجہ صاحب کا پورا گروہ ملوئی ہو گیا ہے جو اس گاڑی سے سفر نہیں کر رہے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس نے فریڈریک انہیں بتایا کہ اس گاڑی کے نشان ٹیبلٹ میں مولانا حسین احمد مدنی سفر کر رہے ہیں، اس پر مولانا مسلم لیگ کا ایک اس ڈیپ کے ساتھ جا کر رہے ہیں، حضرت مولانا حفص الرحمنؒ کے صحت مند ہونے اور لڑائی شروع کر دی، انہوں نے فریڈریک کے ساتھ ساتھ امرتسر کا ایک نوجوان جید رشید لہنا مال بیک کٹنے کی طرف سے اسٹیشن پر آیا ہوا تھا اس نے ایک ٹیبلٹ کے پاس چھو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ کے ساتھ، لوگ نہایت بے بسی کر رہے ہیں اور حضرت مدنیؒ کو جاننا نہیں سکتا۔

بجائی صحاح، ابن صاحب کے واقعات جید رشید لہنا پٹی میں سنا لیا، امرتسر کے پورے لوگوں نے جیم ہما، یہاں بھی وہ وہی کہہ رہا کرتا تھا۔ جید رشید نہایت محسن نوجوان تھا اس نے جان بچا کر کھیل کر فریڈریک کی مخالفت کا فریضہ انجام دیا۔ مجمع ٹیبلٹ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا، جید رشید ٹیبلٹ کے دروازے میں ہاتھ پڑت کر کھڑا ہو گیا، مسلم لیگ اس کی ٹیبلٹ پر او اس کو پید پید روک رہا تھا، حتیٰ کہ اس کے ساتھ کے دو ٹیبلٹ ٹیبلٹ گئے، لیکن اس مرد بہا ہونے حضرت مدنیؒ کی طرف بھڑک کر بڑھنے نہ دیا حتیٰ کہ گاڑی چل پڑی اور وہ پلیٹ فارم پارکسٹ کے بعد گاڑی سے چھوٹ گیا، گاڑی آگ لگا کر بجھ آئی۔

● جب یہ گاڑی جان بچا کر ریوے اسٹیشن پہنچی یہاں سے مسلم لیگ کا ایک راجہ غنیمت علی خان کے استقبال کے لیے پلیٹ فارم پر موجود تھے، گاڑی گستاخہ ہی کا ٹیبلٹ انہیں لگا رہے، ہڈیوں کے تلوہ کی

مردن اور حضرت صفیٰ کی شام کو جس پر وہ جمع حضرت کے لئے پرہیز کیا اور وہی روز ہی بدترین نرس
 زریا، اس کیس کے مرفعتی سلمیٰ و جوان تمل کن عوت تملیٰ لصل محمد بود فتح محمد تھے

صل محمد بود فتح محمد بانو ح کے محمد پرانی گبری و مس کن حروب کی تعداد کا یہ حد و حد ایوں کے
 حضرت ندس صفیٰ کی تو بن میں کوئی کسر۔ جموزی، آبیان دی، آندی، جزیرہ، چکیس، حضرت کا کیم جیتا،

نورہ کی ایک کر چیک دی سرتی مہلک ہوئی اور تملی نے قہر بھی ملا حضرت صفیٰ مہر میل کی تم صعد بنے
 بیچے تھے حضرت کے ساتھ ایک خادم بھی تھا اس صورت حال کو برداشت نہ کر سکا، اس سفاقت کا

لڑا دلیا تو حضرت نے اسے منع فرمایا کہ تم خاموش رہو، اگر تم برداشت نہیں کر سکتے تو دروسے ڈہنہ میں چلے
 جاؤ، بچے سوسے ماہ پر چھوڑ دو، اسے میں گاڑی چلادی اور تملی کی گردن اپنے اپنے گھوڑوں کو دیا آگئے۔

صبح کو تملی کی گردنوں نے قرہ ازہ میں ملات کا قطر اپنے قطر پرانی گبری میں بیل کیا اس غلام
 مطلقا علیٰ نے پھر تملی ہانچہ سے تعلق رکھنے والی ایک نہایت با اثر ملکہ تالیہاں اسیب اور شاد

حضرت کو، شاد محمد خانہ مانے پہری اور حضرت صفیٰ کی محبت میں صاحب دس مہمانی شریف ہوئے، جو تملی
 حتی۔ ان لوگوں نے جب حضرت اقدس صفیٰ کی تو بن کا دست فرسا واقعہ سنا تو ان پر اس کا نبوت شہید

اشرفا، عبد الحق، محمد علی، فضل محمد (عل شہرگی) سا ملکر دینا کس پرہ فیصل آباد نے فتح محمد کی زبان سے
 تسخا نہ کھا گئے تو وہ برداشت نہ کر کے ہاتھوں نے موقع پر ہی اس کا سر بیان پڑھ لیا اور کہہ اب

تا کرات کیا قصہ ترا تھا، اور ساتھ تملی و تملی کی لے رسید کر دینے، محمد پر فتح محمد جعفریہ اپنا کا
 بیان کہ ہاتھ ساکت ہو گیا اصلے جرات نہ ہو سکے کہ وہ کوئی باعد کر کے لیتے ہیں جو ہی ما اکتیب

دور بہالی عطا حق صاحب بھی آگئے، انہیں سب سے پہلے پتلا تو انہوں نے لہنا تو اتا اور لہا لہ فتح محمد
 خوب پھائی کی حتی کہ فتح محمد نے ہاتھ جوڑ کر اسے معافی مانگی، جو پڑی ما اکتیب صاحب نے پیغام

کردی کہ کر کے نے ہاتھ سے جوڑوں کے خلاف دہاں دہدی کی تو اس کا شہر زرا ہوگا ہم اسے کب کر دیکھ
 پہنچا کر چھوڑی گئے

دوسرے روز تملی فضل محمد کا شہرہ ہوا کہ وراثت کو سب اپنے گھر واپس پہنچا تو اسے بخلا دیا،
 مس بیدار ہو اس کہ شہرہ لہا ہونے سے رونلی، ظاہر ہے، بن کا قہر ہوا کہ وہ پھر چار پائی سے
 اٹھنے کے قابل نہ رہا اور سب تکلیفوں میں کلا ہوتا تھا، اپنی تملی کے بعد چھوڑ دیا، آ الدین سے اس کی

والد سے درجہ دوکان پر سود خریدنے کے لیے آئی تھی، لہذا جب کہ فضل کئی بار سے نظر نہیں آیا، اس نے بتایا کہ وہ صفت یہی ہے، اس کی پشت پر بھونٹے نکل آئے ہیں۔ بجائی عطارد الحق صاحب کا بیان ہے کہ میٹروں میں کیشورم ہونے اور انہوں نے جسم کو کھانا شروع کر دیا، بھونٹے تین انکی نظر سے کم نہیں تھے، ڈاکٹروں نے تجویز دی کہ ان ناسوں میں روزانہ قیصر بھر دیا جائے تاکہ کیشورم کو نہ کھائیں۔ چنانچہ روزانہ پانچ پانچ قیصر ان دونوں ناسوں میں بھرا جاتا تھا، ان بھرتوں کیشورم سے اس کو کھا جاتے تھے تو دوسرے روز نئے سرے سے قیصر بھرا جاتا تھا۔ چند ماہ بعد تقسیم ہو گیا اور آباؤ بچوں کا تبادلہ شروع ہوا، محلہ پرانی کپہری کے سب لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر ریویو جی کیمپ واقع ہالندہ چھاؤنی میں منتقل ہو گئے، لیکن خدا کی شان کہ فضل محمد فتح محمد اپنے اہل و عیال سمیت وہیں رہے، حالانکہ ان کے رشتہ داروں نے ہر چند اصرار کیا کہ تم بھی ہمارے ساتھ آ جاؤ، لیکن انہوں نے کسی کی نہ مانی۔

دوسرے دن فضل محمد اور فتح محمد نکلنے پر مجبور ہوئے، فضل محمد ایک ہندو کارخانہ دار بھولا ناتھ کا ملازم تھا، وہ مع اہل و عیال اس کے ہاں چلا گیا، فتح محمد بھی پناہ حاصل کرنے کی غرض سے اپنی بیوی اور چھ سات بچوں کے ساتھ نکلا، لیکن راستے ہی میں ایک گھنٹے کے انھوں ریلوے پھانگ (زردالی ہوشیار پور) اہل و عیال سمیت بُری طرح سے قتل کر دیا گیا۔

فضل محمد چھ سات روز کے بعد اپنے مالک بھولا ناتھ کی مدد سے ریویو جی کیمپ (واقع ہالندہ چھاؤنی) میں اہل و عیال سمیت پہنچ گیا، فضل محمد مرض سے اس قدر تنگ آ چکا تھا کہ وہ موت کی ڈمانیں کرتا تھا، ہاتھ تھا کہ کوئی سے مار ڈالے، لیکن قدرت تو اسے سوتے عبرت بنا تا چاہتی تھی، وہ زندہ سلامت لاہور پہنچ گیا، محلہ پرانی کپہری جانڈہ کے قریب تمام افراد، بھینس، بگ، کالج کے ہوسٹل زور پورے اسٹیشن مقبہ شریلیا بلڈنگ میں یکے بعد دیگرے آ کر شہید ہوئے، فضل محمد بھی بیوی بچوں سمیت وہاں آ گیا، اس کی حالت یہ تھی کہ دن رات بیٹھتے ہیں، دیکھ کر رہتا تھا اور ہر وقت تکلیف سے کراہتا تھا، اس کی زندگی ختم ہو چکی تھی، وہ ننگے بدن صرف ایک تہ بند باندھے رہتا تھا، اس حالت میں وہ ایک دن لاہور میں مقیم رہا، پھر وسط اکتوبر میں وہ فیصل آباد گیا اور ملکہ کوہو نامک پر وہ گئی، جہاں محلہ پرانی کپہری جانڈہ کے رہنے والے جیتر لوگ آباد ہو چکے تھے، وہیں آ گیا، اس کا مرض لاہور سے ہو چکا تھا، یہاں چند ماہ بعد اس کا اسی بیماری کی حالت میں انتقال ہو گیا، اس کی میت کی حالت ناگفتہ بہ تھی، اس کی لاش ایسی جھٹھی چوگنی تھی کہ غسل دینے کو کوئی تیار نہیں

ہوتا تھا بڑی شکل سے لوگوں نے اپنے ناک مز پر کپڑا باندھ کر ٹوٹی پانی بہا دیا اور جلد از جلد قبرستان سے جا کر وطن کر دیا۔

۵) اب شمس کی کامل نشیمن! غیض جانندہ سے فیصل آباد گرا آہا ہوا، یہاں آکر سبھی مسلم لیگ کارکن کی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر کام کرنا شروع کیا، جلسوں میں بڑے زور شور سے تقریریں کرتا تھا اس نے ایک اخبار "انصاف" بھی جاری کیا، لیکن اس شخص کو کبھی بھی عین نصیب نہ ہو سکا، بدقسمت طور پر اس کو اچھی طرح سے دیکھا ہے، وہ بڑا بد مزاج اور زبان دلاڑھی شخص تھا۔ بھائی عطاء الحق کا بیان ہے کہ میرے ڈوی سی آفس میں بطور کلرک ملازم تھا، میرے پاس پر میں سے متعلقہ کام بھی تھا۔ شمس کی اخبار کے سلسلے میں اکثر میرے پاس آتا جاتا تھا، شمس کی اہتمام کا واقعہ ہے کہ اخبار کے ڈیکلریشن کے سلسلے میں وہ میرے پاس آیا اور تقریباً آدھ گھنٹہ کا اقدات کی تجویز کے سلسلے میں میرے پاس بیٹھا، اس کاغذات مکمل کرنے کے بعد مجھے دست کرھا گیا، آخری دفعہ اسے کچھ پری کے گیسٹ پر دیکھا گیا، اس کے بعد آج تک اس کا پتہ نہیں مل سکا، اس کے اخوا کی خبر آنا نا سنہر میں پھیل گئی، اخبارات کے ضمیمے شائع ہوئے، پاکستان بھر میں رپورٹیں، پتہ دینے والے کے لیے علامات کا اعلان کیا گیا، انجمن مہاجرین جانندہ نے ملک گیر تحریک چلائی، کئی دفعہ وزیراعظم لیاقت علی خان سے ملے، حکومت کی طرف سے تعین دہانیاں بھی ہوئیں، لیکن جگر گشت رسول کی توہین کرنے والے شخص کی کام و نشان تک نہ مل سکا۔

دیدم کہ خونے ناختمہ پروانہ شمس را

چند امانہ نداد کہ شب و سحر گند

میاں عبدالغنی قدیم شمس علی علیہ السلام کی والدہ شمس بیگم کا سرگرم لیگ تھا، تقسیم ملک کے بعد وہ لیس آباد میں مقیم ہوا، شمس علی عرف شمس کے ساتھیوں میں سے تھا، اخبار "انصاف" کا ڈیکلریشن اس کے نام تھا، آخر عمر میں اس کا دائمی توازن درست نہیں رہا تھا، وہ اکثر پیشہ پر کہا کرتا تھا کہ میری جو یہ حالت ہے یہ صل حضرت مدنی کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہے۔ فاعنتہ بدو آیا اوی، لا یضار

(ماہنامہ انصاف، پارہ ۱، صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲)

۶) حضرت مولانا محمد امجد العینی صاحب حالی خلیفہ فیصل آباد آن دنوں جانندہ ہر کی شہر مدنی درگاہ خیر المدارس میں معلم تھے، آپ نے ان بدخمتوں کی تمام کارروائی دیکھی، فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی

نے سب کو انتقامی کاروائی کرنے سے منع فرمایا اور خود ڈبے کے دو واٹسے پر اتر
 اُن دھندیلین کو جو خطاب فرمایا آنا لادھی وطن کی نہ نظر میری جاں حاضر ہے، اگر حسین احمد کی
 جان پلٹنے سے نہیں آزلوی مل سکتی ہے تو یہ سودا سنتا ہے جس میں حاضر ہو لے اللہ تمہیں
 ہدایت دے۔ سٹیٹ فارم پر موجود لوگ ان بدستور کے مقابلے میں آئے اور وہ دم بیا
 کر بھاگ گئے اور اس عذاب کا شکار ہو گئے اور ہمدردی میں جو ایسے بکواسوں کو مارا گیا۔
 حضرت مدنیؒ کے مخالفین میں جو صدر عدالت کو پھاند چکے تھے، حیدر آباد کن کے
 نواب یار جنگ جہاں بھی تھے جو قبول مولانا کوثر نیازی مرحوم مہدیہ فرقہ کے پیروکار
 تھے جن کے بارہ میں علماء اسلام کی تحفہ آراء ہیں، بعض اُن کو اولیاد اللہ میں شمار
 کرتے ہیں اور بعض اُن کی تکفیر کرتے ہیں۔ اس فرقہ (مہدیہ) کے بانی سید محمد بیگ
 تھے جن کا انتقال سنہ ۱۱۹۱ھ بمطابق ۱۷۷۵ء میں ایران کے ایک قصبہ سواہ میں ہوا، نواب صاحب
 انجمن اتحاد المسلمین کے صدر تھے، اس انجمن میں مسلم لیگ کی طرح مزرائی بھی نہ صرف تھیں
 تھے بلکہ بھی کبھی سیرت کے جلسوں کی سعادت کی تھیں جن کے تھے نواب یار جنگ نے ایک
 جلسہ میں حضرت مدنیؒ کے خلاف کہا، اس جلسہ میں جناب حکیم فضل الرحمن نسیم تھانوی مدنی
 بھی تھے جن کا مطلب مشہور معروف تھا، علامہ اقبال کے ساتھ بھی ان کے بیاز مندانہ
 تعلقات تھے، حکیم صاحب نے اس تقریر پر جلسہ ہی میں احتجاج کیا جو نواب یار جنگ جہاں
 کو سخت ناگوار گزارا اور حکیم صاحب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، چنانچہ حکیم صاحب
 اجیاب کے مشورہ سے ۲۴ جون سنہ ۱۹۲۸ء کو مدنی سے انٹرویو لیا گیا اور وہیں مقیم ہو گئے
 مگر بعد نواب یار جنگ کا شکر بھرا ۲۵ جون سنہ ۱۹۲۸ء کو ایک مقامی جج کے ہاں
 فتالیہ پر مدنی تھے نواز مطرب کی نمانت نواب یار جنگ نے کرائی، نماز کے بعد اچانک
 ملازم نے تحفہ پیش کیا، نواب مرحوم نے پہلا کھل لیا ہی تھا کہ راٹی ٹک بچلے ہو گئے۔

(زمین میگزین کی اس وقت ۱۸ تا ۲۲ جولائی ۱۹۹۵ء)

ڈالو، خدا سے ایسا ہے ویسا ہے جو کہ نہ ہوتا تھا، جو اس کی جسم یا براستقبال صرف وہی پڑے، وہی تھے
 اور ان دونوں میں برابر ایک شخص کے تھیں، پر توں پہلوں پر زیادتی ہوئی تھی، چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے
 تقریباً تین جزو غصے سے سیدھا روکتا پ اور صافاقت سے جمع ہو گئے اور پھر زلزلہ کا نظارہ میں توڑی ہوئی
 کے ساتھ آگیا، تاہم وہاں یہ رہے، اور وہاں شروع کر دی اور مسجداً گرجو طبعاً غلظت کو مقرر میں لے
 پہنچے تھے کہ مجروحوں کو مضر ہو گیا تھا، درجہ ہانے ہم لوگوں میں آیا فرشتے لگے تھے یا کیا بات
 تھی کہ بدلتا تھا، قوت ہمارے مدد پیدا ہوئی تھی اور ہم کا نقصان نشاناً مقرر ہو رہا تھا، اسی اشارہ
 میں ایک فرعون ہے، سامان نے اپنی فرعونیت کا شدید ترین مظاہرہ کیا، اس نے عدلی صاحب کو زمیں پر
 دیکھانے کی کوشش کی، بیوہ کی سے گریہاں پڑا اور آخر میں سنبھلا، صوفی کے ہاں خود گناہ سبھا رک سے
 آگاری، بیوہ کے گناہات کچھ ہونے پاؤں کے نتیجے میں بنا لو، پھر اس کو ملا دیا، ہم میں سے بعض اشخاص نے ایک
 مسئلہ سب انہیں کو قریب ہی تھا، اعلیٰ کے پے متوجہ کیا، اعلیٰ میں اس نے ہی ذہنیت کو جسے ابتدا
 طاقت حاصل سے آگے کہ پروردگار حضرت انکار کر دیا کہ میں اس سے جمع کو قافلہ میں لےنے سے صوفی
 ہوں، جب اس پر اس نے سرفہنی شرمی و قانونی ذمہ داری کا قسمی احساس نہیں کیا، تمام میں سے میں ہاں
 طریقہ ہر دو کتاب کے ایک گروہ میں اس کے پاس پہنچے، وہ فوڈ اسٹیشن ہٹا دیا، اس نے فی الواقعہ میں وہاں
 قائم کر لیا، بہت کوشش کیا، بہت سخت مزاحمت سے یہاں تک کہا کہ خبر ہاں، تم کہا کہ ہے، جو ہم جانتے
 ہیں کہ شخص کی بلا بہت بڑا ہے، ہر ذمہ داری ہے، نہایت نیک آدمی ہے، کیا تمہارا طرح فرشتوں
 سے شراب پانی کی پاکستان لینا چاہتے ہو، اور وہ وہاں ہاں، اور وہ ہاں، اور وہ ہاں، اور وہ ہاں، اور وہ ہاں۔
 غرض اس نے سرفہ سب کو بھایا، کہ اگر اترتا ہوا اور صوفی صاحب کی دستان میں طبل تھا، دینک روم میں
 داخل کیے جانے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کی طرح غلو نہ تصور تھے، اس آگاہی کے بعد شیخ مسعود وغیرہ کی
 سنی کے ندرتے فرشتوں سے یہ طحا یا کر لیا، اور اس موت میں چھوڑا جا سکتا ہے، یہی شب در جنگ ملی
 سے ماہرہ ہو جائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت مسیحؑ اپنے شاہ سے لیکر اترے، شب تک پانچ لگنے
 اس مصیبت عظمیٰ میں جتلا رہا، کہ وہ جنگ میں سے بھاگ کر کھینٹے رہا، نہ ہو گئے، پھر یہاں کہ رہی کہ وہاں ہو
 مصیبت آئی، وہ بھی اہلکات میں کھینٹا، آج بھی ہے، یہ حدود وقت نیز حدود فرما، پاکستان کہ میں سے سوانہ
 لگتا ہے، اس کے پھر میں منور، وراثت ہے، اور اباب لیگ کی طرف سے واقعہ کی گنہگار کی جا رہی ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو چھوڑتے ہیں بڑا کا وہ قتل ہی کرتے ہیں تو چہرہ نہیں ہوتا
 مولانا یاحی الدین صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت پختہ دو تھوں کو ہر دو سکون کے ساتھ متسلح تہمتی
 دستہ رہے اور فرمایا یہ تو کچھ بھی نہیں، آئندہ ملک کی اس سے بھی زیادہ خراب حالت ہونے والی ہے۔ مصلوں
 اور سب و شتم کے وقت حضرت شیخ کی کیا حالت تھی؟ مولانا یاحی الدین صاحب فرماتے ہیں کہ بہرے پر قطعاً
 خوف و ہراس نہ تھا اور مدنی صاحب، کٹر مرقبہ کی حالت میں ہو جاتے تھے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت مدوح سے
 دیگر حضرات نے تحریری طور پر اجازت طلب کی کہ ہم غنڈوں کے قلع قمع کے لیے حاضر ہیں، مگر مولانا نے نکلنے
 بلوہ کے اندیشہ اور اپنے اعتماد علی اللہ کی بنا پر اجازت نہیں دی، غالباً حضرت منیب اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
 وہ واقعہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۱ سال تک دو دفعہ الشیطان فرمایا تھا، مدوح کے
 پیش نظر تھا۔ یہ تعامل ہا بحیثیت ۱۱۱۱، اللہ فضلہ و غلظتہ علی المسلمین و المستترتہ دین۔

مقام عبرت ہے کہ جس فرعون بے سلمان نے زیادہ فرعونیت سے کام لیا تھا وہ تو لوگ ہی ان تالاب
 میں غرق ہو کر لوت ہو گیا اور تین پوٹیس افسر نے بنی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا تھا اور کھڑے
 ہوئے کو رخ اندازی و طغیہ کا تماشہ دیکھا وہ بھی اپنے نوجوان فرزند کو پھر دھاگہ کے سر یا تاشابن کیا۔ پھر
 خدا کی شان کو جس خیال سے بڑ بڑنگ بھائی گئی تھی کہ جیہہ علامہ کی تبلیغ نہ ہو تو ج بڑے اہتمام سے اسی جگہ
 جیہہ قائم کی جا رہی ہے، جو لوگ اب تک غنڈے بنے ہوئے تھے اب وہ آئب ہو کر ایک دوسرے کو
 شہم کر رہے ہیں، اور جس جھنڈے کے تحت، یہ سب خرافات کی گئی تھیں اسی جھنڈے کی اب اعلانیہ
 مخالفت شروع کر دی گئی ہے، اللہ سے قدرت کیا برعکس معاملہ ہے، اصلاح صاحب لکھتے ہیں،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابا جان! آپ کا خط موصول ہوا، ہم لوگ خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں ہم لوگوں کیلئے
 کسی قسم کی فکر نہ کریں اب فکر ہو کر کام کاج کریں اور ہم لوگوں کے لیے دعا کرتے رہیں۔
 جن غنڈوں نے جناب حضرت قبلہ مولانا مدنی (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ گستاخی کی تھی وہ لوگ اب
 اس کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ بڑے داروغہ کا بڑا اثر کا دوسرے ہی دن قضا کر گیا، یہ بات شاید آپ
 کو معلوم نہ ہو۔ اس کے بعد جس شخص نے حضرت کے سر مبارک سے ٹوٹی اٹا کر چلا دی تھی دوسرے

دن وہ بھی تالاب میں ڈوب کر مر گیا۔ سید پور میں بلا ٹنجا گیا، ششیان ڈاکٹر اور جیتنا سب لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اہم ان غنڈوں کے ساتھ نہیں ہیں ہم لوگوں سے ایسا ذلیل کام نہیں ہو سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ لیگیوں میں ڈوہرتے ہو گئے ہیں، بہت سے لوگ افسوس کر رہے ہیں کہ ایسا کام کرنا لیگیوں کی غلطی ہوتی ہے کہ لوگ لیگ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ کل بعد جمعہ قرب و جوار کے گاؤں کے سردار لوگ ہمارے گھر آئے اور تبلیغی جماعت قائم کی اور جیدہ علماء ہند کی بھی ایک شاخ قائم کی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا ہے اور مرحوم منبر اللہ منڈل کے لڑکے عبدالکیم منڈل صاحب کو اسٹنٹ سکریٹری بنایا گیا ہے، اس پاس کے لوگوں کے ناموں کی فہرست بھی ہے، آپ کے گھر آنے پر ہمارے لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔

فقط، صاع

آپ نے دیکھا کہ سچے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کس طرح پکارتا کرتے ہیں، گو تفصیلات کا اظہار ہے مگر تاہم حضرت شیخ الاسلام مولانا سعید حسین احمد صاحب مدنی کی یہ کیسی زبردست اور کھل ہوئی کرامت ہے۔ (انتہی بلفظ)

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ صاحب معمول ۱۹۲۶ء میں سلہٹ تشریف لے گئے، رمضان المبارک کے دینی اور روحانی معمولات میں مشغول تھے کہ آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا جس کا چشم دید حال مولانا عبدالعزیز صاحبی رکن مرکزی جیوینہ العلماء ہند کی زبانی ملاحظہ ہو۔

حضرت کے اس آخری سفر سلہٹ میں وہ ٹھوس دن بھی پیش آیا جبکہ پورے ملک کی طرح یہاں بھی ایک مسلم جماعت کے حکم پر ٹھکانہ لیکٹ ایکشن ڈسے منایا گیا جس میں اپنے ایک خاص مطالبہ کے ساتھ قوم پرور مسلمانوں پر دہشتانہ حملہ کرنا بھی شامل تھا۔ پنانا سلہٹ میں نئی ٹرک کی مسجد میں نماز جمعہ سے فراغت ہاتھ ہی اس وقت کا آغاز ہوا اور نئی جگہ لینا کے خون سے ستہت ہو گئی۔ خدا کی براہ راست نگرانی نے حضرت جتہ اللہ علیہ کو محفوظ رکھا اور اسباب و علل کی دنیا میں حضرت کی زندگی کے آثار نہیں تھے۔ میں نے ہنگام فرود ہونے کے بعد حضرت سے تنہائی میں عرض کیا آج تو کر بلا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے خدا نے خیر کی اور پھر ہر جگہ کرنے کی ہمت نہ ہو کی دقتاً اس قوم نے علم کی انتہا کر دی ہے اگر حضرت نے اس پر

مہر کیا تو خدا خود اپنی گرفت میں لے کر اس قوم کو تباہ کر دے گا، خدا ان کو اللہ کی گرفت سے بچائے۔" ارشاد خدا کیا چاہتے ہو؟ ہمیں نے عرض کیا کہ سن ظالموں کے حق میں بد دعا فرما کر ان سے بدلے لیں تاکہ خدا براہ راست اپنی گرفت میں نہ لے لے، زلمیوں کو اللہ میں فرمایا بجائی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلہ نہیں لیا تو میں ان کا فلاح ہو کر کیا بدلہ لوں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ اس قوم کو ہدایت دیں، اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں؟" (المبعثہ - شیخ الاسلام ص ۵۲)

اکابر خصوصاً حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس گستاخانہ طرز عمل سے کہیں ناظر ہو کر واقعہ سید سلیمان ندوی نے مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:-

"ذہب اور دین کی حمایت کا ہم بیکر عوام کو جوش دلانا اور اس سے اپنا کام نکلانا غلط ہے، سچے سچے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچے گا، ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کو فہم بھر، ڈپلن، تنظیم، استقامت، تحمل و برداشت، شجاعت، باہمی بھائی بھائی، عمل وحدت اور اعلیٰ تعلق کی تعلیم دی جائے جو سیاست کی جنگ کا سبب کارگر بنسکتا ہے، صرف اپنی جوش و خروش، گواہی، منہ کی اور خباہی بھائی اور بد استقامت و گریبان بڑھانے کی طاقت نہیں، ہماری پیشوں کا موضوع مسائل کا سواب و غلابا ہے، یہ ذکر اشخاص کے ماسن و معائب کا اظہار ہے"

(الفرقان مکتبہ انوار، دسمبر ۱۹۹۹ء ص ۱۱)

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف جب کسی ایسے حملے ہوتے تو اس وقت تک عداوت یا دشمنی نہیں بنا کر اور راجہ جی اور دیگر حضرات محمودینہ دلائل سے پرچتے کہ حضرت نے ان کے حق میں بد دعا کی یا نہیں؟ جب یہ بتایا جاتا کہ حضرت نے اپنی زبان سے کوئی کلمہ بد دعا کا نہیں نکالا، تو آپ فرماتے: میں اللہ تعالیٰ کو اب اللہ تعالیٰ خود تباہ کر دے گا، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے حملے ہوئے تو آپ نے صبر فرمایا، مگر تباہ اور ہلاک ہو گئے۔" اس کے بعد وہی مشکل میں نے حضرت کی بات اس وقت زمانی تھی آخری ۲۵ برس بعد اسی پر عمل کیا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمودہ اہدیت تھی بلکہ لاکھوں انسانوں کے مفرد اور ہزاروں علماء و طلباء کے استاد محترم تھے جن میں ہندوستان، افغانستان، بنگلہ دیش

تاسو مگر اسے اہند اپنی مکاری اور تباہی سے پاکستان کو ہمیشہ تنگ کرتے رہیں گے اسے کھڑکھڑانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس تقسیم کی بدولت آپ کا ہاں لڑک دیا جائیگا، آپ کی مہوشت ہمارے لئے کی کوشش کی جائے گی اور آپ کی یہ حالت ہوگی کہ بر وقتاً ضرورتاً مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کی مدد سے قاصر ہوگا، اور وہی قصور پاکستان میں چند خانہ دانوں کی کوتاہی ہوگی اور یہ خانہ دان زمینداروں، صنعتکاروں اور سواہ داروں کے خانہ دان ہوں گے۔ آئین کے تحت نئے نئے سامراج کے خود کاشتہ پوسٹا سروس، ٹرانسپورٹ اور دیگر اداروں کے خانہ دان ہوں گے جو انہیں کھانے پانی کے لئے اور غربت و ملن اور غریب عوام کو پریشان کر کے رکھ رہے ہیں۔ اس طرح کی کئی کئی چیزیں ہوجائیں گی، ان کی کٹ کٹوتی سے پاکستان کے کسان اور مزدوران شہینہ و ترس جائیں گے۔ میر

مگر سزا میر ترازو غریب مگر بزرگ غریب نہ ہوتے چلے جائیں گے۔

رات کافی بیگم کی تھی، حضرت امیر طریقت لہنی یا کسی صورت کے لئے کھیر رہے تھے اور مستقبل سے آگاہ مسلمانوں کو کھولنا جاننے واقعات کو عبرت و استنباط کے عالم میں آں ہے تھے، حضرت امیر طریقت نے ہندو سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: پاکستان کی بنیاد ہندو کی تنگ نظری اور مسلمانوں کو پست اور ہولی سے دولت سے سوار کر کے ہندو نے گھنٹک لہیا کی جیتلی مہاراجہ پھول چڑھائے، جیتلیوں کے قبیلے پر شکر اور حوالہ ڈالے، سانپ کو اپنا دلیرا مانا لیکن مسلمانوں سے ہمیشہ نفرت کی، اس کے ساتھ تنگ ستا ہندا واسی بھلتے رکھا، اگر ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ ذات پات کے ہماری پرست سے بڑھ کر ہندو نے انہوں کو پر لہنے لہنے کے دورانہ سے کھول دینے کی مسلمانوں کے لئے اپنے دل کے دروازے کھول دیا ہے، آج اسی غضب، تنگ نظری اور عقارت آمیز نظریت کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنا تنگ وطن ماننے پر مجبور ہوئے، اور کانگریس یہ سب کہہ دیکر کہہ رہی تھی مسلمانوں کی تباہی و غارتگری رہی۔ کانگریسی رہنما ہندو باجیل ہوں، جن کا ہمتا ہندو پنڈل اور اسی قسم کی ترکیبوں کو اپنا اٹھ سے سم کر دیتا اور نہ کہہ سکتے تھے کہ مسلمانوں کو کہاں پہنچنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی، گنہگار کیا جائے کہ یہ کانگریس کے اندھے سے بچتا ہے۔ جو میرا ہی جسم کے اندھے سے چھو رہا ہے اس کا علاج سنن، اہم کے اثرات کو قبول کرنے سے نہیں ہو سکتا، کانگریس نے ہمارے ساتھ ہی نباہ نہ کیا، اگر مسلم لیگ سے بگاڑ پیدا کیا جاتا تو نیشنل مسلمانوں کی بات ہی مان لی جوتی، لیکن ایسا نہ ہو سکا اور نہ ہوا کیا کہ آج اس قدر گنہگاروں کے

باوجود دونوں فرنگی کو اپنا ٹائٹل مان رہے ہیں۔ کون فرنگی؟ بھارتیوں کے لیے کسی بھی صورت میں اور انصاف پر مبنی فیصلہ ہو گا نہیں دے سکتا۔ لے کاش! اگر میں نے تم سے ہی نہیں تو مسلم لیگ سے ہی بنائی ہوئی تاکہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی بھی عمل تلاش کر لیا جاتا ہے۔

رات کافی گزرتی تھی، سحر قریب تھی اور حضرت امیر خیریت بے مکان بولے جا رہے تھے، کیا مجال کہ ایک تفتیش بھی کہیں سے اہلا ہوا یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ انسانی شکل و صورت کی نمود تیاں ہڈی ہوئی ہیں۔ انہوں نے حضرت امیر خیریت نے زور دیا تو زمین کہا کہ،
اگر میں اور مسلم لیگ دونوں سنو! ہے

میر جمیع میں اجساب و دودل کہہ لے

پھر اتنے تال دل دو تال رہے نہ رہے

شاہ جی کی پیشگوئی | یاد رکھو کہ آج تم باہم بیٹھ کر کوئی معاملہ طے کر لیتے تو وہ کہاں سے ملتا ہوتا، تم الگ الگ رہ کر باہم شہر و شکر رو سکتے تھے، مگر تم نے اپنے تنازعہ کا انصاف لڑائی سے مانگا ہے اور تم دونوں کے درمیان بھی نہ محتم ہونے والا فسوس رہا کہ جانے گا جس سے تم دونوں قیامت تکسٹین سے نہیں بیٹھ سکو گے اور آئندہ بھی تمہارا آپس کا کوئی ایسا حاور باہمی گفتگو سے کسی بھی طے نہیں ہو سکے گا۔ آج اگر یہ سامراج کے فیصلے تم تلواروں اور لاطیوں سے لڑو گے تو آنے والے کل کو تو پورا اندھو ق سے لڑو گے، تمہاری اس نادانی اور من مانی سے اس بریفنگ میں جو تباہی ہوگی، عورت کی جو بے عزتی ہوگی، اخلاق اور شرافت کی تمام قدیں جس طرح ہلا ہوں گی تم اس وقت اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں وحشت و درندگی کا دور دورہ ہوگا، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہوگا، انسانیت اور شرافت کا گلا گھونٹ دیا جائے گا اور کسی کی عزت محفوظ نہیں ہوگی، نہ مال، نہ جان، نہ ایمان، اور اس سب کا ذمہ دار کون ہوگا؟ تم دونوں! (اہبت خوب) لیکن اس وقت تم یہ نہیں دیکھ سکتے، تمہاری آنکھوں پر اپنی خود غرضی اور ہونک پرستیوں نے پردے ڈال رکھے ہیں اور تم ایک ایسے شخص کی مانند ہو کر برہمن تو رہتا ہو مگر مسیحیت سے عاری ہو، کلان ہیں مگر سن نہیں سکتا، ہاتھیں ہیں مگر بھارت چن چکی ہے، اس کے سینے میں دل تو دھڑک رہا ہے مگر احساسات سے خالی معش کو شہت پرست کا ایک لوترا ہے۔ ابھی

تقریر جاری تھی کہ صبح کی اذان کی آواز کالوں میں پڑی اور حضرت امیر شریعتؒ نے دہلی والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”دہلی والو! سن رکھو! میری یہ باتیں یاد رکھنا، حالات بتا رہے ہیں کہ اب زندگی میں جیتے جی پھر کبھی بھی ملاقات نہ ہو سکے گی۔“

اب تو جلتے ہیں سے کہہ سے تیسر

پھر ملیں گے اگر خدا لایا

حضرات! یہ تھے وہ چند متعلق جن کو میں بغیر کسی تہیہ کے کہنا چاہتا تھا سو آج نہیں

کہہ دیتے، اور اب اسے

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

ہم نیک و بد حضور کو کھجائے جاتے ہیں

(ہفت روزہ ختم نبوت، دن ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۱۹۹۶ء)

افسوس ہے کہ مسلمانوں کی واحد نمائندگی کی ذمہ داری مسلم لیگ نے ہی اسی انگریز کے نمائندہ کوئٹا تسلیم کر لیا جس انگریز کو نکالنے کے لیے مسلمانوں نے بے نظیر قربانیاں دی تھیں، انگریز کے نمائندہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا وہ مسلم لیگ کے سرکردہ رہنما اور پاکستان کے سابق وزیر دفاع میاں ممتاز دوگرا کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

”پاکستان کا اصل نقشہ میں نے قائد اعظم کے پاس دیکھا تھا جس میں پنجاب،

سندھ، سرحد، بنگال، آسام اور کشمیر کے حصے شامل تھے لیکن لارڈ ماؤنٹ

بیٹن اور ریڈ کلف نے مٹھاری سے اس نقشہ کی شکل بدل دی۔“

ہندوستان کا گورنر جنرل بننے کے لیے اُس نے بہت بری اور

گندی سیاست کی اور ہمیں باندھ کر مارا اور ہمارے دریاگوں کا

منبع کشمیر، اس کی سازش کی وجہ سے ہندوؤں نے ہم سے چین

لیا اور یوں مسلمانوں کے اکثریتی علاقے بھی ہمارے حقیقہ آئے

اور دوسری مسلمان ریاستیں بھی ہمیں نہ ملیں!“

(روزنامہ جنگ، راولپنڈی، مؤرخہ، ۲۷ فروری ۱۹۹۶ء)

پنجیہ کے مسلمانوں کی قسمت کے فیصلہ کا دن

اور جمعیت العلماء ہند کا فارمولہ

آخر تقریباً دو سو سال کی اس محنت اور عظیم قربانیوں کے بعد جس کی ابتداء مسلمانوں نے اپنے ملک کے ہندوستان کو دہا اور بھارت اور دینے کے بعد کی تھی جبکہ دوسرے ہزاران وطن نے اس پر کوئی توجہ نہ دی تھی، دن آج پہنچا کہ پنجیہ کے مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے۔ آزادی ہند کے منصوبہ کو عملی طور پر پورا کرنا لینے کے لیے برطانوی حکومت نے ایک وفد ہندوستان بھیجا جو کہ لارڈ لٹچک لڈس، سر اسٹیفن ڈگریس اور مسٹر نئے وی ایگزیکٹو پرنسپل تھا۔ یہ وفد مارچ ۱۹۴۶ء میں ہندوستان پہنچا اور ڈانسٹ ہند لارڈ لٹچک لڈس کے ساتھ مل کر ہندوستانی میٹروں سے مصروف گفتگو ہوا۔ وفد کے سامنے تمام سیاسی جماعتوں نے اپنی اپنی تجاویز یا بااصطلاح جدید فارمے پیش کیے، جمعیت العلماء ہند نے صدر جمعیت حضرت مولانا کی سربراہی میں ۱۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو شام چار بجے سے سوا گھنٹے تک اپنے فارمولہ کے مختلف پہلوؤں پر وفد کے ساتھ سوالات کے جوابات دیئے۔ پھر یہ کہ وہ فارمہ ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے تاکہ آج کے حالات کی روشنی میں مسلمان اس کی قابلیت کے بارے میں خود فیصلہ فرمائیں۔

- (۱) ہندوستان کا دستور حکومت وفاق اصول پر مرتب کیا جائے۔
- (۲) تمام صوبے یا دفاتی وحدتیں مکمل طور پر آزاد ہوں اور غیر مصرعہ اختیارات انہی کو حاصل ہوں۔
- (۳) وفاق مرکز کو صرف وہی اختیارات حاصل ہوں جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں۔
- (۴) وفاق وحدت کے لیے حق خود ارادیت تسلیم کیا جائے۔
- (۵) وفاق کی تشکیل ایسے اصولوں پر کی جائے جس میں مسلمانوں کے مذہبی سیاسی اور تہذیبی حقوق کا تحفظ اس طرح کیا جائے جو مسلمانوں کے لیے قابل اطمینان ہو، جمعیت علماء کی رائے میں یہ اطمینان ذیل کے اصولوں کے تحت وفاق حکومت کی تشکیل سے حاصل ہو سکتا ہے۔

والفہ مرکزی ایوان میں نمائندگی کا تناسب یہ ہوگا۔

ہندو (۳۵) مسلمان (۳۵) دیگر اقلیتیں (۱۰)

جمعیت علماء نے اس وفد کی روح و بطور اصول پیش نظر رکھا ہے۔

۱۹۴۶ء کا طوفانی سال

مہیب، انسانیت سوز اعمال کا ارتکاب

پندرہ برسوں تک انگریزوں نے ہندوستان کے آزادی کے دن قربانیاں دی تھیں۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی سرکوبی میں ڈال دیا۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی سرکوبی میں ڈال دیا۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی سرکوبی میں ڈال دیا۔

انگریزوں نے حکومت کو ہندوستان میں سوز و گمراہی پھیلانے کے لیے ہندوستان کو اپنی سرکوبی میں ڈال دیا۔

اب وہ ہندوستان میں خود بانیوں کو روک رہے ہیں۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی سرکوبی میں ڈال دیا۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی سرکوبی میں ڈال دیا۔ انگریزوں نے ہندوستان کو اپنی سرکوبی میں ڈال دیا۔

ہندوستان میں طوفانی آتشیں والے ہیں۔ ایک امریکی سفیر کا بیان

ہندوستان میں امریکی سفیر کا بیان ہے کہ ہندوستان میں ایک نئی شعلیں بھڑک اٹھی ہیں۔

ہندوستان میں امریکی سفیر کا بیان ہے کہ ہندوستان میں ایک نئی شعلیں بھڑک اٹھی ہیں۔ ہندوستان میں امریکی سفیر کا بیان ہے کہ ہندوستان میں ایک نئی شعلیں بھڑک اٹھی ہیں۔ ہندوستان میں امریکی سفیر کا بیان ہے کہ ہندوستان میں ایک نئی شعلیں بھڑک اٹھی ہیں۔

اس فطروہ کا احساس اس وقت برطانیہ کے وزیر اعظم اٹلی کو بھی تھا مگر فرانس کے بڑے ہندوستان کے رہنماؤں کو اس کا احساس نہ تھا بلکہ وہ جشن آزادی کی غرضوں سے منانے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ مشرانے نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو اپنی کابینہ کے ارکان کے ساتھ گفتگو میں کہا:۔

”شاید صد سال اس طرح کا رخ اختیار کر جائے جس کا نتیجہ ہندوستان میں خانہ جنگی اور عربوں کی ندیاں بہ سکیں، ہندوستان کے رہنماؤں کو احساس ہی نہیں کہ امن عامہ اور حکومت کے خاتمہ کا خطرہ موجود ہے“ (تقسیم ہند، الماتہ اور حقیقت، صفحہ ۱۰۷)

اسے طوفان کا مختصر حال | اپنی کہاں خوں و استخوان کو عمر میں لانا زلموں کا یہنا ہوا
 اتنا کہہ دینا کالی ہے کہ سات آٹھ لاکھ ہائیں یقیناً ضائع ہوئیں۔ مشرقی پنجاب کے یہ حالات سن کر مغربی پنجاب میں اس کا بڑا اثر عمل ہوا اور کچھ تھوڑا بہت بدل چلا۔ مشرقی پنجاب کا یہاں ہی گیا، مگر یہاں نہ اس کے لیے پہلے سے کوئی پیش بندی کی گئی تھی اور نہ ایسے مواقع دستیاب تھے۔ بہر حال ہندوستان کی سرزمین پر اتنا بڑا گھسٹ و خون ہوا جس کی کلیم زنی کی تاریخ میں نہیں ملتی، انسانیت، ہریت میں بدل گئی، عزت، آبرو اور جان مال کی کوئی قیمت نہ رہی، منافرت نے دیوانگی کی شکل اختیار کر لی، مرد میں اچھے بڑے، نیک و بزرگ عقل و عظیم بے گرفتار ہو گئے، آٹھ آٹھ لاکھ انسانوں کے قتل کے بنے جو منزل بنیں ہندوستان پاکستان کی طرف پڑیں اور فوج کی گولیاں میں خستہ اور پریشان سپاہیوں کو دیا رہنے لگے اور اس نظر کو لاندہ ماؤت بنیں ہوائی ہماڑ سے دیکھنے لگے، یہاں اور پشت و بربریت گانگی جی کی زندگی میں اس کے دلشس میں ہوئی تھی۔ (شاہزادہ پاکستانی صحت چھینکے، صفحہ ۱۶۹)

”پاکستان اور بھارت دونوں میں لاکھوں افراد کو اپنے آبائی گھر چھوڑنے پڑے، چنانچہ تمام پاکستان کے ساتھ لاکھوں غیر مسلم ترک وطن کر کے بھارت چلے گئے تو ان سے کہیں زیادہ لاکھ چلے مسلمان بھارت کے مختلف حصوں سے قافلوں کی صورت میں پتہ لپٹنے کے لیے پاکستان میں آئے۔ نئی دو طرفہ اور رفت کا یہ سلسلہ اس نئی ملکیت کی سرحدوں کے سرکاری اعلان سے پہلے ہی شروع ہو گیا تھا، پاکستان میں تباہ حال مہاجرین کی آمد کا سلسلہ کسی ماہ تک جاری رہا، ان میں سے اکثر صوفیوں کے گھروں میں پیدل آئے، بعض نے ریل گاڑیوں سے سے کربل گاڑیوں تک ہر ممکن سہولت کے ذریعے

لیکن ہمارے ایک اور ہائی پت کرنال گورنمنٹ کے ایک ممبر نے یہ بیان کیا تھا کہ انگریزوں نے
 قتل کیے گئے تھے ہندوستان وکیل دیکھتے تھے۔ اسے اسے ہمارے ہندوستان کی
 کی ہدی تھی مگر یہاں سکھوں کی آبادی نہیں تھی اور ہندوؤں کا ایک طبقہ نہایت زیادہ ہے
 تھا اس کے علاوہ یہاں کے مسلمانوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنا وطن نہیں چھوڑیں گے اور اپنی
 سرزمین کو اپنے خون سے لالہ بنا دیں گے۔

اسے میرے شک نہیں کہ فسادات میں ہندو مسلمانوں اور سکھوں نے حصہ لیا مگر سکھوں نے مسلمانوں پر
 بہت زیادہ ظلم کیا جس کی کوئی تفصیل گزرنے سے ہے حالانکہ سکھوں کو کم از کم اپنی متوسلہ جہاد کا ہر سبب
 اور سرکار خیال رکھنا چاہیے تھا۔ مگر زیادہ مسلمانوں کے ایک ولی اللہ حضرت میاں میر علی گڑھی اور ہندو سکھوں
 کو اس امر کا خاص خیال رکھنا چاہیے تھا کہ مسلمانوں کی تقریباً آٹھ سو سالہ حکومت میں ان کو کس قدر ظلم اور آماج
 بے بگڑ بھوسہ ہے کہ انہوں نے تمام اسامات کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں کی جان مال اور عزت کو برباد کر کے
 میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ مسلمان بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں مگر پھر بھی مسلمانوں کو ہر حال میں
 ہونے میں۔ ان فسادات میں بھی خاص کر نواکمال کے فسادات میں کئی مسلمانوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر
 ہندوؤں کو بچایا جس کا اعتراف خود گاندھی جی نے کرتے ہوئے کہا ہے کہ
 مسلمانوں کی ایسا ہی ہمت اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر غیر مسلموں
 کو بچایا۔ گاندھی جی کا ذاتی خدو خدو جین سیک بیکر پورے ہندوستان

ان فسادات کا دوسرا وار کون؟ | ہندوستان کے آخری دنوں سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مولانا ابوالکلام
 کو یہ یقین دلایا تھا کہ نقل آبادی اور تقسیم وطن وغیرہ بالکل اس کے ساتھ
 ہونے کے محکمہ سربراہ ایچ ایم بیروالی۔

مولانا آزاد کو وہی یقین دہانی سے خوف ہو گیا حالانکہ اس نے تقسیم دہلا ہا تھا
 تقسیم ہند کی منظوری کے بعد وہ خوں بہنے دے گا نہ فساد ہونے دے گا، اہل فسادات کو
 جانے کی ضرورت پڑی تو فوج، ٹینک اور ہوائی جہاز استعمال کر کے فسادوں کو کچل دے گا
 لیکن ایچ ایم بیروالی کے بعد ماؤنٹ بیٹن کا پانچ روزہ ٹک بیکار بیٹھے رہنا چاہیے یہ بات
 تسلیم کرنا ہے کہ ہر مذہبی تفریق سے شیعہ اور مسلمانوں کا نظروں پر اور ہندو اور مسلمانوں کے

مسلمان عورتیں اور معصوم بچیاں جو نسل بعد نسل مسلمان تھیں وہ ہندوؤں اور سکھوں کے تعزوت میں اس طرح آگئیں کہ اب تک کچھ تو چتتا پرتیل گئی ہیں اور کچھ اپنی دولت ایمان اور بیش قیمت دولت عصمت کے کٹ جانے پر علیحدگی میں آنسوؤں کی بارش میں یہ دعا کرتی ہوں گی۔

أَخْرِجْنَا مِنْ هَذَا
لِقَرْبَةِ النَّظَائِمِ
أَضْلَعَا وَجَعَلَ لَنَا
مِنْ لَدُنْكَ وَ لَيْتَا
وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ
لَدُنْكَ نَصِيرًا
ر النباء ۱۵

اے ہمارے پالنے والے ہیں اس سب سے
اس دین سے نکال جہاں کے بے پیمانے
بڑے ظالم اور بڑے بے ترس ہیں راہ
یوں ہو کہ اور کروے ہمارے لیے اپنی
طرف سے (خود بخود) کوئی دمساز اور
کروے ہمارے لیے اپنی طرف سے
کوئی مدد کرنے والا۔

خاص کر وہ فوجوں معصوم بچیاں جنہوں نے سکھوں ہندوؤں سے جان بچانے کے لیے کنوئیں میں چھلا گئیں لگائیں اور وہ بچیاں جن کو ان خطرات سے محفوظ کرنے کے لیے ان کے اپنے بھائیوں نے قتل کر ڈالا تھا جس کی صرف ایک ہی مثال ملک غلام نبی صاحب سابق سیکرٹری مسلم لیگ صوبہ پنجاب کے قلم سے لکھی جاتی ہے۔

۱۹۴۶ء کے فسادات میں جس طرح مسلمانوں کے خون سے ہولی نکالی گئی اُسے کوئی بھول سکتا ہے؛ البتہ ہماری نسل ان قربانیوں سے بے خبر ہے لیکن جن لوگوں نے اپنے پیلوں کے سر کٹتے دیکھے ہیں وہ آج بھی آرام کی نیند نہیں سوتے ہوں گے۔ ایسے عظیم توہین شاہ ہیں لیکن ایک نوجوان ہمیشہ یاد رہے گا جس نے اپنی بہن کو قتل کیا تھا جو اسے بہت پیاری تھی اس کا نام عید الرحمن تھا، وہ نوجوانی میں برسوں کا بوڑھا معصوم ہوتا تھا اور اوراد ہمارا جو حال ہے وہ سب پر ظاہر ہے، قیامت کے دن یہ مظالم خواتین جب اترنے کے حضور اپنی محنتوں کے تار تار وارن پیش کریں گی تو اس وقت کیا جواب ہو سکے گا؟



تقسیم کے بعد سیاسی جماعتوں کی حیثیت اور ان کا کردار

برصغیر کی آزادی کے لیے مسلمانوں کی کئی سیاسی جماعتوں نے اپنی اپنی حیثیت سے اپنے پروگرام پر عمل کیا اور اپنے آپ کو ال انڈیا جماعت کے عنوان سے ووٹس کرا یا کر ممبرانہ

کے شروع ہونے ہی دوسری جماعتوں کا اثر اس لیے کم ہونے لگا کہ اس تحریک کے بنیاد لاً الہ ریڈا اظہر رکھی گئی تھی اور ہندی مسلمانوں کو یہ اور کرا یا یا تھارہم ایک ایسا سد مائل کرنا چاہتے ہیں جس میں اسلامی نظام قائم ہو گا۔ ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر دینی اور ذہنی مسرت کیا ہو سکتی تھی کہ گھریزہ کا بھی سایہ اٹھنے پر ایک ایسا سد مائل بننے جو غیر مسلموں کو ذل اندازی سے محفوظ ہو اور اس میں خلافت راشدہ کا مادونہ نظام قائم ہو، اس لیے برصغیر کے ان مسلمانوں نے بھی جی کوہ تقیبن تھا کہ تقسیم کے بعد وہ تھارہ جائیں گے اور پاکستانی حکومت اور وہاں کے مسلمان ان کی کوئی موثر امداد نہ کر سکیں گے اس کے باوجود انہوں نے جانی، مال و ہر طرح کی امداد سے کرمیت مسلم لیگ کو مستحکم کیا اور اس کے مشورہ کو کامیاب بنانے کے لیے سر توڑ کوشش کی۔ اگر غرض سے دیکھا جائے تو پاکستانی کے قسمت بننے میں ان مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ بھاپنے اپنے اصولوں اور عقولوں میں عذری کلام سے بہت ہی کم تھے، آج بھی اصولوں پر پاکستانی کی جغرافیائی حدود قائم ہیں ان کے حوام کو تو بے شک اس مقدس نعرو پر پورا اٹھانے والا اور وہ مسلم لیگ کے علاوہ دوسری کسی جماعت کو عاصیہ خیال میں بیکر دینے کے لیے تیار نہ تھے مگر ان اصولوں کے امر اور نہر کا جرمال تھا وہ کسی سے مخفی نہیں، ہمہ جماعت کے مسلمان امر اور اسلامی ریاستوں کے سہولتوں نے اپنے فرائض ان مقصد کے لیے وقت کو بے تحاشہ خود ریاست جمہور آباد کن کے سربراہ میر عثمان علی خان مرحوم کو یہ علم تھا کہ آزادی کے بعد کئی بزرگ میل و دور واقف ہونے والی نئی مملکت پاکستانی کی صورت سے کام لے گی اور وہاں گریہ میں نہی کو تیار ہو گا اور بھائی بھائی کے ساتھ رہنے والی نئی مملکت کے لئے جو سب سے پہلے اور اولیت کے لئے کسی کو دیکھ کر بیکر دینے والی نئی مملکت نے

اس جہاں میں شاہ جہاں نے قائم کیا اور ان کے اہل بھائی نے کئی کئی ملکوں میں شہرے بھی تعمیر فرمایا۔۔۔

۔۔۔ اس جہاں میں دوسری بار کہ ہر حضور دعا اور انہی جہاں آزاد کو دیا جس جہاں نے آپ کو سولے میں زندہ کیے دس کروڑ مسلمانوں کی دعا رکھی۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک

دینی خطبہ کے سوا ہر خطبہ

۱۹۴۷ء میں قائد اعظم کو سولے سے تول کر وہ حضرت افراتی فرمائی جو دوسروں کو کم نصیب ہوئی، اور یہ خیال ہے کہ یہی سونا مسلم لیگ کے فنڈ کو ۸۵ لاکھ روپے تک پہنچانے کا قوی ذریعہ تھا جو تقسیم کے وقت قبول ہو دھری ملحق الزمان پاکستان مسلم لیگ کو منتقل کر دیا گیا تھا۔
 ان تمام قربانیوں کے صلہ میں مسلم لیگ کا یہ فریضہ تھا کہ وہ بھارت میں رہ جانے والے کروڑوں مسلمانوں کے اہلی جان، مالی، معاشرتی تحفظ کا کوئی عملی اقدام فوراً کرے، چنانچہ پاکستان مسلم لیگ نے اس مسئلہ کو پہلی ترجیح دے کر اس پر غور و فکر کیا جس کا ذکر اور پھر تفصیلاً آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

(بقیہ سائیکل گڈ شدہ صفحہ) سولے سے دن کرنے کا عزت سولے آفاخان اند آپ کے کسی بادشاہ کیجی کسک ایک آدمی قوم میں نہیں ہوئی کیونکہ خلافت عالم نے ساری دنیا کے مسلمانوں سے برگزیدہ کر کے آپ کو یہ مرتبہ نصیب فرمایا ہے اس لیے اب آپ کا فرض ہے کہ ان ہزار ہا اشغال کو چھوڑ کر اپنے وطن کے مطابق اس بارگاہ اہلی میں حاضر ہو کر اور وہ بلا شریف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کریں اور فقیر کے پیغام کو سمجھیں جو انظر کے بعد بھائی بہان میں سارا ہو کر کراچی سے دوسرے دن مکر پہنچ جائیں اور پانچ دن میں سامک جگ ادا کے دو جہی گھنٹے میں بیرون طیب حاضر ہو جائیں وہاں ہفتہ عشرہ قیام فرما کر تیسرے دن کراچی واپس پہنچ جائیں اس میں آپ کے کل بیس دن کے قریب صرف ہوں گے، جس وقت یہ نیاز نامہ پہنچے اسی وقت اپنے عزیز باجوڑ سے بذریعہ تار علی پور ریلوے تعلقہ سو جاسنگھ دہار گھر کے پتے پر فقیر کو مطلع فرمائیں۔ ع

یہ کریسٹال کا دارا دوشور نیست

آپ کے سیکرٹریام کا سخت انتظار ہے گا۔ اللہ قسم، سید جماعت علی شاہ علی اللہ عنہ

قائد اعظم بنام امیر مہلت

۱۰ اورنگزیب روڈ دہلی / ۱۲ اگست ۱۹۴۶ء۔ ڈیر سید جماعت علی شاہ صاحب

۱۰ جولائی کے خط کا بہت بہت شکریہ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں تیزی کے ساتھ جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں ان کی بنیاد پر یہ ہے اس وقت ہندوستان سے دور ہونا ممکن نہیں۔ آپ کے مشکریٹے کے ساتھ۔

آپ کا مخلص، ایم اے جناح

(از کتاب "قائد اعظم غلو کے آئینے میں" مرتبہ مولانا محمد رفیع صاحب، شائع کردہ جس کی کاپی کراچی)

حصول پاکستان کے بعد حل طلب مسائل

افغانستان کی مشیت سے برصغیر پریم ہو کر ایک حشر پاکستان اور دوسرا بھارت (بعد ستالی کنا) سے ٹوکوم ہو گیا۔ مگر آنلائی ایسڈر ہادی لائی کر جس کی نظیر ویا میں نہیں ملتی جس کا کہ غصہ کر گیا باہر کب سے اب دونوں حکومتوں کے ملنے کئی مسائل تھے پاکستان کے ملنے داخل اور خارجی مسائل تھے جن میں پاکستان میں موآئی تھب کہ جو سر اٹھلا ہے فواد فن کر دیا جلتا پاکستانی تویت کا غصہ کیا جائے۔ خارجی مسائل میں سے سب سے اہم مسئلہ بھارت کے ہنگی کوڑ مسلمانوں کے مستقبل کا غصہ تھا جو کئی گناڑ ضروری تھا، اور اس کی ضرورت ہی جماعت ہو سکتی تھی جس کے کہنے پر ان سوہوں کے مسلمانوں نے بھی پاکستان کے حق میں ہارے دی تھی جو اپنے سوہے اپنے ملائے میں بہت ہی کم تعداد میں آہر تھے اس کے لیے اپنی ٹی ٹی اور پر یہ ملے ہوا کہ جناب جو ہندی خطی لزمان صاحب جو ایشیا مسلم لیگ کی طرف سے ہندوستانی دستور ساز اسمبلی کے معزز ممبر ہیں اور بھارت میں اور اپنی مواہب کے مطابق لیا لاکر مل ملے کریں جس سے وہ ہانگی کر دے مسلمان مٹھیں جو کہ زندگی گذر سکیں یہ معاملہ بہت ہی مشکل تھا، جن ہندوؤں کے خلاف تقریباً چھاس سال سے نفرت کا بیج بوایا تھا اور ان کے ساتھ زندگی گزارنے کو دینی مواہب ہر حال سے نامکن بنا لیا گیا تھا کہ کب مسلمانوں کو صدقہ دل سے غصہ لے سکتے تھے! اسی کو نام کر کے بے کسی ایسے بزرگی صورت تھی کہ جوان کی نظروں سے اٹھانے کے آچر مٹا سکے اور آہ کے لیے ان مسلمانوں کو صرف بھارت کا وقار ظہری ثابت کر کے، اگرچہ ہر مل ہندوستان تھا مگر اس کو اپنانے سے بھی کہ نہ کہ فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔

دوسرا طریق کار ان ہانگی کر دے مسلمانوں کے مستقبل کے غصہ کا یہ تھا کہ اس جماعت کے تعاون سے حاصل کیا جائے جس نے جنگ آنلائی میں ہندوؤں سے بھی بہت پہلے قدم اٹھایا تھا اور پھر ہندوؤں میں یہ جدید پیدا ہوتے ہی مال کے ساتھ مل کر ہر طرح کی قرآنیاں دی تھیں اور اس سلسلہ میں ہندوؤں کی طاقت کا نشانہ بنے تھے یہ افراد اور جماعت ہندوؤں کے ہر گناہ پر ہندوستان کی حکومت کی آنکھ میں آنکھ مار کر یہ کہہ سکتی تھی کہ آج جس نعمت و عافیت پر تم بیٹھے ہو اس پر بھارت کے لیے اگر تمہارا پسینہ جلتا ہے تو ہمارا خون بہتا ہے۔ یہ بزرگ پابند سلاسل رہے ہیں تو جماعت فائدہ کی داند کسی کو پورے سے چکے ہیں:

چونکہ مسلم لیگ نے کبھی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس لیے اس نے نمائندگی کی لائق رکھتے ہوئے بھارتی مسلمانوں کے تحفظ کے لیے محمد چوہدری عتیق الزمان نے پیش قدمی فرمائی اور وہ بھارتی مسلمانوں کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے وہی تشریف لائے اور بھارت کی رسم پر ہم کشتائی میں حصہ لیا جس کا مختصر سا حال ان ہی کی مرتبہ کتاب "شاہراہ پاکستان" سے درج کیا جاتا ہے اور محمد قاسم نے بحیثیت گورنر جنرل پاکستان اس پر جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ جدید ناظرین کیا جاتا ہے۔

چوہدری صاحب نے ۲۷ جولائی ۱۹۴۷ء کو کانٹنی ٹیوٹ اسپتال میں ہندوستانی جنٹلمن کے جس میٹنگ شوک کا چکر لیا ہے) کو تسلیم کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو کی افتتاحی تقریر کے بعد اس کی تائیدیں تقریر کی اور پنڈت نہرو نے ان کو مبارکباد دی اور ان کی اس تقریر کے بعد ستر سین ٹھہرے ہوئے چوہدری صاحب کو ۱۷ ستمبر ۱۹۴۷ء میں ایک طویل خط میں یہی تقریر کیا۔

"آج کل یہاں (پنڈتوں اور مسلمانوں میں) اچھے احساسات ہیں اور ہم امید کر سکتے ہیں کہ یہ قائم رہیں گے جس کی بڑی وجہ ہماری انڈین نلیگ کا قبول کرنا اور جتنے ہندو تفرسے کا اپنا ہے"

اسے طویل خط پر تبصرہ کرتے ہوئے چوہدری عتیق الزمان نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ۔
 "شہید ہروردی کی یہ رائے بالکل صحیح تھی کہ دو قومی نظریے نے مسلمان اقلیتوں کے لیے ہندوستان میں ایک مہیب شکل اختیار کر لی تھی جس سے ان کا مستقبل ملکہ میں بہت تاریک ہو گیا ہے اور اس کے انسداد کے لیے کوئی نہ کوئی مضمول تدبیر سوچنی پڑے گی اس لیے میں بھی سوچتا تھا کہ اب ہندوستان میں مسلمانوں کو اپنی سیاست کسی دوسرے ہیچ پر ڈھالتی پڑے گی"

جناب شہید ہروردی کے اس خط کے فوراً بعد سر ظفر اللہ نے جو (بد قسمتی سے) پاکستان کی طرف سے یو۔ این۔ او۔ ۵۰ میں نمائندہ تھا، ۶ ستمبر کو مندرجہ ذیل بیان کے ذریعہ گورنمنٹ ہند کو آگاہ کیا۔

"اگر اس نے مسلمانوں کی جماعتی قربانی کو ختم نہ کیا تو پاکستان یونائیٹڈ پیش میں شکست کرسے گا اور اگر اس سے اطمینان نہ ہو سکا تو حکومت پاکستان کو ماست اقدام کیلئے

غور کرنا ہوگا"

یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ عظیم القادری نے خطا اعتراض کیا تھا کہ یہ بیان خود اس نے بلا اجازت حکومت پاکستان کے واضح دیا ہے۔ اور تو مسلمان لیڈر مسلمانوں کے تحفظ کے لیے اس اور صلح کی زیادہ تلاش کر رہے تھے اور عظیم القادری نے بھارتی حکومت کو غصہ دلانے کے لیے راست اقدام کی دھمکی دے ڈالی تھا کہ اٹل بھارتی جو پڑی صاحب نے ۲۰ ستمبر کو لکھنؤ میں اپنے ایک بیان میں فرمایا دیا ہے۔

”میرا خیال ہے کہ سر عظیم القادری نے ہندوستانی حالات کے متعلق ایسا بیان دینے سے پہلے اور وہ بھی بلا پاکستان گورنمنٹ کے احکام کے جائز نہیں لیا“

عظیم القادری نے جو پڑی صاحب کے اس بیان کو بہانہ بنا کر جی ہنالی بات کو توڑنے کیلئے قائد اعظم کے ایسے کان بھرتے کرنا شروع کیے جو پڑی صاحب کو ۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کراچی طلب کر لیا۔ نیشنل دن کے اجلاس کے بعد گیارہ بجے جو پڑی صاحب کو پارلیمانی کاموں کے لیے چھوٹی صاحب کو گورنمنٹ پاکستان محمد علی جناح کے درمیان جو ٹھنڈی ہوئی اس کا خلاصہ جو پڑی صاحب کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔

”میں ۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو تین بجے شام کراچی پہنچ گیا اور اسی دن شہید بہرہ دہی منزل ۱۹۵۱۸۷۹ کے ہاؤس کے ساتھ کراچی پہنچا، میں نے کراچی پہنچتے ہی گورنمنٹ کے عظمیٰ سیکرٹری کو مطلع کر دیا اور ان سے ملاقات کے لیے وقت مانگا، نیشنل دن کے بعد ۵ اکتوبر کو گیارہ بجے پارلیمانی کاموں کے لیے ملاقات کے وقت شہید بہرہ دہی بھی موجود تھے، مشر جناح ملاقات کے کمرے میں میرا وہ بیان انہوں نے پلے پڑھا داخل ہوئے جو میں نے سر عظیم القادری خان کے بیان کے سلسلے میں دیا تھا۔ جمالی صاحب سلامت کے بعد انہوں نے شہید بہرہ دہی کو میرا بیان پلے اس طرح سنا، شروع کیا جیسے یہ پلے شیٹ پڑھا جاتا ہے، اس کو پلے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا، ”تعلیق افسانہ یہ بیان نیشنل دن ہندوستان کے لیے پلے کر لیا گیا، نیشنل دن آج میں نے کہا مشر جناح اس میں کچھ تب لیا گیا بات ہے، میں بہرہ دہی ہندوستان کی کانٹری بیوٹ آسلی میں مسلمانوں کو ایڈر ہوں اس لیے ہندوستان نے اس کو بڑی اہمیت دی ہے، مشر جناح نے کہا اس سے ہم کو بہت نقصان پہنچا ہے“ میں نے جواب دیا اپنے نزدیک میں نے ہندوستان

کے مسلمانوں کے فائدے کے خیال سے یہ بیان دیا ہے اور آپ نے بھی اپنے
 ۱۶ جولائی کے بیان میں ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ اپنی حکومت کے
 دفاع اور مولیٰ۔ آپ کے معلوم ہوا کہ آپ کو میل بیان ناپسند ہے اس لیے اس کی کاپی ٹریٹ
 آہستہ سے یہیں سے اٹھا لی گئی ہے۔ اور ہندوستان و لہذا نہ جاؤں گا تاکہ کوئی
 دوسرا اس بار کو اٹھالے جس کو آپ کا اعتماد بھی حاصل ہو اور ہندوستان کے مسلمانوں
 کی نصرت بھی کئے۔

اس کے بعد وہ غریب سرحدی سے مطالبہ ہونے جنہوں نے ان کو اپنا بھائی بنا لیا
 انہوں نے ان کو پڑھ کر بلا کسی مصلحت کے واپس کر دیا اور ہمارا اظہارِ ترحم ہو گیا۔
 ملاقات کے دوران اور واپس آنے کے بعد گھر نہیں اپنے طلبہ بنجینگ کے
 ساتھ پہنچا، تاکہ آخر جناح صاحب کا اس قتلے کے کھڑے کرنے سے کیا مقصد تھا!
 ہر پاکستان کے اس وقت حالات تھے اس میں وہ مسلم قلیتوں کی کوئی مدد نہیں کرسکتے
 تھے اور میرے نزدیک سرگھڑاؤ خان کا یہ بیان کہ ہندوستان کو کوئی راستہ اقدار کرنا
 پڑے گا، ایک بے معنی اور فضول دھمکی تھی۔ ان حالات میں اگر میں نے ہندوستان کی مسلم
 اقلیت کی طرف سے ایک معائنہ قدم اٹھایا تھا تو جناح صاحب کا پیرا پیرا اٹھانے
 بالکل حق بجانب نظر آتا ہے خصوصاً جبکہ ہندوستان کی مسلم اکثریت کو اکثریتی گھسکو
 میں یہ کہہ چکے تھے کہ انہوں نے ان کو رائٹ آف و غم کر دیا ہے پھر رائٹ آف شدہ
 پانچ کروڑ کی اقلیت اگر اپنی بچت کی کوئی معقول صورت نکالنے کی کوشش کرے تو
 اس پر ان کو مخالف پابندی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

یہ سب کچھ چھپائی سرگھڑاؤ خان کے اشد پیرا پیرا اس نے ایک تو ۱۶ ستمبر کو ہندوستانی حکومت
 کو راست اقدام کا ایسی مینٹم دے کر ان وعافیت کے عمل میں روڑا اٹکادیا اور دیکھ کر جنرل
 پاکستان کو ان کے پانے غصے کا رکن سے ناراض کر دیا، جبکہ راست اقدام کی غرض و غایت بیان

کرتے ہوئے کہا۔

”کیونکہ یہ واقعات (قتل و غارت) ہمارے وطن کے قریب ہو رہے ہیں جس

سے ہمارے اعتر و اقربا کی جان و مال سب فوری خطرہ میں ہے۔“

یعنی سرگزر اٹھانے کے لئے اعتر و اقربا کی جان و مال کا فکرت تھا، چنانچہ اس کے اقربا تک سب

قادیانی غیر وعافیت لاہور پہنچ گئے، جیسا کہ اُس وقت کے انجمنی خلیفہ مسیح منویشیر لدین گورنر نے

اپنے ایک خط میں کہا تھا۔

”تمام قادیانی قادیان سے بالکل مٹوئے و مٹوں لاہور آگئے۔“

معلوم ہوتا ہے کہ قائد اعظم بہت زیادہ تلاش ہو گئے تھے اور مسلم لیگ سے بھی دستبردار ہونے والے

تھے، یہاں تک کہ حسب روایت مولانا محمد اسماعیل فریح۔

مخدوم صاحب اسماعیل خان مرحوم نے مجھے حکم دیا کہ تم فوج پاکستان سٹیج ہاؤس اسلام آباد کے

جنرل سیکرٹری یا قتل علی خان سے مل کر قائد اعظم کو راضی کرو کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کا

آخری اجلاس کراچی میں نہ لائیں۔۔۔ چنانچہ میں کراچی پہنچ کر اس جلسہ کا اہتمام کرنے میں

کامیاب ہو گیا جو ۲۴ دسمبر ۱۹۴۷ء کو خالق دینا ہال میں آل انڈیا مسلم لیگ کے آخری

اجلاس کے طور پر قائد اعظم کی صدارت میں منعقد ہوا۔

چنانچہ یہ اجلاس جس میں قائد اعظم شکستہ دل و مضمحل حالت میں تھے، اس اجلاس میں ایک

کونسلر جمال میاں فرنگی مغل نے پیشگی ہوتی پگولہ کے ساتھ قائد اعظم سے یہ کہا۔

”ہم ہندوستان میں بے یار و مددگار رہ گئے، آپ وہاں آئیں اور ہماری قیادت

کریں، قائد اعظم نے کہا کہ مسلم لیگ کونسل نے مجھے پاکستان کا گورنر جنرل بتایا ہے

تاکہ میں ملک کو بحران سے نکال سکوں، لیکن اگر آپ کونسل پر قبضہ کرے تو میرے

گورنر جنرل کے فہم سے مستعفی ہو کر نتائج کی پرواہ کیے بغیر ہندوستان چلنے کو

تیار ہوں، لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کب تک میری قیادت پر بھروسہ

کے پیش میں گئے اگر میں مر جاؤں تو آپ کیا کریں گے؟
 اس اجلاس کے بعد ہندوستان میں دو حصے والے مسلمانوں کے مستقبل کے لیے کافی غور و خوض کیا گیا اور مختلف آراء پیش کی گئیں۔ ایک حصے نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ جو بڑی بڑی قومیں ہیں جو کہ مسلم لیگ کے مفصل اور بے ٹوٹ ٹکڑے سمجھے جاتے تھے، ہندوستان کی ان میں سے ہندو مسلم لیگ کی تنظیم نو کریں اور ان میں سے ہندو مسلم لیگ کی طرف سے ہندوستان کی قومی بائبل کے قیام میں جائیں، مگر وہ جلد ہی ہندوستان سے اپنا طرز عمل بھرت کر کے پاکستان آ گئے اور ہندو مسلم لیگ کے مستقبل کے بارے میں اسٹیٹس کیوں کا استقبال کال جنڈیوں سے کیا گیا مگر پاکستان مسلم لیگ کے صدر جناب نے یہ بھی فرمایا کہ ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان نے ان کی رہائش گاہ کے بارے میں بہت بڑا کامیاب قدم اٹھایا ہے اور وہ ہندوستانی مسلمانوں کو بے سہارا اور ڈر کر رہاں آ گئے تا فرج پوری صاحب نے اسٹیٹس سے دیا جسے روز بروز نئے وقت نے قیام پاکستان کے بعد اس ملک کے عوام کی پہلی فتح قرار دیا۔ اسی طرح متحدہ جھل کے سابق وزیر اعظم حسین شہید سہروردی نے ہندوستان میں سب سے پہلے لڑا کر لیا تھا مگر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی جاسکے، مگر یہ لڑا کر لڑا ہی رہا اور سہروردی صاحب مستقل طور پر پاکستان آ گئے۔ اسی طرح دوسرے مکرر وہ مسلم لیگ ہند جنہوں نے اسلام کے نام پر مسلمانوں سے ووٹ لیے تھے پھر ہندو لیگ پاکستان آئے رہے اور ہندوستان کے مسلمان بے آسرا ہو گئے، جب اپنی گرفت بھارتی مسلمانوں کا بے سہارا ہی ٹوٹ گیا اور ان کے وجود و عدم کو بڑا پرکھا گیا، اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اب پاکستان حاصل کرنے والی مسلمانوں کی واحد نمائندگی کی وجہ سے جماعت پاکستان میں اپنا وجود برقرار رکھنے بلکہ اپنا قد بڑھانے کی فکر میں متحرک ہو گئی، اور مسلم لیگ حضرات نے جو طرز عمل اختیار کیا وہ جناب ڈاکٹر صفحہ محمود صاحب کے الفاظ میں :-
 • ان سیاسی کھلاڑیوں نے بے تعلق احساس نہ کیا کہ ملک بڑے نازک فہرے سے گزر رہا ہے اور مسلم لیگ کے جن رہنماؤں کو تحریک پاکستان میں قیادت کا شرف حاصل رہا ہے انہیں قیام پاکستان کے بعد ایک سال سے بھی کم عرصے کے اندر عرض اقتدار کے لیے سیاست کا وہ کھیل نہیں دیتا۔

۱۔ سہروردی صاحب کی کتاب "ذکرہ" ص ۳۷۱ سے مسلم لیگ کا دور حکومت ۱۹۴۷ء

اسکے سیاسی کیبل کے نتیجے میں مسلم لیگ پاکستان کے لیے کیا بنی؟ اس کا فیصلہ عوام خود ہی کر رہے ہیں کہ حسبِ وضاحت چوہدری علی الزمان مرحوم۔

”اگر مسلم لیگ نے پاکستان کے عوام کی حالت بہتر بنانے کا راستہ اختیار نہ کیا تو یہ جماعت لوگوں کے لیے رحمت اور برکت کا باعث بننے کی بجائے لعنت ثابت ہوگی۔“

مسلم لیگ سڈ عوام کی کیا خدمت کی؟ اس کیلئے سرور شوکت حیات کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

”قائد اعظم کی سفارش پر مجھے ایک کروڑ روپے کے لائسنس مل گئے، قائد اعظم نے فرمایا تم جس قوم کی خدمت کیجے جو اس قوم کو اپنے لیڈروں کی جیوس میں بہت زیادہ پلکا آواز سننے کی عادت رکھے۔“

بیکسوں کا سہارا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

معزز قارئین کی خدمت میں التماس ہے کہ ہمارا مقصد یہی ہے اور کا بیان کرنا نہیں ہے نہ ہمارا یہ منصب اور حیثیت ہے، اس ضمن میں مکمل بیان سے صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ جب ہندوستان کے مسلمانوں کی فائدہ مند سیاسی جماعت کا یہ حال ہو گیا تو اب بھارت میں رہ جانے والے پانچ کروڑ مسلمانوں کا سہارا کون ہو سکتا تھا؟ وہ صرف وہی جماعت جسٹس اور خیر خواہ انسانیت ذات تھی جسے حسین احمد کہا جاتا تھا۔ حضرت نے نہایت شفقت اور دلی ہمدردی سے ان کو سینہ سے لگایا، حضرت کی شفقت اور انسانی مروت کا چشم دید منظر مشہور عالم علامہ ابوالحسن علی ندوی نے تحریر فرمایا۔

”آخر وہ دور آیا کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کے جذبات میں یہ تحریک پھیلانی تھی حضرت مدنی کے خلاف طوفان بے نیازی برپا کر دیا تھا، وہ ان کو بے یار و مددگار چھوڑ کر نئی بنائی ہوئی دنیا میں چلے گئے۔ مسلمانوں میں سخت مایوسی، مستقبل سے ناامیدی

ہو اپنے بارے میں پہلا اجتہادی اور اساسی کمٹری روم اقتدار کی کارکنی پرسان حال رہتا
 ہر شخص ایک جیسی اور کسپہ کی کی کیفیت محسوس کرتا تھا۔ اب مولانا مدنی نے جو اسے
 رشتہ کی جماعت تھی کہ انہوں نے مسلمانوں میں خود اجتہادی مستقبل کی طرف سے
 اطمینان اپنے وطن میں دہشت اور نا سازگار حالات کا مقابلہ کرنے کا عزم پیدا کرنے
 کی تبلیغ کی۔ (دہلی پور غار سید ابو الحسن علی ندوی ص ۲۵)

— تقریباً پچھتر سو طلباء اور اس کے ہونے کے لئے آئے اور ہفتوں کے بعد فوجی مسلمانوں کے حواس بولنے
 اور بھڑوں میں انہیں شروع ہو گئیں مسلمانوں کو شہرہ دیا گیا کہ حکومت مگر تو کی ایسی تلک دیں اور پیلوڈہ طریقہ
 بھارت میں ہونے کیلئے مناسب تیار ہی پر عمل کریں جیسا آدوں کے سے آئے ہر شخص نے علم برائے ان کے لئے
 کہ ایسی ترک کر دیں تو جان غلامی کے لئے ہے ہی حکومت کی حالت دیکھ سکتے ہیں کہ وہ میں ملک کی بات کہ
 داخل آزادی کو تسلیم کرنے کی بجز کتنی بھر جو ٹیپے رہا کہ وہ نے یہ بات مانی اور جیتا آباد بھی دوسری اسلامی
 یا مشورہ کی بات تھی اور وہ تیار ہی ہوں جس کے اذکار کا مشکل ہے۔ (واقعات ص ۲۷)

حضرت مدنی اور اکابر علماء کے بے زنجیر کارنامے | اسادات کے بعد اساتیس ایسے کامیاب
 تو مزید علماء نے کھتر میں ایک آل انڈیا آڈو
 مسلم کانفرنس کا انعقاد کیا، ہندوستان میں مسلمانوں کا اتحاد اجتماع اس سے پہلے شاید ہی کی جڑا ہو ہی
 دیکھنے کی تھی جس کے بعد ہندوستان کے آئین پر مسلمانوں کے حرائم علاوہ اور عزت و حریت کے جھکے ہوئے ہندو
 اس میں جمیع علماء کے نام عمومی صورت خط الرحمن صاحب نے فرمایا۔

مسلمان نا انصالی اور نا انصافی بات کو کسی برداشت نہیں کر سکتا، خوف و ہراس نہیں دلا
 کہ جن کو دل سے نکال دو اور یہاں ہند کے جاؤ کہ ہر علم اور ہر انصالی کا دشمن بن جاؤ
 کہنے کہہنے میں طریق علم فرقہ واریت کا تقابل ہے اسی طرح جن سنگے بند ہو جاوے
 آرائیں ایسے اور ہندو فرقہ واریت کو بھی چرواں سے گھسی کہہ کر ایسے کے کان میں آدہ حکومت
 کا یہ فرض ہے کہ تادمی مانتے اور آندنی ہمیں کی غضا اور حکم کی پکت جیتی کے پہلے ہی تھی
 کو عشق صرف کرے۔

مولانا خط الرحمن صاحب کو حق تعالیٰ نے ایک انتہائی صفت پر بھی علم انسانی تھی کہ مسائل پر ان کے

تھوڑے اور دلائل کو گونڈ کر بہت مشکل ہوتا تھا، ان دنوں تقریر اور مجسمہ کے مقابلے میں جلسے سے بڑے مقابلے
 کو قابل اہم سمجھا جاتا تھا۔ اس وقت کے ساتھ اصلاح، جرأت و اذانت اور علم میں تہمت نے لاف
 مقابلے میں خطرناک ہوا تھا، وہاں انسان مخالفین کے لیے دو جگہ تیار ہو جاتا ہے، مولانا موصوفی کے ساتھ
 مولانا احمد سعید صاحب کی رہنمائی میں شامل تھی وہ سماجی البند ٹھہرتے تھے ان کے بیان بیان اور سیرانے ائمہ
 میں جو شخص، شیعہ اور دینوازی تھی وہ تو اپنی جگہ تھی اس پر مستزاد یہ تھا کہ ان کا دل دکھا جو اصغر کا
 اور احساسات مجروح تھے۔ جب عدلیہ نے فرسٹین کی زیادتوں اور مسلمانوں کی حالت زار کا ذکر کرتے
 تھے تو سننے والوں کو ضبط کا پارہ نہ رہتا تھا، گاندھی جی جیسے اجہام سے روزانہ ان کی پونڈ میں اور خطابت
 سنتے تھے اور اس معاملے میں ان کے علاوہ گاندھی کا اقتدار نہ کرتے تھے۔ آریٹ کے معاملات اس کی گڑھی دین
 کے کہ انہی نشست مسلمانوں کا دل گروہ تھا حضرت محمد اعلیٰ اور ان کی جماعت کی سرکردگی تھی اور یہاں
 کی لہجہ فراسٹ اور حریف و ذلت تھی کہ گاندھی جی اپنی جہالت جو اہل انہی ہو چھوڑی برہم پکالی برہم جی
 شریعتی مسجد، چوٹی، اس مرد و لاسلا بائی اور سیکڑا اول دوسرے حضرت علیؑ اور دیگر مزارع اور گرجے مسلمانوں
 آبادی اور مخالفت کے لیے ہی جال سے تیل ہو گئے تھے، حضرت بنیاب کے سلطان ایک ایک کے دستہ
 گئے تھے مگر خداوند کے بندے ایسے ہی تھے جنہوں نے سر کھن بانہ لہندوں اور عوام کو بہت وقار رکھ
 مولانا حبیب الرحمن صاحب نے صاف فریٹے دلی میں مدنی قیام اختیار کیا اور وہ جیاب میں اپنے مکان
 کی ہڈیانی کا مطالعہ جاری رکھا، جلدیاد بیان کا ساکن وہاں ملاوٹ کی سہری نالی لائی گئیں اور اس طرح
 مشرتی بنیاب میں مسلمانوں کی آباد کاری دو بار شروع ہوئی۔ مولانا احمد صاحب عثمانی پالیٹ میں
 بلا ٹونڈ ہر اس قلم و دیکھ رہے اور کسی قیمت پر پالیٹ چھوڑنا گورا نہیں کیا، توجہ دیاں مسلمان ہو جو ہیں۔
 عبدالنظر صاحب چوٹی ہے غوثی اور جنسیت کے ساتھ انہاں میں شہم ہے اور قہریم کی مصلحت اور غلط
 کولہنی جان پر جمیل گز مسلمانوں کا استحقاق ثابت کیا، آج وہاں دوسروں کے ساتھ مسلمان بھی آباد ہیں۔
 عیادت میں وہاں کی ریاستوں جوت ہندو اہل خاص جماعتوں نے ملے کر بولتا کہ ایک ایک مسلمان کو
 لکھا جائے گی، مگر میرے ساتھ ایسی بڑی ہوئی تک کا زور رکھا کہ نہیں وہاں تا بہت قدم رکھا۔
 حضرت نے اس دن صاحبہ حضرت اور عورت آخری تھے میں اپنی طاقت اور بہت سی آخری تک اس
 کو عظیم کے لیے قرآن کرہ کی بندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کو شہادت کو زور دینا ہونے پائے۔

سراج الاولیاء

مُرشدِ ناسیدِ حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی

آخری آرا نگاہ



سالِ ولادت : $\frac{1906}{6}$ $\frac{1907}{7}$ $\frac{1908}{8}$ $\frac{1909}{9}$ $\frac{1910}{10}$ $\frac{1911}{11}$ $\frac{1912}{12}$ $\frac{1913}{13}$ $\frac{1914}{14}$ $\frac{1915}{15}$ $\frac{1916}{16}$ $\frac{1917}{17}$ $\frac{1918}{18}$ $\frac{1919}{19}$ $\frac{1920}{20}$ $\frac{1921}{21}$ $\frac{1922}{22}$ $\frac{1923}{23}$ $\frac{1924}{24}$ $\frac{1925}{25}$ $\frac{1926}{26}$ $\frac{1927}{27}$ $\frac{1928}{28}$ $\frac{1929}{29}$ $\frac{1930}{30}$ $\frac{1931}{31}$ $\frac{1932}{32}$ $\frac{1933}{33}$ $\frac{1934}{34}$ $\frac{1935}{35}$ $\frac{1936}{36}$ $\frac{1937}{37}$ $\frac{1938}{38}$ $\frac{1939}{39}$ $\frac{1940}{40}$ $\frac{1941}{41}$ $\frac{1942}{42}$ $\frac{1943}{43}$ $\frac{1944}{44}$ $\frac{1945}{45}$ $\frac{1946}{46}$ $\frac{1947}{47}$ $\frac{1948}{48}$ $\frac{1949}{49}$ $\frac{1950}{50}$ $\frac{1951}{51}$ $\frac{1952}{52}$ $\frac{1953}{53}$ $\frac{1954}{54}$ $\frac{1955}{55}$ $\frac{1956}{56}$ $\frac{1957}{57}$ $\frac{1958}{58}$ $\frac{1959}{59}$ $\frac{1960}{60}$ $\frac{1961}{61}$ $\frac{1962}{62}$ $\frac{1963}{63}$ $\frac{1964}{64}$ $\frac{1965}{65}$ $\frac{1966}{66}$ $\frac{1967}{67}$ $\frac{1968}{68}$ $\frac{1969}{69}$ $\frac{1970}{70}$ $\frac{1971}{71}$ $\frac{1972}{72}$ $\frac{1973}{73}$ $\frac{1974}{74}$ $\frac{1975}{75}$ $\frac{1976}{76}$ $\frac{1977}{77}$ $\frac{1978}{78}$ $\frac{1979}{79}$ $\frac{1980}{80}$ $\frac{1981}{81}$ $\frac{1982}{82}$ $\frac{1983}{83}$ $\frac{1984}{84}$ $\frac{1985}{85}$ $\frac{1986}{86}$ $\frac{1987}{87}$ $\frac{1988}{88}$ $\frac{1989}{89}$ $\frac{1990}{90}$ $\frac{1991}{91}$ $\frac{1992}{92}$ $\frac{1993}{93}$ $\frac{1994}{94}$ $\frac{1995}{95}$ $\frac{1996}{96}$ $\frac{1997}{97}$ $\frac{1998}{98}$ $\frac{1999}{99}$ $\frac{2000}{100}$

سالِ رحلت : $\frac{1934}{4}$ $\frac{1935}{5}$ $\frac{1936}{6}$ $\frac{1937}{7}$ $\frac{1938}{8}$ $\frac{1939}{9}$ $\frac{1940}{10}$ $\frac{1941}{11}$ $\frac{1942}{12}$ $\frac{1943}{13}$ $\frac{1944}{14}$ $\frac{1945}{15}$ $\frac{1946}{16}$ $\frac{1947}{17}$ $\frac{1948}{18}$ $\frac{1949}{19}$ $\frac{1950}{20}$ $\frac{1951}{21}$ $\frac{1952}{22}$ $\frac{1953}{23}$ $\frac{1954}{24}$ $\frac{1955}{25}$ $\frac{1956}{26}$ $\frac{1957}{27}$ $\frac{1958}{28}$ $\frac{1959}{29}$ $\frac{1960}{30}$ $\frac{1961}{31}$ $\frac{1962}{32}$ $\frac{1963}{33}$ $\frac{1964}{34}$ $\frac{1965}{35}$ $\frac{1966}{36}$ $\frac{1967}{37}$ $\frac{1968}{38}$ $\frac{1969}{39}$ $\frac{1970}{40}$ $\frac{1971}{41}$ $\frac{1972}{42}$ $\frac{1973}{43}$ $\frac{1974}{44}$ $\frac{1975}{45}$ $\frac{1976}{46}$ $\frac{1977}{47}$ $\frac{1978}{48}$ $\frac{1979}{49}$ $\frac{1980}{50}$ $\frac{1981}{51}$ $\frac{1982}{52}$ $\frac{1983}{53}$ $\frac{1984}{54}$ $\frac{1985}{55}$ $\frac{1986}{56}$ $\frac{1987}{57}$ $\frac{1988}{58}$ $\frac{1989}{59}$ $\frac{1990}{60}$ $\frac{1991}{61}$ $\frac{1992}{62}$ $\frac{1993}{63}$ $\frac{1994}{64}$ $\frac{1995}{65}$ $\frac{1996}{66}$ $\frac{1997}{67}$ $\frac{1998}{68}$ $\frac{1999}{69}$ $\frac{2000}{70}$

دلی میں تبلیغی جماعت کا مرکز واقع ہے جہاں ہزاروں متعلمین ہر لمحہ موجود رہتے تھے اور وہیں نفاذِ دین
 کے لیے آپشنل سے دلی سے اہل تشیع ہونے مہاجرین کے قافلے آپشنل ریشروں کے ذریعے روانہ پاکستان
 کے لیے بارہ تینوں شہید ہوئے۔ یہ رمانہ بڑا کرتے تھے۔ بہت سے عکس اور ایٹروٹوک جماعت کے
 امیر مولانا محمد یوسف صاحب پر زور دیتے تھے کہ اپنی جماعت کے ساتھ پاکستان روانہ ہو جائیں۔ یہ واقعہ
 مولانا ذکر یا صاحب کی زبان میں زیادہ دیکھ سکتے ہیں۔

وہی سلسلہ بھی یہی چار ماہ تک بہت ہی معرکہ آرا اور پاکستان جانے والے احباب
 حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بہت ہی شدید اعتراضات تھے بعض لوگوں
 قہر و زانہ بکھینتیں، جہاں جہاز کے ٹکٹ لے کر آتے تھے کہ مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے
 گھر والوں کے لئے کر جائیں، ان کا اصرار تھا کہ مسلمان بکثرت وہاں منتقل ہو گئے ہیں اس لیے
 مولانا محمد یوسف صاحب کا وہاں جانا ان کی دینی اصلاح کے لیے بہت ضروری ہے نیز
 اس وقت یہاں کی جو تیز نزل حالت تھی اور یوپی اور دہلی کا جو اضطراب اور ہلچل تھی اس کی
 وجہ سے یہاں دینی کام کی امیدیں کم معلوم ہوتی ہیں۔ مگر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب
 کا ایک ہی جواب تھا کہ اگر بھلائی ہی (مولانا ذکر یا صاحب) تشریف لے جاویں گے تو
 میں بھی باؤل گاؤرہ نہیں!

تبلیغی جماعت کے اس مرکز سے ہندوستان اور دلی میں رہ جانے والے مسلمانوں کو بڑے
 زور سے اور تقویت دینی، انگلیس وقت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ لیتے تو لاکھوں مسلمان
 شہیم زون میں دلی اور یوپی سے اکٹھے جاتے۔

اپنے وقت کے مشہور بزرگ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پورے ہندوستان میں دیکھے جتنا
 کے قریب ہر جموں مشرقی کے کنارے اپنی خانقاہ میں رونق افروز تھے، آس پاس کی صد ہا مسلمانوں کے ہزاروں
 مسلمان آپ کے سر پر اور متعلق تھے، خانقاہ میں رشتہ داروں، سیکڑوں، سالیکن اور نامہدی کا مجمع رہتا تھا۔ جتنا کے
 ایک کنوئیر مشرقی پنجاب تھا یہاں سے مسلمانوں کا صفایا ہر چکا تھا، دوسرے کنارے پر ضلع سہیل چور کی سرحد
 تھی جہاں مسلمان کثیر تعداد میں آباد تھے اور اسی خانقاہ سے اپنے تعلقوں، عزائم اور ہمت کے لیے
 طاقت اور قضا حاصل کرتے تھے۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے پنجاب ہی کے رہنے والے تھے اور اپنے

پہرہ و شہ مولانا احمد اجماع صاحب کے بعد ان کی ترقی وطنی کی وجہ سے آٹھ ماہ میں درجہ پانچ سے آٹھ ماہ کے سرپرستی میں بڑی تعداد شرفی اور مغربی پنجاب کے لوگوں پر مشتمل تھی جو ہر طرف سے ان پر زور ڈال رہی تھی کہ پاکستان بھرت کر جائیں اور سفر کی ساری ضروریات جیٹا کرنے میں مصروف تھے، مگر مولانا صاحب نے فرمایا تھے کہ میری رائے اور سفر حضرت مولانا مدنیؒ اور حضرت مولانا زکریا صاحبؒ پر موقوف ہے اور میں انہی کے ساتھ ہوں۔ پھر حضرت مدنیؒ سے فرمایا۔

حضرت اپنے سے تعین کئے والے تو مابین مشرقی اور مغربی پنجاب کے تھے اور حضرت قدس سرہ راہنی حضرت آٹھ ماہ کی شہنشاہی میں زیادہ تر انہی دو جموں کے تھے، مشرقی اور مغربی کی طرف منتقل ہو گیا۔ ان سب حضرات کا بہت اصرار ہوا ہے کہ میں بھی پاکستانی چلا جاؤں اور سب تو مابین مغربی پاکستان میں ہے اور انہی مظلومین کی دلدادہی بھی اسی میں ہے، مگر میں نے آپ دونوں کے مشورے پر اپنا جانا معلق کر رکھا ہے۔

مولانا یوسف صاحبؒ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کے تابع تھے اور مولانا عبد القادر صاحبؒ ہمارے حضرت مدنیؒ اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ پر انحصار کیے ہوئے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر ایسے موقع پر ہندوستان سے ترک حکومت فرماتے تو وہ بڑے طبع ہوتے جہاں حضرت کے شاہانہ شانہ استقبال کے تیار ہوں، ہر وقت تھے۔ اپنا ذاتی وسیع اور آرام دہ مگر موجود تھا، بجائی، بستوں، منتظرین اور محفلہ کی ایک جماعت شہم براہ منی حکم سرکار کی تھی کہ اب ہندوستان میں قیام کی کوئی وجہ باقی نہیں ہے، اور مدینہ منورہ میں دینی اور علمی و تعلیمی خدمات کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بہت ضرورت ہے، سو وہی حکومت علماء و صلحاء اور انتظام کی خدمت اور ہدایت کے لیے ہمیشہ تیار رہتی ہے۔ حضرت اس کے حسین احکام امن و امان اور کتاب و سنت کی خدمات کے معزز و مداح بھی تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ان خیالات کا تذکرہ ہم آگے کسی باب میں نہیں کر رہے ہیں۔ حضرت کے خاندانی اور اس کی دینی و علمی خدمات کی سعودی حکومت کی نگاہوں میں بڑی قدر و اہمیت تھی۔ ایک اشارہ جو ہمارا تو ہر قسم کی بہت سی اور (جس جیسا ہو سکتی تھی)۔

اس موقع پر یہ بھی یاد کر لیجئے کہ ماٹا سے آنے کے بعد ہمیشہ ہی تھے حضرت کی حبیبیت میں جینے والے کی ماہی کا تقاضا شروع ہو گیا تھا اور اس کے بعد سے آج تک کم و بیش چالیس برس تک یہ آتش شوق

تیز تاروں کی تھی۔ ائمہ صرف اس بات کا تھا کہ ہر روز خدا اور آستینا جو بار بار امانت بھڑکے تھے اس کا حق ادا ہو جائے اور ان کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔ یہ ماحول تھا اور حالات تھے جی میں حضرت عثمانؓ کو ڈرتا اور ملنا عبدالقادر صاحب نے حضرت سے ہجرت کے بارے میں مشورہ کیا اور اس حقیقت کا اظہار بھی کیا کہ اب ہمیں یہاں رہنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں ہے۔ حضرت نے فیصلہ کن انداز میں درخواست اور سفارشی کے ساتھ ارضاء فرمایا کہ میں کسی کو روکنا نہیں ہوں مگر خود مسلمانوں کو اس حالت میں بھجوانا کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا اور اسی کے ساتھ مرنے چاہئے کا اظہار کیا ہوں یہ حکایت بھی مولانا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ یہاں تو پھر بھی اللہ داخل ہے، اہل لڑکھو ہیں مگر وہاں اللہ بند کرنے والوں کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا ہے، کچھ شہید ہو گئے، کچھ جڑ گئے، اور تقریباً حضرت کی گنگو کارٹ سے تھا کہ وہاں قیام ضروری ہے اس سب کو شکر حضرت علیؓ نے اس سلسلے نے ایک خط لکھا اس میں آقاؐ کا یہ ذکر فرمایا کہ جاری اسکیم کو ختم ہو گئی، اگر ہندی تہذیب زمانہ لیتے تو نہ کشت و خون ہوتا نہ تباہی آبادی کی نوبت آتی سب نہیں تو کسی کو جانے سے روکنا نہیں، اگر میرا لہنہ دین ہے اور محمدؐ بڑا دیکھو وہاں بلا خیر اور برائی کو پہلے مگر نہیں ہندوستانی مسلمانوں کو اس بے وسہ سالی اور ہشت و قتل و غارتگری میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا ہے اپنی ہاں دہل، عزت و آبرو اور دنیا یہاں کے مسلمانوں پر قربان کرنی ہو وہ یہاں ٹھہرے اور بس کو قتل نہ ہو تو ضروری ہے۔ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد پر میں جلدی سے بول پڑا کہ میں تو حضرت ہی کے ساتھ ہوں اس پر حضرت اقدس مولانا رائے لہدی نے فرمایا کہ تم دونوں کو بھڑکے رکھنا چاہتا بھی مشکل ہے۔

آج پالیس برس بعد حضرت کے اس حیرانہ فیصلہ کی خلعت کا اندازہ شاید نہ لگایا جاسکے مگر لیکن ہوا سے صاف ظہور قیامت آنی مسلمانوں سے پہچنے جو اس وقت موت و زبیب کی گنگویش میں مبتلا تھے اس ماحول سے صاف ظہور قیامت کی وقت آگ و خون برسا رہا تھا، اور اس مذہب میں قاسمان سے معلوم کئے تھے جس نے اس وقت دنیا کے سب سے بڑے معاملے کا بوجھ اپنے سینے پر اٹھا رکھا تھا کہ حضرت کے اس ارشاد اور

عزیم و ارادے سے رستے جوڑے ناسور کی طرف مندرجہ کر دیئے، چلنے کے ہوئے زخم کس خوبی سے بھر دیئے اور
اچھڑی ہوئی بستیاں کتنی آسانی سے پھر سے بسادیں۔

جہاد آزادی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ماں باپوں اور سفروشیوں کی داستان اس باب کے ساتھ
متمم ہوتی ہے، چلتے چلاتے آخر میں یہ بات غروب ذہن لعین کرتے چلیے کہ یہ جنگ آزادی میں ملک
کے ساتھ شانہ پشانہ جہاد جہاد ہی تھی، ہندو مسلم اتحاد اور قومی یکجہتی کا نظریہ ہی تھا اور متحدہ قومیت
ہی کا مقصد تھا میں نے نیشنلسٹ مسلمانوں کو، جمعیۃ علماء کو اور حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ حوصلہ
استحقاق دیا کہ انہوں نے ملک کی فرقہ پرست طاقتوں کو پوری جرأت و فہم امت کے ساتھ
ٹٹکایا، حکومت کو ہم ٹھونک کر جھنجھوڑا اور مسلمانوں کو حوصلے اور ہمت کے ساتھ ثابت قدم رہنے پر
اجبار کیا۔

تاریخ جنوں ہے، ہر دور خود میری

اک سلسلہ دار درختی ہم نے بنایا

حضرت کی ایک تقریر | اس زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام کس قسم کی تقریریں فرماتے تھے، اہل اعجاز
آپ کی ایک تقریر کے حسب ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے،

— عام شہری زندگی میں جو ملتی اس وقت موجود ہے وہ عارضی ہے، یہ تقریباً ڈیڑھ سو سالہ فرقہ انگیز برہانوں کا
پایسی کتے قیم میں پیدا ہوئی ہے اور گذشتہ دس سال کی رحمت پسند اشتعال انگیز تحریک نے اس کو بولادی ہے یعنی
ہے کہ ملکی سطحی خوشگوار تعلقات کی شیرینی سے بدل جائے گی، اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ ان کا مستقبل یوں شاندار اور
مکشیں ہو تو ان کا فرض ہے کہ اپنے عمل کو دلس سے اپنی اہمیت اور افادیت ثابت کریں، انڈین پونین کے لیے
وہ جس قدر زیادہ مفید ثابت ہوں گے اتنی ہی ان کی عزت و وقعت ہوگی، جیسوی نظام حکومت میں نسل،
تہذیب، خاندان ترقی کا دائرہ نہیں ہوتا بلکہ خدمت و قابلیت مہیا پورتی ہٹا کر قس سے، ملک و ملت کی خدمت
کا صحیح جذبہ اور بہترین قابلیت پیدا کریں، لاعلمہ کامیابی کا سمانی ان کے ہم آغوش ہوگی۔ تقسیم ہند نے
مسلم مفادات بھی تقسیم کر دیئے ہیں، یہ ضروری نہیں کہ جو چیز پاکستانی مسلمانوں کے لیے مفید ہو وہ ہندوستان
مسلمانوں کے لیے بھی مفید ہو بلکہ ممکن ہے کہ کوئی معاملہ پاکستانی مسلمانوں کے لیے مفید ہو اور ہندوستانی مسلمانوں
کے لیے تباہ کن ہو۔ ظاہر ہے کہ ہم پر پاکستانی مسلمانوں کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی وہ خود اپنے ذمہ دار ہیں۔

بہت جفا مانا تھا۔ چونکہ شریعت مہاجر کی جو ہے پاکستان کو فوجی اقتصادی محکمات کا سامنا تھا یہاں تک کہ ہڈت سلسلہ دل چاہا ہونے لگے تھے تو شریعت ملتان وزیر اعلیٰ پاکستان اور دیگر علماء اہل سنت نے اسے کہا تھا کہ مہاجر کی پاکستان میں دراصل ایک ہی ملکہ ہے کہ پاکستان کو اس کی فوجی حکم کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے خانے علیہ کی برطانیس نہایت برسر اور اسٹیمپ جس سے صرف انڈین یونین کے مسلمان تہا ہی و برابری سے نکالنے کے لئے پاکستان کو بھی زبردست جفا و جہنجاوردہ فوجی جہاں کے مہاجر کی درآمد سے پاکستان میں جہت میں نہ گیا تھا اور مغربی یورپ کے مسلمانوں کو بھی اس پر اضافہ ہوتا تھا کہ اسلام کس قدر تہا ہی و برابری کا سامنا ہوتا ہے کہ اسے اپنے رشتہ تک صحابہ اصحاب و ہنگ حالات میں آئے۔ اس لیے حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے خانے علیہ کا انڈین یونین کے مسلمانوں پر ہی نہیں پاکستان پر بھی زبردست مسائل ہے۔ ویرا ات فیما بین کی بنا پر ۱۹۴۷ء کے بعد صرف شیخ الاسلام نے مسلمانوں کی بہتر اسی میں سوچی کہ وہ بھانے کراؤ کے صبر و کون انقدر بے سہارے حالات کا مقابلہ کریں اسی مشورہ حیدرآباد کے علماء کو دیا گیا تھا مگر وہاں سے بے کاروں نے ملنا لگا تھا تہا ہی کوئی جس کا اعزازہ مشکل ہے، آپ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

”آج تم اس ملک میں کہ فوجوں کی تعداد میں بڑھ رہی تہا ہی خوف کا وہ عالم ہے کہ

سے ہڈوں رک کر ہانگ رہے ہو۔ تم نہیں جانتے ہو کیا تم نے کوئی ایسی بڑی جہت نہیں

تم کو موت پانچیں سکتی انہیں بزدلی اور خوف کو اپنے دلوں سے نکال دو۔ اسلئے آؤ ہڈوں

ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ صبر و استقلال کے ساتھ صحابہ کا مستحکم کرو اور فساد کی

ابتداء نہ کرو اور فساد کی تم پر چڑھا میں تم کو کہاؤ لیکن اگر نہ مانیں تو تم کو ہمنہ

ہن مہاجر کے ساتھ ڈنٹ کر مقابلہ کرو اور اس طرح مقابلہ کرو کہ فساد یوں کو ہڈی کا

دور صحابہ آجائے۔ تہا ہی تعلقہ نماؤ کہنی ہی توڑی ہو مگر تم سے بچے نہ ہٹاؤ اور اپنی غیرت و

حرمت کا خلاف کرتے ہوئے جان و مال و عزت و قیمت کی موت ہرگز نہ لے

حرمت و آئی اللہ فلا بد ہے جہت اسلام کی ایسی تقاریر اور عملی اقدامات سے ہڈی تہا ہی کی

حکومت کی نظروں میں وہ دارالعلوم دیوبند بھی کھٹکنے لگا جس نے تو ۷۰ سال بلکہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ گاتارا انگریزی حکومت کے خلاف علمِ جہاد بلند رکھا تھا اور مخالفت بہانوں سے دارالعلوم دیوبند کو اپنی نظروں میں رکھا، حتیٰ کہ گائے کی قربانی کا بہانہ بنا کر دارالعلوم کی تلاشی لی اور سب صرف وہ اشتہارات ہاتھ لگے جو قربانی کے مسائل سے متعلق تھے تو وہ بھی ضبط کر لیے۔ حضرت مدنیؒ اور حضرت ہتم (مولانا قاری محمد طیب) صاحب سفر پر تھے، واپسی پر سارے ہندوستان میں مدائے احتجاج گونجنے لگی۔

اس موقع پر ایک شاعر نے ہندوستانی حکومت اور ہندوؤں کو تنبیہ کرتے ہوئے ایک نظم کہی تھی جو افادہ عام کے لیے یہاں نقل کی جاتی ہے۔

اپنی کثرت پر نہ اتراؤ خدا تم بھی نہیں

آج نیرنگ زمانے سے تماشہ ہوں میں
کس ناکام وفا کا ہی پہلو ہوں میں
وہی شے آپ کی دشمن جو ہمیں پیاری ہے
جس نے لاکھوں کیے انگریز کے اٹنی پیدا
خاموش امن و امان اور یہ خیانت افسوس
موسم گل میں بھی بو چھا رہے انگاروں کی
سچ کہہ دوں تو جھانکیش جھانکار نہیں
رام کو کس نے دیا دیش نکالا بولو
کہنے بانڈو پہ، ہولی تیغ نوازی کس کی
جو خطا بھارت کی نگاہوں کا تارا افسوس
ہے یہی مسلک آئینِ وقت کی ہے گام
تنگی ظرف کے نمی میں بھکاری ہونا

آج تو بین ملامت کا نشانہ ہوں میں
آج حسین احمد و آزاد کا افس ہوں میں
کیا یہی آپ کا انصاف رولواری ہے
دیوبند جس نے کیے سیکڑوں قازی پیدا
اس ادارے کی تلاشی و اہانت افسوس
آہ تقدیر صداقت کے پرستاروں کی
آج کہتے ہو مسلمان وفادار، نہیں
کس نے گوتم کو دیا زہر کلہا پالہ بولو
پاک سیتا پہ ہوئی دست درازی کس کی
کس نے گاندھی سے وفائیش کو مارا افسوس
اپنے محسن کو جو ڈس لے اسے کیا کہیے گا
قوم کی موت ہے اخلاق سے ملدی ہونا

قاسم و سید و مسعود شہید اہل حق
 مایہ قوم وہ مسعود حسن زندانی
 شیر میسور کا احبابی و غائبوں گئے
 اور وہ اکبروی کے اشفاق کی خوش کو طو
 یاد و کربک غلاقت کی نہیں قربانی
 اب بھی اگر بڑے گویوں کے نشان باقی ہیں
 خون اپنا سر میدان بھویا ہم نے
 گلشن ناز میں بدلاتو سے ویرانے کو
 تمہیں ہرزہ سے بچایا وہ خطا کار ہیں ہم
 ایک دن ہند کے سردار یہاں ہم بھی تھے
 تمہنے نظروں سے گرایا ہمیں کاشا کہا
 جس کے لڑاک سے فریم و مردانہ ہے

قاتل فخر مسلمان ہزاروں جلیس
 یاد ہو گا تمہیں وہ میرا جمال انسانی
 میرے بیچو سے بہادر کو بھی کیا بھول گئے
 شوکت و اجمل و انصاری تو تھیں یاد
 یاد ہے کیا تمہیں ہنگامہ فقہ خوانی
 سبت و دل میں پھولوں کے نشان باقی ہیں
 اپنے چھوٹے تمہیں بیٹے سے لکھا ہم نے
 ہم نے نگین بنایا تے افسانے کو
 وحدت قوم کی عظمت کے طبرستان میں ہم
 ایک دن مالک و مختار ہم بھی تھے
 ہم نے آنکھوں پر بٹھایا تمہیں ایسا کہا
 کیا یہی آپ کا آئینہ جہاں داری ہے؟

ہم ہیں غنڈار تو پابندِ وقت تم بھی نہیں

اپنی کثرت پر نہ اتراؤ خدا تم بھی نہیں

مگر ان تمام صورتوں اور تکالیف کے باوجود حضرت مدنیؒ اور آپ کی جماعت نے
 قسادات کے زمانہ میں جو جدیدی شجاعت کو عملی جامہ پہنایا یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج صرف صوبہ
 یوپی میں مسلمان ڈیزہ کروڑوں سے زیادہ ہیں اور کل تجارت میں ان کی تعداد نہیں کروڑوں سے
 زیادہ ہے، اور سالانہ ۱۹۹۸ء کے احاد و شمار کے مطابق یہ تعداد ۲۵ کروڑ ہے۔



تقسیم کے بعد حضرت مدنی کی مصروفیات

ہندوستان سے انگریزوں کی غارتگری نے بڑے اثرات پھوڑ کر رکھے۔ ہندوستان میں رہنے والوں نے بھائے انسانیت، افریقہ کے صحرائیت اور بربریت کا وہ منظر دیکھا جس کی مثال ہائیسوسالہ سابقہ میں نہایت ملتی آزلوئی کے بعد ایک دروہہ انسان کی طرح حضرت مدنی کی مصروفیات میں کافی اضافہ ہو گیا۔ دارالعلوم کی سرپرستی، تعلیمات، انانقادی نظام کی نگہداشت اور سب سے بڑا مسئلہ ہندوستانی مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ایسی تہا ویز برپا کرنا جو ان سے ان کو ہندو مسلمانوں کا مستقبل بہتر ہو جائے، یہاں حقوق کے حصول کے لیے مجاہد اسلام، ہند کی تنظیم نو، خصوصاً توہم دہنی، چنانچہ ان سب کاموں کی طرف حضرت نے سب عادت پوری توہم فرمائی۔

دارالعلوم کی دینی اور تعمیراتی ترقی کی ضرورت اب پہلے سے زیادہ اس لیے لائق ہو گئی کہ پاکستان بن جائے۔ اس کے بعد میں طرح جہاں کے طلباء کا دارالعلوم دیوبند میں آکر پکڑنا جانا آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا اسی طرح بھارت سے ہجرت کر کے آنے والے دیگر مسلمان جو دارالعلوم کی مالی اور فزولیا کرتے تھے اب منقطع ہو گئے، خود پاکستان کے غیر حضرات کے لیے دارالعلوم کی مالی مدد کرنا کئی وجوہ سے بند ہو گئی، اس لیے حضرت کی مصروفیت اور ذمہ داری بہت بڑھ گئی۔ حضرت کی عمر ایسی اور عیسیٰ بکات سے دارالعلوم کے طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا اور مالی مصارف کے لیے بھی اللہ تعالیٰ امداد فرماتا رہا اور دارالعلوم کو کسی بھی مالی مشکلات کا سامنا نہ ہوا۔

اسی طرح حضرت نے طومر دینی مرکز دارالحدیث کی طرف پوری توجہ دی تھی کہ مسلم یونیورسٹی ملے جس کا تقسیم سے پہلے طلبہ کرام کے حق میں ناگفتہ بہ تھا، اور میری حضرت نے پوری توجہ فرمائی اور دارالحدیث میں دینی دارالحدیثی مراکز کا حال سمجھا دیا، یہ مرکز سولانا اور اسلام آباد میں وقت کی حکومت کے پہلے وزیر تعلیم تھے اس لیے ان کے لیے سرپرستی کو مستی اور اور تعاون میں اضافہ ہونا گیا، اسی لیے پوری توجہ ملی اور

جس کے طلبہ نے علیگڑھ ریورس اسٹیشن پر مولانا آزاد کے سامنے تلواریں اٹا کر ننگا ناچ کیا تھا اسے پھر آپ نے حکومت ہند کے حکم کے تعاون سے مستحکم فرمایا اور آج بھی وہ یونیورسٹی اسی طرح قائم ہے۔

مکڑھ ق کول اسکول رہتا تھا؛ مشرقی پنجاب یونیورسٹی، اوڈی کے واقعات نے قلب و فکر پر گہرے اثرات ڈالے ہوئے تھے خصوصاً سکھوں کی ہیروکستھول سے تو بہت زیادہ افسردہ رہتے تھے، بھارت کی انتظامیہ کچھ اپنی قوم کی نادراصلی کے غلبے سے مسلمانوں کا تحفظ اس طرح نہ کرتی تھی جس طرح کرنا چاہیے تھا۔ اور کچھ ان ہندوؤں کی سرکشی بھی تھی جن کو تقریباً ایک ہزار سال بعد اتنے بڑے عکس پر عکاسی حاصل ہو گئی تھی، ان مسلمانوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی جنہوں نے اللہ پر اپنے اہلکارات کی ہمیشہ باری کی تھی اگر وہ مستحکم ہوتے تو ایک ہزار سال کے بعد بھارت میں سب آبادی مسلمان ہوتی۔ حالات اس قدر ناگفتہ بہ تھے کہ گرم اور امن کی بات کرنے والا بھی بھارت کا دشمن سمجھا جاتا تھا، ہندوؤں کے سب سے بڑے دشمن گاندھیوں کا نقش بھی اکاٹھا نشانہ تھا۔ حکومت کی بے رومی اور پالیسی کے پیش نظر حضرت مدنی قادیان سربراہ ہند نے حکومت پر اصرار قائم کر دیا تھا، جب کہ ایک خط کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

”یہ تعلق لب لباب حکومت سے تقریباً بالکل ہی منقطع ہے، نہ میں ان کے پاس

جانا ہوں نہ وہ مجھ کو پہنچتے ہیں۔“

یہاں سے گفت و شنید گئی تھیں گندی زمانہ ہو گیا۔“

ابنہ کسی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی غیر ملکی اہم شخصیت کی ہندوستانی آمد کے موقع پر حکومت ہند کا پتہ گرام ہوتا تھا کہ حضرت اُن سے اہم ملاقات کریں۔ مصر کے مشہور لیڈر اور سابق صدر انور السادات اس وقت وہ شاید مصر کے مذہبی امور کے وزیر اور جمال عبدالناصر کے بڑے معتمد تھے، حکومت ہند نے اُن کی دیوبند حاضری کا اہتمام کیا، حضرت نے حسب عادت اُن کے ساتھ ملاقات کرنا اور عزیزانِ انفرادی کا معاملہ کیا۔ اس موقع پر ایک خاص واقعہ پیش آیا کہ بوقتِ زخمیت انور السادات نے حضرت کے ساتھ فوٹو کھینچوانے کی خواہش ظاہر کی اور عرض کیا کہ ایک منظر کے لیے میرے ساتھ کھڑے ہو جائیں حضرت

کو خیال بھی نہ آیا کہ اس کھڑے ہونے کا کیا مطلب و مقصد ہے، پتے پتے کھڑے ہو گئے، فوٹو لانا فریٹ
 کیمرا سامنے کیا تبھی حضرت نہیں سمجھ کر، کیا چیز ہے اور کیوں سامنے لائی گئی ہے، مگر جب پیش کا
 چمک ہوئی تب حضرت کو یاد آیا کہ ایسی روشنیاں تو جلسوں جلوسوں میں فوٹو کھینچنے کے وقت ہوتی ہیں
 لہذا تشریف لے کر ساتھ انگ ہو گئے اور غلطی کے ساتھ سادات کو مخاطب کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے دفن میں جو لوگ جائیں گے وہ امتویں
 ہی ہوں گے۔

ہندوستان کے پہلے صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے بھی حضرت سے ملاقات اور عدم میں
 حاضری کے لیے دیوبند کے کانادہ کیا، صدر جمہوریہ کے باڈی گارڈ نے اعتراض کیا کہ نہ دہلی و ملک
 کے ایجنٹ ہیں، دیوبند چھوٹا سا قصبہ ہے اس میں راجندر پرشاد کے انتظامات نہیں ہو سکتے۔ مگر
 راجندر پرشاد کے اصرار پر حکومت کو مجبور ہونا پڑا اور آخر کار وہ دیوبند آئے اور حضرت راجندر پرشاد نے اپنی
 مزاحیہ خوش حلقی کے ساتھ ان کی توجیہ فرمائی۔

سابق وزیر اعظم ہندوستان دل بہادر شاستری آستانہ پر حاضر ہوئے اس وقت حکومت ہند میں
 ریٹوے فیسٹر تھے، متوجہ اور محکمہ سڑکوں کے افسانے تھے، حضرت کی مجلس میں ایک فرد نے مکر پر بیٹھے حضرت
 نے مجلس کی توجہ مگر پرشاد کے فرمایا کہ آپ وزیر ہیں اس جگہ تشریف نہ لے سکتے ہیں، انہوں نے کہتے ہوئے
 کہا کہ حضرت آپ کو بلو نہیں بلکہ میں بھی آپ کے دربار میں یہی جگہ تشریف لے آئی ہوں، میں نہیں جاؤں گا۔

ایک دوسرے سرکاری وزیر بہا بہر تیلگ بھی بھنگی کی تلافیات کے حضرت کے وقت کو پہنچا
 پہنچتے گئے وہ بھی حضرت میں وقت ہوئی کہ وزیر اعلیٰ تھے اس نے اسے میں کسی سرکاری دورے پر دیوبند
 آئے اور حاضری کا امداد کیا، حضرت نے کثرت مشاغل کی بنا پر عذر فرمایا مگر ان کے بھائی انہیں مصر
 کے ہونے کی عام مجلس میں لے گئے جس میں انہیں وناکس کو باریابی کی اجازت تھی، جب وہ آئی گئے تو
 حضرت نے سب حادثات و مزاح خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے ملاقات فرمائی۔ اسی طرح مرحوم
 رفیع احمد قندلانی بھی ایک دن جہاں اطلاع تشریف لے کر عام حاضرین کا صف میں فروکش ہو گئے، انہوں نے
 انہیں بھجوانا بھی نہیں، کچھ دیر بعد حضرت انند لال خانہ سے براہ راست تلب تو لگا کر تہہ پلا کر بے توجہی سے
 ہیں۔ اس قسم کی ملاقاتوں کے علاوہ کئی کئی قومی اور ملی تقاضوں پر حضرت اور حکومت کے ذمہ داران

راجندر پاشا اور لال بہو اور مولانا ابوالکلام آزاد کے درمیان مراسلت بھی جہتی تھی مافوق کہ اس دور پاشا اور خیرازہ ماحول میں اس کی کبھی کوئی اہمیت نہ سمجھی تھی کہ ان مراسلات کی نقول کی ہائیں ایسے کہ حضرت اس قسم کی رکی اور غیر ضروری باتوں کی طرف کبھی توجہ نہیں فرماتے تھے۔

حکومت ہند نے خدمات کے اعزازات کے طور پر حضرت کو پدم بھوشن کا خطاب دیا، اس خطاب کے ساتھ کوئی نوبہ، طلعت اور تاحیات کوئی نامہ اور رقم پیش کی جاتی ہے جس مجلس میں قاضی کا خطاب کی اطلاع دی حضرت نے اسی مجلس میں درشا فرمایا کہ حکومت کو لکھ دیا جائے کہ میں یہ خطاب نامنتور اور وہی کتابوں میں بائیں میں جو خط حضرت نے حکومت ہند کو لکھا وہ انکار کی وجہ پیش کرتا ہے۔

بھونور جناب فیض مآب صدر جمہوریہ ہند و ام اقبال مہتمم
بھونور آداب عرض آنکھ اگرچہ اب تک مجھ کو باقاعدہ کوئی اطلاع نہیں دی گئی اگر انشاء
میں شائع شدہ اطلاعات سے معلوم ہوا کہ کتاب نے پدم بھوشن کے تمغے سے تیار ہوا
جمیتہ علماء ہند اور خدمات علیہ دارالعلوم دیوبند اور جدوجہد آزادی وطن میری عزیز فریاد
کی سبب اگر قاضی صبح ہے تو میں آپ کی اس عزت افزائی اور قدردانی کا تسہل دل سے
شکر یہ ادا کرتا ہوں اور عرض درمال ہوں کہ چونکہ ایسا تمغہ میرے نزدیک جھلک کی نگاہوں
میں بے لوث آزاد خدایان ملک و ملت کی آزادی ملتے اور اظہار حق کو مخدوم کرنا اور
قومی حکومت کی صبح اور سہی راہ سنانی کی راہ میں ایک قسم کی رکاوٹ ہے اس لیے میں قومی
بھونور ہوں کہ بعد شکر یہ اس تمغہ کو واپس کروں !!

نگب اسات حسین احمد غفرلہ

۱۹۵۴ء

آزاد حکومت کے ساتھ حضرت کا تعلق میں انہی حدود تک محدود رہا، قومی اور ملکی معاملات کے علاوہ
حضرت نے حکومت سے نہ کوئی لفظ کہا اور نہ لکھا اور نہ از خود کبھی کسی ذاتی معاملات کے لیے تشریح دے گئے۔



حضرت مدنی کا آخری حج

حضرت لہذا حیات مبارکہ میں کئی دفعہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے تھے، پہلے درجہ ۱۳۱۹ھ تک تو قیام مدینہ منورہ کے دوران ہی کرنے کی سعادت ملی اور ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں تیسرا حج اہرام شامی کی گرفتاری سے پہلے حضرت علیہ السلام کی رفاقت میں ادا فرمایا، اس کے بعد بھی کئی حج فرمائے۔ حج کا سفر بھی حضرت کا ایشیائی سفر ہوتا تھا، کئی سعادت مند معتمروں، طلبہ کرام اور قیاد نظام آپ کی نذر امارت پر سفر کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک بہتر یہ تھا کہ پہلے مدینہ منورہ پہنچے اور پھر اہرام سے اہرام ہانڈ کر حج کے لیے آتے۔ اس میں ایک تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج مبارک کی عملی اتباع ہو جائے گی جو قبولیت کے لیے ایک قوی ذریعہ ہے اور دوسرا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے قبولیت ہی ممکن ہو جائے گی، جیسا کہ آپ نے جب ۱۳۴۴ھ میں حج کے اذیہ سے غری جہاز میں سفر فرمایا اور اس مبارک سفر میں باہر صلا میر ڈاجیل کے قریب ہناب مولانا محمد سید صاحب بھی آپ سے ہمراہ تھے، تو مولانا نے حضرت سے چند سوالات پوچھا، ان میں سے ایک حدیث مبارک مندرجہ تھا، حضرت نے مقدمہ ذیل جواب ارشاد فرمایا۔

”میرا خیال تو یہی ہے کہ زلف مدینہ منورہ حاضر ہوں اور وہاں اوائل ذی الحج تک مقیم رہ کر مکہ منکرہ کو جاؤں، یہ مسئلہ حاکم فیہ ہے کہ پہلے مکہ منکرہ جانا افضل ہے یا مدینہ منورہ قرآنت و کون انفسہم اذ ظلموا انفسہم بآذونہم فسخطوا اللہ وامتنعوا عنہم ان یسئلوا اللہ فاستغفروا لہم فاستغفروا لہم ان یسئلوا اللہ فاستغفروا لہم ان یسئلوا اللہ فاستغفروا لہم“ اور قاعدہ شفاعت کا اس کا متعلق ہے کہ پہلے

تو اہرام شامی کا حج کیا جائے اور پھر اہرام مکہ منکرہ کا حج کیا جائے، یا پہلے اہرام مکہ منکرہ کا حج کیا جائے اور پھر اہرام شامی کا حج کیا جائے۔

آپ نے آخری حج ۱۹۵۵ء میں ادا فرمایا جس کو حجۃ الوداع سے تعبیر کر سکتے ہیں کہ اس حج کے بعد آپ ۱۹۵۶ء میں رحلت فرما گئے، یہ حج ایک خاص لحاظ سے مقبولیت کا حج تھا کہ وہ سرزمینِ حجاز میں سے آپ کو اور آپ کے استادِ محترم اور دیگر چند رفقاء کو ۱۳۲۵ھ میں اس وقت کی حکومت نے ہاؤسنگ سلاسل کر کے مائٹروانہ کر دیا تھا۔ عالمِ اسباب میں بہت ہی کم خلص اور جان نثار نظر آتے تھے، تقریباً ۲۰ سال بعد وہی حسین احمد جب حج بیت اللہ اور زیارت بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سرزمینِ حجاز پر قدم رکھتا ہے تو حکومتِ عرب آپ کو اپنا مہمانِ خصوصی بنانے کی سعادت حاصل کرتی ہے اور شہادی اہتمام سے اس مقدس عبادت کو کرتے ہیں۔ وہ سید حبیب اللہ نور اللہ رندہ جو عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نعرہ کر عالمِ غربت میں مسافرِ آخرت ہو جاتا ہے آج اسی کا پوتہ سید حبیب زید مجدد ام سوادی عرب کے ممتاز شرفاء میں شمار ہو رہا ہے۔

فَا لَّذِيْنَ سَبَّ هَذَا فَايْمُنَا لَسَخَطٌ يَشْتَعِبُكُمْ
 كَيْ لَيْسَ كُنْى رَايْتُمْ كَوْنِ رِيْحَةٍ فَايْمُنَا لَسَخَطٌ يَشْتَعِبُكُمْ
 اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کے لیے کئی راستے کھول دیتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ خلص لوگوں کے ساتھ ہے۔
 (العنکبوت ۲۹)

۱۹۵۵ء میں حضرت نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا، جیسے جیسے وقت گذر رہا تھا حضرت ضعیف اور کمزور ہوتے جا رہے تھے، عمر بھی اب کم و بیش ۸۰ برس کی ہو گئی تھی، اس لیے جیسے ہی حضرت کے سفر حج کے بارے میں لوگوں کو علم ہوا تو سریدین، متنبین اور خدام کی ایک اچھی خاصی تعداد ہر اکابر اپنے کی خواہشمند ہوئی، چند حضرات کے نام یاد رہ گئے ہیں جو اس سفر میں ساتھ تھے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی دو صاحبزادیاں اور ان کے صاحبزادے مولانا ارسل صاحب مرحوم، قاری ناصر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خادم خاص اور خلیفہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مولوی قاضی سجاد حسین صاحب مرحوم صاحب مدد مدد علیہ تھوڑی دلی، حاجی بدر الدین صاحب آنچولی، مولانا مولوی بایزید شہید پانڈو ساؤندھہ افریقہ خلیفہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہر ایسوں کے اسماء قابل ذکر ہیں، اس سفر میں بھی چھوٹے بڑے سبھی اہل خانہ مع تمام اور حضرت کے پیچھے مولانا وحید احمد مدنی مرحوم کے بیٹے ڈاکٹر شہد او جیدی کے سر کیب تک تھے حکومتِ سعودی عرب کے فرمانروا اس وقت ملک سعود بن عبدالعزیز تھے ان کی طرف سے حضرت کے حج کے جملہ انتظامات کی پیشکش ہوئی، اگرچہ یہ بات حضرت کی عادت اور مزاج کے خلاف تھی مگر وجود چند

منظور فرمایا اور چند سات موٹر کاریں حج کے نفل و صل کے لیے حاضر ہو گئیں، بعد میں قیام بھی شاہی اہتمام کے ماتحت ہوا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی مولانا سید محمود احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اصرار کیا اور ہر قسم کے انتظامات کی پیشکش کی کہ حضرت اب ہندوستان کے قیام کو ترک کر کے مدینہ منورہ ہی میں رہ جائیں یا جا کر رہیں، آجائیں، پھر حضرت نے منظور نہ کیا اور فرمایا کہ ہندوستان کے مسلمان اس وقت ایسی حالت میں ہیں کہ اپنی آسائش اور آسائشوں کے لیے انہیں چھوڑ کر کہیں چلے جانا کسی طرح صحیح نہیں ہے، میں کچھ کر سکوں یا نہ کر سکوں، مگر وہاں صرف موجودگی سے بہت سے اجباب اور دوستوں کو حوصلہ ملتا ہے۔ چھوٹے بھائی کے علاوہ مدینہ منورہ کے بہت سے معززین نے حضرت سے مدینہ کے قیام پر اصرار کیا مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حذر فرمایا۔

حضرت کی تشریف آوری پر حجاز مقدس کے اخبارات، المنہل، البلاد، مکة المکرمہ، أم القری، المدینة وغیرہ نے حضرت کے حالات اور صحیحی مقالات شائع کیے۔ اور جب تک مدینہ منورہ اور حجاز میں قیام رہا، شاہنشین علوم حدیث اور طالبان علوم بہت خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے رہے، ان میں وہ حضرات بھی تھے جو حضرت سے پہلے بھی شرف تلمذ حاصل کر چکے تھے، اس قیام کے دوران بھی حسب اسناد سابق مواہب شریفین میں طویل اوقات کے لیے ماضی اور سائت و مسائت کھڑے رہنا حضرت کا معمول رہا، نصحت ہوتے ہوئے مشکل میں گھنٹہ ایک طرح کھڑے ہو کر الشہادہ رہے۔

اس آخری سفر حج میں آپ کے شاگرد و مرشد مولانا قاضی سجاد حسین صدر مدرس مدرسہ عالیہ تھری دہلی میں آپ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے دربار رسالت عظمیٰ مدنی الشہ علیہ وسلم کے حضور میں حضرت مدنی کے قرب کا جو حال بیان فرمایا، اس کا خلاصہ ان ہی کے کلمات میں درج ذیل ہے۔

”۱۹۵۵ء کے سفر حج میں جو سعادت اس خادم کو دسترس ہوئی اس میں حضرت شیخ تاج کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ایک وقت تو وہ تھا جب زمانہ طالب علمی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے قریب رہا لیکن وہ وقت ایسا نہ تھا جس میں شیخ کے مقام کو پہچان سکتا البتہ اس سفر کی تقریباً دو ماہ کی شب و روز کی محبت میں حضرت شیخ کو خوب

دریچا اور خوب سجدا، مرنے لہذا حضرت شیخ کے ساتھ چالیس روز قیام کیا اور پندرہ سال
 اور نصف وقت ہست میں بھی شیخ کا معمول تھا کہ نماز حرم نبوی میں حاضر ہو کر ادا فرماتے
 تھے اور صبح کی تلاوت کے بعد تو مسجد نبوی میں مسکوت رہ کر شہ کی نماز ادا فرمایا کرتے تھے
 عشا کی نماز سے فاسخ ہو کر کافی درپردہ موافق شہرینہ میں ماضی دیا کرتے تھے، ہر گاہ
 رسالت میں حضرت شیخ کی یہ ماضی بھی عجیب پر کینت جہاں کہ تھی، حضرت شیخ نے سنے
 ماضی کا یہ وقت غالباً اس لیے منتخب فرمایا تھا کہ زمین کا اہل سے جہم کم ہو سکتا،
 اس وقت حضرت شیخ کی خواہش، بڑا کرت تھی کہ اپنے ذمہ لکھا آستانہ یاد آید، وہ
 فرماتے تھے اسے بہتر رنگوں کے سامنے تنہائی میں حال دلگاہی فرمایا، لیکن پھر بھی
 ہم پیچھے والی سنگاں اس بیتا پانہ ماضی کے سادات کلمات میں خود وقت بہت کر
 معینت کا شرف حاصل کر ہی پایا کرتے تھے، جہم نوجوان تھے لیکن جمالی ماضی پر انہ
 حضور، شیخ کی وہ ساری طاقت اور زیادت نبوی کے ہند پر شوق کی تاب نہ لاتی تھی، حضرت
 شیخ نے اس وقت تہجد گننے تقریباً جواب دہہ چلے تھے لاشعرت و برفاست
 میں کئی تکلیف ہوتی تھی لیکن اس کا وہ نبوی میں حاضر ہونے میں وقت مرا لہ ہو جاتے تھے
 تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حضرت ہمدنی وہ شوق میں غرق ہیں، ایک ایک گھنٹہ ماضی کے
 حالت میں اس طرح کھڑے رہتے تھے کہ نیند کو جنم لے سکتا نہ ہوتی تھی ہم لوگ کہ
 دیر اپنے اور خوش شوق و حضور کی کینتیت ہدی کرتے تھے مگر حضور ہی در پردہ اپنے
 وسایعہ ہا کہ فاسدہ زور دینے ہایا کرتے تھے، (والہیت وہ شیخ ہمدانی ہمدانی)



ساعتی صاحب کیا فلاس و لہر کی لہر اٹھ کر وہ پہلے صلیب کے چلے، انہماک ادا کیا کہ وہ صلیب کے
 بندوں تھا کہ ایک جنگی لوجہ نے سب سے پہلے وہاں مقاربتی تم کلمہ الصلوٰۃ والسلام پہنایا، رسول اللہ
 کے ساتھ ساتھ پیش کیا کرتے تھے، وہ کہہ اسلام یا اللہ کی آواز پر کینت جواب دہہ، انہماک کے سب
 لائے کھنڈنا اور وہ لوجہ مسیحا احمد تھا۔ (مرتب)

ہیشم، حضرت کے عالم میں سامان کیا ہے اُسے کوئی حاجت نہیں کہ تم نجات ملے ورنہ تک
 الظیف ذوالنوحۃ و صغیر ۱۳۳

اس کی شفقت ہے کہ آخرت کے لیے بھی ہر قسم کی بھلائی کا سامان کیا، اس نے اپنا نعل فرمایا
 ہے کہ تم کو پہنایا، انسان بنایا اور تمام اعضاء مکمل کر دیئے، اصل دنیا تمہارا عجز نامک و فیوض احضار
 لیمخایر کافی ہے اس کو نجات قائم کرنے کے واسطے، لیکن پروردگار نے اپنی شفقت سے صوری بیانی حرکت
 اُس نے ہر نطفہ میں اپنے مقرب بندوں کو ہماری اصلاح کے لیے رکھا جنہوں نے صلی سراج کیلئے
 اپنی جان کی باری باری کوشش کی اور ہمدی بھلائی کی فکر کی اور ہر قسم و قسم کجی سے بچ گیا، ہر نطفہ
 جاری ہے، تمام انبیاء عظیم السیما کے واقعات سنئے اُسے کونسا اہم سے اہم کے اہل سنی اور علیہ السلام کو پہنچایا
 کے دارم کے لیے عالم ارواح میں انبیاء عظیم السلام سے عہد کیا گیا تھا، اذ ذلک انزلنا
 ۱۳۳۳ فی الیقین لکما انہم لکم مع کتاب و حکمہ لہم لکرمجا کفر ترشون اقتصدتہم مختلفہ
 لکثر جاکن یہہ و لکن صغیرہ و ان علسہ، انبیاء کی روحوں کو جمع کر کے ان سے عہد کیا گیا کہ
 اگر تمہارا نالے میں وہ تائب رہا ہے تم اس پر ایمان لاتا اور مدد کرتا۔

وہ تائب ہو گیا سب انبیاء عظیم السلام کے علم کو جمع کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ہم کو عطا فرمایا، ہر
 انبیاء عظیم السلام سے کہو، انا فرغنا منہ و آخذ کفر عنہ و لکن صغیرہ کی قسم نے اقر کیا، اذ ذلک
 انزلنا تاکبایم لے اقر کیا، حال علیہ ۱۳۳

ہمارے توکل قسمتی ہے کہ میں ایسا تائب ہو گیا اور ہماری قسمتی ہے کہ ان کے طہرہ میں کرنے
 میں کوتاہی کریں، بلکہ کا بھلا اور سب سے اونچا، کیسے طہرہ مانگے ہم کو نایت لرایا ملا کما ہی امتی نے
 مانگا تھا، ان کو نصیب نہیں کیا، شفقت و لایست و ان کمال و لا، طہرہ والا اولہم و قوی ذلک طہرہ ہم کو عطا
 فرمایا، اس کا اسم ہے، ہمدی تالافتی ہے کہ ایسا تائب ہو پانے کے بعد بھی ہم اس کی لافقت نہ کریں۔
 لقد قرئت اللہ علی لکثر صغیرین ذلک صغیرہ من انہم، یعنی ایک کافر کے
 مولوں پر اسان لرایا ہے کہ ان کی عیب سے ایک عظیم ارشاد ان تائب ہو کر لرایا۔ ہمدی لای الکر
 فرشتہ لایمت جہا تو اس کو ہم پر ایسی شفقت نہ ہوئی۔

ہر حال آقا نے ہر نطفہ کی اصلاح و ہم ہمدی اصلاح کیلئے بھیجے گئے، انہوں نے ہم اپنی عبادت کیلئے بھیجا

کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتے ہیں۔

قیس صحابی ہی منہم کہ کہتے ہیں کہ ادا بہا بیت میں نہیں جی لوگیا تھا عرفات کے پہلے دن
 دیکھا کہ ایک عربیوں کے گھرانے سے آیا تھا انشائ و جدوا فذہبا کما۔ یا ایھا
 اناس قتلوا لانی الا لہ فذلیخو۔ اسے لوگیا ایک انڈیوں کے گھرانے سے آیا تھا۔ اسے لوگوا
 کا لانی الا فذہ کہ لوگیا اب ہر حال کے ایک شخص اس کے پیچھے چھڑتا رہا اور ہوتا جا رہا ہے،
 یا ایھا اناس لانی لانی لانی لانی لانی لانی۔ اسے لوگوا اس کی بات سن کر بڑا بھول گیا۔ اس کا
 نمانے پر یہاں یہ کوئی نہ کہا گیا وہ شخص قریش کا ایک نوجوان ہے جو ہلیبری کا وطن کرتا ہے
 پھر مارنے والا اس کا تھا ابو لہب ہے۔

ایسے متعدد واقعات قریش سے آئے ہیں کہ اس کے اصل اصل قریشیوں کے دور کی دولت دیتے
 رہے اور قریش کے منہم سے ہر ایک بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید آئی ہے۔
 فاضیر و ما صبیرک انما یا لہ و لا تغن عنک علیہم و لا تکت فی حبیب و ساء ما یکرؤن
 ان اللہ مع الذین اتقوا و الذین ہم صابرون (احمد علی)

دوسری جگہ و ساء ہے۔ و لا تکتوی الحنہ و لا تکتوی الذین یحییٰ انفسہم (مبارک)
 سبر کرو اور عقل کرو اور ظلم نہ کرو، تکلیف نہ ہو، بھلائی اور برائی دونوں پر نہیں ہرگز پھر
 جواب پھر سے اور کمال کا جواب کمال سے مت دو بلکہ پھر کمال کا جواب کمال سے دو کمال کا جواب کمال سے
 دو، و اذ غاظیمم انجا و لکن فاکا سئلہ و ساء، جب ہا بول سے متاثر ہو جائے تو سلام کہہ کر
 چلے جاؤ۔ کہ کہ تمہارے منہم سے کسی کی گندی، کفایت نہ کر سکا اور آپ سبر کرتے ہیں اس کے بعد
 ہر سبب نرمانی ہر چیز زبان کی اپنی راست اور گھر پر چھڑا، ہر چیز پھر ہی آپ کہتے ہیں جن میں اپنے دنیا
 اعلان کیا گیا کہ رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ اس کو ایک کلمے سے اور شرف
 تھا کہ میں نے ان کے ذمہ لے کر چھوڑنا شروع کیا پھر آپ کا ساتھ تھا اس نے اپنے مخالفوں کا
 سے آپ کو چھوڑ کر چھوڑنا اور یہ ہر چیز والوں کو جس سے نبرد و خط بھی گیا کہ ان کو چھوڑ کر وہ جنگ
 نبرد میں آپ پر کئے ہیں ہر چیز کے نبرد سے ہوا اور ہم نے یہ دیکھا ہے کہ یہاں سے کلمہ دینا اور
 وہ لوگ نے سب سے پہلے ہر چیز کے نبرد سے ہوا اور ہم نے یہ دیکھا ہے کہ یہاں سے کلمہ دینا اور
 ہر چیز میں آپ پر ہر چیز کے نبرد سے ہوا اور ہم نے یہ دیکھا ہے کہ یہاں سے کلمہ دینا اور

اور یہ ہے لوگ کہنے لگے ہر انہیں میں لائے ہوں ان کے ہاتھ لے کر کہیں نہیں آیا
 علامتوں نے ہمارے منہ کے گرد اہل بیرون کو ان کی توجہ دی ہم ہر جگہ سے ہنگامی ناکور سے
 نکل کر شہر میں داخل ہوئے جو گراؤ نماز نہیں جانتے تھے یا وہ استحقاق نہ تھے ہم کہہ سکتے تھے
 شکستہ ستر پہناتے ہو تو کیا زندگی سے نکل کر شہر میں داخل نہیں کرے ہو؟ انہیں کہہ سکتے تھے
 یہاں ہے انہیں کہہ سکتے تھے

حضرت کا دعوتِ شیطانی جس گئی منتہا منتہا کہ ہر دستہ افست

وہاں کہہ سکتے تھے اس نے نہیں اس کی توجہ دیکھو اب نہ ہر جگہ سے لوگ ہلکی بات نہیں
 کہہ سکتے ہیں جو کلمہ شہرت ملی انہیں ملے کہ بات دانی لو آپ کے ساتھ کیا کیا نہیں کہہ سکتے ہیں
 پالیسی ہے ہر اگر ہر قوم کی ہلکی بات کہیں، پھر وہیں تو میں نے نہ شہرت ملی انہیں ملے کہ
 اور سنت ہے یہاں سا جیسی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تروا من قبل قوم اور انہیں کہیں
 نہ سکتے اور کہنے لگی سیدھا ہر قوم اس کے باوجود کہہ سکتے تھے انہیں ہر قوم انہیں کہہ سکتے تھے
 کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے۔

خداوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کو فرمایا کہ تم کو فرج کہلے کہنا چاہتے ہیں حضرت علیؑ نے فرمایا
 یہ کہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا ہاتھی کی تلوں کو فرج کہلے کہنا چاہتے ہیں فرمایا انہیں ہر قوم
 کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے
 اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کو کہا کہ تم نے اللہ تعالیٰ سے کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے
 ہر قوم کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے۔

یہاں جو انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے
 انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے
 انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے
 انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے
 انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے

حضرت ابو جعفر علیؑ نے فرمایا کہ ہر قوم کہہ سکتے تھے انہیں کہہ سکتے تھے۔

ان کا عمل خصوصاً لادینہ اور خدائی دولت دیا تھا اور دنیا کر کے دین پر قائم تھا ان کے ہر شعر و نثر
بصورت لڑنے کے تھا خاص طور سے نکل کر حالت میں داخل کر کے جس طرح سے بیخود کر دیا
کے پیچھے پڑ گئے۔

مذکورہ سچے بندوں میں بہت سے ایسے تھے جن کے لٹرائی کی تعلق سے ہمارا ایک کتب خانہ قائم ہے
کے وقت میں کروڑوں کتب خانوں کے ساتھ ساتھ۔

پہلے لٹرائی کے علاوہ دیندہ کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
حضرت نور محمد علیہ السلام کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
لڑی تھی لٹرائی اور لٹرائی کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور لٹرائی کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
پہلے ہی لٹرائی کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ

شاید میں لٹرائی کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
لٹرائی کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
لٹرائی کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
لٹرائی کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
لٹرائی کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ

میرے بھائی اور بہنوں کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
میرے بھائی اور بہنوں کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
میرے بھائی اور بہنوں کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
میرے بھائی اور بہنوں کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ
میرے بھائی اور بہنوں کے تعلق میں کلمے بہت ہی سادہ ہیں اور ایک ہی لٹرائی کے ساتھ

حضرت مدنی کا آخری درس بخاری شریف اور احترام کی اسے میرے منام سے شرکت

حضرت مدنی قدس سرہ اللہ عنہ نے آخری سال
۱۴۳۶ھ کو ۲۳ روزہ درس بخاری شریف
کا آغاز فرمایا، طلباء دورہ حدیث کی تعداد

۱۸۳ تھی اور حسب معمول درس سننے کے لیے عام آدمیوں کا ایک انبوہ کثیر درس گاہ میں موجود تھا
ٹھیک دس بج کر پارمنٹ پر آپ نے خطبہ مسنونہ اور حدیث پڑھنے کے بعد تقریر کا آغاز کیا اور
فرمایا ہم اس وقت تین حدیث میں داخل ہوتے ہیں، علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ بہر فن میں تین
اصل چیزیں ہوتی ہیں مغلطہ، موضوع اور غرض، یہ ہادی خلافت کہلاتی ہیں۔ بخاری شریف
کی جلد اول پانیس دن میں پڑھائی بلکہ العاصم فی العلم کا سبق آپ کا آخری درس تھا،
درس گاہ میں آپ اس دن ایک گھنٹہ تین منٹ تشریف فرما رہے، جس میں سے تیرہ منٹ سہزادی
یعنی میں صرف کیے، تین منٹ خطبہ مسنونہ اور عبادت پڑھنے میں گئے اور چھبیس منٹ درس دیا
طلباء سے آپ کے آخری خطاب کے کلمات یہ تھے:-

خطبہ کا معنی ہے چہ کہ دوسرے کے پاس نعمت دیکھ کر اس چیز کی شکرنا اور

اس شکر کا مقصد اس چیز کا انالود ہونا

بخاری شریف کی دوسری جلد پر آپ نے کل ۲۳ روز درس دیا۔ بخاری بطور نور محمدیہ
سنوینٹ پر باب تفسیر الیٰ را فاع آخری عبارت تھی جو آپ نے خود پڑھی تھی، آپ کی
درس گاہ میں ۶ بج کر ۲۳ منٹ پر تشریف آوری ہوئی اور سات بج کر ۵ منٹ پر آپ نے
سبق پڑھایا، اس طرح تین ماہ پندرہ دن بعد آپ نے آخری درس ختم کیا تھا۔
یہ آپ کا آخری درس تھا اس کے بعد دہرا حدیث دارالعلوم دیوبند ہمیشہ کے لیے آپ کے
فراق میں روتا رہے گا۔

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد جب احتراماً مدنی پر حاضر ہوا تو مجازاً عرض

سلطہ دارالعلوم دیوبند میں کئی بیرونی حضرات صرف حضرت مدنی کی زیارت اور درس سننے کے لیے آجایا کرتے تھے
اور کئی کئی ماہ قیام کرتے تھے سلطہ نئی دنیا شیخ الاسلام انجمن دہلی

مولانا محمد سعید مدنی دامت برکاتہم کے اپنی شفقت سے اس ناکرہیب کو حضرت رحمت اللہ علیہ کا
 آخری درس بخاری سنایا، یہ درس باب قتل ابی رافع پر مشتمل ہے۔ وہ لہجہ مبارک کی لہجہ ذکر ہے
 علی اللہ علیہ وسلم کے وقت انوار کی مدنی، وہی صحابہ کرام کے ورکے وقت رضی اللہ عنہم کے
 ایمان افزہ ترمیمی، یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ تمام خود دار حضرت کے درس میں حاضر ہے، اس درس کا
 محبوب پہلو بھی ہے کہ۔

حضرت کے وصال سے کچھ عرصہ پہلے اختر کے کوئی مکان سے اس وقت بڑی ہوئی
 جب اہل خانہ موجود نہ تھے اور میں بھی باہر تھا گھولنے پر علم ہوا اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھنے میں
 آیا کہ پھر چور نہ تھا بلکہ مجھ ذہنی طور پر تکلیف ہونے کے ارادہ سے لایا تھا، کیونکہ گھر
 کی تمام اشیاء حتیٰ کہ ستمل پڑے بھی لے گیا۔ چونکہ اختر کا احترام سب لوگوں کے
 دلوں میں تھا اس لیے کسی پر شک و خفیہ نہیں نہ کر سکا البتہ اللہ تعالیٰ سے دعا
 کرتا رہا کہ وہ اصلی جرم کب بے نقاب کرے تاکہ وہ لوگوں سے نہات ملے، لہذا خداوند
 سے اصلی جرم اس طرح ظاہر ہو گیا کہ ان لوگوں کی گھاسوں نہ تھی، نہیں لے گئی وجہ سے
 قانونی ہلہ بھری نہ کی مگر دل پر اثر اس لیے ہوا کہ اس آدمی کے بارے میں اس قدر علم
 کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اسی اثنا میں خواب میں دیکھا کہ حضرت مدنی نور اللہ قادری
 اس آدمی کے مکان کے ایک حصے کے چست پر تشریف فرما ہیں اور وہیں آہوں
 دین کو اختر چہرہ نہ سکا، کے علاوہ مزید سزا ہے۔ حضرت مدنی نے بخاری تشریف
 کھول کر باب قتل ابی رافع پڑھ کر اس حدیث کی تشریح فرمائی، آنکہ کھل گئی۔
 دروہند کی پہلے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سوا سوزی کی
 خدمت میں سارا خطاب لکھا، آپ نے فرمایا کہ یہ آدمی تو یہ کہے ورنہ اس کا
 یہ مکان بالکل نیست و نالود اور پہلے گا اور بالی کا بھی خطر ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ
 کچھ عرصہ اس ظالم کا وہ سلا مکان اس طرح توڑ پھوڑ کر اس کا سارا طہر حتیٰ کہ بنیادوں میں
 سے اسے تہہ بھری فروخت کر بیٹھے گئے اور وہ غائب ہو گیا۔ بچکے اللہ اللہ مع الضالین :-

اس طرح اختر حضرت کے درس معلومہ بلا میں شرکت سے محروم ہو گیا۔ اللہ اللہ علیہ نطف

اس امید میں کہ اندر کرے گا حضرت جتہ اند علیہ اس ماضی علالت سے بھر اٹھ کر کھڑے ہوں گے ، حضرت مولانا سید غفر الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مسجد راد آباد سے درخواست کی گئی اور انہوں نے ماضی طور پر بخاری شریف اور ترمذی شریف کے اسباق شروع کر دیئے اور بالکل مجبور ہو کر حضرت جتہ صاحب سے حمولات سے دستکش ہو گئے۔ اب تک تو اتنی سکت تھی کہ کسی نہ کسی طرح نمازیں گھر سے متصل مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا فرمائے دے مگر اب یہ آخری قوت ہی آہستہ آہستہ زحمت، مونی ہی تھی، ناچل پڑی مشکل سے حجرہ استراحت سے اٹھ کر مہمان خانہ تک تشریف لاتے اور نمازیں وہیں جماعت سے ادا فرماتے، مگر ابھی تک اٹھتے، اور چلنے میں کسی کا سہارا لینے سے انکار فرماتے تھے اور ساری نمازیں کھڑے ہی ہو کر پڑھتے رہے۔

اس درمیان میں اندھیرے مہاجین کے ساتھ لکھنؤ سے ڈاکٹر حلیم مولانا سید عبدالغنی صاحب جتہ اند علیہ اپنے چھوٹے بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے ہمراہ ملانے کے لیے تشریف لائے، ڈاکٹر صاحب جو صفت حضرت جتہ اند علیہ سے بیعت تھے۔ مولانا علی میاں مدظلہم فرماتے ہیں کہ بھائی صاحب سفر نہیں کیا کرتے تھے مگر ایک بار حضرت جتہ اند علیہ کے بھتیجے مولانا دہید احمد ندوی جتہ اند علیہ کے معاملے اور علاج کیلئے ٹانڈا ساغ فیض آباد تشریف لے گئے تھے اور دہریہ حضرت جتہ اند علیہ کیلئے دیوبند تشریف لائے۔ نہایت توجہ کے ساتھ مساندہ تفتیش و تجویز فرمائی، ان کے بعد اپنے وقت کے مشہور ماہر قلب سراج لکھنؤ ہی کے ڈاکٹر عبدالحامید علی آئے یہ بھی اپنی بلجہ بناؤ شہوت اور رجوع خلق کے باعث کسی حالت میں اپنا مطلب نہیں چھوڑتے تھے، انی ڈاکٹر حضرات کی تفتیش بھی قلب کا پھول ڈہکی اور سخت تاکیدیں ہی کہ باہر نکلتا نہ دیکھو، ملاقاتیں کرنا اور کسی قسم کی شہوت میں مصروف ہونا بالکل ترک کر دیا جائے۔ آخر کار وہ وقت بھی آ ہی پہنچا کہ حضرت جتہ اند علیہ کے ہی میں بخیر ہو گئے۔ بخیر ہوئے، شہین اور گلاندہ بوقت درجوق آتے اور گھنٹوں گھنٹوں مہمان خانہ میں سربا انتظار دیکھ کر محروم واپس چلے جاتے۔ تکلیف برابر بڑھتی ہی رہی اور اسی کے ساتھ کمزوری میں بھی اضافہ ہوتا ہوا، اولیٰ تو قوی ہوئی ہی کیا تھی اور جو تھی بھی اس میں ٹاکٹروں نے نیک کی ممانعت کر دی تھی اسلئے اب صرف برائے نا انہی رہ گئی تھی، صاحبین اس پر اصرار کر رہے تھے کہ نمازیں کھڑے ہو کر نہ پڑھی جائیں مگر حضرت جتہ اند علیہ نہ ہونے ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے ہی بیٹھ کر نماز پڑھنے پر تیار نہ ہوں گے، مگر ایک ایسا عمل ہوا کہ ایسا حدت ہو گیا جیسے ہی بیٹھتے تھے دل میں درد شروع ہو جاتا تھا اسلئے دن رات سارا وقت بیٹھے ہی بیٹھے گزرتے گئے

اور اس حالت میں سہ جہان کہہ دی ہے قوتِ نبویہ عظیم بیکرہ و نثر، مانہ کے لیے اٹھنا کھڑے ہونا مشکل تھا
 تو یہ کہہ کر میٹھ کر نماز ادا فرماتے ایک دن مانہ فجر کے لیے چوکی پر سر چھسکا اچھا اللہ
 ہوئی سے نیچے آ رہا ہے۔ آخر ہنگل ہی پا اتنا وہ اصولِ فقہ ہو کر بیٹھ کر نماز میں شروع کیا اور سہ ہنگل کے
 جہانِ فلسفہ میں راحت نہ کھنے، کھوے ہو کر، ناز نہ پڑھنے، کھل پر بہت گہرا ہر گھنٹا اللہ ہی ذکر ہے
 زندگی میں پہلی بار اب کرا بنے گئے۔ ایک دن تم نے عرض کی کہ جو بھی میں وقت گناہ ہے وہاں ہے
 کتاب بھیجی کسی ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اگر نظر اسکل اچھا ہوں گے کہلاتے ایسا میں کہتے ہوں
 لکچر نکو آہا تک آپ فرمادیں اس لیے کہ ایتنا ہوں کہ ساری صوفیوں کا گھنٹا لکھتے لکھتے لکھتے
 لکھتے ہنگل ہی صوفی ہو کر پڑ گیا ہوں اللہ عارف ہے کہ یہ ہے جہانِ فلسفہ میں لوگ نماز میں پڑھتے
 ہیں اللہ میں سب سے عظیم ہو کر کمرے میں اللہ بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔

اسی عام میں ایک سفید مولانا خیر الدین صاحب رحمہ اللہ حضرت کے بچے کو پڑھا رہے تھے،
 مزاجِ نبوی کے بچے حاضر تھے، حضرت نے ان سے آپے نہیں اسامات، بیان فرمائے کہ لکھتے
 کے ساتھ عافری کا وقت آ گیا ہے کوئی عمل اپنے ہاں نہیں ہے نماز میں بھی تم کے لودہ ہے کہ پڑ رہا
 ہوں، لکھنا آخرت ہنگل خالی ہے حضرت کا کوئی سامان نہیں ہے وہاں کہنے کہ حق تعالیٰ کی رحمت کا طرہ جوش
 میں نبھائے اور میرا بیٹا پار ہو جائے۔ اس بیان کے بعد بیان حضرت کا دل بھرا گیا تاکہوں سے لکھتے
 آنسو رواں بہنے لگا، ہمتاً ہمتاً آنسو لکھوں میں تہذیب ہو گئے، یہاں کہیں کہ نہنگل میں یہ ہوا
 اتنی جگہ تھا کہ کسی نے حضرت کے آنسو میں آنسو اور مزاج پر گہری اثر دیکھا تھا۔

تذکرہ حیرت تو کہ بہت خوب فہم کی گئی تھی کہ حضرت کی بانی تھی کہ نہ کسی پہلے کوئی پہلا دعویٰ
 استعمال میں آیا جائے ایک دن فرمایا کہ کیا اند میں اس وقت نہیں تھا اور اس وقت میں باندا رہے
 موجود نہیں تھا ایک غلام اس کی تلاش میں سہا سہا حیرت بخاطر غنا صدق تک پہنچا تو کہیں نہ ہو۔
 وہیں آتو حضرت نے دریافت فرمایا کہ آنسو سے کہاں تھا عرض کیا کہ وہ کہہ کہ عامل میں گیا تھا۔
 فرمایا کہ اس کی ایک خواہش کے نتیجے میں تھی تکلیف ہوا اور اجابت برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی!

لے حضرت کا تو یہی ہے کہ وہی دعوت ہے کہ بچے سرورِ عالم فرمایا تھا (طاہر)

اس قسم کی خواہشات نفس اور شیطان کے غلبہ سے پیدا ہوتی ہیں، اس لئے تمام حکمرانوں کی چیز کی خواہش نہیں کی مگر آخری وقت میں یہ کمزوری بھی صادر ہوئی تھی: حالانکہ واقعہ کے اعتبار سے حضرت نے کوئی خواہش یا ارشاد نہیں کی تھی بلکہ صرف درپالنت فرمایا تھا۔ تاہم بیان کرتا ہے کہ یہ کلمات اور خصوصاً خواہشات سے اس درجہ استرازا شکر میرے سہنگے اکھڑے ہو گئے۔ بعد میں سرور پاکستان سے بذریعہ ہوائی پہاڑ آیا بھی مگر اس کا استعمال بڑے نامہ مستحکمی رہا، کوئی افادہ نہیں ہوا تو یونانی علاج کا شورہ ہوا۔ چنانچہ اس وقت کے سارے ہی ہندوستان پر غمیرت کے، نیک معاہدین حکیم عبد الباقی صاحب، حکیم محمد انیس صاحب، صیقلی دو خانہ دہلی، حکیم محمد عمر صاحب دارالعلوم دیوبند، حکیم شفیق احمد صاحب دیوبند، حکیم محمد حسین صاحب ٹیکڑا، حکیم محمد صیقلی صاحب بریلی، حکیم فکی احمد صاحب جانشین، مسیح الملک حکیم اہل خانہ، حکیم جبار علی صاحب مالک، ہمدرد دو خانہ، دہلی وغیرہ سارے ہی یونانی اہل تہذیب جمع ہوئے اور نہایت غور و فکر کے ساتھ دوائیں، علاج اور غذا میں تجویز کی گئیں۔ اس علاج سے حیرتناک طور پر افادہ ہوا اور حضرت ایک طویل مدت کے بعد حضرت باہر تشریف لائے، اس واقعہ سے اور تشریف آوری کی شہرہ سے چاروں طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ أَجِئِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ۝

ترجمہ: اے جاہلک حالت دی پر دن کمزور ہو کر پل گئی، اب تک دن راحت کے بھی ہیں ایک اور گنہگار آجاتی تھی اب اس سے بھی معذوری ہو گئی، ایک منٹ کے لیے بھی لیٹ نہیں سکتے تھے، جیسے ہی کچھ ہر سر رکھتے تھے سانس بچھوٹنے لگتا تھا اور نہیں ہو کر بیٹھ جاتے تھے، سلاہوں ساری رات بیٹھ ہی بیٹھ گزرتا تھا، ٹیک رنگانے سے اور آگے پیچھے دائیں بائیں کسی قسم کا سہارا لینے سے بھی معذوری ہو گئی تھی اور سانس بچھوٹنے لگتا تھا، جب تک ہم میں ذرا بھی طاقت رہی آٹھ بیٹھنے یا کھڑے ہونے میں کئی قسم کا سہارا نہیں لیا تھا، ہڈی بھی کھڑے ہو رہے تھے تھے مگر اب بیٹھنے اور بیٹھنے میں دوسروں کی مدد لازمی ہو گئی تھی، غذا کا اول تو ناری ہو گیا تھا مگر جو کچھ بھی ترقی سہاں ایک آدھ چھو بیٹھ میں چلا جا، تھا اور کتے جو جاتی تھی، کوئی چیز ایک منٹ بھی نہیں رکھتی تھی۔ کمزوری، مرضی کی شدت سبہ نوالی، حکیم است اور بیٹھنے لگی رہی مگر یہ تھی اس پر ہر نمونہ تھوڑی دیر کے بعد تھے کی تکلیف نے بالکل ہی نڈھال کر دیا، اس حالت میں بھی ضروری کاغذات

دیکھتے، ہدایات دیتے اور دستخط کرتے ہے، عبادت کرنے والوں سے بات بھی کرتے ہے، ان کے حوالہ اس طرح لیا جاتا ہے کہ گویا امام مائت کی معمول کے مطابق ملاقاتیں ہیں، امیر جماعت تبلیغ مولانا محمد یونس صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رکن فقہ طیبہ وغیرہ تشریف لائے تو نہایت بجا شدت سے ان کے ساتھ باتیں کیں، اپنی بیماری، کمزوری اور تھکنوں کا کوئی شکوہ و تذکرہ نہیں فرماتے تھے، مزاج پرک ہے بھی یہی فرماتے رہے کہ کچھ فرما چکا ہوں۔ میں بندگانِ دین و علماء کلام کے سامنے مسکے دم مانترے ہوں۔ سے معمولی اور بیخبر گناہوں کی ادائیگی پر مدد اور تذکرہ کا انہماک فرماتے تھے۔

پہلی یا دوسری بیکریوں کی شکایت میں بہت افاقہ ہو گیا، بڑی راحت محسوس فرمائی، کچھ آدھے گھنٹے پہلے اہل خانہ میں، قدام میں اور خریدیں دستگیر میں یہ سرت لہر لہر نہ پھینکی گئی کہ اب مرنے کا اندیشہ ہے۔ صرف کمزوری بال ہے۔

۱۳ جمادی الاول ۱۳۹۲ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء کو حضرت صاحب نے ایک اور آلود صبح کو فریادیں بچکے تو جب کمرے سے نکل کر بغیر کسی مدد کے تھالی کے سہارے صحن میں تشریف لائے، انہماک فرمایا، بہت دنوں کے بعد صحت اور طاقت کی یہ معمولی نشانی نظر آئی تھی، امیر اور اطمینان کے لیے یہ تھا سہارا بھی بہت کافی تھا، منٹ منٹ پر افاقہ اور اطمینان کی خبریں دے رہے تھے، غمگین اور شہرے پر ملاحظوں میں پھیل رہی تھیں، لوگوں کی خوشی و مسرت کا اندازہ لگانا مشکل تھا، درمیان میں باتیں بھی کہتے تھے، مسکراتے اور ہنستے بھی رہتے اور شامش و پیشامش ہے، بارہ بجے کے قریب کمرے میں واپس آئے، کسی طرح قہر چلائی فرمائی، ہاتھوں کو اڑھتے سے ہاتھیں کیں، پان کھلیا، اڑھتے اور سب بھول کر غصے میں غصے میں معاملہ اور پانڈی شریعت کے بارے میں بھی تھیں فرماتے رہے، اس کے بعد کمرہ خالی کر دیا گیا اور روزہ بند کر دیا گیا اور سب ہی لوگ اس خیال سے باہر آ گئے کہ کچھ دیر نیند آجائے۔ اس کے بعد دھریوں گھنٹے یا شاید ایک گھنٹے کے بعد کوئی راکھ کمرے میں داخل ہوا، حضرت آرام کے ساتھ جو خواب تھے، اس نے خوشی میں غور سے دیکھا تو پیشانی اس طرح چوڑک مائی تھی جیسے تنگیں بھرتی ہیں یا گوشت کا کوئی ٹکڑا خود بخود درگوش ہو جاتا ہے، خیال بھی سنگین کر کوئی غیر معمولی بات ہو سکتی ہے اور باہر آ گیا، اس کے راکھ کا ڈیرے گھنٹے کے بعد گھر کے

لوگ نماز کے لیے یہ کرکے کی غرض سے اہم گئے، بہار، بجایا اور آخر میں ڈایا گئی جواب کوئی حرکت نہ کی تو لوگ ہراساں اور ہراس ہو کر دوڑے بھاگے ڈانڈ لگے، انہوں نے سائنس فرمایا اور تھوڑی ہی دیر میں اعلان کر دیا کہ حضرت شیخ العرب و العجم امام العصر حضرت دہاں اعلیٰ وقت، مجدد امت، جانشین شیخ ابن عربی، سجادہ نشین قطب عالم سواد ارضیہ حضرت شیخ، یادگار حجۃ الاسلام مولانا محمد نام نانوتوی، نقیب حضرت علما اہل اہل ہذا بزمی، نائب رسول اللہ حضرت محمد علیہ السلام مولانا مرشد ابو شیخنا سید حسین احمد صاحب مہاجر ملک کا وصال ہو چکا ہے، سدا سے نام اللہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جسم پر وفات اور موت کا ذوق برابر اثر دیتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کون کی خیندہ ہے ہیں ذرا آواز ہوئی تو ابھی آنکھیں کھول دیں گے، بھروسے پر فرشتوں جیسی مصیبت طاری تھی اور وہ دائیہ مسکراہٹ بھی بخیر زندگی بھر خوشیوں کا طوق اقبیا رہی تھی۔ ابھی دو دن پہلے تب معمول نہایت اطمینان سے مجاہدت خواتین تھی جس کی وجہ سے ہالین داڑھی، مونچھا اور چہرے کی صفائی و ترتیب میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کشش اور جمال میں اضافہ ہو گیا۔ وصال کے وقت اس پاس کے اہل دور دراز کے اصلاح میرٹھ، نظر نگر، جھنڈہ مراد آباد، لی، علی گڑھ، غنیمت و فیروز کے غلصے میں میرٹھ، روت پر حاضر تھے، خدا ہر جگہ ہندو بیلیفون اور فرسٹا روڈ گئے، تھوڑی ہی دیر بعد آل انڈیا ریڈیو نے اصل کھ اصلاح نشر کی، بہت سے شہزادوں کے بازار بند ہو گئے، ختم قرآن کا اہتمام ہونے لگا اور لوگ دیوار و دیو بند کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسپیشل ٹرینیں اور بسیں لائیاں، ٹرک موٹریں، ٹانگے، ٹریکٹروں، سائیکلیں، پہلیں، موٹروں، سائیکلیں، غرض جس کو جو سواری میسر آئی اس کے ذریعے دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑا دیر میں انسانوں کا

۱۔ حاجی محمد صالح صاحب دہلوی کوئی مسلم جان والے سے صرفہ کے چہرہ کی زیارت کے بعد بنا ہاں تم صاحب اور دوسرے بندگان سے فرمایا کہ اگر میں حضرت کی زیارت خود اپنی آنکھوں سے نہ کرتا اور کوئی مجھ سے کہتا کہ مولانا حسین صاحب کے پاس سکا ہے تو میں اس بات کا نہیں نہ کرتا مگر کیا کہوں اپنی آنکھوں کو نہیں جھٹکا کہہ نہ تم اللہ شریکی اللہ شریکی اللہ اللہ تو والانیوۃ واسوۃ برونس آیت اللہ کی یہی صحیح تفسیر اور یہی صحیح تفسیر تھی حضرت علیؑ کی زندگی صحیح اور زیارت بھی۔ (انحورم میرٹھ، علیہ السلام)

خاصیت مانا ہوا اور وہ ہندوؤں کی خدمت میں شہ سڑک کے دولت گدے پر جمع ہو گیا تاکہ ان کے سفر کے
 انگوٹھے سے آنسو رواں تھے۔ لنگ چھید کر سکیا اسے کہ وہ بچے تھے، چند لمحوں کے بعد ان کے سر
 سے تھے، ابھر لوگ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ رانی لڑائی کو بیٹھے ہیں، کہیں کہیں، پھر صاحبزادے شہ سڑک
 کے راستہ قیل چھو گئے، فلم فیچوں اور حیرت زدگی میں مسلمانوں کی نہیں غیر مسلم بھی راہ کے شکر کہتے تھے۔
 سے حضرت سے کو اس جگہ تک پہنچا گیا جہاں جسے ہلک رکھا تھا تھا۔ ان عینوں وقت میں کہ حالت بہت
 قابلہ برحق، قابلہ سے باہر ہو گیا تھے کہ اس لاپ سے آواز نہیں نکلتے دیتے تھے، اسی حالت
 حضرت مولانا گورکھ گریہ صاحب صاحب نے جس وقت شہ سڑک لائے، حضرت نے پیشانی کو پار دیا
 اور ایسا ہوش ہوش کسوت سے کہ دیکھنے والوں کا کچھ کٹ کر گیا، ڈھال میں بچے وہاں ڈھالتا۔
 غریب یا اسی کے بعد اس کے جگر، جہاں وفات ہوئی تھی مولانا جید احمد صاحب صاحب نے در اسلام پونہ
 لور مولانا راشد سنی صاحب نے حضرت شیخ ابنہ مرق محمد منی صاحب مدہم تھوے حمل دیا وہاں کے
 ساتھ مولانا محمد حسین صاحب مدی در اسلام و در بند مولانا سید علی احمد صاحب فیض آبادی، پڑھو
 شوکت خانہ صاحب مدہم احمد اور حضرت کے خصوصی کلف مولانا عثمان مزلوی صاحب مولانا گورکھ
 لاکھوی شکر کہ ہے، اس کے بعد آخری لنگ کے اجرام کو چادر کا کفن تیار کیا گیا اور اس میں حضرت
 کے مشغ اور اس کے سر پریش کے تزیینات حضرت کے خواہش کے مطابق منسلک کر کے کفن ہوتا گیا،
 فریہ کس جہاز تیار کر کے تھوڑی دیر کے لیے اہل حقہ راجا ہر مولانا عزیز غلامین کنیارت کے لیے
 وہاں رکھا گیا اور تقریباً ساڑھے گھنٹے جہاز اٹھایا گیا۔ بیچے کا سہہ تھیل کا، آہ و بکا کا اور کسک و سڑک
 کا حال بیان کے لیے کی بات نہیں ہے، کسی حال گندہ جہاں گے اور یہ خواہش دیگر جہاز اسان محمد ہوں،
 گھر سے مدہم لنگ پانچ منٹ کا عہد تہ ڈیڑھ گھنٹے میں طے ہوا، جہاز کی تاز حضرت شیخ احمد عرف مولانا
 محمد کیا صاحب نے پڑھا، اس کے بعد جہاز زریں اور احمدیش میں عام نیارت کے لیے رکھ دیا گیا
 تین ساڑھے تین گھنٹے تک مدہم، تاکر لنگ و قبیل کے ساتھ نیارت ہوئی، آواز کو مدہم کے بعد
 جہاز مدہم سفر قبرستان کے لیے روانہ ہوا، جہاں پانچ گھنٹے کے بعد مدہم ڈیڑھ منٹ مدہم گھنٹے تک
 گئے۔ قبرستان میں ہزاروں علماء، علماء اور اکابرین نیارت کے ساتھ شیخ احمد پڑھ کر چھوڑ دیا صاحب،
 شیخ احمد عرف مولانا انور الدین صاحب، امیر صاحب شیخ مولانا کریم صاحب بجاہات شیخ احمد عرف مولانا

مولانا سید محمد میاں صاحب، مولانا مفتی فقیح الرحمن صاحب قدس اللہ اسرارہم و فخرہ موجود تھے، تقریباً
 مولانا عبداللہ صاحب، مولانا راشد حسن صاحب عثمانی، مولانا شوکت علی خاں صاحب اور حضرت کے بیٹے
 صاحبزادہ مولانا مولوی محمد اسعد مدنی صاحب نے آگیا۔ ایسے خوش قسمت صاحبزادگان بھی دنیا میں
 حال خالی ہی نظر آتے ہیں۔ زندگی میں، کمزوری میں، علالت میں، مرض الوفا میں تو راحت دہانی اور
 خدمت کا حق ادا ہی کیا۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ انسانوں سے آخری بار نصرت ہو کر اپنے مرنے کے ساتھ
 طہارت اور مراقبہ میں چلے گئے تو آخری انسان یہ دنیا ہی تھا جو آخر تک باپ کا بدن دہا گیا اور وصال
 سے چند ہی منٹ پہلے جدا ہوا اور آخر کار اپنے ہاتھوں سے وہ نیند میں گیا۔ فَاذْخُرْنِي فِي عِيَادِي ۝
 قَاذْخُرْنِي بِجَنَّتِي ۝

آپ کا سزا حضرت شیخ الحدیث کے قدموں میں ہے، اس طرح آج سے تقریباً ساڑھے سال پہلے
 جناب میاں اسماعیل رحمت اللہ علیہ سے حضرت شیخ الحدیث کا یہ فرمانا "بھائی تم کہاں کہاں اٹھی بارہی کر رہے
 صرف بحرف صادق آگیا، آپ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے آپ کے قدموں میں اہدی آدم کرنے کی
 سعادت صرف حضرت مدنی کو ملی اور قرآنی ارشاد کے مطابق قیامت کے دن بھی اسی طرح باہر تشریف
 لائیں گے۔ ذَلِكِ الْعَوْنُ الْعَظِيمُ۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے امت کی خدمت میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہیں کی۔ جوانی،
 بڑھاپا، گھریا، دنیا کی تمام انسانی مستزوں کو امت کی خدمت پر قربان کر دیا، نہ کسی سے احسان کے
 بدلے کی تنہا کی نہ کسی دشمن کی ایذا دہانی پر شکوہ! ایک اسی سال اس عالم رنگ و بو میں گذار کر مسلمانوں کو یہ
 پیغام دے کر رات ہی غلیہ بریں ہو گئے۔ اِنَّا بِلَاؤِ اِنَّا اَلَيْسَ بِرَا جِعُونَ۔ ۝

فقیرانہ آئے صلا کر چلے میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے
 جو تجھ بہن نہ چینے کو کہتے تھے ہم سوا اس عہد کو ہم وفا کر چلے
 دفن اس ڈبائی میں فقیرانہ دکا کلمہ صرف شاعرانہ قبیل نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے، حضرت نور اللہ مرحوم
 نے فرمایا کہ ہمارے خاندان فقیروں کا خاندان ہے اس لیے نورانیہ و بچے کو تین دن ماورزا دکھا رکھا جاتا تھا۔
 رکتوب حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی رحمہم بنام حضرت مولانا راشد علیہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد عرفی و علماء کو جو ایشامات دی گئیں، خواب میں جو ارشادات

قرائے گئے ان کی تفسیریں بہت زیادہ ہے، ان کنہگار و مرتب نے ان ہی آیات میں مدح و ذمہ لکھی
نواب میں دیکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِجَاءِ بِالْصِّدْقِ وَصَدَقَتْ بِهٖ اَوْلَیَاکَ مُحَمَّدٌ الْمُنْتَقِیْنَ
سَوْتَا جِ الْاَوْلِیَا حُسَیْنِ اِحْمَدِ مَدَنِی
تَارِخِ رِحْلَتِ

فَلِیْسَ الْاِنْسَانُ بِشَیْءٍ سِوَا نَفْسٍ
ذَاتِ نَفْسٍ وَجَسَدٍ وَرُوحٍ وَعِلْمٍ
(اصحاح ۱۲۷)

۱۲۷۷

دف حضرت مدنی کی تاریخ وفات کئی علماء کرام نے آیات قرآن عزیز اور
احادیث مبارکہ سے اقتباس کی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمن اعظمی رحمہ اللہ
کا استخراج سب سے زیادہ عظمت اور برکت کا حامل ہے، آپ نے فرمایا ہے۔
”حضرت مدنی کی رحلت کے بعد ایک دن فجر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن کریم
کر رہا تھا، توجیب سورۃ الروم کی آیت ۱۵ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ
فَہُمْ فِیْ رَوْحٰتٍ یُّخْبَرُوْنَ۔ ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے
ان کے یہ جنت کے باغوں میں آؤ گے، تم پر پہنچا تو ایک بیک دل میں خیال آیا کہ
شاید فِیْ رَوْحٰتٍ یُّخْبَرُوْنَ سے سال وفات کے اعداد برآمد ہوں، تو
جب معلوم کیا تو ٹھیک ۱۳۷۷ھ برآمد ہوا۔“

(ردینامہ، جمعیتہ دہلی، شیخ الاسلام نمبر ۲۵، مطبوعہ گورالوارہ)

(فت) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شفیق الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
 شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ جامعۃ العلوم ڈاک خانہ گاسبارڈی سلہٹ (سابقہ مشرقی پاکستان)
 نے مادہ تاریخ وفات درج ذیل صورت میں نکالا۔

وصول شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۶۶ھ

ولادت قطب العلم قدس سرہ العزیز ۱۲۹۶ھ

۴۵۶	۴۶۳	۴۵۸	۱۳۶۶
۴۶۱	۴۵۹	۴۵۷	۱۳۷۷
۴۶۰	۴۵۵	۴۶۲	۱۳۷۷

۱۳۷۷ ۱۳۷۷ ۱۳۷۷ ۱۳۷۷

۴۲۹	۴۳۶	۴۳۱	۱۲۹۶
۴۳۴	۴۳۲	۴۳۰	۱۲۹۶
۴۳۳	۴۲۸	۴۲۵	۱۲۹۶

۱۲۹۶ ۱۲۹۶ ۱۲۹۶ ۱۲۹۶

(فت) میرٹھ کے ایک مشہور نقشہ نویس محمود حسن صاحب نے حضرت مدنیؒ سے اپنی
 تصدیق کا اظہار کرتے ہوئے ہجری اور عیسوی سال کے اعتبار سے تاریخ وفات ایسے
 چمکے میں نکائی کر کے جس طرف سے پڑھیں مکمل جملہ اور وہی تاریخ نکلتی ہے۔

۱۹۵۷ء

۱	۲	۳	۴	۵	۶
حسین احمد	اور سہرا	بنید عبدال	آدیشلی دیو	ہج	۷
۱	۲	۳	۴	۵	۶
بوسے البقار	برفت زینجا	تھی تی بی	بھین ٹڈٹ	جیس	۷
۱	۲	۳	۴	۵	۶
جیل کھلا	بھین ٹڈٹ	بجو دایرہ	حسن ڈھاگن	ہج	۷
۱	۲	۳	۴	۵	۶
بروز مردا	بہشت یا پھر	حسین احمد	انام بلیت	جیس	۷
۱	۲	۳	۴	۵	۶

۱۳۸۱ھ
 اور ۱۳۸۱ھ کی تاریخوں کے ساتھ
 ہجری اور عیسوی سالوں کے
 ساتھ



ازواج صالحات

حضرت کا پہلا نکاح ۱۳۱۲ھ میں قاتل پور میں طہسین اعظم گڑھ میں ہوا اور آپ کی عمر سو برس تھی اور آپ دارالعلوم دیوبند میں تدریس فرماتے تھے اور آپ کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے گئیں، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام زہرا تھا، اہلیہ محترمہ کا انتقال ۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا جبکہ محترمہ تہجد شریف میں ۱۳۳۶ھ میں فوت ہو گئیں۔ (روح الباقی)

دوسرا نکاح حماری غلام احمد مرحوم کی صاحبزادی سے برکات حضرت شیخ الہند ہجرت سے زمانہ اسارت مانا میں مدینہ منورہ میں وفات پانے۔

تیسرا نکاح حضرت کا تیسرا نکاح دوسری اہلیہ مرحوم کی چھوٹی بہن سے ہوا جن سے صاحبزادہ مولانا محمد اسعد اور صاحبزادی ماجدہ خاتون مرحومہ پیدا ہوئیں۔ ماجدہ خاتون کا انتقال بچپن میں سلطنت میں ہوا، محترمہ والدہ مولانا محمد اسعد کا انتقال ۱۳۵۵ھ میں ہوا، آپ کا مزار دیوبند ہی میں حضرت مدنی کے پاس ہے۔

چوتھا نکاح اپنے تالیاراد بھائی محمد بشیر صاحب کی بیوہ لڑکی سے چند آیام بعد ہوا، جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات اولادیں عطا فرمائیں، سب سے چھوٹے صاحبزادہ محمد اسعد کی ولادت کے وقت حضرت کی عمر تقریباً اسی برس تھی۔

حضرت مدنی کی فریضہ طیبہ

دعا کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد یمن صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ مولانا سید محمد اسعد میاں، مولانا سید عارف محمد ارشد میاں، سعادت آثار سید محمد اسعد میاں، محرف پ ۱۰ سال ریحانہ سلیمان اللہ تعالیٰ، عمرانہ سلیمان اللہ تعالیٰ، عثمانہ سلیمان اللہ تعالیٰ، فرمانہ سلیمان اللہ تعالیٰ۔

مولانا محمد اسعد حضرت کی تیسری اہلیہ محترمہ کے بیٹے اظہر سے ہیں جبکہ باقی سب اولاد حضرت کی چھٹی اہلیہ محترمہ زہرا کے بیٹے اظہر سے ہے۔

آج بوقت تزیین چوراغ محمد، مولانا محمد سعید مدنی دامت برکاتہم عتیقہ، علماء ہند کے صدر اور بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں، دارالعلوم دیوبند کی ترقی ان کی مرہونِ منت ہے مولانا محمد ارشد مدنی دارالعلوم دیوبند میں استاذ حدیث ہیں، مولانا محمد اسجد مدنی نانظم دستہ جمعیت علماء ہند میں۔

عزیز و سخاوتور اللہ مرقدہ! آج سے تقریباً دو سال پہلے حاصل! اللہ ہو چکی ہیں جن کی اولاد بفضلہ تعالیٰ موجود ہے، باقی سب عاجز و ایاں سلامت ہیں، والدہ محترمہ قہر حیات ہیں اور شریعتی جگہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ اسے سدا بہار اور گلستان بے خزاں رکھے۔ آمین

(ف) آج (۱۳۱۵ھ / ۱۹۹۳ء) اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت مدنی رحمت اللہ علیہ کے اہلاب صوفی مدظلہ زلی ہیں۔

مولانا محمد اسجد مدنی	انکاد	حافظ محمد اسجد، حافظ محمد اسجد، حافظ محمد اسجد، حافظ محمد اسجد، حافظ محمد اسجد
مولانا محمد ارشد مدنی	انکاد	حافظ اللہ، حافظ اذہر، حافظ حسین احمد، حافظ حبیب اللہ، حافظ محسن۔
مولانا محمد اسجد	انکاد	حافظ سید حسن
عزیز مدیحانہ نور اللہ قہر با	انکاد	احمد، حافظ قاری اعلیٰ، حافظ اشہد
عزیزہ عمرانہ زبیدہ محمد	انکاد	تقدی حاجی مفتی محمد سلمان، حافظ سید محمد حسان
عزیزہ صفوانہ زبیدہ محمد	انکاد	حافظ محمد عدالت، حافظ محمد عمار، محمد اسجد، محمد بشیر، و سلمہم اللہ تعالیٰ

حضرت کا حلیہ اسول اللہ اور زمانہ قدس (دعوتِ ہدایت) ہاڑھیں کٹاؤں پیرہ، بھری ہوئی سیاہ واڑھی و حضرت عذاب استعمال فرمایا کرتے تھے تاکہ مجاہدوں کی طرت جوان معلوم ہوں، آزادی کے بعد محمد ڈر دیا تھا، کشادہ اور نورانی پیشانی پر سبوں کے نشانات روشن آئیں، گنگو کا انداز سچا ہوا، ہاتھوں کو بوجہ مخالفت بھی متاثر ہونے بغیر نہ سبے لٹے تو اس میں جمہوریت کے کڑے تھے، اللہ تعالیٰ انھیں ایسے کریمے سے نوازے، ڈھلے ہوں، چال میں شیروں کی سی بے خوفی لیکن دل میں براہ راست زیادہ افسردہ ایسا بجا ہاند انداز چھہ دیکھ کر جوان بھی گھبرائیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت سے دینی، علمی اور روحانی طور پر مظاہر جو نقصان پہنچا اس کا
 علامہ تو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل شعر میں یوں ہے۔۔۔
 آج تو قاسم و اعداد سب ہی مرتے ہیں
 اسیں کاؤ کر گیا کہ برباد ہوئے تم یا ہم
 مگر پھر بھی چند حضرات کے تاثرات مدنیہ ناظرین ہیں۔۔۔

① مرشد العلماء حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے ارشاد فرمایا۔۔۔
 ”جب ہم نے اس دی مجاہد کو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو جہاں سطح مدنی کے قدم
 تھے وہاں اپنا سر بڑا دیکھا“

② امام الاویا حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نور اللہ مرقدہ کا خراج عقیدت
 حضرت مدنی کی رحلت پر مرکز حقہ شیرانوارہ میں علماء کرام اور دوسرے مسلمانوں کا ایک
 عظیم تعزیتی جلسہ ہوا جس میں مقررین حضرات نے اپنے اپنے تاثرات غم و اندوہ کا اظہار فرمایا
 حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنے اسکی جملہ عقیدت کو پھر بیان فرمایا جو آپ
 کئی مرتبہ منبر پر بیان فرما چکے تھے، آپ نے فرمایا کہ۔۔۔

”میں نے ہمدرد ہار جن کی زیارت کی ہے، مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ کو بیعت
 عطا فرمایا ہے کہ میں اہل اللہ کو پہچان لیتا ہوں، حرم کعبہ شریف میں ہر وقت کئی
 اولیاء کرام کا اجتماع رہتا ہے میں نے جب اپنی روحانی نظر سے دیکھا تو کسی کو بھی
 حضرت مدنیؒ کا ہم پلہ نہ پایا ان کی رحلت سے اسلامی دنیا کو عظیم علمی اور روحانی
 نقصان پہنچا۔۔۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ میں نہ تو حضرت مدنیؒ کا شاگرد ہوں نہ

مردہ جوں جو کہتا ہوں یہ حقیقت ہے ۴

(۳) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب جرنیکی نور انور محمدؒ نے فرمایا کہ وہم کعبہ میں ہر وقت تقسیم کیا
تین سو ساٹھ اولیاء کرام کا مجمع رہتا ہے۔ (دارالعلوم دیوبند الاصحاح نمبر ۱۳۳)

(۴) دارالعلوم دیوبند کے بہتر مولانا قاری محمد سلیم صاحب نے ایک طویل تعزیتی بیان میں فرمایا۔
حضرت مجدد کی وفات اس صدی کا سب سے بڑا الناک واقعہ اور ایک عظیم علمی نقصان ہے جس
کی تلافی بقا ہر اسباب مشکل ہے ایسی جامع ہستیاں دیر سے جلتی ہیں اور جب ساٹھ جاتی ہیں تو ان کی
جگہ کسی قدرت تک خالی رہتی ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیکھو پڑھا

حضرت مجدد کی سستی ہمزور روزگاہ سستی، عزم و شجاعت، ہمت مروا، اٹل ارادہ، علم و بصیرت اور
ایمان و فراست کا ایک متحرک پیکر تھی، آپ نے آج کے لادینی اور مادی دور میں جن دینی مصلحتی اور
علمی اصولوں کا دائرہ خواص و عام کے لیے وسیع کیا اور انسانیت کی جن قدروں کو اجاگر کیا دنیا
ان پر ہمیشہ فخر کرے گی۔

حضرت مجدد کا فیضان نہ صرف ہندوستان کی چہار دیواری تک محدود رہا بلکہ عرب و عجم میں
بھی پھیلا، آپ نے دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم سے فراغت پا کر حرم نبوی میں درس قرآن وحدیث
تدریس علوم و فنون کا آغاز فرمایا اور دس بار ہجرتیں اس سرچشمہ علوم نبوت میں بیٹھ کر علوم نبوی کی خدمت
کی خدمت کی جس سے عرب و عجم کے لوگ سیراب ہوئے اور آپ کے تلامذہ و شاگردوں کو ایک سے لے کر
بہتر عالمین ترکی تک پہنچے اور آخر کار عمر کے آخری حصے میں ۳۴ برس کامل دارالعلوم دیوبند کی صدارت اور
تدریس پر فائز رہے، مشرق و مغرب کے لوگوں کو علوم کے آپ حیات سے سیراب فرمایا۔ (المیجرہ شیح الاسلام)
(۵) عالم اسلامی کے ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے اپنے ایک طویل تعزیتی
بیان کے آخر میں ارشاد فرمایا۔

مولانا کی وفات سے علم و سیاست کی بزم میں جو جگہ خالی ہوئی ہے اس کا احساس کرنے والے اور اس
خلا کو محسوس کرنے والے بہت ہیں، لیکن اخلاق و انسانیت کی صفت اولین اور شہ نشین میں جو جگہ خالی
ہوئی ہے اس کا احساس کرنے والے شاید کم ہیں، شاید اس لیے کہ انسانیت کو کوئی ایسا عرب نہیں

سمجھا جاتا کہ کسی بزرگ یا عالم کو اس معیار سے جانچا جائے اور کسی مردِ کامل کے اُٹھ جانے سے کوئی
علاج کس کیا جائے مگر میرے نزدیک آدمیت کے اس قحط اور انسانیت اور انحطاطِ عام کے دور میں
مولانا مدنی کا مادہ وفات ایک بڑا اعلیٰ شمارہ اور انسانی مادہ ہے۔
ایک صلح رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے
دہرائے چسپرائے (۱۷)

⑤ امیرِ مسلمین حضرت امیرِ موحّد مولانا محمد یوسف صاحب، نور اللہ قادری قدس سرہ نے جامع انسانیت کے لیے
علاؤ اللہ علیہ کے عنوان سے اپنے طویل تعزیتی بیان میں فرمایا،

حضرة شیخ العربیہ و عجمیہ الجہاد الاظمہ غیبہ الحجۃ والجهاد متبع التتۃ
حاصل لہ، اعلیٰ امام العلماء محدث زمانہ ہقیقہ اہل عصر، ازہدنی، المذنب
الراغب فی الاخرۃ کثیر الاجہاد کثیر السخارہ قلیل التکلف مولانا الشیخ حسین احمد مدنی
رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً واعطاء من اعلیٰ درجات ایتۃ ویلقاہ یضلع الیہ و
ہو یضلع الیہ (امین) کی ذات گرامی اُن نفوسِ قدسیہ میں سے تھی جن کے احتمال کے صدمہ
میں اس وقت آہستہ کے حساس اور شعور والے دروند انسان مبتلا ہیں اور جو حقیقت میں ایک عالم
دہان کے عالم کی صوبہ کے مترادف ہے، اُن کی ذات گرامی کے بارے میں جو کچھ بھی ذکر کیا جائے
گا وہی ہوگا جو انکھوں نے دیکھا یا کانوں نے سنا۔ اصل دولت انسان کا اندرون میں ہوتی ہے
جہاں تک انسانوں کی رسائی مشکل ہوتی اور کوشش اس سے بالکل ہی محروم رہتے ہیں کیفیت اور جذبات
اور انزوات اس عالم میں انسان کے اندر ضمیر ہوتے ہیں لگے عالم میں ظاہر کیے جاتے ہیں، اب
خداوند قدوس بل بندہ ہی جانے کہ انہوں نے اس مبارک ہستی میں کیا کچھ لپٹے لیے بے پایاں جذبات و
کیفیات بھری تھیں جن کے تقاضوں پر انہوں نے اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو انتہائی نکالیت اپنی جان پر
کرتے ہوئے اپنی باطنی انتہائی ترقیات کے ساتھ ہر طرح کے باطل کے اس عالم سے بیٹ جانے اور حق کے
ہر پہلو کی حیات اور سرسبز اور قدرت پذیر ہو جانے کی غنیمت سہم کا ملہ کرتے ہوئے اپنی آخری اوقات کو
تصویریں داسے والی نہایت ادگریہ و زاری والی دعاؤں میں منہمک ہوتے ہوئے اپنی ہاں جان کے
محبوب و مہربانی مالک کے سپرد کر دی۔ واللہ وانا الیہ راجعون۔

⑥ حکیم الامت حضرت تھانوی کے غلیظ ارشاد حضرت مولانا خیر محمد ہانڈوی نور اللہ پور مدظلہ نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا۔

سلف میں دو قسم کے بزرگ ہیں ایک علومِ فطریہ میں ماہر اور اہل کمال اور دوسرے وہ جو علومِ حق میں انتہائی مقام کو پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت مدنی ان کا بزرگوں میں تھے جو ظاہر و باطن دونوں کے جامع تھے اور صحیح معنوں میں شیخ الاسلام تھے اور ان کو حضرت مولانا محمد قاسم نے تواضع و انکساری سے مولانا رشید احمد گنگوہی سے استقلال اور استقامت اور شہ میں ملی تھی۔

⑦ مولانا محمد اسعد دانشہ شہید نے مایہ مقامِ علوم سہانہ پور نور اللہ مرقدہ نے اپنے ایک طویل تعزیتی بیان میں ارشاد فرمایا۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے وصال پر مرنے والے نہیں بلکہ علوم بھی گریاں ہیں انہوں نے کمر بستہ میں ان کو خراجِ محبت و ارادت پیش کیا جارا ہے، جن افراد کو حضرت سے سیاسی اختلافات تھے وہ بھی حضرت کے تقدس اور تعظیم کی بناء پر محزون و غمگین ہیں، علم و زبان اور زبان و علم سے ان کی مختلف ممالک کے تڑکے ہو رہے ہیں اور لکھنے والے ان کی زندگی کے کسی نہ کسی شعبہ پر دل کی آہ بھری اور روح کی بیہائیموں سے عقیدت مندانہ جذبات کا اظہار کر رہے ہیں اور ان کے لیے یہ جذباتِ محبت ہر طبقہ اور مکتب خیال سے ہے، عوام سے لے کر خواص تک، غمخواروں سے لے کر بزرگوں تک، گلوں سے لے کر شاہوں تک، ان پڑھوں سے لے کر علوم کے ماہرین تک اس سلسلے میں شامل ہیں اور سب بڑھ کر قابلِ اہمیت بات یہ ہے کہ ان قابلِ قدر جذبات کا ان قبولِ ترین بندگانی خدا کی جانب سے زیادہ اظہار ہوا ہے جو خود فطریہ اور طریقت کے آفتاب و شہاب ہیں اور اس سے حضرت کی تبریست کا اندازہ باسانی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ وہ اس عالم میں آج نہیں ہیں لیکن آج بھی کہنے ہی گمانہ اور تلامیذ تلامذہ اللہ کے عالمی فیضانِ ربانی کی شکل میں موجود ہیں جن کا ہمیں کسی تقد کے بغیر پچاس ہزار سے کم کا اندازہ نہیں کر سکتا، جہاں تک مجھے علم سے حضرت کے خلفاء مجازین کی تعداد اور تعداد کو قریب اور حضرت اپنے جانشینوں کی فیض و برکات کی ایک باقی بھنے والی ایک تابندہ کائنات جھڑکنے سے ہرگز نیر و آں کہ دلش زندہ شد بے شوق ثبت است بر حصہ عالم دوام ما

رحمۃ اللہ علیہ ورحمۃ واسعۃ (الہدیۃ الی قاضی)

⑧ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف مدنی نے بعنوان "دینِ مسلم دینِ مدد و معاونتہ الاما و ذمہ برائی"

لکھے تھیں۔ یہاں میں فرمایا۔

جس وقت کہ بڑے بڑے محقق اور اہل کمال حضرات حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کو اپنی خصوصیات و کمالات میں آہدہ من آیہ اللہ اور ختجۃ اللہ علی الخلق سمجھتے تھے میری بساط ہی کیا ہے کہ کہہ جا سکے، بہر حال اتنا کہہ سکتا ہوں کہ دلا معلوم دیوبند کی مسند صدارت پر تقریباً ایک صدی سے جس قدر سبقت ملدین محدث طوہ افرودتے تھے حضرت مولانا علیہ الرحمۃ اس کی آخری شخصیت تھے اکابر دیوبند کے قافلے کے آخری مسافر تھے۔ محمد نیا سے بلکہ ہے انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کا وجود ہندوستان کے اہل علم اور اہل اسلام کے لیے عالم اسباب میں آخری سہارا تھا۔ خواب میں رہا حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو حضرت شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ اسماعیل شہید جیسے غلت جھول گئے، اگر حضرت مولانا کو قائم گئے تو حضرت نگوہی اور حضرت شیخ احمد جیسی ہستیاں جگہ پر کھلنے کے لیے زندہ تھیں، حضرت شیخ انیس نے تو حضرت تھانوی، حضرت مدنی، حضرت مولانا نور شاہ، حضرت مولانا اسماعیل احمد صاحب ایسے حضرات جانشین موجود تھے لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایسی حالت میں آنت کو چھوڑ گئے کہ ان کے کمالات کسی ایک کمال میں ان کا کسی دور میں جانشین نظر نہیں آتا، وہی وہ تہیز ہے جو اہل اسلام کے لیے میرا زما ملتا ہے۔ سید بن عبید بن جریج نے کہا کہ جب شہید کیا تو خواب میں مجاہد کو کسی نے دیکھا تھا کہ برقیہ کے قتل کے عوض لکھنؤ میں قتل کیا گیا، لیکن سید بن عبید بن جریج کے قتل پہ مجھے شرم ترہ قتل کیا گیا، امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ ہماری لے تو صلہ کو بھی قتل کیا تھا اور سید بن عبید بن جریج تو امی تھا، یعنی اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ لکھنؤ میں مجاہد نے سید بن عبید بن جریج کو ایسے قتل کیا کہ روئے زمین پر ایسا کوئی نہ تھا تو سید بن جریج کے علم کا فتاح ہو۔ درحقیقت ہندوستان کے مسلمان اور اہل علم، معاونتہ و مدد سے والے آج تہیم ہو گئے۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہم اعصر لہما اللہم ارحمہ رحمة واسعة یرحمہ الذمہ جلتہ (امین)۔ (المحیۃ دینی، صفحہ ۱۰۰)

⑨ مشہور و عالی ہذا حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی کے آستانِ گدگی میں خواجہ حسن نظامی

کے غلت صدق خواجہ حسن نظامی ثانی نے ایک طویل تعزیتی بیان میں فرمایا ہے۔

حضرت مدنی نے ایک نہیں کئی نسلوں کی براہ راست تربیت فرمائی اور ایسے جانشین بھی
 چھوڑ گئے جنہوں نے ان کے کام کو جلدی رکھا، ان کے چراغ سے بیٹھا چراغ بجے ہیں خود مجھے بھی
 یہ نظر ہے کہ ان کے شاگردوں کا شمار ہوں اور میرے مغانذ ان کا اٹھ کے خاندان سے خصوصی تعلق رہا
 ہے، والدی و مرشدی حضرت خواجہ حسن نظامی حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کے خواجہ تاش جتے یعنی دونوں
 نے حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ کا فیض پایا تھا اور تعلیم کے لئے میں حضرت مدنی کے یہاں صاحب سے
 خواجہ صاحب کی ایسی دوستی تھی کہ مدینہ منورہ میں ہفت عویں شعبان میں آئی تو خواجہ صاحب نے
 شہد بیدری کے لیے ان ہی کے گھر کا انتخاب کیا تھا۔ (رحمات و کرامت ص ۱۵۷)

⑤ علامہ مہمل آفا شورش کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا تعزیتی اور یہ ہے۔

اس تعزیتی نثر سے اسلامی دنیا کے تقدا فرادہ شہد سبج تعلق کا شکلا ہونے میں کریشیا
 کی سب سے بڑی دینی درگاہ کے زمین بجا مدرسہ شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد مدنی ۵ دسمبر کو ۱۹۵۱ء
 ۳۵ منٹ پر دروہند میں اس جہاں غانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
 ان کا سن شباب تھا کہ حضرت شیخ الہند مولانا گھوٹن رحمۃ اللہ علیہ سے تلمذ اختیار کیا اور دینی و
 سیاست میں انہی کی سیادت قبول فرمائی۔ پھر ان سے پہلے ہجرت کے مدینہ منورہ پہنچے گئے مدینہ منورہ
 کے مدینے بیٹھ کر حدیث شریف کا درس پڑھا اور پڑھایا، وہیں پہلی جنگ عظیم کے زمانے میں انگریزوں
 نے نرشد و مریدوں کو گرفتار کر لیا اور مالٹکے جزیرہ میں نظر بند رکھا، وہاں پہلے پانچ سال مظالم و ایسے
 گئے ان کا ذکر یہاں بیگانہ ہے کیونکہ معمول سے کھینے والوں کو جہد ہے والوں کی کہانی سنانا بھلے خود
 جہول کی امانت کرتا ہے۔

دہائی کے ہندوستان پہنچا اور تحریک خلافت میں شریک ہو گئے پھر سب تک انگریز اس
 پر مضبوط نگل نہیں گئے آپ نے کسی مضبوطی بھی اپنے بڑے چاہے کو ٹھکنے نہیں دیا شب و روز گنتے رہے۔
 آپ نے بھی کسی کی دل زندی نہیں کی، کسی کے خلاف کلام امانت نہیں کہا، اختلاف فکر و فکر کے
 باوجود شخص کی عزت کی دین کو دین کی سطح پر رکھا اور بار بار دہلی نہیں آیا۔ غیرت اور عزت دو ایسے
 وصف تھے جو آپ کے فون میں دوڑتے تھے۔

حضرت تقویٰ کی اس منزل میں تھے کہ مولانا ایس دہلی رہائی جماعت تبلیغ نے سیاست کی

گرم ہواؤں کے دنوں میں کہا تھا کہ آپ یا شاہو کہ کہتے ہیں وہ میری کہیں نہیں آتا اگر سہم میں آسکتا تو
 میں آپ کے ہمراہ وہاں ہوتا، مگر اللہ کے نزدیک آپ کا ہونا میرے میں اس سے کما حقہ واقع ہوں،
 اس لیے آپ کی مخالفت کہ کے منہم کی آگ نہیں سینا ہوتا؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ رشتہ ہندوستان میں ہوتے تو آج بھارت کہہ م
 آپ کے غم میں سرنگوں ہوتے لیکن آپ اس ملک میں ایشی تھے۔ رشتہ چنانچہ ہندوستان ۱۹۵۰ء

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد علی کے بزرگزیدہ نام کے
 ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ قلب پر حبیب عالم کہ دریا ہے فلک کی

موت نہ لاطوں بخت بھرتے دنوں کو ظم دنوں کا مسکن بنا دیا ہے نہ جانے کتنی، انھیں آج آئی آنسوؤں
 کی تلوار کا ہول کی جن میں ہاتھائی غلوں وگذا شامل ہے۔

جب آزادی کا حکم ہوا تھا، تب دین کا ایک بوجھ تھا، عزم و استقلال کا ہمالہ، علم و اگسٹ کا ایک
 سزا بھار گستا، محدود کم کا اگر گبر لہ، علم و عمل کے نائن کا آفتاب آج مجاہدات کا ہری کی محفل سے
 اٹھ کر عالم باطن کی خلوت میں موجود ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سید حسین احمد ہاں وہ مرد عظیم، انسانیت کے آء و عرفان و ایقان کا جمل شہریت کا وہی طریقت
 کا شہداء سو خانقاہ میں شہید النبی سے سزا گماز میں ملک میں برات و حجت کا کوہ گراں وہ طیب
 غمور نشان جس نے غمور ہندوستانوں کے سینوں میں ہندو آزادی کی چنگاری روشن کی۔

ریشی رحال کی حکیم جبار، مولانا جنگ حکیم میں برطانیہ کی شدید مخالفت، ماشا اللہ آزادی ہو یا کراچی کی
 قید و محرم بغت ہو یا جدوجہد آزادی، ایک ماری کی سٹیج گری ہو یا شراب خانوں کا احتساب،
 لغو انقلاب ہو یا نظریہ تقسیم کا دیوانہ امرولا، غرض ہندوستان کی کتاب آزادی کا ایک ایک ورق
 حضرت مولانا کے انوار، اشار و گمراہی سے تابناک ہے۔

ایک طرف جہد و عمل کا، دوسرا میدان دوسری طرف مسند عظیم و عرفان سے علوم و فنون کی گہوینیاں اور
 گل باریاں، سب سے کہاں وہ میں ے امتیاز خاص حضرت کی ذہنیت کا شہکار ہو گیا۔

شیخ الاسلام ہادی مثل حضور رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے وارث و شیوائی تھے شفقت و رحمتِ علم تو واضح و مفہوم کم، تجر و نووازش، ایثار و اخلاص اور خدمت و مدارات کے حسن و پاکیزگی نے حضرت رحمة اللہ علیہ کی شخصیت کو انتہائی دلآویز بنا دیا تھا۔

وہی عنایت کی شرح جاوہاں ہریم چشتیاں کا پرغ اہد فروغ، دون علوم و معارف کی خدمت و اشاعت سے روشن دلائل ذکر و شہادت الہی سے پر نور قیام امیل و فارسی انہار کی تفسیر جملہ دشنام طرازیوں اور کچھڑ اچھلتے والوں پر غنوکرم کے بچول برساتے والا، بدخواہوں کا سچا ڈھا گڈارا، ہاں حسین احمد پٹنے ہادی برحق کے نقش قدم کا دیوانہ، رزقاً ہمیشہم کے جمال و نشین کا پرتو، جس کی زندگی تھی۔

طراقت بجز خدمتِ خلق نیست بہ سبوح و سجادہ و رتی نیست
 کروڑوں ہندوستانیوں اور بے شمار دوسرے ملکوں میں رہنے والے عقیدت مندوں کے غمزدہ
 گلوب کی تسلی کے لیے حضرت رحمة اللہ علیہ کی پاک روح عالم باقی کے جھروکوں سے اشارہ کر رہی ہے۔
 الا بدکو للہ تطہین، بملوب

حضرت شیخ الاسلام کی وفات کی اطلاع یہاں بھیجی جا کر رہے،
 ۱۲ ریڈیو سعودی عرب جزدہ | پنجشنبہ ۱۳ جمادی الاول کو خیر ہندوستان اور پاکستان کے
 ریڈیو نے نشر کی، سعودی عرب ریڈیو کی اردو نشریات کا پروگرام نکتوی کہ کے مندرجہ ذیل تعزیتی تقریر
 نشر کی گئی۔

حضرت مدنی جمعیتہ علماء ہند کے صدر دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور سجادہ حریت کے اڑھین
 سہ سالوں میں تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت، ترویجِ سنت اور امدادِ نبوی کی
 جدلیں میں گزار دی، وہ ہند گولڈ کے بزرگ، استادوں کے استاد، بڑے مہرشدین کا ملین کے
 مہرشد اور ہتیسے سلم بیٹوں کے مرقی اور استاد تھے، ان کے نقشِ حیات کا ایک ایک منوہ عظمت کی
 بدگاہ ہے، نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ برما، انڈونیشیا، افغانستان، مشرقی و جنوب مشرقی افریقہ میں ان
 کے شاگرد ہزاروں کی تعداد میں پہلے جوئے ہیں، وہ قوت و عزیمت کے کوہِ گل تھے، چلنے سے موتھند سے
 بال برابر ہی ہنسا گناہ سمجھتے تھے، ان کی شخصیت ایک بہشت، پہل گینتہ کے مانند تھی۔ اگر ایک طرف
 گاندھی جی، ہوتی لال نہرو اور دوسرے ہندوستانی لیڈروں کے قلم و قہر داں تھے، ان سے مشورہ لیتے

تھے اور ان کے تعاون پر اعتماد و فخر کرتے تھے تو دوسری طرف وہ عظیم ترین روحانی مرتبہ اور شیخ کامل تھے ایک خدا رسیدہ بندے کی صلاح یہی ہے کہ وہ دنوں کی مدد خوالے سے متاثر ہو نہ ان کے سبب شرم سے اگر دنیا اس کے قدموں میں آجائے اس کے احساسِ بندگی و بے مائیگی پر غرور کی ہر جھانپ نہ پڑے اور اگر ساری دنیا اس سے منہ موڑے تو اللہ کی محبت و نصرت میں نمود کو نہ ہادوسوس نہ کہے بلکہ لوگ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی واقفیت رکھتے ہیں وہ گواہی دیں گے کہ حضرت ان اوصاف کے بہترین حامل تھے۔

شیخ الاسلام کا لقب حضرت پر حقیقی معنوں میں صادق آتا ہے، حق بات تو یہ ہے جسکے کہنے میں ہم کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے ہیں کہ حضرت مدنی اس وقت دنیا سے اسلام کے سبب بڑھے دینی و دوزخانی بزرگ تھے، سنت نبوی کو اگر کوئی زندہ شکل میں دیکھنا چاہتا تو حضرت کی زورمانہ رفتار و گفتار کا جائزہ لے لیتا، چند دن آپ کی صحبت میں گزارتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ کلف صحابین کا اتنا زنجیرت و برعاست اور طریق بود و باش کیسا تھا۔

آج تمام مسلمانوں کے لیے یومِ احزان ہے اور ہر گھر کو تعزیت کا سہمی ہے، حق تعالیٰ حضرت کے وصیات و نذر فرمائے اور ان سے راضی ہو۔ (ملاحظہ)

افغانستان میں حضرت مدنی کی وفات پر کابل کی

(۱۴) افغانستان میں حضرت کو خراجِ عقیدت | جامع مسجد میں ایک تیز رفتاری جلسہ ہوا جس میں افغانستان کے علامہ کرام کے علاوہ جناب امیر خان گرامی پریس اٹارنی دولت خداداد افغانستان نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ حضرت مدنی کی شخصیت گرامی نہ صرف ہند میں ممتاز تھی بلکہ آپ کو افغانستان میں خاص طور اور دوسرے اسلامی ملکوں میں عام طور پر قدر و منزلت اعلیٰ و محبت کے بہترین مقام حاصل تھے۔ افغانستان جو ایک اسلامی اجدادیندار ملک ہے اس کے علوم دینی کے پروانے جہاں مصر کے ہامڈانہ میں حصولِ علم کیلئے جلتے رہے ہیں وہاں وہ ہند میں اور خاص طور پر دارالعلوم دیوبند میں کافی تعداد میں آئے۔ اسے میں نے حضرت مولانا مفتی کے قیوم و رکات سے علمِ مقدس کی بے بہا کھتیں افغانستان لے آئے ہیں جن کی یاد اور افغانستان میں اس وقت تک تازہ اور پائیدار ہے جب تک یہ دنیا قائم ہے۔ افغانستان کے علامہ کرام بھارتیہ و مولانا مدنی صاحب کی کئی شخصیت کے نہ صرف خاص ہیں بلکہ وہ ہر مسئلہ میں ان کے مددگار بھی ہیں، حضرت مولانا مدنی

ایسا دل تھا جو خدا کی مخلوق کی خدمت کے لیے توڑ پھوس سے زیادہ نرم رہتا ہے لیکن حق و باطل کے معرکہ میں فولاد سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

ہو جو حلقہ یاراں تو بریشم کی طسوج نرم

وزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے سوسن

جہاد و آزادی کے اس برگزیدہ ترین راہنما نے صرف یہ کہ اپنی تہذیب و جہاد میں نہیں جانا بلکہ اس کی پرچائیوں سے بھی ذوق ہے۔ بے شک وہ اول درجہ کے سنی مکتبہ کی کسی کا دل نہیں کھلتے تھے، کوئی تیری اور نازیبا بات کہی ان کی زبان سے نہیں نکلی، انہوں نے براہ راست والوں کی سخاؤں سے درگزر فرمایا۔ اس کا رخا رنگ و بونہ کے کام تو ہر حال میں چلتے ہی رہیں گے مگر اس مرد مجاہد اور عابد و زاہد کی جدائی سے اس پر سردی پائی اور پڑھو گی چھائی ہے وودرت ہو سکے گی۔ راجہ دہلی شیخ لکھنوی اکابر علیہ السلام اور صوفیائے عظام کی آراء اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لیے مستقل تالیفات کی ضرورت ہے، ہم فی الحال ان ہی آراء پر اکتفا کرتے ہیں۔

عمائدین حکومت کے بیخانات

ڈاکٹر راجندر پرشاد صدر جمہوریہ ہند | چھ برس بعد افسوس ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند و صدر جمیہ اللہ ہند وفات پا گئے۔ ان کی ایک بہت بڑی شخصیت تھی، وہ ایک عالم دین اور بزرگ تھے اور ہندوستان کی جنگ آزادی کے بہت بڑے مجاہد۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ پُر نہ ہو سکے گا۔ میں غمزدہ خانانہ ان سے اور دیوبند کے بڑے تعلیمی ادارے سے بڑے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔

مسٹر جو اہر لال مہرو وزیر اعظم ہندوستان | مجھے مولانا سید حسین احمد مدنی کی وفات کی اطلاع سن کر شدید صدمہ پہنچا، ان کی موت ایک محبت وطن کی موت ہے، انہوں نے ہندوستان کی جنگ آزادی میں قائدانہ انداز میں حصہ لیا، میں اس

منظوم ہدیہ عقیقت و اظہار اندوہ و غم

حضرت مدنیؒ کی رحلت پر جس طرح عالم اسلامی نے اپنے رنج و غم کا اظہار تعزیتی لہجوں، تعزیتی بیانیوں میں کیا اسی طرح کئی زبانوں میں اہل ہند حضرات نے مرثیے، مگرز، نثائے اُردو و فارسی، عربی، گجراتی، بنگالی، پشتو زبان میں دردِ دلخیز مرثیے مرتب کیے گئے۔ جناب مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مفتی جامدہ اشرفی لاہوری، شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف تھوٹھی اور فاضل محمد بن الامان مدنی وغیرہم علماء کرام نے صحیح اور بیخ زبان لہجوں میں اظہارِ عقیقت فرمایا مگر اختصار کے پیش نظر یہاں صرف ایک جامع اور مختصر شعر شہداء و زبان میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

ہمیں چھوڑ کر آج ہاتھم گریاں وہ قلبِ زمان آہ وہ جانِ جاناں
چلو جا رہا ہے وہ جنتِ بدایاں فرشتوں کی صف میں خراماں خراماں

فلک پر ملک مریجا کہہ رہے ہیں

ہیں ہیں جو فرقت کا غم سہہ رہے ہیں

ادھر شاہِ دنیا و دیں، مسکرائے یادِ صبرِ جب سبیلِ اہلِ مسکرائے
سلفِ سامے زیرِ زمیں مسکرائے بہشتِ بریں کے مکیں مسکرائے

زمینِ دوری ہے فلک، منس رہا ہے

مسترف سے ہر اک ملک، منس رہا ہے

ادھر انبیاء کا چہرہ آرا ہے ادھر اویسا کا سلام آرا ہے
وہ رضواں پہنے انتظام آرا ہے کہ جنت میں وہ خوش خرام آرا ہے

کھڑے ہو گئے صف میں علمائِ جنت

نیارت کو آئی ہیں خوراںِ جنت

درِ غلہ و سوال کھولے کھڑا ہے ہشوق و ادب مریجا کہہ رہا ہے
فرشتوں کا رستہ میں ہر سو پہا ہے بڑے دھوم سے غیر مقدم پہا ہے

بہشتِ بریں کو بھسایا گیا ہے

درِ غلہ کو جنگایا گیا ہے

صدائے سلام علیکم، کہیں ہے کہیں دعوتِ قائمہ خَلْقِ خَالِدِ دُیْنِ ہے
 چلے آئیے، آپ گھر پہنچیں ہے یہی آج آوازِ خُسلوہ بریں ہے
 وہ دیکھو شہیدوں کی صفِ آری ہے
 ملاقات کو سر پہنک آ رہی ہے
 رشید اور امداد کا دل ہو خوش ہوئے اس سے مل کر سبھی اولیاءِ خوش
 اسے دیکھ کر ہو گئے انبیاِ خوش غلے وہ رانی ہے اُس سے خدا خوش
 پیار اس کو زورِ نبی کر رہی ہے
 محبت کی ہر سمت جیلوہ کر رہی ہے
 پئے خیرِ قدم بہت سے ہیں عالم بڑے ایک جانب سے محسوس و دو حاتم
 ملے ترمذی اور بخاری و مسلم قدم بوس آ کر ہوئی روحِ حاتم
 ہجومِ خلائق سے بہرِ زیارت
 نہیں اُس کو جنت میں بھی آج نصرت



۲۲ مولانا قاری فخر الدین صاحب، گکیم

حضرت مدنی کی تصانیف

اگرچہ آپ کے بڑا دنوں شمار و چینی بھرتی ایسی تصانیف میں جن کا علمی فیض جاری رہا ہے گا، مگر پھر بھی کسی طرز پر آپ کی تصانیف بہت کم ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی ساری عمر میں دو تدریسیں، جہاد آزادی کے لیے جدوجہد میں گزری، تصنیف اور تالیف کے لیے جس دیکھی گئی ضرورت تھی وہ آپ کو صرف مان اور ہندوستان کے جیل خانوں میں بسر آئی تھی۔ اس لیے مان میں طبع کی خدمت کے ساتھ ساتھ ترجمہ القرآن میں آپ کے علمی ثمر سے شامل میں مگر تالیف کی مستقل ترقی کے لیے البتہ اسیران سفر نامہ آپ کا ترجمہ ایک جامع اور قیمتی دستاویز ہے اس کی طرح نقل حیات ۱۹۲۲ء کے زمانہ اسارت میں اسیران سفر نامہ کے شہید اسیران پر مرتب فرمائی جو نہ صرف علمی بلکہ سیاسی طور پر ایک پیش بہا خزانہ ہے، آپ کی چند تصانیف حوالہ ذیل ہیں۔

۱۔ اسیران سفر نامہ نقل حیات ۲ جلد ۲۱ کتاب کا مجموعہ ۳ جلد ۲۱ جلد نقل حیات کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں (یک سالہ) ۲۔ سوری دستور کی قیمت مدخل و حقیقت ۳۔ شباب المدینہ (رد مقتدر پر طوبی) ۴۔ نزول امام مہدی علیہ السلام (جو سماں طبع نہ ہو سکا) ۵۔ مختصر توحینیت ۶۔ فارسی کا فلسفہ ۷۔ ایمان و عمل۔

تمذی شریفیت کی تقریر آپ کے شاگردان اسادت نے اردو زبان میں شائع فرمائی، ہندوستان میں مولانا عزیز احمد قاسمی صاحب نے اور پاکستان میں شیخ اکبر علی صاحب نے نواز شہر مدنی باقی دلائل صحیح جاننا کول نکلنے نے خانقہ السنن کے نام سے کئی جلدوں میں شائع فرمائی جس کی جلد اول طبع ہو چکی ہے باقی جلدیں طبع ہوں گی۔ انشاء اللہ بخاری شریف کی تقریر پر فریب لانا نصرت اللہ علمی ناستاذ سرپرست دارالعلوم دیوبند جلد اول طبع ہو چکی ہے۔

مولانا محمد رفیع صاحب نے حضرت اقدس رضوی مدظلہ العالی کی تصانیف کو عربی میں تقریر فرمائی، بخاری شریف کے سال ۱۳۵۱ھ میں نکلی تھی جو کہ غیر طبع ہے۔

حضرت مدنیؒ کے نامور تلامذہ کی

اجمالی فہرست

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے تقریباً بیچاس سال تدریس علوم خصوصاً سیرت میں علم حدیث سے طلباء کرام کو اپنے فرائض و برکات سے نوازا ہے جن کی مسرت تعداد تو اس لیے نامعلوم ہے کہ آپ کے شاگردوں کا حلقہ مدنیوں سے باہر چینی ترکستان، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید، افریقہ وغیرا تک وسیع ہے اور ان سے آج تک کوئی باقاعدہ رابطہ قائم نہ ہو سکا تاہم یہ بات تو یقینی ہے کہ ۵۰ ہزار کے لگ بھگ ہوں گے۔ ہم یہاں صرف بعض ان حضرات کا ذکر کرتے ہیں جو اپنی جگہ ایک دوارہ، ایک دارالعلوم، ایک انجمن کا تمام رکھتے ہیں اور بقول محدث کبیر حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ ہندوپاک میں جس قدر دینی مدارس ہیں سب میں حضرت مدنیؒ کے بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد کام کر رہے ہیں۔

ہندوستان

- (۱) مولانا سید محمد اسعد مدنی صاحب دامت برکاتہم صدر جمعیتہ علماء ہند
- (۲) مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب نعت اصدق حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ
- (۳) مولانا مغرب الرحمن صاحب عالی، مہتمم دارالعلوم دیوبند
- (۴) مولانا سید منت اللہ و عثمانی مرحوم امیر شریعت صوبہ بہار
- (۵) مولانا قاضی سجاد حسین مدرس مدرسہ عالیہ قتیوری، دہلی
- (۶) مولانا معراج الحق صاحب مرحوم سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند
- (۷) مولانا بریلوی الہی سبیلی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کھنڈ

- (۸) مولانا زین العابدین سبحان دیرمئی
 (۹) مولانا رشید الدین صاحب مہتمم جامعہ قاسمیر شاہی مسجد مراد آباد
 (۱۰) مولانا محمد ابراہیم صاحب افریقی
 (۱۱) مولانا نیاز محمد ترکستانی
 (۱۲) مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صدر فقہی کونسل بہار
 (۱۳) مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث شاہی مسجد مراد آباد
 (۱۴) مولانا مسیح اللہ خان حلیقہ اجل حضرت تھانوی جلال آباد
 (۱۵) مولانا نعمت اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

سعودی عرب

- مدینہ منورہ میں قیام کے زمانہ میں آپ کے تلامذہ کی فہرست نایاب ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بہت سے تعلیم، تدریس، تفسیر اور انتظامی محکموں کے بڑے بڑے منجول پرفائز ہونے جن میں سے کچھ وفات پانچکے ہیں درجہ اللہ علیہم اجمعین اور کچھ حضرت کے وصال کے وقت زہر تھے ان میں سے۔
- (۱۶) مولانا عبدالحق گردی رکن مجلس کبریٰ
 (۱۷) مولانا احمد سامی نائب قاضی مدینہ منورہ
 (۱۸) محمد عبدالمجید صدر بلدیہ مدینہ منورہ۔ اور
 (۱۹) البرز اہل کی تحریک آزادی کے مشہور مجاہد شیخ محمد شہیر ابراہیمی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے کچھ (۲۰) شیخ الحرمین مولانا مجیب الرحمن صاحب المہتمم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری

پاکستان

- (۲۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ باقی درالعلوم حنائیر اکوڑہ خشک (بھن کے شاگردوں کی تعداد سال سے چھ ہزار ہے) آپ حضرت مدنی و کاشغری جیل تھے۔
 (۲۲) مولانا سلیم اللہ خان صاحب صدر و نائک المدارس و شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

- (۲۳) مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی سابق مفتی اعظم جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
- (۲۴) حضرت مولانا حمید القادری۔ ودیعا شکر کے امام اللہ علیہ حضرت مولانا امجد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ الصدوق تھے، اوائل عمری میں حضرت مدنی کے آستانہ پر ماضی کا شرف حاصل رہا، حضرت انیس امریکہ میں سے تھے جنہوں نے علمی معیاری حدود معانی امور میں اپنے کراچی قدم و الگ جاننا کا پورا حق ادا کیا، پاکستانی سیاست حق کے مدافعوں میں سے تھے، جن کا کہنا اور باطل سے ٹکر لینی اکابر سے ورثہ میں ملی تھی، اب گلوبل آیشیا میں ہیں۔
- (۲۵) حضرت مولانا جمید اتر صاحب، آپ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب آئری قدس سرہ العزیز کے خلیفہ الصدوق اور حضرت مدنی کے نامور تلامذہ میں سے ہیں، حضرت مفتی صاحب کی رحلت کے بعد جامعہ شریفیہ لاہور جیسے عظیم دارالعلوم کے مہتمم ہیں۔ (مدظلہم العالی)
- (۲۶) مولانا محمد ایوب جان، بنوری، مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور
- (۲۷) مولانا سید بادشاہ گل صاحب مرحوم بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ تنگ
- (۲۸) مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب ندوی سابق صدر المدینہ دارالعلوم تحانیہ اکوڑہ تنگ
- (۲۹) مولانا گو بادشاہ صاحب سابق امیر مجاہدین اسلام، صوبہ سرحد و رکن مجلس ماحولیات و معیشت ہند
- (۳۰) مولانا جنرل کریم صاحب بانی و مہتمم دارالعلوم مجاہدین کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان
- (۳۱) مولانا عبدالقدوس صاحب مرحوم سابق چیئرمین شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی و جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان
- (۳۲) مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم شیخ الحدیث مدظلہ رحمہ اللہ جس کے پسرے مولانا
- (۳۳) مولانا قاضی ظہیر حسین صاحب ایگزیکٹو خدام اہلسنت و مہتمم دارالعلوم انصار اسلام پکولہ پنجاب
- (۳۴) مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مہتمم و بانی دارالعلوم قیوم اسلام جہلم
- (۳۵) مولانا سید عابدیال صاحب مرحوم بانی جامعہ مذہبیہ کریم پارک لاہور
- (۳۶) مولانا فیاض الحق مرحوم سابق صدر مجلس جامعہ شریفیہ لاہور
- (۳۷) مولانا قاری محمد امین صاحب بانی و مہتمم دارالعلوم عثمانیہ راولپنڈی
- (۳۸) مولانا حافظ محمد امین صاحب مرحوم بانی و مہتمم مدرسہ اہلحدیث چک لہ در راولپنڈی

- (۳۹) مولانا عبدالحق صاحب (آف جلائیہ ضلع انک) شیخ الحدیث دارالعلوم کھڑکراجی)
- (۴۰) مولانا عرض محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم مطلع العلوم کوٹلہ (بلوچستان)
- (۴۱) مولانا احتشام الحق خاڑی مرحوم ہتھم دارالعلوم ٹنڈوالہریار سندھ
- (۴۲) مولانا سر فرزان صاحب صفحہ شیخ الحدیث نعتہ دارالعلوم گوجرانوالہ۔ آپ محدث اور مفسرین کے علاوہ مسلک اہل حق کے ترجمان ہیں۔
- (۴۳) مولانا محکم مونی عبدالحق صاحب سواتی۔ آپ حضرت مدنی کے شاگرد رشید دارالعلوم گوجرانوالہ کے ہتھم اور مفسر قرآن عزیز ہیں۔
- (۴۴) مولانا ابو سعید ادریش ڈیروی۔ آپ بھی حضرت مدنی کے شاگرد رشید اور صاحب تصانیف ہیں فقہ انکار حدیث کے دفاع پر آپ نے قابل قدر تحریری خدمات سر انجام دی ہیں۔ (رحمۃ اللہ علیہ)
- (۴۵) مولانا عبدالمصباح پشاوروی۔ آپ بھی حضرت مدنی کے فیضانہ ہیں علوم جدیدتہ بہرہ ور ہیں، کئی سال جامعہ الملک عبدالعزیز ہند (سعودی عرب) میں تعلیمی خدمات سر انجام دیتے رہے۔
- (۴۶) مولانا عبدالمیلیم چشتی صاحب شارح مرقاۃ
- (۴۷) مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث خیر الدلاس ملتان
- (۴۸) استاذ القراء مولانا فتح محمد صاحب مہاجر مدنی
- (۴۹) مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی مدنی شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال
- (۵۰) مولانا مفتی علی محمد صاحب ہتھم و شیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا ملتان
- (۵۱) مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری بانی تحریک تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان (ملتان)
- (۵۲) مولانا مفتی الزین سواتی۔ آپ حضرت مدنی کے ممتاز تلامذہ ہیں سے ہیں اور حدیث کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی، اب کل جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں شعبہ فقہ و قانون کے پروفیسر ہیں
- (۵۳) مولانا سید احمد شاہ بخاری۔ آپ حضرت مدنی کے کلمہ رشیدیہ سے فراغت کے بعد علمی اصلاحی اور تعلیمی بہت کام کے۔ دالہ ہندی کبیرہ کا قیام، دارالمتعلمین کا قیام، ماہنامہ انصار و کاجراہی فرمایا، ۱۹۶۹ء میں وفات ہوئی۔
- (۵۴) مولانا محمد یوسف خان کشمیری۔ فراغت پر پلٹ کر آ کر لاہور کے دارالعلوم میں شیخ الحدیث کی

مسند پر رونق افروز ہوئے، اپنے قابل تصدیق شیخ کی طرح سیاسیات اور مذہبی تحریکوں میں مہا ہڈی نہ
تھری۔ ڈوگرہ راج کے خلاف، تحریکِ تعمیرِ ہند، اور جمعیت، معلمہ کشمیر وغیرہ جاتی اور سیاسی امور
میں قائدانہ حصہ لیتے ہیں۔ (مدظلہم العالی)

(۵۵) مولانا رحمت اللہ مظفر مدرسہ عربیہ ٹوبہ چکسا پورہ، ڈاکٹر نہایت از قاتنا سیاست پر پورے
آپ نے ۱۹۳۶-۳۷ء میں حضرت مدنی سے دورہ حدیث پڑھا، آپ کو حضرت مدنی
نے خلافت سے بھی نوازا۔

(۵۶) مولانا محمد زکریا صاحب بلاک ٹاؤن فیڈرل ایریا کراچی
آپ نے ۱۹۵۸ء میں حضرت مدنی سے دورہ حدیث پڑھا، آپ کو حضرت مدنی
کے غسل میں شرکت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

(۵۷) مولانا محمد محی الدین صاحب گارڈن ٹاؤن لاہور
آپ نے ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء میں حضرت مدنی سے دورہ حدیث پڑھا۔

بنگلہ دیش

(۵۸) مولانا سراج الحق صاحب شیخ الحدیث ہونہ پان گاول ڈاکٹر کلیرنگنگ ضلع سلہٹ
آپ کو حضرت مدنی نے خلافت سے بھی نوازا۔

ایران

(۵۹) مولانا عبد العزیز بن سید محمد صادق صادق دارالعلوم ننگین، سزاوان، ایران
آپ نے ۱۳۶۶ھ میں حضرت مدنی سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔



خلفاء طریقت کے اسماء گرامی

دیئے تو حضرت مدنیؒ سے بلا ہمانہ لاکھوں سدا و تمند بیت ہوئے اور ان کے عقائد و اعمال، اخلاق، شریعت، اسلامیہ کی روشنی میں مروج پذیر ہوئے مگر بن سدا و تمندوں نے احسان و سلوک کی وہ تمام منازل جو زرگان طریقت نے قرآن و حدیث کی روشنی میں متعین فرمائے ہیں ان کو اپنی محنت اور سیاحت سے لے کر لیا تھا اور وہ مرتبہ احسان پر فائز ہو چکے تھے ان کو حضرت نے اس امر کا مجاز فرمایا تھا کہ وہ اس طریقہ عالیہ کی اشاعت فرمائیں اور طالبان ہدایت کو بیعت کریں، انکی قبرست درج ذیل ہے۔

چونکہ بنگال میں حضرت کے دو ماہ پور سے بمبلی کے ساتھ گزرتے تھے اس لیے وہاں کے سدا و تمندوں نے حضرت سے بہت زیادہ کتساب یعنی کیا اس لیے ان کی تعداد زیادہ ہے۔

شہر	اسماء گرامی خلفاء مجازین	شہر	اسماء گرامی خلفاء مجازین
۵	مولوی مقبول علی صاحب	۱	مولوی تھیلو حسن صاحب
۶	مولوی سید عبدالقادر صاحب	۲	مولوی عبد الہدی صاحب
۷	ڈاکٹر علی امین زوری صاحب	۳	مولوی ابرو میاں صاحب
۸	مولوی سید الرحمن صاحب	۴	مولانا بشیر احمد صاحب
۹	سیاں علی صاحب		
۱۰	مولوی عبد الرحیم صاحب		

لے جیل کا سہی رہے کہ سدا و تمندوں سے فارغ ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں گھر جائے، جیسا کہ سیدہ ام صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا
 وَأَذْكُرُ اسْمَ رَبِّكَ وَتَسْبِيحُ إِلَهِي وَتَسْبِيحُ نَبِيِّي ﷺ

شماره	اسماء گرامی مختلفه مجازین	شماره	اسماء گرامی مختلفه مجازین
۱۱	مولوی محمد علی صاحب گنگا علی	۳۳	مولوی عبدالرشاد صاحب ، فتح پور ضلع پانچگام
۱۲	مولوی عبدالرشید صاحب پور پوری	۳۴	مولوی محمد شفیع صاحب ، بدین ضلع
۱۳	مولوی عبدالرشید صاحب دھولیا	۳۵	مولوی عبدالرشید صاحب ، امام نگر
۱۴	مولوی محمد علی صاحب اکوڑا چک	۳۶	مولوی عبدالرشید صاحب ، چینی
۱۵	مولوی عبدالرشید صاحب بیہنگ	۳۷	مولوی محمد رفیع صاحب ، اندھریا
۱۶	مولوی عبدالرشید صاحب اٹھایا	۳۸	مولوی محمد رفیع صاحب ، ساکن پور
۱۷	مولوی عبدالرشید صاحب ، نالی پوری	۳۹	مولوی عبدالرشید صاحب ، پیر کھن
۱۸	مولوی عبدالرشید صاحب ، پیران کھن	۴۰	مولوی شمس الدین صاحب ، کونین نگر
۱۹	مولوی عبدالرشید صاحب ، غازی نگر	۴۱	مولوی عبدالرشید صاحب ، ضلع پانچگام
۲۰	مولوی عبدالرشید صاحب ، پیران کھن	۴۲	مولوی عبدالرشید صاحب ، فرید پور ضلع لوہاکاں
۲۱	مولوی عبدالرشید صاحب ، رائے گڑھ	۴۳	مولوی عبدالرشید صاحب ، لہنی
۲۲	مولوی عبدالرشید صاحب ، گنونی	۴۴	مولوی عبدالرشید صاحب ، عدلی پور
۲۳	مولوی عبدالرشید صاحب ، امرودھانی	۴۵	مولوی عبدالرشید صاحب ، سنگھ پور ضلع پٹوہ
۲۴	مولوی عبدالرشید صاحب ، بڑا پور	۴۶	مولوی عبدالرشید صاحب ، مینوا
۲۵	مولوی عبدالرشید صاحب ، ڈھاکہ کھن	۴۷	مولوی عبدالرشید صاحب ، سیرام پور
۲۶	مولوی عبدالرشید صاحب ، پور کھن	۴۸	مولوی عبدالرشید صاحب ، عطال باغ لوہاکا
۲۷	مولوی عبدالرشید صاحب ، گوٹن کھن	۴۹	مولوی عبدالرشید صاحب ، چرنیہ ضلع پٹوہ
۲۸	مولوی عبدالرشید صاحب ، سادہ نگر	۵۰	مولوی عبدالرشید صاحب ، سادہ نگر
۲۹	مولوی عبدالرشید صاحب ، اسلام آباد	۵۱	مولوی عبدالرشید صاحب ، ملاگرام ضلع کچھاڑ
۳۰	مولوی عبدالرشید صاحب ، منٹن بازار	۵۲	مولوی عبدالرشید صاحب ، امام سید گڑھ پٹوہ
۳۱	مولوی عبدالرشید صاحب ، پٹیا ضلع پانچگام	۵۳	مولوی عبدالرشید صاحب ، موضع روڑی ہائل
۳۲	مولوی عبدالرشید صاحب ، بدین ضلع	۵۴	مولوی عبدالرشید صاحب ، بدین پور

شماره	اسماء گرامی متعلقه به بھارت	شماره	اسماء گرامی متعلقه به بھارت
۵۵	مولانا محمد علی صاحب، دارالعلوم بانسکری ضلع کپڑا	۷۷	محمد نبیارت علی صاحب، کھنڈا کندی ضلع کپڑا
۵۶	مولوی بخش علی صاحب، "	۷۸	ساجی عبد الملک صاحب، بشر ششی "
۵۷	مولانا احمد علی صاحب، "	۷۹	ساجی شمس الحق صاحب، "
۵۸	مستوبول علی صاحب، "	۸۰	ساجی محبت علی صاحب، سوناباری گھاٹ "
۵۹	بشر غلام احمد صاحب، "	۸۱	مولوی رحیم الدین صاحب، بانسکندی "
۶۰	مولوی مصیبن الدین صاحب، "	۸۲	مولوی محسن علی صاحب، "
۶۱	مولوی پرواز علی صاحب، "	۸۳	فرمان علی صاحب، "
۶۲	سرمز علی صاحب، تارا پور "	۸۴	مولوی احمد علی صاحب، بھپائی ہالی "
۶۳	حافظ محمد مستقیم صاحب، جھڑ پیر گھاٹ پٹنر "	۸۵	مولوی عبد الرزاق صاحب، انگاپور "
۶۴	حافظ کریم علی صاحب، بانسکندی "	۸۶	مولوی محمد علی صاحب، تارا پور "
۶۵	حافظ شفیق الرحمن صاحب، "	۸۷	مولوی مانا علی صاحب، کیر گنڈی، خوشی کندی "
۶۶	مولانا محمد اسماعیل صاحب، جلال پور "	۸۸	مولوی کریم الدین صاحب، بانسکندی "
۶۷	مولانا محمد عبدالمصعب صاحب، بنگا ڈوڑ "	۸۹	مولوی سعید احمد صاحب، رنگ پور "
۶۸	مولانا محمد عزیز صاحب، یوڑی باش "	۹۰	مولوی عبد الباقی صاحب، نیشانی گنگر "
۶۹	مولوی محمد المصعب صاحب، بہاٹل "	۹۱	مولوی محمد الحق صاحب، گڈی ماری "
۷۰	مولوی مشتعل صاحب، محمد پور "	۹۲	مولوی ضمیر الدین صاحب، دھوبیری ضلع گولاپور
۷۱	مولوی مشتعل صاحب، انگاپور "	بھارت (صوبہ بہار)	
۷۲	مولوی عبد الباقی صاحب، محمد پور "	۹۳	مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب، مدرسہ شمس الہدی، پٹنہ
۷۳	مولوی بلال صاحب، سات گھری "	۹۴	مولانا حسین صاحب، پورائش ضلع گولاپور
۷۴	حافظ عبد المنعم صاحب، گڈی ماری "	۹۵	ساجی محمد ایوب صاحب، جھیل "
۷۵	مولوی بلال الدین صاحب، کھوڑا کندی "	۹۶	خلیل الرحمن صاحب، "
۷۶	حافظ عبد الرحیم صاحب، غلام گرام "		

شماره	اسماء گرامی خلفه مجازین	شماره	اسماء گرامی خلفه مجازین
۹۷	مولوی محمد یعقوب صاحب، مومنین بونورا، ضلع بهاولپور	۱۱۹	مولانا یونس صاحب، گکسرام، ضلع گجرات
۹۸	شرف علی صاحب، غلظت پور	۱۲۰	مولانا محمد یونس صاحب، گکسرام، ضلع گجرات
۹۹	عبد الرحمن صاحب، " "	۱۲۱	حافظ عبد اللطیف صاحب، گجرات، ضلع گجرات
۱۰۰	عابدی متکلم الحق صاحب، سمرا	۱۲۲	حکیم محمد سلیمان صاحب، نولی، ضلع نالی پور
۱۰۱	مولوی محمد نور صاحب، کیتھانیکر	۱۲۳	مولانا قاری امیر علی صاحب، مدنی منزل، درہ اسماعیل خان
۱۰۲	حکیم ذوالحسین صاحب، سمرا	۱۲۴	مولانا سید محمد حسن صاحب، شہید گلان، ضلع بہاولپور
۱۰۳	مولانا عبد السلام صاحب، کورڈی پور	۱۲۵	مولوی بدایت علی صاحب، کسری، ضلع بستی
۱۰۴	عابدی احمد حسن صاحب، سنہولی	۱۲۶	مولوی قطب الدین صاحب، جھکیا
۱۰۵	مولانا قاری محمد الدین صاحب، قلعہ سمیر شہر گیس	۱۲۷	مولوی سید محمد احمد صاحب، کینٹھ، ضلع بہاولپور
۱۰۶	مولانا انیس بیگم صاحب، کورڈی، ضلع گیس	۱۲۸	مولوی عزیز الرحمن صاحب، جتیم، قلعہ شہر، بہاولپور
۱۰۷	مولوی شہناج الدین صاحب، دھانی ٹولہ شہر گیس	۱۲۹	مولوی سید محمد شاہ صاحب، مراد آبادی، انارکالاج
۱۰۸	مولوی عبدالکریم صاحب، چھپڑی، انارکالاج، ضلع سوات	۱۳۰	مولوی محمد اعلیٰ صاحب، انجمانی شہید، ضلع اعظم گڑھ
۱۰۹	عابدی محمد اقل صاحب، بلاسپور، ضلع درجنگ	۱۳۱	مولوی صفات اللہ صاحب، بلاقی پور
۱۱۰	مولوی محمد انیس صاحب، رتھوس	۱۳۲	مولوی مشتاق احمد صاحب، قاضی دہلوی پور
۱۱۱	مولوی عبد الرشید صاحب، مبارک پور، ضلع موئگیر	۱۳۳	عابدی محمد احمد صاحب، چھنگاؤں، ضلع الہ آباد
۱۱۲	قاری عبدی بخاری صاحب، جامع مسجد شہر موئگیر	۱۳۴	مولوی بخش صاحب، گلی زین العابدین، شہر کاتلا پور
۱۱۳	مولوی ادیس صاحب، کوکٹھ، ضلع پورنیہ	۱۳۵	مولانا محمد سلیمان صاحب، سنہولی، امرتسر، ضلع ملو اکبر
۱۱۴	مولوی اختر صاحب، ڈیرہ، ڈی ایچ ای، بڑا ڈیرہ، ضلع بہاولپور	۱۳۶	مولوی محمود احمد صاحب، سنہ پور
۱۱۵	مولانا یحیٰی صاحب، بسوں پور، ضلع فیصل آباد	۱۳۷	مولانا محمد اللہ صاحب، برکت پور، موہن پور، جھنگ، ضلع برودھ
۱۱۶	مولوی عبد الباقی صاحب، جنسور	۱۳۸	مولوی محمد خالق صاحب، شانی پور
۱۱۷	مولوی طاہر صاحب، کھجور پور	۱۳۹	غلام آگے الدین صاحب، رحمت نگر
۱۱۸	مولوی فیض اللہ صاحب، گوندوی، ڈیرہ، شہر فیض آباد	۱۴۰	مولوی عبد اللہ صاحب، گوندوی، ڈیرہ، شہر فیض آباد

شماره	اسماء گرامی علماء مجازین	شماره	اسماء گرامی علماء مجازین
۱۳۱	مولانا محمد طاہر صاحب کیم گنجی مدرسہ عالیہ شہر کلکتہ	۱۵۹	قطب دینی مولانا عبدالغفور صاحب کیم مدرسہ ستقام العلوم دہلی خانقاہ چشتیہ عالیہ بیروت علیہ آبار دکن سلمہ
۱۳۲	مولا عبداللطیف صاحب (ابن ابی) بیجا پور ضلع بیجا پور	پاکستان	
۱۳۳	جناب سید اشیر احمد صاحب دیوبند، ضلع شمالی	۱۶۰	مولوی نور شیعہ صاحب، عبدالکبیر، ضلع ملتان
۱۳۴	مولانا شیخ حسن صاحب لاہوری،	۱۶۱	مولوی حامد میاں صاحب، مہتمم مسجد چوک نارنگ لاہور
۱۳۵	مولانا نیاز محمد صاحب، تحصیل ضلع گڑکانہ و شوقاں	۱۶۲	مولانا حکیم عبدالکبیر صاحب، فیض باغ لاہور
۱۳۶	مولوی جمیل احمد صاحب،	۱۶۳	مولوی مظہر حسین صاحب، بقا آرہی ضلع چکوال
۱۳۷	میاں سید محمد رفیق صاحب، مالم	۱۶۴	مولوی رحمت اللہ صاحب، بک ۱۷، راست بہاولپور
۱۳۸	جناب شیخ سعید صاحب، تبلیغی مرکز نظام الدین می (دیوبند)	۱۶۵	مولوی بدیع صاحب، شہر کوہستان، ضلع فیصل آباد
۱۳۹	قاضی عبدالستور صاحب، سہنس پوری، ضلع ضلع بھکر	برما	
۱۴۰	مولانا احمد بزرگ صاحب، مسلک، ضلع سوٹ (دیوبند)	۱۶۶	مولوی مظفر احمد صاحب، موضع بیگنری، ضلع اکیاب
۱۴۱	مولانا فیض احمد صاحب، کاجھوی	جنوبی افریقہ	
۱۴۲	مولانا عبدالصمد صاحب، وانکانیر	۱۶۷	مولانا بابا یزید صاحب، شہید رستم بزرگ، ٹرانسوال
۱۴۳	مولانا عبدالغفور صاحب، قریشی مدرسہ قرآنیہ شہر عثمان آباد	۱۶۸	صاحبزادہ محمد کمال احمد صاحب، ٹرانسوال
۱۴۴	سید سلیمان شاہ صاحب، قادری	دکنی منزل دیوبند	
۱۴۵	سید بدیع الدین صاحب، ضلع عثمان آباد	<p>۱۳۴۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰</p>	
۱۴۶	مولانا محمد کبیر صاحب		
۱۴۷	سید ظاہر علی صاحب، شاستور		
۱۴۸	مولوی عبدالغفور صاحب، شاستور، ضلع عثمان آباد		

۱۹۹۶

شیخ الاسلام سے برزخ میں ایک مکالمہ

از صاحبزادہ مولانا سید محمد انظر شاہ مدرس دارالعلوم دیوبند مدظلہ العالی حضرت مولانا شہداء صاحب کٹر میری نواسہ مرقدہ

جناب سید محمد انظر شاہ صاحب کے حضرت مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں تاثرات ہنرے نظریہ کے جلتے ہیں، آپ نے فرمایا۔

— امام المسلمین امیر المؤمنین فی الحدیث لیکچر شریعت و مجتہد عبادت کاغذ پرہد وقتاعت قرعہ لندہ کے لیے موت کا سنا، غیر علی استہد او کے لیے قیامت کبریٰ آپس کا دن قال اللہ وقال رسول سے صروف، اوائلی شب مہانوں کی خدمت میں، استہد شب بجزورتب العالیہ فی ہجرت عمری نہیں صروف بکا، بانا، آفتاب کی کہیں طلوع کے لیے سے تاب ہوئیں تو وہ خانہ نما میں بحدہ صوف، ہجرت اسلامہ چند کے صدر و دو صوم و دو بند کے صدر المدینہ میں بقیعتی تان کی متعدد مجلسیں اس وجود مقدس سے ملنے ہوئے کلمہ بود حق کی ایمن جہان فوازی میں آسوفہ لہذا رہیم، اطلاع کلمہ حق میں ہلال کا رونی کے علم و دتوں سکونت و اقامت مدینہ تھو رہی اس لہذا پاک سے حرفہ طور و طریق اور اخلاق نبوی کے حامل بن کر چکے تو عظمت کلمہ ہند میں کلمہ ہند کی شرفی ان کے مصروف ان کے صوف میں آئی، فریقتی اقتدار سے نفرت و خشت آراہے ان کے آئس و ابن سیر میں مستقل کر دی جھروہ خود ہی فریقتیوں کے صوف کو و اللہ ہی گئے، ہشتہ میں جب وہ شباب سے نکل کر میں داخل ہوئے تو روپ کے، اقتدار کا آفتاب نیم روز ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ اس طرح وہاں خوشی و گولوں میں تھے جنہوں نے اپنی جہد کی کامیابی اپنی زندگی ہی میں دیکھی تھی۔

پلنے فالے کے قدم آراہہ ہشت کی مقدس درگاہ کے گروہ پہنچ کر چاکر رنگ گئے انہوں نے صدر ولید سے کہہ کر اس سے علم و فضل پر تمہیں جہاں بیٹھ کر مدینہ صدی تک عرب و عجم کے شیخ نے علم و فضل کے موتی نکلتے تھے، معرفت و سلوک کے دریا بہاتے تھے، یہ وہاں سے ہے جس پر لہذا ہاں میں طبری، ایک سو تیرے قال اللہ وقال رسول کو لہذا جب ہرگز مروع کرنا تھا تو اس کی وجہ آخری آواز پر دو دو بار تین گوش بن جلتے، تو وہی کے جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سننے کے لیے آسمان سے آراہے، یہ وہی جگہ ہے

جہاں پہ اپنے خلاق ایک مقدس بندہ شہزاد گل احسن دہلا، تو دن و رات ہی کی ایک ٹنگ تصویر بن کر سامنے آجیں
کے زلی سے تالہ قدم اُٹھانے شریعت کے ثبوت پر پہنچتے اور میں کی زندگی کا بگڑا فرشتہ صفت حضرت اکبر شہزاد
احمد دہاں نظر آتا، وہ علامت کے ہم عمر میں تمام بزرگتا ہونے وہاں سے چل کر آتا، وہ علم و مال کا کوہ گراں
نہک گامی کرتا جنوں ہاں سے نکلنا، وہ چل کر آتا تو شام ہاں اس کی خاطر جڑوں سے منہ پھرتے، وہ
ہر دہر سے نکل جاتا تو وہ عطر کے مجموعے دل و دماغ کو راست دیتے ہوئے لنگر جاتے، غریب کو نگاہوں
میں ایک بکٹ منظر کو دیکھتا تھا امداد داغ کے نام کو ٹھونڈ میں جو ہم کی یاد آ رہی ہوگی، چٹختے منہ سے
استغاثی کے عالم میں اپنے ہم آگے بڑھنے کی جگہ کی جگہیں ہیں اس کے ساتھ برکتیں تھاکرات
فرش و بالینہ، اسطرلاب سے کرشمی لیا گیا ہزار ہا ترخار بستر، بھٹا، اوی تھوڑا ہی کی یاد ہوگی،
کے ہم آ، انفلک کے ہول میں، منہ سے ہے، صبح کا آما ہے ادا کی اپنی ناکوں کے ساتھ رخصت ہوا
جاتی ہے، ہر نسل کو دیکھا تو بچے مال پر ہاڑی، ایک ناکوں کے ساتھ منہ کے ناکوں کے ساتھ ہے،
شادوں کا بچہ، عکس دیکھنے کے لیے کو دیکھنے کی جگہ کے منہ سے لگتا ہی بڑھ کر کاٹوں میں ہے، میں
ہنسوں کی بستی سے بہت تھکا، کنارہ مال پر، جس کی پہلی تیزی کے ساتھ پھینکا فردت ہوئی اور دیکھتے ہی
دیکھتے تھکے صبح کے ہنگاموں سے ساری کاغذات بڑھ کر ہوئی، یہ نازن خوش آمد کے جوہر میں جھانپناں سے
نکل رہے ہیں، یہ سہمی کے دیکھا جو صبح میں ہو گیا تو صفر کرنے کے لیے پوری نرس سے لگتا ہے، میں
ہر طرف نہنگ، قصہ نظر آتا ہے، وہ ہر شے ایک نئی حیات تمام دونوں کے ساتھ آج پتی گھری ہے، ایک ناکوں
کے ان ہنگاموں میں، اور قصہ کہ ان تمام چارہ ساریوں سے اس المہ سیدہ کی کوئی تسلی دیکھ سکی ہیں نے
ماہ کی گھڑیاں ایک مقدس انسان کی چوہیں گزرتی تھیں، وہ بستر سے اٹھا، لگتا تھا جو اٹھنے کو لگتا تھا
پہل دیا، انسان کی اس غماٹھ کی آبادی میں پھیرا چاک اس کے قدم منہ پر گئے، وہ اس عقود کی لہلہا شہوں
کے عکسوں کے لیے اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، لہلہا، ایک تکہ ہر ہے منہ کے میں حاضر ہو گیا، وہ
پہلوں سے لے کر ہر طرف نظر ڈال کر دیکھنے سے بہرہ کیا، ہاں ہرشت کے بلات کا نظروں کی کہ ہے میں
ہر سوتہ بڑا باغ کی نہنگ، جہوں اور مصر میں دیکھنے سے گزرتا، ہر سوتہ ہر سوتہ، ہر کھڑا، خوا
تو چند لہائی بہت ہیں کے لہائی، ہر سوتہ کی بھرتی ہوئی نظراتی تھی، جو کہ ہر سوتہ ہر سوتہ
کہ چکر دیکھا، کمال دیکھی، کہل صفت و منہ کوئی سبب صحت کوئی صحت کوئی کوئی اتفریق
کی کیفیت میں، وہاں جو اٹھتا ہے، یہ بنا ہاں کہ سبب، ہر شاہ، آج میں گم ہے، یہاں ہر سوتہ ہر سوتہ کے
نرسے میں لہائی، ہر سوتہ، ہر سوتہ، ہر سوتہ، ایک نیا نظریہ، ایک نئی دنیا، لہلہا کے سامنے ہے، ہر

ع اے کہ ہمیں بیدار بیت یارہ یا خواب

ان نورانی جہروں میں ایک مانوس شکل نظر آئی، نگاہوں نے تجسس کیا تو وہی بیخوش ہلرہ نظر آیا جس کو آنکھیں تلاش کرتی تھیں، جس کو نگاہیں ڈھونڈتی تھیں، وہی تازہ ہیم، وہی متورہ شکل و صورت، اپہرود شہرہ پر کچھ خاص چمک، نئی روشنی، ہمزاد، بڑھ کر پوری نیاز مند پوند کے ساتھ کہنے والے کے کہا کہ السلام علیکم یا اہل القبۃ یعنی اللہ علیکم وعلیٰ اولادکم وعلیٰ من تبعکم باحسان، یہ دیکھ کر کہ میری آواز کو سب سن رہے ہیں، خیال ہوا کہ آخر کیوں نہ انی صر پوچھ لیا جائے کہ سلام کو نے والے کو پہچانتے ہیں ہیں یا نہیں؟ گفتگو کا یہ سلسلہ اسی نوعیت سے شروع ہوا جو میرے تصور اور تجسس نگاہوں کا مرکز تھا، میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے عرب، حیم کے شیخ کیا آپ نے مجھ کو پہچانا؟

نور و روشنی اس تصور کے تصور نے جواب دیا ہاں کیوں نہیں، اس عالم میں ہم ان سب کو پہچانتے ہیں جن سے دنیا میں تعارف اور شناسائی تھی۔

شیخ نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی حدیث سے استشہاد کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تو سنا ہی ہو گا کہ :-

— جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گذرتا ہے جس کو دنیا میں پہچانتا تھا، اور اس کو سلام کرے

تو وہ اس کو پہچانتا بھی ہے اور سلام کا بھی بھجوتے ہے۔ (رواہ ابن عبد البر)

میں نے عرض کیا کہ شیک ہے لیکن یہ کو بتائیے کہ یہ چند نورانی اجسام ہر سو پور فرست کے پتلے نورانی کاشمیں نظر آتی ہیں، کون ہیں؟

میرے اس سوال پر اب اس حداد سیرہ انسان سے ایک ایک کا تعارف ہوا شروع کیا کہ دیکھو مائے پر رکب بزرگ جن کے شباب پر کجولت کے آثار ہیں، جن کا لباس نورانی اور جن کا جہرہ اور تجلیات کا مرکز نظر آتا ہے، مولانا محمد قاسم صاحب ہیں جو عمر بھر جلد، حق و زہنی اب طبع کی زندہ تفسیر بنے رہے آج یہ اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں اور منزل پر پہنچنے کے بعد راحت و آرام سے ہلکا رہیں، ان کی زندگی میں جو جدوجہد تھی اس کے صلے میں و فحاکم ایسے جیتے یہ نکلے جاتے ہیں تم لے ان کے متعلق بہت کچھ سنا ہو گا اس لیے ان کا مختصر تعارف کافی ہے۔ ان کی نعل میں جو ایک بوڑھے نظر آ رہے ہیں یہ وہی ہیں جن کے بڑھاپے میں شباب میل رہا تھا اور جن کی انقلابی حالتوں سے عالم کا عالم رہتا تھا، بعد ازاں ان کی سعید اللہ والی جماعت انہیں کی قیادت میں کام کرتی تھی یہ آج اس تصور سے خوش ہیں کہ ہندوستان آزاد ہے، پاکستان آزاد ہے، اندونیشیا آزاد ہے، ملائیا آزاد ہے اور مشرق وسطیٰ آزاد ہے کے لیے ہمیں رہا ہے لیکن ابھی ان کا خواب اور خواب ہے ان کے خواب کی تعبیر

کے لیے تم کو کچھ اور سبانی بیسوں کا اہتمام کرنا ہوگا تم نے جان لیا ہوگا کہ یہ آقا و مولانا محمد مصطفیٰ ہیں جن کے لیے ہم سب نے شیخ الحدیث کا تعظیم کا یہ مجوز کیا تھا۔ یہ اس جانب میں سادگی کا یہ ایک اتنی دلنشین کی نشانی، انسانیت کی تصویر، علم و عمل کی عراب جو تم کو نظر آتی ہے نطب عالم موفیٰ و موفیٰ الرحمن ہیں جو غفرتی قدرت کی عظمتوں سے مالا مال تھے، آقا و گدہ اپنی ہی گم ہیں اور یہاں ہی اختلافات اصول کی انہیں کو خشکوں میں سے جسٹے ہیں اس لیے ہم ان کو بچاتے ہیں نہ کسی پیر بھی میں جلتے۔

اسی دور میں میں بلدی آرام گاہوں کے ایک رشتہ سے ایک سید فریب لکل سامنے آتی ہوئی دکھائی دی، مثنیٰ بہم ہو گا چونکہ انسان ہاتھ میں ایک بڑی تسبیح ہیں لے لے لے ایک خاصہ پر گئے تو تصویبوں کے کان بکھے اور جاتے، اس شخص کی تحفوں سے لذت نیکتی تھی اور اس کی بہرہ لدا سے لڑوں کی زندگی نمایاں معلوم ہوتا، یہ شخص گوشوں کی کامیابی کثرت نظر آتا تھا

میں نے گہرا کر دریافت کیا کہ چلنے سے آئے ملے کوئی ہیں یا شیخ نے فرمایا کہ یہ وہی ہیں جن کے ناخن تریج کی گرہ کشائیوں کو دیکھ کر وہ انوینا الحدیدہ وہ اس شدیدہ کا نظارے سے انہماک میں سزا جیب بے مثنیٰ عثمانی، اور دیکھو یہ ایک پھر نہیں پہلے اور قدرت راہبانی کی بدلتی، اریاں کا اور ماہام اسد نظر کر رہے ہیں کی ایک کے کچھ سے دور ہی بڑی نکھیں جھانک کر آئے وہ معلوم ہو رہے ہیں بڑوں شاگردوں کی طرح زمینوں کا بازو سے ملتی ہیں، عظمت مراد، اور زلی ہیں، یہ سب سے ترانہ مثنیٰ میں تم نے ان کو خوب بیجاں بلایا ہوگا۔

میری اس گھٹکے وہ یا جو بہت سے متحرک ہوا اور ان کے ہر گھٹکے تھے ان میں ان دو ہاتھوں کی نشان دہانی کے متعلق دریافت کر کے میں نے بات چلتے ہوئے کہا کہ دنیا میں آپ نے مولانا کو تمام ماحول کر لیا، اٹھوں سے کر دیکھا نہیں تھا پھر یہاں کچھ پہچانا؟ کیا خبر ہے ایک نکتہ ہے کہ پہچانتے ہیں بہت ساری انسان کے میرے اس سوال کے جواب میں کہا کہ ان پہاڑوں کے پہاڑوں کو پہچانتے ہیں، وہ شیخ نے کچھ اس وقت پر یہ پیشہ کرنا کہ

ہ آئم بشرین جبرائیل نے قول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے آپس میں ایک شخص کو پہچانتے ہیں، آپ نے فرمایا، اری خاک میں مل اور جھٹکے نہت میں ہر شخص کے طالب میں ہوئی ہے، ہر گھٹکے کے ذریعوں میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور ان کا ہر گھٹکے پہچانتے ہیں، نو وہ درانگی ایک گھر سے کو پہچانتے ہیں، با داخرجہ بن سعد،

نہی نے دریافت کیا کہ کیا آپ جب یہاں آئے تھے تو اسی وقت اس سب سے ملاقات ہوئی یا کچھ عرصے کے بعد؟ شیخ نے کہا کہ یہ سب اس وقت میں ہو گئے تھے، اور وہاں ہی شیخ نے یہ کہہ کر ایک حدیث پیش کی جس کا حاصل یہ تھا کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ملائکہ کی خدمت میں جاتی ہے تو خود کے مہر پر ہوتے ہیں اس طرح آگے بڑھ کر اس سے ملنے میں جس طرح دنیا میں کسی خوشخبری لانے والے سے ملتے ہیں

(ماخرجہ ابن ماجہ)

ابا میں نے یہ سنا کہ اسے تقدس پہنچانے میں خدا ہی مجرم کو بھی کرنے کے لیے خاص اس موقع کا انتخاب ہے فرمایا اس میں کوئی عیب نہ تھا ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جملہ تو قدرتی ہے لیکن میرا بھی زمانہ صحرای تھا۔

میں نے عرض کیا کہ کیا پاکیزہ اطلاع کے لیے تو ہرگز کے قبرستان میں جانا کہتے ہوں گے؟ شیخ نے فرمایا کہ ہاں تمہارا خیال ٹھیک ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

”جب مومن مرتا ہے تو تمام مواقع ہر اس کے سرے پہنچتی ہیں ان میں کوئی چیز نہیں ہوتا جو اس بات کی نشان دہی نہ کرے کہ اس میں مومن ہو گا“ (رواہ ابن ماجہ)

اب مجھ نے یہ بھی سوال کر لیا کہ میں روزِ محرم پر مسرت آپ کے جنازے کو گریاں و بیاں اپنے کانٹوں پر اٹھائے ہوئے آ رہے تھے، انسانوں کا جہوم تو ہوتا تھا کہ میں کانٹوں اور نہ حساب! لیکن یہ تو بتائیے کہ کیا آپ کے جنازے کے ساتھ کوئی اللہ بھی مخلوق تھی؟

موتوانے فرمایا کہ فرشتوں کا جہوم ساتھ ساتھ جلا آتا تھا جن کو تم نہیں دیکھ پاتے تھے لیکن میں خوب دیکھتا تھا۔ تم نے یہ حدیث تو ضرور پڑھی ہوگی کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا روزِ حضرت داؤد علیہ السلام تھا کہ وہ اپنی خدمت گزار سے عرض کیا کہ بار اٹھا! جو لوگ جنازے کے ساتھ چلتے ہیں ان کی اس جلالت کا تیرے یہاں کیا اثر ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس کا سلیب ہے کہ میرے فرشتے اس کے جنازے کے ساتھ چلیں گے اس کے لیے دعا کریں گے“ (ماخرجہ ابن ماجہ)

اب گھبرا کر میں نے دریافت کیا مولا، دفن کرنے کے بعد تمسک تو کی تو کیے، اس کے تصور سے تر ہواں نکلی جاتی ہے؟ میرے اس سوال پر دو عالمیوں کا امام نہیں پڑا اور فرمایا کہ:

”مومن کے حق میں تو قبر کا ہونا ایسا مستحسن ہے جیسے مشفق ماں سے اس کا بیٹا رو کر شکایت کرے تو ماں اس کا رزم رزم دباتی ہے“ (ماخرجہ ابن ماجہ)

میں نے یہ بھی پوچھا کہ دنیا کی زندگی میں تو حقیروں کا جہوم آپ کے چہرے پر رہتا تھا، وہاں کہ

تہجائی میں آپ کی طبیعت کیا گھومتی ہے؟ اس قدر بڑا قرآپ کے ساتھ کون ہے؟ انیسویں و فکسار ہیں یا نہیں؟
مولانا فرماتے تھے کہ ہاں تمہارے واقعے نے تو حسرت دارمان کو اپنا نمونہ بنایا تھا، تم نے اس کا وہ ٹھونڈا
فرد سنا جو گاکر ہے

تہجی حسرت ڈرامائی قیمتیں بلے داغ رتہ ذرا نہیں یا رتہ سے پہلے ہاؤنگ
لیکن علامہ کے لیے ان کا علم نمونہ دو مسائن ہو گا ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-
میںب عالم مرچا آتا ہے تو انہوں نے علم کی ایک حسرت بنا دیتا ہے وہ قیامت تک اس کی دیکھ رہتی
ہے اہل کیشے کوڑوں کو اس سے ہٹائی ہے لک (اشروحہ الہدیٰ)

یہ سوال کہہ رہا تھا مولانا دہر شیخ پوری کا شاشت کے ساتھ جواب دے رہے تھے: یہی دوران میں کہیں
سے ایک عجیب و غریب سوال کہنے لگا، پوچھنے سے پہلے تو نہیں لیکن دریافت کرنے کے بعد اس اسٹند
پر مجھے خون ہی نہامت ہوئی، یعنی نیٹے ان سے دریافت کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا معاملہ دنیا کی زندگی
میں عجیب و غریب رہا، ایک طرف آپ کے دفتر خون کی وسعت تھی جس پر بیٹھوں آدمی لہ رہائی کہتے تھے،
مہانوں کی کثرت، عوارین و صلابت کا جو دم دیکھ کر ہر خیال بڑھا کہ آپ شاید کوئی رئیس یا پھر ایک بڑے سرمایہ دار
ہیں جس کے گھوٹے گھریوں کا سلسلہ اور تعمیروں کے انبار ہوں، دوسری جانب آپ کی سادگی، معمولی لباس،
معمولی قسم کا کھانا پینا، میل و راحت سے بہت دور زندگی اور راحت کو شیوں سے ہوا تھا اور وقت دیکھ کر
مسلکی ہوتا کہ آپ ایک غریب گھر گھر سستی کے آدمی اور سادہ زندگی کے مالک ہیں، پھر بتائیے کہ آپ کیا تھے
اور اپنے آپ کو آپ نے کیا سمجھا ہے؟

اس مقدس انسان نے اس نادر سوال پر کسی ناگہاری کے بغیر کہا کہ :-
میں نے دنیا کی زندگی ایک غریب کی طرح شروع کی اور خیریت یہی ہے اس کو تم کہہ کر آیا ہوں، نہ میں
سرمایہ دار تھا نہ ڈوسا کے ڈوسے میں میرا شمار نہیں نے اپنے بعد ضرور چیزوں کے انبار چھوٹے نہ مال و متاع
کے ذخیرے، اور یہاں اگر معلوم ہوا کہ دنیا کا سطرانہ توک و عظم کہ میں کام نہیں آتا، سب کچھ وہیں پڑا
جائے اگر کام آتا ہے تو وہی دھارائیں بن کی اطلاع دیتے ہوئے صلوات و صدوق رکھتا ہوں، علم
نے فرمایا ہے کہ :-

عجب آدمی مرچا ہے تو تین چیزوں کے علاوہ اس کے تمام اعمال موقوف ہو جاتے ہیں یعنی
صدقہ جاریہ، علم نافع یا نیک اور دوسرا کے لیے جو مال کرئی ہو، (اشروحہ الہدیٰ)
میں نے ان سے یہی پوچھا کہ آپ سب کہاں کیا کرتے ہیں؟ اس اسٹند پر فرمایا کہ زیادہ تر قرآن

حصہ دوم

روحانی کیوں کے ایام

حضرت مدنیؒ کی زندگی کا مشاہدہ کرنے والے اس امر سے خبری واقف ہیں کہ حضرت صاحب کا ملا وقت دین و ملت کی خدمت میں گذرتا تھا، اس قدر بے پناہ سروفیت میں بھی آپ اپنی عبادت اور معمولات نہ ہٹا فرمائیے تھے، مگر مصلح اہلبارک کا پورا اہمیت تو آپ کی کیوں اور تہنیل کا سینہ ہوتا تھا، خبری در معلوم دیوبند میں بخاری شریف کا ختم ہوا فوراً اس وقت سلہٹ کے لیے روانگی ہو گئی، پھر وہاں ملا وقت ظہوت اور ذکر اذکار، بیعت و رشاد میں ہی صرف ہوتا، دوسرے کام یا سکل ترک کر دیا، کم سے کم تر ہوتے تھے۔ آپ نے سلہٹ سے دارالعلوم آٹھری بھی سلہٹ کو اپنی علمی، روحانی و مالی مدد سے عوام کو دلایا، یہ مدد ماہ آسام اور بنگال کے لیے نزول برکات کے جھنڈے تھے، ایسا وقت بھی آتا کہ لاؤڈ سپیکر پر بیعت کے الفاظ پڑھائے جاتے، اس قدر زیادہ تعداد کو فرداً فرداً الفاظ بیعت کہلائے، اس وقت زیادہ صرف ہوتا، مختصر اساتذہ میں قیام سلہٹ کی برکات اور حضرت کی مصروفیات کو دہنے ناظرین کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے کہ حضرت مدنیؒ نے سلہٹ کے قیام کے دوران آسام، بنگال کے مسلمانوں کے دلوں کو اس قدر شرف فرمایا تھا کہ وہ کسی حال میں بھی آپ کو ہٹنے یاں سے جدا کرنے کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ہر طرح کے آرام اور تعاون کی پیش کی، پھر یہاں کوئی دنیاوی یا مادی غنا یا سز و جہاں کا مسئلہ نہ تھا، بلکہ لہذا اس حکیم مرکز کو سنبھالنا تھا جس کی شتی میں انہوں نے اس قدر ہمید کر دی تھی کہ اس کا ساحل ملاؤ تک پہنچانا ناممکن تھا، کشتی کے قارحے میں ہرگز کسی ایسے کشتی بان کی تلاش میں سرگردان حضرت تھانے، اس وقت دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اعلیٰ کی خدمت

لے تہنیل کا سفر ہے کہ سب سے کہے کہ مرت اللہ تعالیٰ کہ طوفان موج ہو جیسا کہ سیدنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا علیہم السلام کو فرمایا: *وَأَذْكُرُ اسْتَرْجِعُكَ وَتَسْمَلُ بِلَيْدٍ تَبْتَلِيهَا* (الرحمن ۱۷)

میں پہنچے اور مشورہ طلب کیا، حضرت تقویٰ نے حضرت سنی کو سلطنت سے ہٹانے کے لیے حکم فرمایا، حضرت سنی کو غیر واضح الفاظ میں ہذیر بن ابی بکر ام دیونہ بھیجا گیا، حضرت سنی کو یہ دونوں حضرت مولانا جہیب دارینی منہم، حضرت مولانا حافظ احمد صاحب، طورت میں لے گئے اور اپنی بگڑیاں آپ کے قدموں پر ڈال دیں اور دھونے لگے، حضرت نے وہ تو فرمایا، گلابی بجلی اور راضی کرنا مشکل تھا، آخر اس شہر پر لوگوں کو راضی ہونے پر حضرت دیوبند میں، غامدی شریف کا تہم بھی لگائی، وہاں کیلئے روزہ ہو جائیگا، حضرت نے منظور فرمایا اور آفریقہ اس عہد کو بھلتے رہے، یہاں حضرت کے سفر سلطنت کو ہند کے تمام اور برکات کا، جمالی تو ذکر عرض ہے۔

اسام کے غلصین و معتقدین سال بھر رمضان لہا کہ او حضرت شیخ الاسلام کو جو شرط سلطنت کے استیاق میں گڑیاں لگیں کن کر گزار گئے تھے، رمضان لہا کہ سے ایک ماہ پہلے ہی سے دولتی خطوط اور خطا کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، حضرت شیخ الاسلام کو جو شرط لہا کہ ۲۰۱۲ شہماں تک، غامدی شریف نام کے سلطنت کے لیے وہ دن ہو جاتے تھے، آپ کے ساتھ سیال سے بھی بہت سے لکھنؤ کی علوم و فہم بہت بہت تھے، بن کی تعداد اور ایجنڈا میں بہت بڑھ گئی تھی، حضرت شیخ الاسلام کو جو شرط لہا کہ سلطنت پہلے سلطنت کے لیے گویا لہا کہ شروع ہوئی تھا، تمام اسام و جنگل سے غلصین و معتقدین حضرت آدم کی میں غامدی لائونٹ حاصل کئے تھے، کہ تو زیارت کے واپس ہو جاتے تھے، کہ تو زیارت میں داخل حضرت کے لیے حضرت جو شرط لہا کہ ساتھ قیام کرتے تھے، فرمایا پلاسو انچو حضرت کا بھی رمضان ماہ فرماتا تھا۔

حضرت اور جو شرط لہا کہ کے مشاغل، رہتے تھے، حضرت ان کا کہہ
رمضان الہا کہ کے مشاغل | ناز و غریب، نواخت حاصل کرنے کے بعد نواخت میں مشغول ہو جاتے تھے
 اور سب حمل سوا یا ڈیرو پہا کی سعادت لہا کہ تھے، پھر تاریخ شروع ہوتی، میراں حضرت شیخ الاسلام کو جو شرط
 لہا کہ تاریخ میں ملتے تھے، اس میں لوگ سوا یا ڈیرو پہا، جو تھا حضرت شیخ و گو بی کے ساتھ کھنڈہ کدہ سے تقریباً
 دو سو گھڑوں میں اس سے لافٹ ہوئی تھی، اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام کو جو شرط لہا کہ و حلو و نصیب لہا کہ
 تھے، وہ لوگ و حلو کی میں لہا کہ، ہشک لہا کہ سے نہایت غامدی کے ساتھ چائے بھی پیتی ہا، ہا، ہا، ہا۔

دعوت کے بتقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ آدھ فرماتے اور پھر ذرا غل غل شروع ہوتے جن میں حضرت دوڑھماں پاپی سے
 سکر ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد بھی پڑھ جاتے، اگر کسی سے فراغت کے بعد پاب صحیح پڑھ کر تقریباً
 دوڑھماں گئے آدھ فرماتے، اس کے بعد یہ ان کو اس طرح کے ہمارا اذخیرہ میں مشغول رہ جاتے تھے گویا
 سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

کبھی کبھی مستقر رہنے لگتے، برکت کے لیے اور دیکھ کے لیے لکھنا ہوتا ہے تو اس کو دعا کا نام
 بھی دیا جاتا ہے اور کئی کئی دفعہ فرماتے، لیکن نہ کہ جسے حضرت نے کہا ہے بلکہ سب سے پہلے
 حکم تو یہ کہ اس کے بعد اس طرح تمام ریاضات میں یہی ہرگز رہتا۔ نہ کہ جس کے بعد دعا کی ہوتی
 تھا نام سے کہ یہ تک گفتگیاں پر لیا فرماتے تھے، لیکن کبھی کبھی وہ مشغول رہتا تھا اور کبھی
 اشتیاق آپ سے دعا کرتے تھے، اور آخر حال عکس ہو گیا اور وہ بھی مشغول رہتا تھا اور کبھی
 کے بیان ہے کہ وہ عیب سے اس کے ساتھ نہ رہتا تھا نہ ہی کوہا تھا۔ دنیا والی دنیا سے
 ہلکتے ہیں، اتنا ہی دنیا والی دنیا کے کاموں کے رہنے میں عیب سے توجیہ فرماتے، گو کہ ان کا
 بھی نیاز مندی اور دعا کوئی جو پادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی ان کے دل میں مشغول کیا ایک عمل
 بات نہ کہ یہ عیب جو اس کے لئے دعا اور طہنیں کہتے ہیں، تو یہی ہوتے ہیں اس کے ساتھ رہتے ہیں
 وہ عیب ہی رہتے ہیں کتنا چاہتا تھا، دنیا ساری کی طرف جنم اس کے لئے تھا تو یہاں سے ان کے لئے
 اس کے لئے دعا کرتے تو یہاں سے کچھ کہتے تھے، اہل اللہ دعا کے باب حضرت کے لئے ہے، یہ عیب ہوتی ہے۔
 حضرت کے سفر کی شان پہلے، لیکن ان کے لئے دعا اور رحمت کے ملاقاتوں کو کئی جہاں تھیں
 حضرت علیؑ کے ساتھ کئی دفعہ ملاقاتوں کے ملاقاتوں نے وہ عیب کم رہا، جس طرف
 بھی نکل جاتے تھے حضورؐ نے بار بار ان کی دعا کی اور ان کی دعا، اگر کہیں لوگوں کے کانوں میں پہنکے پڑ
 جاتے کہ حضرت علیؑ کے ساتھ ملاقاتوں سے انہوں نے گزریں گے، بس کہہ کر کہتا تھا، ایشیوں میں
 رہ جاتا تھا، اور ملاقاتوں کا بندھ جاتا، کوئی نہیں نہیں کھلتے، یہ ہلاکارا ہے، کوئی ہاتھ کیے اگر کہ
 کوئی طرح کے عمل کے آدھ ہے، اولاً تو ہم کہہ کر کہنا چاہتے تھے، اب کاٹی آتی ہے،
 ایشیوں کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک آدھ تینا تے، اب ایک ہتھ کی طرح ہے، گھنٹہ
 میں حضرت علیؑ جاتے ہیں، سب پادشاہوں کی طرف دھرتے ہیں، حضرت سے مصالحوں پر چہاں نہ

أوراد و وظائف

جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے حضرت رفیؒ کے ذاتی وظائف اور اولاد قرآنی عزیز کی تلاوت و تہذیب قرآنیہ اور آپ عظیم محدث تھے اور حضرت سے زیادہ ذہن و شریف کون پرستار ہوگا اور نواخل پر آپ کا سفر و حضر میں عمل رہتا تھا، ابتداء سے مشر شریفین یا وہ سب سے پریشان حالوں کو آپ اور اور وظائف کی تلقین اور اہانت و مسرت گئی کے ساتھ عطا فرمایا کرتے تھے۔ ان چند وظائف کو جہاں ذکر کیا جا تا ہے وہی میں سے ہر کا تعلق آخر کی اپنی ذات کے ساتھ ہے۔

① حزب البحر کی اجازت اور افا دیت کا ذکر آپ کے مکاتیب گرامی کے حوالے سے گذر چکا ہے۔

② ختم صفت سلاطین اور حزب شکر میں اور انا صلوم دیوبند سے فارغ ہو کر گھر آیا تو کئی مسائل و معاش تھے مگر صاحب روزگار کا یہ چھ سال پہلے آرتھ کا تھا، تھقی بھائی کوئی نہ تھا، کوئی غرض بھروسہ نہ تھا، اپنی پریشانیوں کے لیے دوا کا حضرت رفیؒ کی خدمت میں عرض کیا تو حضرت نے سورۃ قیس شریفینہ کے حکم کی اہانت اور طرفہ گئی پھر یہ فرمایا کہ بوجہ اللہ تھانے کے غرض و کوشش سے وہ ختم آج ۱۹۹۳ تک جاری ہے لہذا اس کی برکات محسوس لکھنا نازل ہو رہی ہیں۔ اس کا طریقہ لکھا کہ کلہ پکس گیا بار پڑھ کر اس میں ہر کلمہ اور کلمہ کو دی جانے ہر کلمہ میں پڑا زمر لکھی طرح کلہ پکس گیا بار پڑھ کر اس میں ہر کلمہ کو دی جائے اسکا طریقہ یہ ہے۔

ببین ہر کیا ہلکے لیکن آخری یہی لَا إِلهَ إِلاَّ أَنْتَ تَعْلَمُ نہیں، پر وہاں نہ لکھے بلکہ سورۃ پور سے لکھی جائے اور سورہ زلزلہ کے دین کے نام احوال جواب کہ کے اللہ تعالیٰ سے اپنی مشکل آسان کرنے کی دعا مانگے، احقر کامل ہے کہ سلاطین کے دن احوال جواب بہ نام حضرت امیر المومنین اور امیر دینہ اللہ علیہ اور مشکل کے دن باہر یہ بکھائی دینا اللہ علیہ بدھ کے دن محمد حسین شہروردی اللہ علیہ اور حضرت کے دن حضرت امیر المومنین اور حضرت امیر المومنین کے دن حضرت قاسم اسحاقی سلمانی اللہ علیہ ہر کلمہ کے دن

ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہما اور انوار کے دن حضرت سلطان محمود غزنوی رضی اللہ عنہما کے روح پر ایصال ثواب کیا جائے۔

احقر کا اپنا معمول یہ بھی ہے کہ ہر اتوار کو کوئی گھنٹہ پرانے ایصال ثواب ان حضرات اور ان کے اولاد کو کلام کی ارواح مبارک کے لیے دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ بركات کا نزول فرماتے ہیں۔

(۳) ۱۲۲۳ھ میں مریہ میں احقر اشوب پٹنہ اور اشاکر بنارک چڑھا اور دیکھنا بھی مکمل ہو گیا ملاح اور اویات کا استعمال کیا مگر کوئی افات نہ ہوا، آخر حضرت کی خدمت میں عرض کر کے گھبرا گیا تو آپ نے عین بردباری کا منہ فرمایا، شرمات ہار پڑ کر اس کی گھٹائی بزم گئے کا فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فریاد آرام ہو گیا اور سب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس میں کاشکافی ہوئی، آخر کے تقاضا کے ساتھ کسی بھی کہ اثر ہوا ہے لیکن اس طرح کی تکلیف نہیں ہوتی۔ اپنا معمول اس وقت سے ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد سات بار پڑھ لیتا ہوں اور کسی بھی بدی تکلیف کے لیے کالی سیاہی اور کھلکے لہجے کے ساتھ کھڑکی میں کھلنے کے لیے دے دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفاء ہو جاتی ہے اور شمر و ذیل ہے۔

كَمْ الْبُرَاتِ فُضِيَا بِالسَّبْرِ زَائِعَاتُ

قَاتَلَقْتُ اِرْبَابِيْنَ زَائِعِيَةَ السَّبْمِ

(۴) ۱۲۲۵ھ میں ہمارے ملحقہ کے ایک بزرگ پر پڑے کدالہ کے کی فوف و نسی کے انعام میں بعض شریعتی تہ امتحان کے بعض ارکان کے ساتھ مل کر تھوڑا سا دیا، آپ کو گزار کر ہا گیا اور سے دن نہایت بہانے ہوئی، حضرت نور اللہ مراد کی خدمت میں دکان درمات کی گئی تو آپ نے دکان کے ساتھ ساتھ اسی اور حوضہ العلویہ رضائے ایک بار پڑھنے کا ارشاد فرمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ صرف آپ کو اعزاز بھی کیا گیا بلکہ مجھ پر اللہ نے فیض فرمایا کہ اسی دکان کے لئے لاکھ دیا اور پڑیس کے خلاف جنگ حضرت کا دعویٰ دائر کرنے کی اہانت بھی دے دی۔

(۵) اولاد کے لیے حضرت خدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ذیل عمل ارشاد فرمایا کرتے تھے۔۔۔

۱۱ سال لاکھ لے کر ان میں سے ہر ایک پر سات بار سورۃ العلور کی تلاوت اور کھلنے کی تہنیت۔۔۔

کامل آیت پڑھ کر دم کر دی جائے اور وہ لوگ جو صحت روزانہ رات کو سوتے وقت منہ میں چھلے،

لوگ کے ساتھ پانی وغیر ذلے بگڑنٹک چہاے اور ٹنگ کھانے کے بعد رات کو کچھ نہ کھائے یہ عمل ۳۱ رات بلا تاخیر رایام ماہ ہوا میں بھی کسی انشاء انشاء اور وہ ہو جائے گی۔

احقر نے کئی بے اولاد خواتین کو لوگ دم کر کے دیتے ہیں انشاء تعالیٰ کے فضل و کرم سے بعض کو گیارہ سال بعد اور بعض کو اٹھارہ سال بعد بھی اولاد عطا ہوتی ہے۔

⑥ حضرت حمزہ انصاری نے اپنے ایک پریشان حال مرید کو شتر نادر و زرد شریف منجینا پڑھنے کا فرمایا کہ اس سے انشاء اللہ سب پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔

ازہر تب۔ یہ درود شریف ہمارے اہل کے ہاں معمول رہا ہے میرے والد ماجد نور اللہ مرحومہ بعد از نماز فجر ہم سب کو ساتھ بخاک ۳۱۲ بار پڑھا کرتے تھے۔

۔۔۔ اس بعد وقتا فوقتاً روزنامہ الجمعیۃ سطح الاسلامیہ سے نقل کیے جاتے ہیں۔۔۔

④ مولانا عبدالسلام فیض آبادی نے فرمایا: ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں ایک صحبت میں گرفتار تھا، دشمن ساز میں کہہ رہے تھے، وہاں میں مدنی میں پناہ ڈھونڈی، فرمایا روزانہ پانچ سو مرتبہ خبیثنا، اللہ و یسرا انو کیوں پڑھ لیا کرو، چنانچہ چند ہی دن مدامت کرنے پر باول چھٹ گئے اور دشمن ذلیل و ناکام ہو گئے۔

⑧ ایک عورت کے لیے دعا کی درخواست کی گئی فرمایا کہ ایک گھڑ پانی پر سورۃ فاتحہ سے ستم لگا، اہترہ اور آیت کریمہ و مانتا الا نحو کل عن اللہ و قلنا ہذا من اللہ و لتصیرنا عن ما اذیتنا و نأوکل اللہ و لیتوکل اللہ و لیتوکل اللہ و لیتوکل اللہ ۱۱ مرتبہ پڑھ کر دم کر کے صبح کو شپ بک شنبہ و شپ بک شنبہ کی سات راتوں میں ۱۱ بھجکے بعد اور ۱۱ بھجے سے پہلے پھر اسے پانچ بار غسل دے دیں اگر فارسی انشاء کا تو زائل ہو جائے گا۔ یہ عمل کیا گیا اور وہ مرض بالکل ختم ہو گیا۔

④ ایک شخص نے ضعف بصر کی شکایت کی فرمایا ہر فریضے کے بعد میں مرتبہ اول آخر درود شریف اور تین مرتبہ آیت کریمہ فکشفنا عنک غمناک فمصرفنا لیکون خلیفہ ذی بڑھکام تمہ کے دونوں انگوٹھوں کی پشت پر دم کر کے انھوں پر پھیر لیا کرو۔

⑩ فرمایا نظر بد کے لیے سات ماہیں کے سات بار سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کر کے مرض کے سر کے گرد پھیر کر آگ میں ڈال دے۔

①۱ فرمایا اس وقت کے لیے کورسے برتن میں پانی سکر یا خود رو شربت اول آخر گپاہ قرعہ سورۃ فاتحہ بسم اللہ پوسلیم بحیم و لاک الحمد ۱۰ مرتبہ اور خود تین گیارہ مرتبہ اور آیت قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ گیارہ مرتبہ پڑھ کر دم کر کے اور بوقت صبح قبل طلوع آفتاب نہایت مقدیم ہلکے زیادہ سے زیادہ پلا دیں پھر آدھ گھنٹہ تک کوئی دوا یا غذا نہ دیں پھر رات دن میں جب سمجھ پانی پینا ہو بھی پانی دیتے رہیں، اگلے دن پھر دو سرا پانی کے کچھ دوائیں دیکریں اور حسب ضرورت سے بڑھاتے رہیں اور چھ پانی بچھ جایا کر کے کہیں کنا سے پر جہاں بے ادب کا احتمال نہ ہو ذال دیں، اسی طرح چالیس دن متواتر بلا ناخہ بھی عمل جاری رکھیں برتن دہی سے ہر روز نیا بدلنے کی حاجت نہیں اسی طرح چالیس دن متواتر بعد نماز عصر سورۃ مجادلہ تین بار پڑھ کر ہر مرتبہ بعض کے سر سے تیک دم کر دیا جائے، فرمایا عمل میرا خیر ہے۔

①۲ فرمایا دلع محروا سب کے لیے نمک پر ایک ہزار ایک مرتبہ آیت قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ اور خود شربت ۱۰ مرتبہ پڑھ کر دم کر کے مریض کو کھاتے میں دیا کریں۔

①۳ فرمایا ضعف و مارش کے لیے ایک دانہ بادام ایک دانہ مرچ سیاہ اور ہم وزن مصری رات کو سوئے وقت کھائیں دوسرے دن دو دانہ بادام اور دو دانہ مرچ ہم وزن مصری اور تیسرے دن تین دانہ مرچ ہم وزن مصری اسی طرح روزانہ ایک ایک دانہ بادام اضافہ کرتے جائیں اور مرچ کی تعداد بڑھائیں وہ تین عدد ہی رہے، جب چالیس دانہ تک بادام پہنچ جائے تو ایک ایک گٹھانا شروع کریں، حتیٰ کہ ایک حد تک آجائے، فرمایا ضعف و مارش کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔



آپ کے تفرقات

آپ قرآن و سنت کے روحِ حیات میں چند اعمال میں منفسر تھے، جیسا کہ۔

① **قنوت نازلہ**، قرآن عزیز نے مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہود و نصاریٰ بتائے ہیں۔ وہ سورۃ فاتحہ پر مسلمان نازل میں اٹھایا تھا پڑھتا ہے اس سورۃ میں معذوب علیہم اور کھائے ان کے مائتے کو مسلمانوں کے لیے نہ بک قرار دیتے ہوتے اس لیے نہ چلنے کی دعا بتاتی ہے اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے روزِ اول سے لے کر آج تک جس قدر علی اور علی کی تعانف ان قوموں نے پہنچایا ہے دو مرتبہ قبول نے اس قدر نہیں پہنچایا جس کا علی مشاہد حضرت مدنی نے اسارتِ مائتہ میں بھی کیا ہوا تھا، اس لیے آپ صبح و شام میں ہوتے تو نمازِ فجر کی امامت خود لے لیتے تھے اور قنوت نازلہ اس قدر غضبناک اور میں ہوتے تھے کہ گویا ابھی محراب میں شکست پڑا ہے۔

(ف) **قنوت نازلہ** کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی تکلیف آئے تو اس کے دور کرنے کے لیے دوسرا سہا سہا استعمال کریں عمر زمانے قنوت بھی پڑھیں۔ اس کی اصل یہ ہے سنگسار میں چتر سوز کے رنگوں نے سید و عالم سنی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں در خواست کی کہ ہماری اولاد کو اللہ تعالیٰ کو قرآن عزیز پڑھانے اور دیگر اسلامی احکام سے واقف کرنے کے لیے کچھ صحابہ کرام پہلے ساتھ بھیجے جائیں، چنانچہ سید و عالم سنی اللہ علیہ وسلم نے، فرما، صحابہ کرام ان کے ساتھ روانہ فرما دیتے مگر ان بد بختوں نے ۹۹ کو شہید کر ڈالا جس کا سید و عالم سنی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا، آپ نے پورا ایک ماہ نمازِ فجر میں رکوع کے بعد ان کے لیے بد دعا اور لعنت کے نزول کی وعادہ فرمائی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس پر عمل کا نام لیا، فقہاء حنفیہ کے ان بوقتِ ضرورت اس کا پڑھا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور یہ عہدیت ہو سکتی تھی کہ جس دین پر مسلمانوں نے تفسیر کیا

ایک ہزار برس حکومت کی وہ حکومت عیسائی ہندوں نے چین کی اور اسے وطن کو جو سائنس بنانے اور
اہل وطن خصوصاً مسلمانوں کو ذلیل بنانے کے منصوبوں پر عمل شروع کر رکھا تھا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام احمد رضا رحمہ اللہ)
② چونکہ انگریزوں کے دوسرے مظالم کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی تمام صنعتوں کو برباد کر دیا تھا کہ
انگلستان کا جانا ہوا مال یہاں فروخت ہوا سے اپنی ایک عظیم منڈی بنا یا تھا۔ یہ تصور آج تک مسلمانوں
کے ذہنوں میں اس قدر واضح ہو چکا ہے کہ اپنے وطن کی یاد دوسرے اسلامی ممالک کی مصنوعات
کے مقابل میں ولایتی چیز کو زیادہ پسند کرنے میں حضرت مہدیؑ اس لیے ہر ویسی چیز کے استعمال کو ترجیح
دیتے تھے، بلاشبہ ضرورت کے ولایتی مال سے اجتناب فرماتے تھے، اسی وجہ سے جس میت کا کفن ولایتی
مٹھے کا پوتا اس کی نماز جنازہ پڑھ تو لیتے تھے مگر خود نماز جنازہ کی امامت نہ فرماتے تھے، آپ کے
معتقدین میت کو دسی کپڑے کا کفن پرتا کرتے تھے۔ اس میں ایک گوند سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی میت کی اتہام تھی، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقروض میت کا جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیا کرتے
تھے جب کوئی سوائی نعم اللہ تعالیٰ ہمہم اس کا قرض ادا کرنے کی ضمانت دیتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
جنازہ پڑھا دیا کرتے تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کو عالم اسلامی کا دشمن اور ہندوستان کا خصم مناسب سے بڑا ڈون سمجھتے
تھے اس لیے انگریزوں کو کوئی بھی نقصان پہنچانے کو ہندو جہڑوں اور شاہ قزاقوں کی روشنی میں نیک عمل
سمجھتے تھے، جیسا کہ فرمایا۔

یہ اس لیے ہے کہ ان مجاہدوں کو پیاس، دشمنان
اور ٹھوک جو اللہ کی راہ میں پانی پی رہے اور جب
کسی ایسی جگہ چلتے ہیں جس سے کافر چلتے ہیں اور
کوئی بھی چیز ان دشمنوں سے جب حاصل کرتے
ہیں تو ان کیلئے نیک عمل کا ثواب کسا جاتا ہے۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظِلْمٌ لِّأَنَّ
لَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَأَلَّا يَطْغَوْا فِي مَآبِئِ الْعُكَّةِ لِمَا كَفَرُوا
بِهِمْ مِنْ قَبْلُ وَبِأَنَّهُمْ لَمَّا كَانُوا
عَمَدًا صَارُوا فِي الشُّكُوفِ خَلَامًا

یعنی آپ کی صحبت کا جو سب سے بڑا اثر پڑتا تھا ان گھریلوں سے نفرت ہوتی تھی جیسا کہ مولانا
سید ابوالحسن علی ندوی نے فرمایا۔

دوبہنہ کے قیام کی برکت میں کہ انگریزوں سے نفرت میں کے جراثیم میرے اندر

مردوں کی طور پر تھے اس میں شدت پیدا ہو گئی، بعد میں اتنا اضافہ ہوا کہ ایک انگریز ہی نہیں سدا لکھنؤ ہی اس وقت کفر و مادیت کا علمبردار ہے اور اس کے زوال کے بغیر دین و اخلاق کا مروج اور اسلام کی دعوت کا پھل نہیں ہوتا ہے۔ حضرت مدنیؒ نے کئی بار شیخ الحدیث مولانا محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے موسم گرما میں پہنچنے پر باریک محل کے کرسے کو بوقت ملاقات گریبان سے کپڑے کھینچ کر پہلا دیا تھا، اسی طرح ہر انگریزی چیز لغت فرما تھیں۔

۳) بیاہ شادی کی ناجائز رُو کی وجہ سے مسلمان بہت زیادہ اقتصادی طور پر متروک رہتے تھے اس لیے آپ نے ایسی روک سے بچنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے جس میں آپ کا ذاتی عمل اور مخلص معتقدین کا ذاتی طرز حیات کو اسی سلسلے میں عام طور پر لوگ تہہ بہت زیادہ مقرر کر دیتے تھے اور آج بھی ہے وہ تہہ کہ ایک شرعی حکم کی بجائے معاشرتی رنگ بگھتے ہیں، زیادہ مزہ خورو کرنے کو باعثِ عزت سمجھتے ہیں، سدا لکھنؤ تہہ کا ادراک تا بہت ہی ضروری ہے، اگر تہہ ادا کرنے کے بغیر مر گیا تو اس پر جو فرض تھا ان سب فرضوں میں سے پہلے بیٹھی کا تہہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لیے آپ جس نکاح میں تشریف لے جاتے تہہ فاطمی تہہ کو نہ لاکھ فرماتے، اس میں ایک تو مالی طور پر تہہ ادا کرنے میں آسانی ہے اور دوسرا نکاح کو بابرکت بنانے کا ایک سبب بھی ہے۔ یہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بیکر تہہ حضرت فاطمہؑ اور ہر ایشی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت سے تہہ فاطمی رکھا گیا ہے۔

۴) مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کے نکاح میں تہہ فاطمی رکھا جس کی اطلاع حضرت حکیم الامت تھانویؒ کو پہلے تو آپ نے فرمایا کہ سلطان کی حکومت میں رعایا کی حق تلفی کیوں کی گئی اور یہ فعل جو عروسہ (دکن) کا شرعی حق تھا عزم رکھا گیا، یہ طریت و انکسوف کا تہہ مگر وہ میں پہنچی تھی۔ حضرت مولانا ہادی علیؒ نے لکھا کہ تہہ فاطمی پر مولانا کچھ کرنا چاہتا تھا کہ یہ دو عالم بزرگی مشائخ اہل کتب و وقت ہیں اس طرح کا اختلاف مسائل فقہ میں کوئی خاص اہمیت نہیں

لکھا کہ محمد فتح عثمان کے لیے ارگاہ وادی میں درج کئے گئے اور ان سے (یہ ادا کا معاملہ بنا۔

۱۱۰) مہاراجی کے حلقہ حضرت سنانی در عود اللہ علیہ کی رائے سمجھنے سے قادیان
 (۱۱۱) حضرت بانوری، حضرت گھوڑی، حضرت شیخ اللہ قدس سرہ اور امام غلامی نے
 حضرتوں کا نکاح تبریغی پر کیا جو کہ تینا حضرت تھانوی سے حاصل و فرقی تھا۔
 ان کے ساتھ تھے۔ (ثانیاً) ہندوستان کے وہابی عالم میں مہاراجیوں کی کیا
 جاتا ہے مگر کسی نہریت ہوئی ہے کہ وہابی اسمت کے بعد صاحب جائیداد کے یہاں
 ہوتی ہے ورنہ عنایت پر کا گنا، واصل کرنا نہ قبل ہندوستان پر ویا کر عرب کا
 دستور ہے کبھی نہیں ہوتا بلکہ ماونا نہایت محبت شہداء سے کیا ہے تو کئی نسلوں میں
 ہے اگر اس حالت کو چھوڑ دیا جائے تو تمہارے ادا کرنے کی رسم میں کہ مگر صاحب
 مدینہ منورہ میں جاری ہے کہ وہی ملے تو تینا عورتوں کو بہت سی تہا یاں نکاش
 ادا کرنے کی یہ حق عمومی نکاح کی جاتی ہے (ثالثاً) مہاراجیوں سے قادیانوں کے
 اتنے ہیں کہ موجود زمانہ کا ہندوستانی مسلمان اس کے ادا کرنے کا خیال ہی نہیں کر سکتا۔

واقیعتاً تو درکنار کتب فقہ میں یہ چیز موجود ہے کہ اگر نکاح میں زوجہ کا ارادہ
 ہو کہ بیٹے کا نہ ہو تو وہیں کا اجتماع نکاح ہوگا۔ چنانچہ کہ وہ غافلان ہو کہ نہ ماخذ
 طہریت اسلام میں نکاح بلکہ فساد کے ایک ہے، انجی ایمان کے یہاں لاکھوں کی
 مختلفہ مہاراجیوں کا مقدار پر مہر چلے گئے ہیں اور بہت سے غافلان لائے زیادہ
 سے زیادہ مہر کی حالت کے جوئے ان ضمنی نکاح اور عام آدمی کے لیے اور اس پر
 بھی ہزاروں میں ہر قدر حق اس قدر ہوئی ہے کہ کسی کی حد نہیں شریعت اور طہریت غافلان
 کا یہاں ہی ان بیوقوفوں کے یہاں تہر کا خالی تر ہونا ہو گیا ہے اور خود تہر میں زوجہ
 کیسے ارادہ لوائے مہر کر سکتا ہے اس کے گھر میں لٹنے پھرتے ہوئے نہیں ہوتا تہر ہر
 ہوتا ہے نہ ان زوجہ کے ہو گیا ہے کہ یہی سے مہر لائیں گے، بلکہ بعض بیوقوف
 یہ کرتے ہیں کہ بیوی کو پہلی شب ہی مہر رک کے معاف کلاتے ہیں، ایسی صورتوں
 میں اللہ ادا تے مہر کیاں پوچھا جاوے (۱۱۲) حضرت عسکری قدس سرہ نے یہاں

حق تلفی کا احساس کیا اور مخالفانہ التصرف سے کیوں منع کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور بنات کو نظیر میں پیش کیا۔ (۱) اس میں طرح غلطیوں کا
 اصلاح کی کوشش کی گئی ہے اس کی بھی ہونی چاہیے۔ ایک سو تیس تو لہذا ہی کہہ دینا
 ایسی مقدار ہے کہ عام طور پر مسلمان اور کلمت ہے اور اس کا اطلاق بھی رکھ سکتا ہے۔
 علاوہ ازیں یہ ایک جبرک طریقہ غائبانہ جنت رضی اللہ عنہا کہ ہے جس سے غالباً حسن اور
 برکات تکبیر کا موقع حاصل ہوتا ہے سنا ہے کہ جب ہندوستانی اذان میں تہر کا
 رسول کرنا موجود ہی نہیں ہے اور اس کو مٹا دینا یعنی شمار کیا جاتا ہے بلکہ شرعی کمزوریاں
 کہہ کے اس کو ڈر کر دینا ضروری سمجھا جاتا ہے تو کبھی نہ وہ عدد لیا جائے جو سب میں
 برکت والا ہو شادی ترین مقدار تہر (۱۰ اور ۱۰) ہو اور نہ اعلیٰ ترین (تین یا چار) معتدل
 ہو شرافت اور عزت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ سب سے زیادہ اہل الجنت ہی اللہ
 تعالیٰ عنہا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ٹکڑے کا یہ ہر ہے فاطمہ
 بصفا منیٰ حدیث پر غور فرمائیے۔

بوجود ان امور کے میں خود اگر کوئی نکاح پڑھتا ہوں تب تو شرط ہوتی ہے اور
 اگر پڑھنے والا کوئی دوسرا ہوتا ہے تو شرط نہیں ہوتی شریک ہو یا نا ہوں !
 والسلام، تنگ اسلاف حسین، احمد غفرلہ
 رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

(۲) اشیاء شریفہ و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم | ہر عالم باہل کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کا کوئی عمل
 شریفیت کے خلاف نہ ہو پھر وہ شریفیت جو لاکھوں
 انسانوں کا ہر شہ اور ہزار ہا علماء کا استاذ ہے جس کا ذات دن قابل اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے
 معتدک کلمات پڑھنے اور پڑھانے میں لیس ہوتا ہو وہ کس طرح اشیاء شریفہ سے دور رکھ سکتا ہے ؟
 حضرت مدنی تو لہذا مرقدہ کی زندگی سفر و حضر میں حتیٰ کہ جیل کی چھ دیواریں میں بھی اشیاء شریفہ میں

گذرتی تھی، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ جیل میں رمضان کے روزوں کی پابندی، نماز اور حج کا اہتمام اور اس کے لیے خود قرآن عزیز سنانا، بلکہ ہر نماز باجماعت ادا ہوتی تھی۔ آپ کے ساتھ ریل میں سفر کرنے والے خدام کا مشاہدہ ہے کہ آپ جتنی گاڑی میں بھی نماز کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے اور اکثر نماز باجماعت، جو کرتی تھی۔ فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کا پابندی سے التزام کرنا یہ تو تھا ہی حضرت مدنیؒ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت پر سچی پوری سختی سے عمل پیرا تھے، یہاں صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنی وزارتِ تعلیم کے زمانہ میں حضرت مدنیؒ اور چند مخصوص علماء کی دعوت کی اور کھانے کا اہتمام میسر کر کے پر کیا، حضرت نے چند لمحے نماز کی خاطر کھا تو لیے مگر طبیعت پر سنت انقباض ہو گیا اور ایک لطیف اشارہ مٹوٹا کی طرف بھی کر دیا، مولانا آزادؒ بھی عالم باعمل اور شیعہ سنت تھے اور اولیاء کرام کے مزاج مظاہر تھے، چنانچہ چند دنوں کے بعد دوبارہ دعوت کی اور کھانے کا انتظام فرض پر فرمایا گیا۔

اسی طرح حضرت مدنیؒ کی مجاہدات کے کس قدر پابند تھے، اس کے لیے مندرجہ ذیل واقعہ

ہم سب کے لیے اور بعیرت سے۔
 ۱۹۳۵ء میں وٹھل بنگلہ میں کانگریس کا اجلاس ہو رہا تھا، اتنے میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا، حضرت مدنیؒ نے اپنے اجلاس ہی میں اذان فرمائی اور پھر مسلمان قہر کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی۔

(۱) مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روس کے زمانہ میں کیونزیم کے خصوصی اجلاس میں باقاعدہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ (سرگزشت کابین ص ۸۹)



مغرب بندہ سے تھے اسی لیے ان سے بھی کئی کرامات اور کشف کا عہد تھا ہے، یہاں چند نکلات اور چند کشف کا ذکر کیا جاتا ہے مگر اس سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ حضرت علیؑ نے دعر اور اہل کرام کی طرح جو شہزادی عبیدت اور عجز و انکسار کا عہد فرمایا ہے، اور یہی طلحہ بن اور ابویہ کرام کی نسبت عالیہ ہے، اللہ تعالیٰ کی جرات سے ان کا بعد اس قدر عمل اور مصلیٰ ہو جاتا ہے کہ نسبت فاروق کی کہلیات گواہ بگاہ اس پہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ حضرت علیؑ کی کلمات دیکھے تو بہت زیادہ ہیں مگر یہاں صرف چند روایت کی جاتی ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ عین اس زمانہ میں کہ انگریزی حکومت کا سورج نصف نیا رہتا اور سکولوں میں ماساتنا بچوں سے دُعا کرتا کرتے تھے، خدا سلطنت رکھے ہارنہ عظیم کو یہ اور بڑے بڑے مشائخ عظام جلیا نولہ باغ میں ہندوستانوں کے خون کی لہریں بہانے والے گنہگار کو خراجِ محمدت پیش کر رہے تھے اور طلحہ کی بیٹی خراجی کا دل غمی کر کے واسے بعض لیندوں کو سزا کا سزا دیا جا رہا تھا، ایک مرد حق آگاہ نے کراچی جیل سے یہ چٹین گوئی کی کہ **عظ**
 جلا کے خاک نہ کدوں تو داغ نام آسین

پھر اسی کا اعادہ ۱۹۴۳ء میں مراد آباد کی جیل سے اپنے ایک گرامی نام میں یوں فرمایا۔
 اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید تھی ہے کہ قریب آج میں، تم کو حکومت
 کی یہی فرسہ پیش آئے گا اس صحت میں ہمارا کیا بیانات کا مظہر ہی ہو جائے
 گا "بہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں بقیہ فرگرداننا ضروری معلوم ہوتا ہے" روایات جہاں سے
 اس سے بڑی کرامت اور کشف کیا ہو سکتا ہے کہ جب انگریزی حکومت کا سورج لہجہ کے
 سورج کی طرف بھوک رہا تھا ایک مرد حق آگاہ نے اس کے انقلاب کی فرغیہ سنائی۔

اسی طرح آپ کی سب سے بڑی کرامت دلائل سلوک کی و ترقی ہے جو آپ سے پہلے کسی مکتوب
 کے قلم میں نہیں ہوئی تھی، یہاں کہ پہلے گند رہ چکا ہے۔ آپ دلائل سلوک میں بعد طلحہ بن اور ابویہ صدہ کی اس
 وقت تشریف لائے کہ دلائل سلوک کی علامتِ سخت زلزلہ کی زد میں تھی مگر آپ نے اس ادوار کو ہلکا
 سمجھا بلکہ تبدیل برس تک آپ دلائل سلوک کے سر پرست رہے جبکہ آپ سے پہلے یہ شرف کسی کو
 حاصل نہ ہوا ان کراماتِ ظہر کے علاوہ حضرت کی عرفا چند کرامات ذکر کی جاتی ہیں۔

① دعا کی برکت | سلطنت میں ایک مرتبہ شہر کے کسی حشر میں آگ لگ گئی حضرت اس وقت آپ کا زمانہ میں صوف ہونا تھا اہا کس آگ لگ گئی، لوگ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔

(سورہ نالخت الرحمن صاحب بریلوی)

② ترین واپس آگئی | حضرت علی رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ سلطنت سے دیوبند کے لئے مراجعت فرما رہے تھے سلطنت سنبھلنے پر مغرب کا وقت ہو گیا، لڑکی طائر

ہونے والی تھی مگر حضرت نے باعث کے ساتھ نماز مغرب شروع فرمادی تھی آپ نماز سے فارغ ہو گئی تھیں کہ ترین روانہ ہو گئی، تمام لوگ پریشان تھے مگر حضرت نے انتہائی اطمینان سکون کے ساتھ نماز پڑھی، فرمائی، ترین کافی دیر تک ہاؤس تھی کہ اہا کس لوگوں نے دیکھا وہاں آدی ہے، اعلیٰ جہان میں کیا خلابی پیدا ہو گئی تھی کہ اسے دوبارہ طیث قدم پرانا پڑا اور تمام حضرات ترین میں کلمہ پڑھ گئے۔ (سورہ نالخت الرحمن صاحب بریلوی کوثر مولانا فضل الرحمن صاحب بریلوی)

③ پارہ پائی سے ذکر کی آواز | میں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ تارم شیخ تشریف لائے ہوئے تھے

طاف کی عرض ہے میں بھی وہاں گیا، حسن اتفاق سے اسی وقت پھر میں جلسہ تھا، ناگہان وہاں مجھے پہنچا، مدرسے کے صحن میں ایک گھنٹی کی پھر پائی پڑی ہوئی تھی میں اس پر بھڑک گیا، جھوٹی پرگنہ لگی کہ صحنس ہو کر ذکر آنا آری ہے، ساتھی پارہ پائی میں ارتعاش پیدا ہوا، پھر پر خوف اور گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوئی اور میں وہاں سے اٹھ گیا، میں نے غمگینگی کی تو چہ چہا کہ حضرت شیخ نے اس پارہ پائی پر ہتھ کر فرمایا ہے اور یہ پارہ پائی کسی غرض سے لگی گئی ہے۔ مولوی عبدالباری صاحب نے یہ واقعہ مولانا بریلوی سے بیان کیا، جب آپ الحکاف میں تھے۔

④ کھانے میں حیرت انگیز برکت | سابقہ مدرسہ صاحب دیکھا مولوی عبدالباری صاحب نے کہا کہ

میں نے وہاں پہاڑوں کو دیکھا، ان کے پاس وہاں کانفرنس کے تھے اور ہمیں ہمسایہ حضرت شیخ مرتضیٰ علی کے تھے، انھوں نے کہا کہ ہمیں ان لوگوں کے کھانے کا انتظام کیا جب کھانا آیا

ہو یا تو مولانا عثمان صاحب نے مروا سلطان حق صاحب سے کہا کہا اور حضرت کو بلا کر لے آئے اور سلطان
 صاحب نے حق صاحب حضرت کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں سے وہیں ناگروا عثمان صاحب
 سے سرگوشی کے اجازت میں باج کی اور مولانا صاحب نے جس سے بہار مولانا صاحب نے جس سے
 جسے کھنڈ چلے جاؤ۔ یہ سب میں حضرت کے سکھ پڑھنے کی کیا آپ تیار نہ رہا ہوں ہی اب ہر جگہ تہنچ
 باج اور جتنہ فرمایا اگر سب یہاں پہنچائیں تو نام بہان ہونے سے زمین کی تعلق میں ان لوگوں کے وہاں ہی
 یہاں کو دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ جہاں سے صاحب نے مجھے پریشان کر کے سب سڑکی ترقی کے لئے یہاں سے
 ظاہر ہوئی کہ میں نے تو صرف یہاں سے ہٹا کر بالوں کے لیے کھانے کا دعوا کیا ہے اور یہاں کے تعداد
 آپ دیکھتی ہے ہیں اور وقت اس قدر تنگ ہے کہ یہ انظار ہی کر لی صورت ہی نظر نہیں آتی۔ جہاں
 سے صاحب نے حضور دیا کر میں حال کم نہیں کر حضرت سے بیان کر دو میں نے ہا کر حضرت سے عرض
 کر دیا کہ اس وقت تک تم تیار نہ ہو یہاں سے زیادہ ہیں اب کیا کتاہے اپنے سطرہ خاکلنے
 کے پاس تشریف لے رہی تھی اور کراچی کی دیکھ کے اس کی رکھا یہ دورہ شکمہ چھنے سے بعد
 کھنڈ پر دم کرنا اور فرمایا اسکا نام شروع کرو۔ کہا اسکا نام لے کے بعد دیکھ کر بڑھ کر لانا اور
 وہاں سے لے ایک پارہائی مشکوہ وقت میں لیٹ جاؤ تا چننا فرمایا پارہائی کھانہ لگی اور آپ
 اس پر لیٹ گئے جہاں لے کہا شروع کر دیا جب تین مجلسیں کھا کھا کھا لانا ہو گئیں تو چوتھی اور
 آہری مجلس میں حضرت کی شریکیت بہت اچھٹ تھی مجلس میں آہری تھی تو مجلسیں نہ لہنا کا سانس لیا
 اور دعا فرمادیا کہ یہاں سے ہٹا کر وہیں کے کھانے میں اندر تھان لے اس قدر کھانے اور غنائی رقص
 ہا اور تھی شکر ہو گئے۔ ہر حال یہاں کے ہا لے کے بعد ہم خدا ہی گئے اور یہاں سے ہٹا کر لانا
 لانا ہونے لگے۔ ہنگامہ بسترے یاں کافی کھی میں اسکی پر اکتفا کر میں گئے۔ مگر جب میں دیکھ کے
 قریب گیا اور اس کے امدادی مجھے کھانہ ہا کر دیکھ کر میری حیرت کہ تھا نہ رہی کہ اس میں چاول
 اس قدر موجود تھے جسے ہم سب مل کر کھا سکیں۔

امداد میں حضرت قہر پر تشریف لائے۔ انگریزوں کا
 (۵) نومانی تصرف اور برکت | اہل می انہی سبغوں میں تھا جس میں تازہ جیل مانگا بڑھ گیا
 نے میں شرکت کر مانی تھی، کھا تھا ہا اس کو میں نے لے لیا گیا لیکن شب کے کھانے میں یہاں سے

حضرت مولانا درنی بڑا اعلیٰ مرتبہ تھے جن میں تھے اسی زمانہ میں فطی محمد حسین صاحب بھی وہاں سیاحی قیدی کی حیثیت سے تھے۔ فطی محمد حسین صاحب حضرت مولانا درنی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن شریف اور دینی پڑھا کرتے تھے۔ ایک اعلیٰ قیدی کو پھانسی کی سزا کا حکم ہو گیا، اس نے فطی محمد حسین صاحب سے فرمایا کہ تم اپنے اہل سے کہو کہ میرے لیے دعا کریں کہ ہاں ہوں، فطی محمد حسین صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ ایک تہہ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ڈانٹ دیا، پھر ایک دن فطی محمد حسین صاحب نے بہت افسردہ کیا تو فرمایا اگر اچھا اس سے کہو کہ فلاں وظیفہ پڑھا ہے چنانچہ اس نے دو دن روز تک وظیفہ پڑھا تو اس کے دل کو لکھیں نہ ہوئی پھر اس نے کہا کہ اپنے سے کہو دعا کریں، فطی محمد حسین صاحب صرف یہ لفظ ہی بہت صبر ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ اچھا ہاں اس سے کہو کہ وہ ہاں ہو گیا۔ فطی محمد حسین صاحب اس قیدی سے جا کر کہا کہ اپنے کہہ دیا کہ گودا ہو گیا، دو ایک روز گننے کے بعد اس قیدی نے پھر یہی کہا اٹھا کر آیا کہ اب تک کوئی حکم نہیں آیا اور میری پھانسی تین چار روز ہی رہ گئی ہے، فطی محمد حسین نے پھر عرض کیا تو فرمایا تمہیں نے کہہ تو دیا کہ وہ ہاں ہو گیا، اس کے بعد وہ ایک روز مقربہ تاریخ میں رہ گئے تھے کہ اس کی سزا کی کا حکم آ گیا۔

حضرت کے غلیظہ مجازہ جو انہوں نے لکھی تھی وہ لکھی جاتی تھی کہ

① نجیہ جوگی کے حضرت نجات ملاوی

اگر ایک شخص دوسرا دیکھتا ہے اور اس نے حضرت کو دیکھا ہے

سے عرض کیا کہ وہ ملکہ جیسے نہیں ہونے وطن میں ایک کنوئیں پر ہال بھر رہا تھا کہ ایک جگہ لکھا اور اس نے پھر نگاہ ڈالی جس پر وہی چہ اور آن لادی میں اس جوگی کے ساتھ ہوں میں کہیں کہ جانا ہوں تو وہ جگہ ہی وہاں قوت سے جیسے کھینچتا ہے اب میں بہت پریشان ہوں کہ کیا میں میں ملان ہوں؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ ایک چہرہ ہاں اور ایک وظیفہ بتایا کہ اسے پڑھو چنانچہ کرات کو اس نے وہ وظیفہ پڑھا وہ ہو گیا، سچ لکھا اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ایک خطاب ہوا کہ کیا کرات میں نے دیکھا کہ ایک شیر گھڑ پر سوار تھا تو آتا پہلے ایک تلوار کے اس شیر پر چل گیا اور اسے قتل کر دیا، اب جب مسیح میں اٹھا ہوا تو اس جوگی کی حیثیت قطعاً تیرے دل میں نہیں ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خطاب سن کر فرمایا کہ اچھا تم آج ہی فرما کہ کبھی چلے جاؤ چنانچہ وہ شخص کا پھر چلا گیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعا، کتاب سے اللہ تعالیٰ نے کئی

② حمد سے باعزت بلات

پریشان مالوں کی پریشانوں کو دے فرمایا ہے یہاں صرف ایک

واقعہ کا غلط تصور کیا جاتا ہے۔

شہزادہ محمد امجد علی شاہ کے صاحبزادہ طویل اللہ برطانوی فوج میں کپتان کے عہدے پر فائز تھے، فوج کی وجہ سے آپ کو کلکتہ میں کھٹ مارشل کے پردر در گیا، ساری قانونی تکلیفیں انجام ہونے پر حضرت کی خدمت میں دعاء کے لیے حاضر ہوئے، حضرت نے دعاء بھی فرمائی اور پڑھنے کے لیے بھی ایک سو رو اشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سنگین ترین سزا سے ہات بچ گئی، تقسیم کے وقت وہی کے عزیز، حکاموں سے جا ہی بچا کر لاہور آکر مقیم ہو گئے تھے۔

⑫ خصوصی اعمال و کلمات | اللہ تعالیٰ نے حضرت مدنیؒ اپنے زمانہ میں جو خصوصی اعمال و کلمات فرمائے ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت و برکت یہ ہے کہ وہیں طویل

عمر تک کامت کی سادگی ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، اس وجہ سے ایسی سعادت بہت ہی کم ہوتی ہے کہ تندرستی ہے کہ دربار تہذیب میں حاضر ہوتی، ایسی ہی سب سے بڑی خصوصیت اس میں مدیث مدیہ منورہ کی تندرستی میں اس کی مثال کی تکمیل یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ سید دو عالم مثل احمد علیہ السلام کی رافت اور شفقت آپ پر بہت زیادہ تھی، انہی بار خواہ میں مگر عالم مثال کو عالم مشاہدہ میں برکت کا شرف حاصل ہوا یہاں ایک واقعہ عرض کیا جاتا ہے۔

۱۹۵۲ء میں آپ کے نیم مبارک کا داہنا سحرہ شہ ہو گیا، فاکٹریوں نے فائی کا موشنیں کیا، علاج کی تجویز ہوئی تھی کہ وہ سحرہ روز آپ کو آرام ہو گیا اور وجہ یہ بھی فرمائی کہ آج صبح خواہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تھی، آپ نے دعا فرمایا کہ اپنا داہنا سحرہ مبارک میرے بدن پر پھیرتے ہوئے فرمایا کہ حسین احمد کشمیری کی کوئی بات نہیں، ہم صرف تمہاری عبادت کیلئے آئے ہیں!



حضرت ندنیؒ سے تلمذ اور ارادت

کی برکات

جب بھی کوئی انسان ارادت اور اخلاص کے ساتھ کسی بھی مردِ حق آگاہ کی زیارت کرتا ہے تو وہ اس کے انوار اور برکات کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو آدمی اخلاص اور تلاشِ حق کی نیت سے آیا وہ فوراً مشرف بہ اسلام ہو گیا، ایسے کئی واقعات احادیث اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں یہاں صرف ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

”یہ وہ مدینہ کے مفتی جو عبید اللہ بن سلام کے نام سے مشہور اور معروف ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تلاشِ حقیقت کے لیے حاضر ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ جو نہی میں سے چہرہ انور پر نظر ڈالی میرے دل اور دماغ نے یہ فیصلہ کیا یہ پہر غلط بات کہنے والے کا نہیں ہو سکتا، چنانچہ وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔“

رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نیک انسانوں کی علامت یہ فرمائی ہے:

إِذَا رَأَوْا ذَكَرَ اللَّهُ - (الحديث) ترجمہ: جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے؟

چنانچہ صلحاءِ امت اور علماءِ حق کے ایسے کئی واقعات منقول ہیں بلکہ ایسے حالات تاریخ میں موجود ہیں کہ بعض معاندان کو قتل کرنے کے لیے آئے مگر حلقہ بگوش ہو کر رہ گئے یہی حال ہمارے دور کے اولیاءِ کرام اور علماءِ عظام کا ہے اور رہا ہے بشرطیکہ حاضر ہو والاروحانی اور دینی طور پر مزموم نہ ہو۔ دورِ حاضر کے امامِ الاولیاءِ شیخ التفسیر مولانا احمد علی ہمدانی

فدا شدہ مرتد کی زیارت کی برکات کو دیکھنا ہمیں عالم سائنس کے متنازع فاضل حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے حضرت لاہوریؒ کے متعلق ایک طویل مضمون میں اٹلہ فرمایا۔
 شہری زندگی میں وہ بڑا مہارک دن اور بڑی سہ گھڑی تھی جب مولانا احمد علی صاحب
 لاہوریؒ امیر انجمن خدام الدین شیرانوہر ودانہ لاہور سے نیاز حاصل ہوا۔۔۔
 فصیح عائدہ اصلاح رسوم، رہا باقرآن کا نام زیادہ ہوا، یہ حقیقت مولانا
 احمد علی صاحب کے تعویٰ اور دعائیت اور انصاف و انصاف کی برکت تھی۔۔۔
 سامعین کے دل اسی تذکرہ دل سے متاثر ہوئے فریضی کہ سکتے تھے چنانچہ قند مجید
 محبت ان کے دل سے نکلنے والوں کے دلوں کو منتقل ہوئی تھی اور کھلی کرکٹ کی
 طرح ہر مول کے جسم و جان میں بھی دھڑکتی تھی۔ (مستقل ذیل پانچ جلد)

نوٹ ۱) امر واضح ہے کہ اب بھی حضرت لاہوریؒ کے سلسلہ اہانت میں آنے
 والے سعادت مندوں کو تین عینیں نہ بانب اللہ عطا ہوتی ہیں (۱) عقیدہ صحیح ہو جاتا ہے۔
 ۲) قرآن عزیز سے محبت ہو جاتی ہے (۲) بار بار زیارت عزمین کی سعادت ملتی رہتی
 ہے اور یہی سب سے بڑی برکت ہے۔

اسی طرح شیخ العرب وایلم حضرت مولانا حسین صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ جنہیں
 حضرت لاہوریؒ اپنے وقت کے اولیا ماشد میں عظیم تر فریاد تھے ای کی خدمت میں حاضر
 ہونے والے سعادت مندوں نے جن برکات کو محسوس فرمایا ان کا شمار ان میں نہیں صحیح عائدہ
 حسین اعمال، اکابر سے تعلق اور عذیبہ جہلاک خوش نصیبوں کی زندگی میں گھرا ہوا نظر آتا ہے۔
 اسی طرح حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متولین کو اللہ تعالیٰ حسین خاتمہ کی سعادت سے
 مشرف فرماتے ہیں، آپ کے مریدوں کا خاتمہ بھی بفضلہ تعالیٰ قابل رشک ہوتا ہے۔ یہاں
 صرف بہت سی واقعات ہدیہ ناظرین میں جو احقر کے سامنے ہوئے ہیں اولاد کے دیکھنے
 والے آج بھی کچھ اللہ موجود ہیں۔

① جناب حافظ نور محمد صاحب جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد جلیل اور آپ
 سے بیعت تھے، عصری علوم میں بھی فائق ہونے کی وجہ سے گورنمنٹ کالج تھانہ گنگ کے

پہلے تھے، عید الفطر کی نماز اپنے گاؤں لاقا میں ہو کر تہہ تنگ کے قریب ہے (پڑھنا خطبہ ارشاد فرمایا ہے تھے کہ اسی جگہ حاصل ہائے ہو گئے۔

(۲) جناب میاں محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسن ایصال کے قریب برہان کے موضع "فتح اللہ" کے بننے والے تھے، ابتداً العلوم کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا، اور وہیں تمام عمر خدمتِ دین میں گذاری، نہایت متقی، صالح بزرگ، مرجع محامد و خواص تھے۔ حضرت مدنیؒ کے نہایت عقیدت مند اور عاشق صادق تھے، حضرت مدنیؒ کی آپ بیٹی "نعتش حیات" آپ کو زبانی یاد تھی۔

آپ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت قابل رشک ہے، اکتوبر ۱۹۱۹ء میں اپنی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھانے کیلئے تشریف لائے، وعظ فرمایا، عربی خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے، پہلا خطبہ پڑھ کر بیٹھے ہی تھے کہ وہیں منبر پر مدوح فقیر حضرتی سے پوچھا کہ گئی۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحٰبُہٗ

(۳) جناب حافظ مولانا محمد امین صاحب شیخ الحدیث و بانی دارالعلوم امینیہ چک لروڈ اور دہنڈی۔ آپ حضرت مدنیؒ کے شاگرد نہایت تشریح ائمہ متقی عالم دین تھے، اور نہ حدیث حضرت مدنیؒ کے دارالعلوم دہنڈی میں پڑھا، حضرت مدنیؒ کے نہایت عقیدت مند تھے، تمام عمر وہیں حدیث میں گذاری، آپ کی وفات کا واقعہ بھی قابل رشک ہے۔ عشاء کی نماز پڑھانے اپنی مسجد میں تشریف لائے، پہلی رکعت میں سورۃ الضحیٰ پڑھ رہے تھے، جب دَسُوْتًا یُعْقِلُکَ رَبُّکَ فَتَدْعٰی، پھر پہنچے تو وہیں مصلیٰ پر گر گئے، جب کانگہ دوڑ کر پہنچے تو آپ اپنے رب کے ہاں پہنچ چکے تھے۔

ع ۱۰ ایت سعادت بزورِ بازو نیست

— مرتب چراغ محمد علیؑ نے طبع بار دوم کے لیے حضرت مدنیؒ سے تلمذ اور ادارت کی بركات کے عنوان سے اس مضمون کو شروع فرمایا اور اپنے مبارک قلم سے پارہ عدد لکھے، تین حضرات کے نام خود تحریر فرمائے اور چوتھا عدد خلی چھوڑ دیا، یہ آپ کی کرامت ہے کہ آج اس عدد کے ذیل میں آپ کا تذکرہ ہوا ہے۔ دَلِیْلٌ فَعَمِلُ اللّٰہُ یُوْرِثُہٗ وَمَنْ یَّشَآءُ

(۴) مرتب چراغ محمد علیؑ نے قلم اہل علم حضرت اقدس مولانا قاضی محمد زاہد امینی نور اللہ فرقہ کو اپنے مرقی، شیخ ابراہیم ساہو سے جس عقیدت محبت اور عشق کا تعلق تھا وہ کتاب ہذا (چراغ محمد علیؑ) کی سطر سے جہاں ہے، آپ نے وہ نہ حدیث تشریف لائے، حضرت مدنیؒ سے پڑھا، بیعت کی سعادت سے مشرف ہوئے، حضرت مدنیؒ نے آپ کو تلقین ذکر اور اصلاح و ارشاد کی اجازت سے مشرف فرمایا۔

حضرت مدنیؒ کی خدمتِ خلق

حضرت مدنیؒ نے اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ درد مند دل عطا فرمایا تھا جس کی نظیر اس دور میں نہیں ملتی۔ آپ کسی بھی پریشان حال کی پریشانی کو برداشت نہ کر سکتے تھے، ویسے تو ایسے حالات بہت زیادہ ہیں مگر یہاں صرف ہندو واقعات ہر یہ تاظرین باانصاف ہیں:-

① مدرسہ کے قانون کے مطابق اگر کسی طالب علم یا چند طلباء کا کھانا بند ہو جائے یا اور معاملات کے آسے پر پوری کھانے کی ضرورت ہوگی تو اس کے لیے سید عالمؑ کا دروازہ کھلا تھا، خبر ملتی ہی اُس کا کھانا فوراً گلوادیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کچھل نوجوان جو کہ اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کرتے ہیں ان کی بہت افزائی نہایت بڑی ہے یہ قیامی بروقت جاری رہتی تھی۔

② کوئی سائل بھجائے تو اس کی مشکل فوراً حل فرمادیتے تھے، یہ گنہگار خانقاہ میں حاضر تھا کہ بہت بڑا نماز عصر ایک عرب سائل آیا یہ سائل سے پہلے کی بات ہے جب عرب سودی عرب نہیں بلکہ حجاز عرب تھا حضرت کے پاس اُس وقت نقد رقم نہ تھی، اللہ شریف نے گئے اور تانبے کا ایک بہت بڑا دیگہ لاکر اُسے فرمایا کہ یہ بازار میں فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کر لیجئے۔ اُس اللہ تعالیٰ کے بندے نے بھی غنیمت سمجھا اور وہ دیگہ لے گیا۔

③ اسی سبب واقعات سے زیادہ عجیب اور انسانی ہمدردی کا عملی نمونہ ایک واقعہ ہے جو جو بان حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے مرقدہ درت کیا جاتا ہے:-

مدرسہ میں آپسے دیکھا کہ ایک چٹیلین قسم کا مسافر ریل گاڑی کے ہیٹ الخلاء کا دروازہ کھولتا ہے مگر پھر ہاتھ اندر باندھنے کے اپنی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا ہے، ہندو بار اُس نے یونہی کیا اور اس کے چہرہ پر گھبراہٹ اور انقباض کے آثار نظر آ رہے تھے، آپ نے نیچے پڑے ہوئے سگریٹ کے خالی ٹبے لیے اور اپنا لٹا، جو سفر میں آپ کے ساتھ

تو اگر اتحاد کے کریمت محمد میں تشریف لے گئے وہیں اگر اس مسافر سے فرمایا کہ
اب آپ تشریف لے جائیں تاکہ نہ اندر جا کر دیکھا تریت اندر بالکل صاف تھا
حضرت سے فارغ ہونے کے بعد ملت کا بنگار ہوا تو آپ نے فرمایا کوئی بات
نہیں آپ محسوس نہ کریں!

یہ خدمت گری کا ثبوت حاصل کرنے والا کیمپ مظرین سید ہے اور اس نوم درہند گری کا ثبوت
اور ہزاروں انسانوں کا ہر طریقہ اور ہزاروں علماء کا استفادہ اور سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ با سال
گنہ خوار دل ماہیہ اہل الفتح و توسل کے سنانے میں بیٹھ کر وہی حدیث دیا اور اسی حدیث نے تمام
دنیا کو جو اب بیٹھنے کی یا بیٹھا ہونے کی بھی نہیں کرتا اور بڑی بات یہ ہے کہ نہ کوئی شامانی نہ واقعیت
بلکہ یہ بھی جانتے نہیں کہ وہ مسلم ہے یا غیر مسلم یا اس کی انسانی ہمت پریشانی کو آپ کا وہ مندوب برداشت
ذکر رکھا اور اپنے ہمارے اہل حق سے بیت الخلاء کو صاف فرما کر اسے اس پریشانی سے نجات دلائی
نہایت افسوس ہے کہ اگر سرورِ عالم درودِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دانے لے کر نہ
سوچا کہ وہ کس کے بارے میں ہے۔ مصطفیٰ برسانے تو شیخہ ما کہ دینتہ ہمسہ اوست
کہہ رہا ہے جس کی ساری زندگی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی اتباع میں گذری تھی پڑتے
جہی سیرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

یہ روایات ہیں کہ سید و عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ مسجدِ نبوی میں
رونق فرماتے تھے کہ ایک اعرابی نے آکر مسجد کے ایک کونڈے میں پیشاب کر دیا، صحابہ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کو روکنے کے لیے اٹھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
روک دیا جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو اسے نصیحت فرمائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے تجھ
نوں نہ کرنا چاہیے تھا، اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ جسکی ریت کو نکل دو اور ہاگ بیتِ ڈال کر
اس پر چند دل بانی کے ڈال دو۔

سیرت اور حدیث کی کتابوں میں ہے کہ حضرت و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شہادت سے تیار ہو کر
فحش نہ صرف خود نہیں بننا بلکہ اس کا سارا قبیلہ مشرف ہو اسلام ہو گیا۔

لے کر دنیا دہی شیخ الاسلام نمبر ۵

۴) معنی "قاہ" قول ہے کہ مستیٰ میں مندرجہ ذیل صفات نمایاں ہوتی ہیں: (۱) استیلائی
 ہونے کا (۲) استیلائی خواہش ہوتی ہے (۳) استیلائی ہونا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ علیہ السلام سے سنی تھے، علم کی دولت تو ہر وقت لگاتے تھے، عملیات
 اور اہلاد و دو طائف میں بھی آپ بہت زیادہ سنی تھے، ایک دفعہ یہ گزرا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
 تھا کہ جناب سے ایک بہت بڑے عالم صاحبِ مہربانیت ہوئے اور انہوں نے آپ سے ہند
 عملیات کی اجازت مانگی، آپ کے متعلق یہ مشہور تھا کہ آپ عملیات میں کامل ہیں بلکہ جہات بھی
 آپ کے حضور میں) آپ اندر نظر لینے لگے اور اپنی خاص عملیات کی وہ کاپی جس کے اوراق
 یہ بتا رہے تھے کہ یہ خاندانی عملیات کی بہت پرانی کاپی ہے آپ نے وہ ساری کاپی ان کے حوالے
 کر دی اور فرمایا اس میں سے جو چاہیں نقل کر لیں سب کی اجازت ہے۔ چند اہل طالب بھی تھے
 انہوں نے بھی یہی درخواست چینی کی، فرمایا سب کو سب عملیات کی اجازت ہے۔

۵) نذرِ صبر کے بعد خانقاہ کے صحن میں چار بابائیاں کچھ ہائی تھیں، حضرت محمد بھی تشریف فرما تھے
 اور طلباء بھی آتے، حضرت خود یا خود موم و محترم حضرت احمد بنی صاحب جو اس وقت محمد صالح
 تھے انہوں نے عموماً مدینہ منورہ کی گجوری لگتے اور سب فرکاد میں تسلیم فرما دیتے۔

۶) جن طلبہ کا کھانا مدرسہ کے نظم و نسق کی رقرقوں کے لیے بند کر دیا جاتا ان کا کھانا خود گھر
 سے لے کر آتے اور طلباء علوم و فنیہ کی تفریق سے آپ کے کھانے میں ہر ادا پورا ہوتا ہے اور یہ کہتے
 کہ چند طلبہ کا کھانا بند کر دیا گیا، آپ نے جیل سے حضرت قاری کو طلبہ صاحب تفریق سے تعلق کو
 بوجھ لکھا اس کی چند سطور درج فرمائی ہیں۔

سے اس کا بوجھ کو سخت سوز ہوا کہ تقریباً اسی طالبِ علم جس سے فارغ کر دینے
 جائیں اس کی وہ صرف یہی ہے کہ موجودہ زمانہ میں میں قدر کی ہم سے ممکن ہے لوگوں
 کو مسلمان اور صحیح العقیدہ مسلمان بنائیں اور حسبِ فرمانِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اختیاری
 صورت میں خود ممکن سے ممکن حد تک طلبہ کو راجعاً جو اس وقت تک کہ نہیں تاکہ وہ جو لوگوں
 ہر سوز کے لیے حالت بھی درست کریں اور مسلمانوں کی بھی حالت درست کریں اور
 اسلام کے سچے مبلغ بنیں، اخراج کرنا اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم کر دینا ہے، (کنز العمال)

۷) خود بخوبی کا ایک واقعہ | اختر کو جس رات شوال ۲۹ شعبان ۱۳۵۵ھ / ۱۳ نومبر ۱۹۳۷ء

شب جمعہ کو بیت کاشوف بخشا تھا حضرت سے اپنا علم مبارک حاصل کرنے کی خواہش کی۔ صبح جمعہ حضرت دلاحدیث جانے لگے تو ان سے جلد مبارک لے آئے اور بچے عنایت فرما دیا۔ اس وقت مولانا عبدالمجیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ دارالعلوم ہر وہند اور صاحب کرم مولانا محمد القادری صاحب دہلوی تیسرے بین اسلامیات پشاور نومبر ۱۹۳۷ء کی وقت پر حاضر تھے۔ وہ دیگر چند حضرات بھی موجود تھے۔ وہ بچہ مبارک اب بھی میرے پاس ہے اور میں نے وصیت کی ہے کہ اسے میرے کفن کا ایک ٹھکانا دیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ مغفرت ہو جائے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ:

رحمتہ اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی رضی اللہ عنہما نے

نیا کرتے پیش کیا کہ آپ اسے نہ بوسا لہم فرما کر شرف بخشیں۔ آپ کی خدمت میں

حاضر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے درخواست پیش کر دی کہ مجھے حلفا فرما دیا جائے،

ابو داؤد صاحب و ابویہ سلمیٰ رضی اللہ عنہما نے وہ گرتے اس صلوات کے نامی وقت حلفا فرما دیا،

چند صحابہ کرام نے اس کے اس امر کو پسند نہ فرمایا تو اب صلوات صحابی رضی اللہ عنہ نے

کہا کہ میں نے تو اس لیے طلب کیا کہ یہ میرا کفن ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا ان کی وفات

کے بعد صحابہ کرام نے صلوات صحابہ کرام کے لئے (مشکوٰۃ)

حافظ ابن حجر مستطانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی شرح میں فرمایا ہے: اولیٰہ التبرکات

بائنا لافضل الحسن: (فتح جلد ۲ ص ۱۵)

۸) تواضع | یہ وصف آپ میں اس قدر نمایاں تھا کہ ہر واقعہ کا وہ اس کا شاہد کرتا تھا

عمرہ وسلم کے در شاہراہی، من تواضع قلبی لربی فعبہ اللہ (جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے

تواضع اختیار کی اسے اللہ تعالیٰ رفعت عطا فرماتے ہیں، یہ پورا پورا عمل تھا خصوصاً جہانوں کے ساتھ

کر یہ معاصر اس قدر عجیب تھا کہ خود جہان بھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ جہانوں کے اہل علم نے ان کے

تجربے سے کھینچے، اگر جہان رات کو رہا تو اس کے پاؤں دبانے بلکہ اس کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کا

خود اپنے مبارک ہاتھوں سے اہتمام اور اتروام فرمایا کرتے تھے۔ سندھ کے حکیم روحانی اور بی بی زینبنا بی بی ام سید نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا کہ:-

”سید صاحب ہندو عقائد کے ہمراہ دروید ماضیوں سے اور حضرت مدنی کے اہل قیام فرمایا، جب واپس آنے لگے تو حضرت مدنی نے ان سب عیبوں کے خاتمے لپٹنے ہاتھوں سے سید سے کیے۔ اس کیفیت کو بیان فرماتے ہوئے جلالی لکھتے ہیں:“

⑨ مولانا سید محمد امجد شاہ بخاری سے روایت ہے کہ یہ بی بی زینبنا تھی ذات کو میں نے قریب سے فارغ ہوا لیٹ گیا، بین البطنہ والناہم نمہ کو محسوس ہوا کہ کوئی میرے پیروں کو دبا رہا ہے، میں نے کہا خیر نمہ کو عادت تھی ہے کوئی درست ہوگا، مگر اسی کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ اس کا یہ عمل عجیب قسم کی ہے باوجود راحت کے نیند رخصت ہوتی جاسکتی ہے، مراٹھا یا تو دیکھا کہ حضرت خلیفہ مدنیؒ میں فرمایا پھر کہا کہ پھر پانی سے آکر پڑا اور نماز سے عرض کیا حضرت کیا ہم نے اپنے لیے ختم ہونے کا خود ارادہ مانا پہلے سے کیا ہم کر رکھا ہے کتاب بھی ہم کو دیکھا ہے کہ ختم بھی ہے ہیں! شیخ نے جواباً فرمایا کہ آپ نے دیر تک تقریر کی تھی انہوں نے ضرورت تھی اور آپ کی عادت بھی تھی اور نمہ کو سعادت کی ضرورت، ساتھ ہی نماز وقت قریب تھا میں نے خیال کیا آپ کی ناسہلی نہ جائے، تو بتائیے حضرت میں نے کیا غلطی کی؟

(مکتوبات ج ۱ ص ۱۰۷)

⑩ مہمان نوازی | حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس وصف میں اتنا زچھے تھے آپ کے اہل مہمانوں کی آمد و رفت کا کوئی وقت حجازہ کوئی سلسلہ واقفیت، اس لیے آپ کے اہل مہمانوں کی بھی کسی نہیں تھی، جو آگیا بس وہ مہمان ہی سمجھا گیا۔ بعض دیہاتی لوگ جو دیوبند میں اپنی کسی ضرورت کے لیے آتے تھے، مثلاً مقدمات کے سلسلے میں اگر وہ اس وقت دیوبند تحصیل تھا طبع نہ تھا مگر پھر بھی ایسے مقدمات کے لوگ آتے تھے اور کئی کئی دن ہماری اصطلاحات میں بن جاتے مہمان ہو جاتے تھے، اگر کسی ناواقف خدام نے کسی ایسے مہمان کو جھڑک دیا یا نکال دیا تو جب تک اسے حاضر نہ کیا جاتا مگر قوت نہ رہتا۔ حضرت مہمانوں کے ساتھ جنس نہیں شریک ملتا، بچا کرتے تھے، ذات کو مہمانوں کی ضرورت تھی کہ تھک تازہ کرتا ہاؤں دہا جھکے مانعے خواب خرگوش میں سے

محکوش ناماقف و یہ باتوں کے لیے باعث سکون ہوتا ہے اس کا مزاج اس وقت ہی کہتے
 سب ماحول بند میں ہوتا۔ سنجہ برابر ایسی اور شفقت محمدی علیہا السلام کا عملی نمونہ آپ کی نیک گرامی
 تھی، جب تک آفری یہاں کہنا حتم نہ کرتا آپ تھوڑا تھوڑا تناؤ اور فطرتی سہتے تاکہ جسم ان
 ہیٹ بھر کر کھلے۔ سب کے حزن خواں پر جس چاہیں یہاں ان کا ہرنا تو معمول تھا، کبھی زیادہ ہی ہمد
 جلتے سب کو ایک ہی کھانا دیا جاتا، ناماقف جسموں کو اپنا عافیت سے رنجور رات بچنے میں کٹا لیتے
 تھے، مرنے والا کس مل نہ رہی صاحبہ نے فرمایا۔

سورق ناما لہذا ذالک شہیت سے کوئی نہ ہو متوکل ٹھہرے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے
 ان کا عملی امتداد ناما نہیں، یہاں علیہم السلام کا واسطہ اور طرف ملاحظہ فرمائیے،
 اللہ اعلم احدی من اللہ المشعلی پر ساری زندگی عمل رہا، وہ بہت کم بھول
 کے مشورے ہرے اور انہوں نے ایک عالم کو مشورے کیا، ان کا جسم اللہ فائدہ
 ہندوستان کے کئی ترین یہاں خانوں اور ان کو ترخوان ہندوستان کے کئی ترین
 و حزن خواں میں تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا قلب اس سے بھی زیادہ وسیع تھا،
 بعض طاقتوں کا اعزاز ہے کہ یہاں اس ہمانوں کا روزانہ اور سلسلہ تھا، پھر اس میں
 ہر طرف اور شہیت کے لوگ ہرے تھے مرنے کی ہشامہ انتظام ہندو اور
 اجسام عظاما تھا، ان کو کس قدر طبی سنتا اور حافی قدرت حاصل ہرے ہے۔
 فیماقت و یہاں نوازی اور اعجاب تمام ان کی روحانی غذا اور طبیعت شائے
 بن گئی تھی، پھر یہاں کے ساتھ وہ جس تواریخ اور انکسندی اور جس عجز اور حرام
 کے ساتھ پیش آتے تھے اس کو دیکر قہم عرب شاعر کا یہ شعر کا یہ خوب لائق تھی اور اسکا

قَرَابَةُ لَقَبْدِ السُّنْبِ مَدَامَ تَابَدَا

وَمَا شَيْئَةٌ لِي مِنْ عَدُوِّهَا شَيْءٌ لِعَدُوِّ

دیکھ یہاں انکسندی ہوں، جب تک وہ میرے حرم یہاں ہے، اللہ زندگی کا
 یہی موقع ہے جس میں میں غلام سلوم ہوتا ہوں۔ — صرف میرا ہی اور یہاں
 نہیں ہر موقع پر وہ محکوش کہتے تھے کہ ان کا لہذا اور ہر سہا اور استفادہ کی

بجائے ان کو نفع اور افادہ کا موقع ملے، اگر کسی نے ذرا بھی ان کے ساتھ سلوک کیا اور کسی موقع پر کوئی خدمت انجام دی تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس فکر میں رہتے تھے کہ اس کے ساتھ کوئی سلوک کریں اور اس کے حق کو ادا کریں۔ ہم نے اہل بیت کلام کی تلاوت و شہادت و حوصلہ مندی کے جو واقعات پڑھے ہیں ان کا پورا پورا مولانا کی زندگی اور ان کے بعض معاصرین کو بار کے اخلاق میں پایا ہے۔

از مرتب الیہد اعلمنا بحسن الیہد استغنی ارشاد نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور والا ہاتھ دینی دینے والا ہاتھ نیک ہاتھ دینی مانگنے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ حضرت مدنی نے ساری زندگی کسی میر کے دروازہ پر دستک نہ دی تھی نہ کسی میر کا قصیدہ لکھا بلکہ اپنے اسلاف کی طرح اللہ تعالیٰ پر توکل رکھا اور کسی کا احسان نہیں اٹھایا۔

۱۱ صبر و تحمل آپ صرف نسبتاً حسینی نہ تھے بلکہ عملاً بھی حسینی تھے۔ ہندوستان کی تحریک آزادی میں مخالفوں نے وہ کون سا حربہ تھا جو آپ کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ اخبارات، رسائل و تقاریر کو چھوڑ کر آپ کی ذات عالی پہلے قتل کے منصوبے کا مرترو جان ہرانا بنا، سید پڑھائی وغیرہ کے واقعات میں جو خدا ہاتھ تھے ان کو روکنا، دفاعی تدابیر نہ کرنا بلکہ سیشن ابن علیؑ کا پرتو بن کر نہ پدروں کے ظلم سہنا آپ کا فیوہ تھا۔ آپ نے جوانی ورائی میں بھی کوئی کلمہ ایسا نہیں بیان فرمایا نہ شعر فرمایا جو شرافت کے حصار کے خلاف ہو بلکہ آپ نے ان کے لیے بد دعا تک بھی نہ فرمائی اور بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی:-

”یہاں تک مجھے معلوم ہے تمہارا اور سحر کے وقت مولانا کو ان ناشائسوں کے

حق میں گریہ و زاری کے ساتھ دعا کرتے سنا گیا ہے۔“

آپ کے اس صبر و تحمل میں بھی اتباع سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی بد بختی تو کم نہ تھی کہ قدر تکالیف پہنچائیں، خصوصاً حالت کے تبلیغی سفر میں آپ کے جسٹھ ہرست خون کے قرار سے بہہ نکلے تھے مگر آپ نے پھر بھی یہ دعا فرمائی: اللہم اهد قومی ما تمہم اجمعون۔ حضرت مدنی نے بھی ان کے حق میں ہدایت کی دعا فرمائی کہ یہ اس وقت جس نشر میں مدعو ہوئے ہیں

ان کو کیا ہتھیار ہے کہ ان کا شر کیا ہوگا؟

اسی طرح آپ نے سلم پارہ میٹری لائن کے ایک انتہائی امیدوار کے لیے اس کے ملاقاتیوں کو کیا
مولانا امین علی ندوی اور کچھ سے کئی معتقدین آپ کے ہر اوتھے کہ نماز جمعہ کا وقت آگیا، میں اندوں
نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا ہے کہ:-

”جمعہ کی نماز ایک تھیں، جہاں مسجد میں پہلے خطبہ صاحب حضرت درویشی نے پڑھا
کہنے والے تھے، انہوں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بعض بزرگوں کے متعلق بہت کچھ
کہا، مولانا شتوں سے فائدہ اٹھا کر خاموش بیٹھے، نماز ہوئی خاموش شریف نے اس
مفر کے آخر تک کبھی بھول کر بھی غیب صاحب کا ذکر نہیں کیا، امیدوار صاحب
نے کھانے کا کھٹا اہتمام کیا تھا، جیسا کہ امیدوار صاحبان کرتے ہیں اور ملاقات
کے مقصد پر توجہ رکھتے ہیں، مولانا نے اپنے ساتھ مجھے شریک کیا اور اس قدر ملکہ
ہاتھ اٹھایا کہ میں سمجھ گیا کہ وہ عزت لائبرٹ کے طور پر اس کھانے کا استعمال
جان بچتے میں لے لے

تیسرا از مرتبہ پڑھا حضرت مولانا نے دعائے است کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے، خود اک کھتی
حلت کو حرمت پر ان کی نظر تھی ایسے علماء اور اٹھایا، جیسا کہ وہ صاحب کے
انام الاویہ مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کھانا سنبھالنے پر اپنی روحانی بصیرت سے اس کی حقیقت
کو محسوس فرما کر باتوں باتوں سے فریاد دیتے تھے یا چند لقمے لے کر ہاتھ اٹھایا کرتے تھے۔
خلاصہ یہ کہ حضرت مولانا کی زندگی سراپا اتباع سنت تھی اور اسی کی تاکید کرتے
ہوئے فرمایا۔

”اتباع سنت کا ہمیشہ خیال رکھنے، یہی کمال ہے، یہی مطلوب ہے، یہی
رضاء خداوندی کا موجب ہے“



حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات

کی جامعیت اور ان کی ممتاز حیثیت

علماء کرام اور سونیا نے عظام کے خطوط ہی ان کے زبانی ارشادات اور تالیفات کی طرح راہنما ہوتے ہیں بلکہ خطوط میں ایک گونہ زیادہ نفع ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام اور سونیا نے عظام کے خطوط جمع کیے گئے اور پھر شائع بھی کیے گئے۔ سید الاولیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت مجدد اہل ثانی رحمہما اللہ اور دیگر روحانی راہنماؤں کے مکتوبات اسی سلسلہ الذریعہ کی ایک کڑی ہیں۔

یہاں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات مبالغہ کی چند خصوصیات درج کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ کے مکتوبات کی ہمارے لیے کیا اہمیت ہے:-

① حضرت مولانا جسیر احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کا علم و اثر بہت وسیع تھا، علمائے کرام، سونیا نے عظام اور عام مترشدین بلکہ بعض اوقات سیاسی راہنما بھی آپ کی طرف تحریری طور پر رجوع کرتے تھے، آپ کے خطوط کئی ہزار ہیں اور وہ مختلف زبانوں میں ہیں، اردو، فارسی، عربی، ترکی میں بھی ہیں، مین کا پورا احاطہ تو بہت ہی مشکل ہے۔ اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعض خطوط متفرق اخبارات اور رسائل میں شائع ہوتے رہے مگر کتابی شکل میں سب سے پہلے امیر بانڈ مولانا وحید احمد صاحب کے خلف الصدق مولانا فرید الوحیدی نے سنگاپور میں عظیم خطوط کا مجموعہ بنام "مکتوبات شیخ الاسلام" شائع کیا، مگر خطوط کا وہ مجموعہ جو تفسیراً .. مکتوبات پر مشتمل ہے مولانا نجم الدین اصلاحی نے پندرہ سال محنت کے بعد تیار کیا

یہ مولانا نجم الدین اصلاحی مشہور اور معروف عالم دین تھے، آپ نے اسلامی علوم حاصل کرنے کے بعد مولانا وحید الدین فریدی (بان صاحب) کے صفحہ پر

مفید سواشی کے ساتھ چار جلدوں میں مرتب فرمایا جن میں سے پہلی دو جلدیں حضرت مدنی کی حیات میں شائع ہو چکی تھیں اور دو جلدیں میں شائع ہوئیں۔

② حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے فراست مومنانہ سے نوازا تھا، مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی حالات پر آپ کی گہری نظر تھی اس لیے عادات اور زمانہ کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے مسلمانوں کی ایسی رہنمائی فرمائی کہ آپ کے کتبوبات انشاء اللہ امت مسلمہ کے لیے رہنما ہوں گے۔

③ حضرت رحمت اللہ علیہ جیسے عظیم الفرصت انسان کو اتنا وقت کب مل سکتا تھا کہ سب خطوط کو سب عادت پڑھ کر ان سب کا فوٹا جواب دیں، اس لیے خطوط کے جواب کے لیے سفر کا وقت بیکار ہو جاتا تھا۔ آپ کے اکثر خطوط طیتی ریل گاڑی میں یا اسٹیشن پر لکھے ہوئے ہیں۔ ایک سفر میں یہ خادم بھی ساتھ تھا کہ آپ کی عجیب کرامت تھی کہ طیتی ہوئی ریل گاڑی کی حرکت آپ کے قلم کو ذرا بھی جنبش نہ ہوتی تھی اور نہ مسافروں کی بھڑکان کی بول چال اور دیگر مشاغل توجہ گرائی پر اثر انداز ہوتے کیونکہ آپ اکثر ریل کے تیسرے درجے میں سفر کیا کرتے تھے۔ یا پھر آپ کو تیل میں فرصت ملتی تھی اس لیے بعض خطوط کے جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خطوط آپ کے خدمت میں کافی عرصہ پہلے لکھے گئے تھے مگر جواب کی فرصت اس وقت نہ ملی۔

④ خطوط جس زبان میں آپ کے نام آتے اس زبان میں آپ جواب ارشاد فرماتے، چنانچہ بعض

(بقیہ صفحہ گذشتہ صفحہ)

سے بھی اکتساب فیض کیا اور پھر ان ہی کے مدد سے اصلاح میں مدد ہوئے، آپ کے شمارہ دوں میں مولانا عبدالرزاق اور جماعت اسلامی ہند کے سابق امیر مولانا ابو الیث اصلاہ ندوی جیسے علماء کرام بھی تھے، جناب ابوالاعلیٰ مودودی سے حلقہ راقمیں دوسرے علماء کرام کا راجہ بھی آئے تھے مگر پھر مدنی ان سے حقائق نام کر لیے، آپ کی عقیدت کا اصل مرکز مولانا حمید الدین فراہی اور شیخ الاسلام حضرت مدنی تھے ان کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں سے زیادہ پاکیزہ و سچے زندگی کسی کی نہیں دیکھی، آخر میں تو حضرت مدنی ہی کے ہو کر رہ گئے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مدنی ہی کی دعا کا فیض ہے کہ اللہ نے سچے حال میں کر دیا۔ انیسویں ہے کہ مولانا کا انتقال ۱۴ سال کی عمر میں ۲۴ اگست ۱۹۹۱ء کو ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ (معارف ستمبر ۱۹۹۳ء)

خطوط عربی زبان میں ہیں۔ اکثر خطوط کا جواب تو خود تحریر فرماتے مگر بعض خطوط کے جوابات تحریر کر کے لے کر جناب قاری امیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے اور جواب کا مضمون بھی اجمالاً تحریر کر دیتے۔

⑤ خطوط کا جواب دیتے وقت سال کے سوالات کا لہذا جواب عطا فرماتے تھے کسی مختصر اور کسی تفصیل کے ساتھ اس لیے بعض خطوط تو چند سطروں پر مشتمل ہیں اور بعض کئی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

⑥ سب سے بڑی اور ممتاز خصوصیت حضرت کے مکتوبات کی یہ ہے کہ سفر میں تحریر کیے ہوئے خطوط میں جن کتابوں کے حوالے آپ تحریر فرماتے ان میں سے کوئی کتاب بھی سفر میں آپ کے پاس نہ ہوتی تھی۔ سامان بہت مختصر ہوتا تھا اور جواب تحریر کرتے ہی کسی بھی ریوے، شیشیوں کے لیٹر بکس میں پھر ڈاک فرما دیتے تھے، اس لیے آپ کے خطوط نہ صرف زکی خواہات میں بلکہ علم و معرفت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ اگر کسی وقت حضرت کے سارے خطوط حسی الامکان جمع کیے جائیں تو ان سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہاں حضرت مدنی کے کچھ مکتوبات ہدیہ نامکرم ہیں:-

①

یہ مکتوب گرامح عبد العیوب فاروقی سے ہے، صاحب کے نام ہے فاروقی صاحب حضرت کے مدنی تھے، چند خطوط حضرت کے ظہ سے ان کے پاس تھے جو مجھے عنایت فرما دیئے تھے انھیں سے ایک خط دیکھنے ناظرین سے ہے۔

ترجمہ القام زید محمد کیم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا والا نام میرے سامنے ہے آپ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا شوق ہے اس لیے کوئی طریقہ اس کا بتائیں۔ بناؤا علیہ عرض ہے کہ جسے کی شب میں (یعنی جمعہ کے دن سے پہلے کی رات میں) نہا کر اور مختصرے کپڑے پہن کر خوشبو لگائیں اور صاف ہو جائیں اور رکعت نماز نفل ادا کریں، پھر رکعت میں بعد سورت فاتحہ کے پچیس پچیس مرتبہ قُلْ حُوَ اللہُ اَحَدٌ پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد ایک ہزار مرتبہ مَدَّہ ذِیْلِ دَرُودِ شریف پڑھیں:

صَلَّى اللہُ عَلَی مُحَمَّدٍ لِتَبِیِّ الْاَرَبِیِّ، اس کے بعد تیل رو سو جائیں یا کی طرف باری کی رات

میں اور اتھار کی رات میں ہر شب میں یہی عمل جاری رکھیں، انشاء اللہ ایک ہفتہ دو گزرتے گا کہ زیارت نصیب ہو جائے گی، غرضیکہ یہ عمل زیارت نصیب ہونے تک برابر جاری رہنا چاہیے۔
واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ ولست اسلام
نگاہ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ

۲

حضرت مدظلہ کے اٹھ کوٹہ گرام کے تعلقہ جرنابھ قلعہ لاہور میں مقعداً نشتر تونہ۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ کو لکھا گیا تھا
عترک انتقام زید مجدکم اسلام۔ حکم و رحمت اللہ وبرکاتہ۔ مزار شریف
میں اس وقت سفر میں ہوں، لاہور اور سہانپور کے درمیان گاڑی چل رہی ہے، ایسے
ہی اوقات میں فرصت ملتی ہے۔ پہلا والا میرے سامنے نہیں ہے یکم ربیع الثانی کو والا نامہ
سلسلے ہے، والدین کی اطاعت ہر اس چیز میں واجب ہے جو اس قسم مصیبت نہ ہو، کاطاعہ
للہ مخلوق فی معصیۃ الخالق، نیز والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو ان کی خدمت گزاری اور حسن معاشرت
ضروری ہے، اِنَّ جَاهِدَكَ عَلٰی اَنْ تُكْفِرَ بِئِنَّ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصِيًّا
فِي الدِّيْنِ مَعْرُوفًا رِضًا، اگر خلاف طبع ابن مکارمہ زوجہ کا حکم کریں تو ابن کنودجہ کا طلاق دینا
ضروری ہے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو حضرت عمرؓ نے فرمایا، بہر حال کہ وادہ منسلط
مجبوری اور خوشی میں والدین کو راضی رکھنا اور خدمت گزاری ضروری ہے، الا فی معصیۃ۔ یہیں
حسب ارشاد دُعا کرتا ہوں۔

نگاہ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ

۳

حقوق و فرائض زوجین

حضرت مولانا السید حفیظ احمد صاحب مدظلہ توفیق قدس نے اسلام کے بارے میں قدوسہ عہدہ
طریقہ واقفیت سے متاثر تھے، اس لیے شریعت مطہرہ کے حکم کو واجب العمل قرار دیتے تھے، آج کل جو
کانا لے کر دیکھا اس کو تزلزلہ کیا جا رہا ہے، یہ مکتوب گرام آنے لگوں کیلئے پیشتر بھیج رہے ہیں

لے بہ نامہ الارشاد ایک مدنی نمبر جیب المکتوب ۱۳۶۶ھ مطابق جون ۱۹۷۶ء

مردنہ قدردان سے اوقات ہوتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ بربروہانہ سے متاثر ہو جاتے ہیں اور ذہنیاتِ ظلم و برید کے ارتکاب کرنے کو اجتناب و خدمت دین سمجھتے ہیں۔ یہ کتاب جس ایک بحث کے خط کے جواب میں ہے جس میں حقوقِ زوجین، حقوقِ نسوان اور اسلام کے اصول کے افادیت پر بحث ہو ہے۔ یہ کتاب شریف استقلال اور بربروہانہ پر ایچ ۱۹۲۳ء کے لئے لکھی گئی ہے۔

بجناب محمد مدرس صاحب مولانا محمد تقی صاحب مدظلہ تعالیٰ درجاً ہاتھ

آداب و تسلیم قبول بادا

برائے مہربانی مسئلہ خدا کے متعلق صحیح جواب دے کر منون فرمائیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ کیا جس طرح مرد اپنی عورت کو طلاق دے سکتا ہے عورت خلع کرنے کی مانگ نہیں؟ ضرور مانگ ہے اسے مسئلہ ظہیر یعنی دونوں فریق کے ہاں مشترک ہے کتاب فقہ موجود ہے، اگر بیٹی کے قاضی صاحب ترقی و ترقی کا بیان ہے کہ عورت کو کسی طرح کا حق ہی نہیں ہے۔ کیا اسلامی شریعت کا یہی الصاف ہے؟ اگر ایسا ہے تو اسلام کو دور سے سلام ہے۔ براہ مہربانی اس کا جواب واپسی ڈاک فی الفور عنایت فرما کر عنوان کیجئے، اگر اردو اور انگریزی دونوں میں ہو تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ مسئلہ فقہ کی صورت قبول کرنے والا ہے۔

جواب از حضرت مدنیؒ

عزیز میرزا محمد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط موصول ہوا جس کو دیکھ کر آپ کی ناواقفیت اور پست ذہنیت پر افسوس ہوا اور سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہوا کہ آپ کو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہے اور پھر اس کو اسلام کے سزا دینا چاہتی ہیں۔

① میری محترم بہن! اسلام ایک ایسا مقدس اور مکمل قانون ہے جس نے بہتر سے بہتر ذریعے تحفظ و حقوقِ انسانی کیلئے قائم کیے ہیں اور جس نے انسانی دنیا کے تمام مسائل ترقی و ترقی کی کاغذی کیا ہے وہ قسم کی بھلائی کا ذمہ دار ہے خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، خواہ سیاسی ہو یا اقتصادی، خواہ جسمانی ہو یا روحانی، خواہ دنیاوی ہو یا آخری، خواہ مالی ہو یا ذلت مال و دولت والی وغیرہ وغیرہ۔ اس ہر فن اور ہر عمل کی معمولی ماہر فن کی بائیک اور اعلیٰ باتوں کے سمجھنے سے قاصر رہ جاتا ہے چہ جائیکہ کسی فوق العادہ

اور غیر معمولی ہستی کی باریک باتیں اور اس کے بنائے ہوئے اعلیٰ قوانین ہوں بلکہ کسی قانون سے نفع اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ اس کو جاری کیا جائے اور اس پر عمل آ رہا ہے، اگر قانون مجروح ہو تو بنادیا گیا مگر اس پر عمل نہیں کیا جاتا تو کوئی ضرر اور تہمت حاصل نہ ہوگا۔ علیٰ هذا اقیاس عمل میں اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اس قانون کے پہلوؤں کو اس کے دفعات کو سیکھا جائے اور انہیں عمل کی کوششیں عمل میں لائی جائیں۔

④ (الف) میری محترم بہن تمام قوموں اور تمام نسلوں اور حکومتوں کا تسلیم شدہ قانون ہے کہ جو معاملات و شخصوں کے درمیان مبادلہ کے جاری ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک شخص کا اپنی چیز میں تصرف کرنے کا اختیار اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ وہ معاملے نہ ہو جائے اور حیب طے ہو گیا اور ہر ایک نے اپنی رضامندی سے اس معاملے کے تمام امور ضروریہ کو انجام دے دیا تو پھر اب یہی چیز سے اس کا حق تصرف اٹھ جائے گا، ہاں اس چیز میں ہو کہ اس کو اس معاملے کی وجہ سے ملی ہے حتیٰ تصرف حاصل ہو جائے گا۔ دنیا میں تمام معاملات خرید و فروخت کے، اجارہ اور ٹیکہ داری کے، تجارت اور مناسبات کے کسی طرح جاری ہوئے ہیں، خرید و فروخت تمام اہل وطن کے بعد بیچنے والے کو اپنے مال کے کسی قسم کا تعلق باقی نہیں رہتا۔ علیٰ هذا التیماض خریدنے والے کو زرین کے کسی قسم کا تعلق نہیں رہ جاتا، اگر بیچنے والا بیع میں یا خریدنے والا زرین میں اس کے بعد کوئی مانا نہ تصرف کرے گا تو قانوناً مجرم قرار دیا جائے گا۔ اس طرح اگر دونوں میں سے کوئی یا اختیار خود اس ذبح کو توڑنا چاہے تو بغیر دوسرے کی رضامندی کے اس کو قانوناً یہ حق نہ ہوگا۔

(ب) ہاں اگر بائع یا مشتری نے معاملے طے کرتے وقت کوئی جائز شرط لگائی ہے اور اس کے مقابل نے اس کو قبول کر لیا ہے تو اب اس کا حق باقی رہے گا اور حسب شرط اس کو اپنی چیز میں تصرف کرنا جائز ہوگا۔ اسی طرح اگر اس نے معاملے کو توڑنے اور فسخ کرنے کی شرط لگادی تھی تو اس کو بعد معاملے کے بھی اختیار ہوگا کہ فسخ کر دے خواہ اب اس کا حریف راضی ہو یا نہ ہو۔

ج جو معاملات اجارہ اور ٹیکہ داری کے ہوتے ہیں جن میں ایک طرف نقد و دوسری طرف منافع کی تسلیم ہوتی ہے، اس چیز تو مالک کے ہی ملک میں باقی رہتی ہے، اہمیت متاخر یا ٹیکہ و دہ کو اس چیز کے منافع کو حاصل کرنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے، خواہ حسب شرط تمام عمر کے لیے ہر اہل طویل

تمت کے لیے ایجنڈہ یا دوہینہ کے لیے جو بھی مکانات، مزارع، باغات، ہنگاموں اور گھرانوں اور مزدوروں وغیرہ کے اجلاات کا قصبہ ہے، ان میں مالک زمین و مکان و طبقہ کا معاملہ تمام ہوجانے کے بعد بغیر رضامندی اپنی زمین و مکان وغیرہ کو واپس لینے اور سالا کو توڑ دینے کا حق نہیں رہتا لیکن مستاجر اور ٹیکہ دار کو حق ہے کہ وہ ان منافع کو چھوڑے جن کا کہ وہ بوجہ معاملہ اپنا مالک ہوا تھا، اہتہ اس کو ان منافع کے واپس لینے کا کوئی حق بغیر رضامندی متبادل نہ رہے گا جس کو اس نے ادا کیا تھا۔ یعنی معاملہ اگر کسی مکان کے سکن کے متعلق یا مزدور سے کسی خدمت کے متعلق ہوا ہے تو وقت بوقت میٹنگ صاحب مکان کو اپنا مکان اور مزدور کو اپنی مزدوری پیش کرنی ضروری ہے، اگر کوئی اس میں کوتاہی کرے گا تو قانوناً مجرم قرار دیا جائے گا، مگر مستاجر کو یہ حق ہوگا کہ بغیر دلچسپی نہ ادا کرے مکان کو چھوڑ دے یا مزدور کو آزاد کر دے اور اس سے خدمات بجز نسلے، صاحب مکان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری مرضی بغیر تم کو مکان چھوڑنے کا حق نہیں، ملے خدا التیاس مزدور یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری بغیر مرضی تم کو مجھ سے خدمات نہ لینے اور آزاد کرنے کا حق نہیں اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں طرح بجز مرضی تو مکان چھوڑ سکتا ہے اسی طرح میں میری بغیر مرضی اپنے مکان کو تم سے نکال سکتا ہوں۔ ملے خدا التیاس مزدور کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کہے کہ میں طرح تو میری بغیر مرضی مجھ کو خدمات سے آزاد کر سکتا ہے اسی طرح مجھ کو بھی حق ہے کہ میں اپنے آپ کو خدمت چھوڑنے سے نکال لوں، ایسا کہ مکان یا مزدور ایسا کریں گے تو قانوناً مجرم قرار دینے ہائیں گے۔

خاص یہ ہے کہ نہ نقد دینے والے کو ہر وقت یہ اختیار ہوتا ہے کہ بغیر دلچسپی نہ میں وقت پہلے جس منافع کو جن معاملہ پر کیا تھا چھوڑ بیٹھے خواہ اس کا مزاج داخلی ہو یا نہ ہو اور مالک مکان یا زمین یا مزدور کو بعد تمام معاملہ پہ اختیار نہیں رہتا، ہاں اگر وقت معاملہ مالک سے کوئی جائز شرط نکالے گی تو بیک اس کو بھی حق رہے گا کہ حسب شرط جب ہی چاہے اپنی چیز کو نکال لے۔ خواہ مکان ہو یا گھوڑا، خواہ زمین ہو یا باغ وغیرہ وغیرہ۔

(۵) اگر مالک زمین و مکان، مزدور وغیرہ معاملہ کرنے کے وقت بوجہ معاملہ کہتے ہیں کہ معاملہ ہو جائے، نہ نقد دینے کے لیے، معاملہ کے ریزوڈ ہو جانے اور ہاتھوں کے قائم ہوجانے کے بعد چاہتے ہیں کہ بغیر رضامندی فریق متقابل اپنی چیز کو نکال دے اور ٹیکہ دار کے قصبہ سے نکال لیں تو تین

نہج کا وہی فیصلہ ہوگا کہ تم کو ہرگز اختیار نہیں ہے اگر تمہارا کہو گے تو متفق سزا ہوگی اگر تم کو یہاں سے اتنا یا ایسی خشکلائی کا کہہ سکتا تھا تو تم کو قانون کی دفعات اجازت دیتی تھیں کہ تم معاملہ کے وقت ہی شرطیں لگا لیتے جن سے تم کو آج یہ مجبوری پیش نہ آتی اب تمہارے لیے ماسوائے تسلیم کوئی ہمارہ نہیں تمہارے اپنے پیر پر خود گلہ بازی ماری تم نے کیوں نہیں شرطیں لگائی تھیں۔

بہتر یہ تھا کہ جن ایسی حالت عقد نکاح کی ہے، اسلام نے عقد نکاح کو مثل عقد ہمارہ قرار دیا ہے جس طرح مکان یا زمین کا مالک کسی عویل یا قبیلہ مذمت کے لیے جواز دہنہ بعد عمل یا سوا میں منافع مکان کو چھینتا ہے اور شیکہ و دیار یا مستاجر کو ان منافع کے وصول کرنے کا حق دیدیتا ہے، اسی طرح عورت نام لہر کے لیے اپنے منافع انوثیت و ولادت کو بردستائے کے اتنے تک دیتی ہے اور حق استغناء دیتی ہے زدمہ اس کا عوض ہے۔ مفاد فرق اتنا ہے کہ یہاں کوئی مذمت عین نہیں ہوتی تمام عمر کا اجارہ ہوتا ہے اور وہاں بھی کبھی مذمت عین ہوتی ہے اور کبھی تمام عمر سالہا سال کا اجارہ ہوتا ہے اسلام نے عورت کو اختیار دیا ہے کہ وہ نکاح کرتے وقت جائز شرط کر لے ان کے بعد اس کو طلع اور طلاق کا ہر وہ اختیار ہوگا اور بلا رضا مندی شوہر اپنے آپ کو حسب شرط طلاق دے سکے گی۔ مثلاً اگر یہ شرط ہو کہ تم نے بعد از نکاح مجھے نان و نفقہ نہ دیا یا کوئی مجھے ماہوار اتنے روپے نہ دیئے یا کوئی خذ ہر اتنے دنوں میں نہ دیا یا کوئی مجھ کو سارا پریشا یا کوئی میرے ہر کسی اور عورت سے نکاح کرے یا غیرہ وغیرہ تو مجھ کو اختیار ہوگا کہ میں اپنے اوپر ایک یا دو یا تین طلاق واقع کر لوں۔ اگر یہ شرطوں سے نان لی اور گولیوں کے سامنے اس کا اقرار کر لیا یا کابین نامہ میں تحریر کر دیا یا قاضی کے دربار میں طلعوا دیا تو عورت کو حسب شرط اختیار ہوگا کہ بلا رضا مندی شوہر طلاق واقع کرے شوہر کی ایک نہ سنی جائے گی۔

ہاں اگر عورت نے یا اس کے مال باہر لے یا اس کے کھیل ولی نے نکاح کرتے وقت بلا شرط مسلک کر لیا تو پھر استحقاق طلاق و طلع بغیر رضا مندی اور عہدات شرط نہیں ہوگا، شوہر نے نہ بہر حق کہا ہے کسی برائتیاں ہوگا کہ ان منافع کو جو بعض مدد ہر ملک میں آئے تھے چھیننے یا دھوٹے، عہدت کو اس میں دم مارنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس عہدت میں اہم قانون اسلام بہرگز قائم نہیں ہو سکتا اس کی تہمت ذمہ دار عہدت پر لہذا اس کے اولیاء وغیرہ ہر جگہ نہیں لے کر وقت عقد نکاح نہیں چاہ سکتے۔

میری خیراً بھی جو تھوڑی قاضی مرزا صاحب نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے وہ اسی میں قانون
 پر مبنی ہے، اس کے سنیہ نہیں کہ عورت ہر وقت میں اور ہر طرح مجبور محض ہے اور اس کو کسی وقت بھی اختیار
 نہیں ہے، بلکہ میں طرح ابتدائی معاہدہ کے وقت یعنی عقد نکاح کے وقت، اس میں میری مرضی کے عدت کا
 نکاح نہیں ہو سکتا اور کسی شخص کو نوبہ آپ ہو یا بھائی یا اور کوئی رشتہ دار یا عامل، بالغ عدت پر
 کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، نہ نفس نکاح کے متعلق اور نہ کسی سستی نفس کے متعلق۔ اسی طرح مذکورہ
 کرنے کا حق بھی عدت ہی کو ہے۔ ماں باپ رشتہ دار وکیل وغیرہ اس کی مرضی سے جو باتیں مقررہ
 سکتے ہیں اور اگر وہ نہ کریں گے تو ہر مثل لازم ہے گا۔ عمل خلاف القیاس اس عدت کو لوہا کے ذریعہ
 کو شرط و کالاق تھا، جب نہیں نے لا شرط و عقد نکاح کیا تو اب طلع کا بغیر مرضی شوہر ہی ہرگز نہیں ہوا۔
 آپ کا یہ فرمانا کہ کیا اسلامی شریعت کا یہی انصاف ہے، اگر ایسا ہے تو اسلحا کو تدریس
 سلام ہے، آپ کی ناقصیت کی دلیل ہے، اگر آپ کو یا آپ کے کسی رشتہ دار کو اس قسم کی کوئی مشکل
 پیش آئی ہے تو خود اپنے قصور کی وجہ سے پیش آئی ہے، آپ نے نکاح کے وقت کیوں ایسے
 فرمیں نہ لگائی تھیں جن سے آج کی مشکلات کا لازم ہو جائے۔ اسلام نے آپ کے ہاتھ کھول دیئے
 تھے، آپ کو رسول کے برابر حقوق دیئے تھے اور لفظ "فمنا الذی تعبدون" یا "فمن ذلذذنا لعلینہم" سے
 (یعنی ہم اور محمد رسول کو اس قسم کے حقوق حاصل ہیں جس قسم کے ان پر فرودوں کے ہیں) البتہ جو مجبور
 مذکورہ خرچہ کرنے والا مثل مستاجر و غریبہ دار کے ہے اور عدت نہ کر کو لینے والی اور اپنے منافع خاص
 کو چھوڑ کر ہر مثل مالک زمین و مکان سہنے والی ہے۔ اور خرچہ نہ ضروری طور پر فرودوں کو چھوڑوں نہ
 فضیلت ہے اس لیے مرد کو ان حقوق پر کچھ زیادتی ہوگی (قیل ذلذذنا لعلینہم) (یعنی ہم کو فرودوں پر کچھ
 فرودوں کو حقوق میں فرودوں سے قدر سے زیادتی ہے۔) "انتم ہاں فرمودنا علی الیہ" یا "ما سئل اللہ
 بتعینہ عن بعضیہم" (یعنی ہم نے ان کو ایسے فرودوں سے کچھ فرودوں پر حکومت رکھتے
 ہیں اس بنا پر کہ خداوند تعالیٰ نے بعض کو بعض صفت پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ انہوں نے
 اپنے مال خرچہ کیے۔)

خرش کر اسلحا، اور اس کے قوانین نے آپ کو ہرگز مجبور و تنیدہ نہیں کیا تھا، آپ اپنی خود مرضی یا
 غلط کاری کی وجہ سے مجبور ہوئی ہیں، اب آپ اس نقصانہ قانون کو روکنا چاہتی ہیں بس تو اسکا

محاسنات میں آپ خور اور دنیا کی تمام قومیں انصاف اور عدل کچھ کر باری کرتی ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا کہ ”اے اسلام کو دوسرے سے سلام ہے“ انتہائی ظلم اور غلط کاری پر مبنی ہے اس سے تو یہ کہیے ورنہ اسلام آپ کو دوسرے سے سلام کہے گا۔ یورپین قوموں اور ان کی غلط اور انصاف کش دور از عقل کاروائیوں اور خیالات سے ہرگز متاثر نہ ہویے، اسلام نہایت شفقت اور عدل کا مذہب ہے اور اس میں ذرہ برابر انصافی اور کمزوری نہیں بشکر کہیے اور مضبوطی سے اس کو پکڑیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو ہدایت فرمائے۔ میں نہایت حدیث انصاف ہوں اسی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، معاف فرماویں۔

والسلام

نگین اسلات حسین احمد عفری

۳

یہ باب کے شہد کاہن فتح اللہ شریف کے بھادر لشیٹے حضرت مولانا محمد یعقوب نورانی مدظلہ کے نام حضرت مدظلہ سے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاگرام ہے نام۔

محترم المقام زید محمد کم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف والا نامہ ۶ ربیع الثانی اس وقت میرے سامنے ہے، مجھے افسوس ہے کہ میری معروضات لاہور اور پشاور کو آپ نے دل شکافت دیکھا اور آپ کو اس سے تکلیف ہونے معافی کا خواستگار ہوں، میرا یہ عرض کرنا کہ کسی قابل اور کامل کو تلاش کیجئے، اظہار حقیقت نہیں تو کیا ہے۔ اکابر کی ہمیشہ نصیحت رہی ہے کہ بیعت خوب کچھ بوجھ کر آزما کر تجربہ کر کے کسی تابع سنت و شریعت سالک طریقت، صحبت یا فخر اہل اللہ تارک دنیا، متقی و پرہیزگار سے ہونا چاہیے، مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سے

اسے بسا ابلیس آدم روئے است پس بہر فرستے نباید داد دست

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اللہ علی دین علیہ فلیتقل من ینادل۔

میرے محترم اہل سنتی باتوں پر اعتماد کر لیتا غلط کاری ہے پورا تجربہ ہونا چاہیے،

کہ تجھ پر نفس نکر دو لیا لہا معلوم

بھوے محرم، بیشک مجھ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل ائدہ اور مخلصین کی درون نگری
اور ان کے دل کی خاکروبی نصیب ہوئی، مگر حسب قول شاعر ہے

تجدیدستان قسمت ماچ سو داز رہ کمال کھڑا آپ حیوان تشنہ می آرد سکنہ را
نفس پستی، تکامل، عظمت اور جفاکشی در ماہ طریقت و سلوک سے جان چلنے اور ملامتی
اہل میں انہماک نے ہر طرف محرومی کی راہ دکھلائی ہے۔

سو وہ گشت از بھیجا رہتاں بیتا نیم چند بر خود جہمت دیہ مسلماناں تہم
از نقطہ مقصود یہ شد فہم حدیثی لآ دین قلأ دنیا بیکار بسا ندیم
پہ اس پر طرہ یہ ہو کر کہ اجباب کو سنن طاعت واقع یہ پیدا ہوا کہ آپ زبدۃ العارفین،
رہیں اساطین و طیرہ الفاظ لہر رہے ہیں جو کہ نفس الامر سے بالکل فکری ہیں، ایک نفس کے گتے
دنیا دار تک اسلاف کے لیے ایسا لکھنا اور سمجھنا کس طرح جائز ہے۔

بطلان الناس فی تحقیق کذا لیس ندر لخلق اولیٰ لریعت تحقیق
میرے سوا تم! اگر میں واقعیت کا اظہار کروں اور غیر خواہ نہ نصیحت کروں اور یہ کہوں کہ
کسی ایسے بہیر کی تلاش کرو جس میں مرشدی کی شرائط موجود ہیں تو آپ شکستہ خاطر ہوں اور
دل شکافی بھیس، آپ ہی بتلائیے کہ کہاں کا یہ انصاف ہے میں اگر سلف کھا کر کہوں کہ میں
انتہائی درجہ کا گندہ و جھٹکائے معاصی و نجاست اور ذل خلق اللہ اپنے اعمال کی وجہ سے ہوں تو
مجھ کو یقین ہوتا ہے کہ میں حانت نہ ہوں گا بے شک اللہ تعالیٰ انہیں مجھ پر لاتعلو و لا کسی طا
تھیں مگر میری تفصیلات اور وہ دیری اور بے حیائی اور بے غیرتی بھی تو لا محدود ہے،
آپ کو غلطی میں نہ پڑنا چاہیے، یہی عرض میری اب بھی ہے اور اگر آپ کو میری باتوں پر اطمینان
نہیں ہے اور اس غلط روی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو کم از کم سات مرتبہ اس امر کے لیے
اشعار سنو نہ ضرور کریں اگر اس میں کوئی اشارہ اس امر کے لیے ہوا تو کوئی صورت کی جانے
گی، یا آپ دیوبند شریعت لائے کی زحمت گوارا کریں یا ہمیں الشاد اللہ کسی قسم کے
شہر یا مکان میں جیب جانا ہو گا تو آپ کو اطلاع دوں گا، انشاء اللہ (۲) و ماویٰ مذہبیہ
کے لیے ظاہری علاج تو یہ ہے کہ آپ تقریر و لہجہ معتمد حضرت مولانا محمد تقی صاحب نانوتوی کو لے لیں

کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سے منگوا کر مطالعہ فرمایا کریں، عملی حیثیت سے یہ کریں کہ مٹی کے کوٹے
 بدقن میں جس میں لکھنا اور دو تین ٹوٹا پانی رکھنا ممکن ہو پہلے مع بسم اللہ سورہ واناس لکھیں
 پھر اس میں پانی بھریں اور اس پانی سے ہتھیلیں اور وضو کریں، جب تک وہ پانی باقی رہے
 اسی کو پیا کریں، یہ عمل چودہویں رات میں ہونا چاہیے، نیز ہر نماز کے بعد تین تین مرتبہ
 سورہ الم نشرح اول و آخر درود شریف تین تین دفعہ پڑھ کر سینہ پر دم کر لیا کریں اور ہاتھوں
 پر دم کر کے چہرہ اور سر پر پھیر لیا کریں۔ (۲۳) اقتصادی حالت کے لیے سورہ لایلف قریش
 روزانہ عشاء کے بعد ایک سو ایک دفعہ، اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھا کریں۔

والسلام، ننگ سلاف حسین احمد خفرو

۲ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ

۵

۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ

الحی الاحقر سلمکم اللہ تعالیٰ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وصلی مکتوبکم الیہ فاشکرت للہ تعالیٰ علی صحتکم واقامات ذکرکم من
 انزویا قسی اللہ تعالیٰ منہ وکرمکم یصدق ذلک واما البیعة فان شاء اللہ العزیز
 تعحق بعد ما نتلاقی واما اجازۃ حزب البحر فقد اجرتکم کما اجازتی بہ مشائخی
 انکواہر واما قرأۃ لفاتحۃ فی الوقت علی کل ایۃ فہذہ عادۃ النسبۃ صلی اللہ
 علیہ وسلم فی قولاتہا کما ہو مذکور فی التصحیح من الحدیث۔

والسلام حتام وارجو ان کانتونی من الدعوات الصالحة

دا عیکم حسین احمد خفرو (مجموعہ مکتوبات ریشخ الاسلام جلد ۱۱)

مکتوب گرامی کا منظر
 احقر کے نام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پہلا مکتوب گرامی ہے
 جس کا اس منظر ہے کہ۔

احقر شعبان کے آخر میں امتحان سے فراغت پر حضرت نواب محمد مرقدہ کی اہانت اور خصوصی سند
 کے حلیہ کے بعد گھر آیا، رمضان شریف مصروفیت میں گزارا اور حضرت مدنی صاحب مول سہب شریف

لے گئے ہتوال میں طلباء کی آمد شروع ہو گئی، اس میں مصروف رہا، معلوم ہوا کہ حضرت بھی دیوبند تشریف لائے تھے ہیں، تو پہلا عرضہ عربی زبان میں ارسال خدمت کیا، بظاہر ہر ایک قسم کی حماقت سے محفوظ دیوانہ بہ کار خویش ہمشیار، مقصد یہ تھا کہ اردو خطوط کے جوابات تو اکثر قاری امغر علی صاحب علیہ السلام سے کھوائے جاتے ہیں مگر عربی خطوط کے جواب حضرت خود تحریر فرماتے ہیں اس لیے یہ عربی زبان میں تحریر کیا گیا جس میں مندرجہ ذیل گذارشات تھیں:-

(۱) بیعت کعبہ درخواست، حضرت کی عادت تھی کہ ویسے بھی خواہشمند حضرات کو تعداد بھول بیار بہود جہانہ کا حکم فرماتے تھے اور طلباء کو تو بہت کم بیعت فرماتے تھے وہ بھی کامل استحباب کے بعد، آخر نے اپنا وہ جواب تحریر کر دیا جس میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کر دیا کہ بیعت مرد کی آیت دینہ خواب سکوات میں درج کیا گیا ہے)

(۲) دعائے حزب بجز کی اجازت کی درخواست تھی۔ یہ دعا میرے والد ماجد نور اللہ مقدس بالقرآن پڑھا کرتے تھے اور اس کی کئی رکعات ہیں۔ اس لیے اکثر سلاسل کے پیشوا اس کا ورد فرماتے ہیں، احقر کو اس دعا کی اجازت حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب قدس سلوساتی سجاد نقشبندی شریف، حضرت عالی صاحب بنگالی، حضرت میر علی شاہ صاحب، حضرت مولانا حسین علی صاحب نور اللہ قدس سے حاصل تھی مگر حضرت کی اجازت بھی ضروری تھی۔

(۳) جب تک حضرت کی امتداد میں جہری نماز پڑھنے کی سعادت ملتی تو حضرت بالقرآن سورۃ فاتحہ کی ہر آیت ہر وقت کرتے تھے، اس التزام کی وجہ دریافت کرنی تھی۔ چنانچہ حضرت نور اللہ قدس نے اس نعمت میں تینوں درجہ استوں کو قبول فرمایا کہ بیعت ہر وقت ملاقات کر لی جائے گی، حزب بجز کی اجازت ہے، سورۃ فاتحہ کی ہر آیت ہر وقت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہاں تک تھی۔

احقر نے حزب بجز کا ورد کئی سال رکھا اور بہت فوائد حاصل ہوئے مگر جمعہ صومعہ کی اس میں عملی اختیار کے کھانے سے پرہیز ضروری ہے اور تقویٰ، اطاعت کی سبب اور دیگر کئی امور ضروری ہیں بجز ان سب کو پوری طرح ادا کرنے سے قاصر تھا، ویسے چند دیگر وجوہ بھی تھیں، اس لیے کئی سال ورد کرنے کے بعد ترک کر دیا۔ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

(۱) حضرت مدنی اپنے خطوط کی ابتداء محترم المتعاليٰ سے فرماتے تھے اور آخر میں اپنا دستخط اکثر اوقات ”نگاہِ سلاطین“ سے شروع فرماتے تھے، یہی کبھی پیراغ محض بھی تحریر فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے دستخطوں میں ”عجز، انکساری اور عبودیت“ اظہار تھی۔ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی نے پہلی بار ”محمد قاسم“ تحریر فرمایا کرتے تھے، جبکہ حضرت شیخ الہندؒ بنو محمودؒ تحریر فرمایا کرتے تھے۔ یہی حال سب اکابر کا تھا، حضرت مدنیؒ نے اس کی وجہ یہ ارشاد فرمائی۔

”واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت قطب عالم طبریؒ کو داندہ صاحبِ قدس، سوا العزیز اور حضرت قطب عالم مولانا گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہند قدس سرہو کے ذریعہ تک پہنچایا اور ان مقدسین کے چوتھے سید سے کرنے کی نعمت نصیب ہوئی۔ گرانچی نفس پرتی اللہ کی روی اور بد نصیبی اللہ کے بندگی کی بنا پر گویا ہی رہا۔۔۔
 تھی دستاں قسمت راہِ سود از رہیبِ گم گام
 کہ خضر از آب حیوان نشنہ سے آرد سکند

اسی بنا پر اپنے آپ کو ”نگاہِ سلاطین“ لکھتا ہوں، یہ لکھنا لفظاً نہیں بلکہ حقیقت میں اسلاف کرام قدس اللہ اراہم کے لیے ”نگاہِ مدنی“ ہوں، اپنی جگہ پر نعمتِ طوسار ہوں، اپنی حالت پر فخر نہیں بیچتا ہوں، لوگوں کا میری نسبت حسین ظن بالکل طر و اقصیٰ ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور احباب کے حسن ظن سے مجھ کو فضل و سے تو یہ اس کا بخور و فضل ہے ورنہ میں کسی کام کا نہیں ہوں۔

یظن المتعاليٰ فی خیر وافی

نشز انما ان لہد کف عفی

(۲) یہ مقامِ قرب میں عبودیت کا عزمِ زیادہ واضح ہو جاتا ہے، نماز میں حالتِ قیام میں حمد و ثنا ہوتی ہے مگر کدوع میں سبحان ربک العظیم اور حمد میں جو اللہ تعالیٰ کے ترکب سب سے بڑا استقامت ہے بندہ سبحان ربک الاعلیٰ کا اعتراف کرتے ہوئے کہی کامل عبودیت کا اظہار کرتا ہے۔

مسئلہ تصور شیخ

حضرت مولانا نے وفات سے ایک ماہ پہلے ارجمند خاندان کے متعدد شاہدین کے ساتھ کہا ہے کہ میرے تصور شیخ کے ایک بہترین تصور شیخ پر مشتمل کتاب ہے جسے مولانا نے لکھا ہے۔ ہمارے ہر مذہب پروردگار کو کیا گیا اور وہ دیکھ رہا ہے کہ کیا وہ اس کا اور ماہی ہو گیا اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیخ کے تصور شیخ کے اس تصور شیخ سے بہت کچھ سیکھا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خطرات کے نقد کرنے اور خیالات کو جمع کرنے اور عزت کو قوی بنانے کی عبادت میں جس قدر اہمیت ہے وہ تمنا کی بیان نہیں ہے اور جو تصور شیخ کی کتابت اس میں اتبالیٰ درجہ منہد سے ہے وہ انیسویں قومیہ کا نتیجہ ہے۔ اس لیے کہ یہاں ان خصوصیات کو اس طریقے کے جاری کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ امت کو اس سے پیشتر فوائد حاصل ہونے سے یہ کہہ سکتے ہیں جبکہ ان جہاں رحمت اللہ تعالیٰ کے نشاۃ سے ظاہر ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اس میں نظموں اور نثریہ اشعار داخل ہیں۔ خطا طبع کی ہر جگہ ماضی و آواز استعمال کرنا یا اس کے تصور نور تو جہاں انیسویں میں اس قدر منہک ہو چکا کہ تصور حقیقی اور مجسمہ حقیقی سے مستثنیٰ اور داخل ہو جائیں یا طبع کو شل کہہ ہر نیاز میں قبل اور توجہ الیہ بنالینا، امن مرید میں شیخ کے معتقد بننے کے بعد تصوف یا استقلال کی نفی مراد یا اس کی صحت یا طبع کی حدود سے زیادہ غفلت کرنے کے یا اس سے ناواقفیت اور بیوقوفی اور عقول کا صورت پرستی حقیقی اختیار کرنا چاہیے۔ تصوف بتدریج پیروں کے جہاں لڑکی ہو گیا ہے اس لیے کہ وہ دارالکلمہ پر عمل لازم ہو گیا کہ اس کی تفسیر فرمادیں اور ذریعہ شکر و کفر جیسے اکتاڑ کر چھین دیں۔

بہر حال یہ امر مطلقاً ممنوع ہے کہ مطلقاً ضروری ہے توئی دین اور عمل کرنے میں خود کو اور سو فیصد کے سے کام لینا چاہیے۔ واقعہ اہم (دیکھو مہینہ بہت میں جمادی ۱۹۰۷ء بمطابق ۱۹۰۷ء) حضرت تقانوی نے ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے تصور شیخ کو ثابت فرمایا ہے کہ جو یہ غلطی ہوئی اور اہل زمانہ کے اس کو تصفیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (اکتشاف ص ۱۲۷)

شیخ الاسلام حضرت مدنی نور الدین مرقدہ کا آخری کتب خانہ تھا جس پر آپ نے اپنی وفات سے ۲۳ روز پہلے مولانا مری گیل کے بھائی مولانا امیر الحق، فخریہ کا بیٹے صاحب تصانیف دارالعلوم دیوبند کو ان کے چھوٹے چھوٹے صاحبزادے محمد علی کے وفات پر انتہائی ضعف و قناعت کے حالات میں اپنے دست مبارک سے کما۔

ع کتبت و نواف مع الشوق تادماً نکت مکان لسطرفی علی قسطاً من
وکتا کتد ما فی جدیمہ حقیقہ من اللہ حتی قیل لہ یقتصد ما
فلما تفرقنا کافی و مساکنا لطول اجتماع لعزت بیلمہ معاً

سیدنا لعنتم لا رتقم فی ہمیشہ قوۃ توابین غیب اہلہ
القویات والسلام الہی ستہا سید الانام علیہ وعلی الہم و صوبہ

الف الف صلواتہ و سلام۔

انکورت ہائے طویل کے بعد ناگاہ اس جہت میں والا نامہ باعث بیات روحانی ہوا، بڑے بھائی صاحب مدظلہ اعلیٰ نے تو اس قدر مقاطعت فرمائی ہے کہ میں سے صاف تالیماں ہوتا ہے کہ کبھی تعارف تھا ہی نہیں۔

کیا ہو گئی وہ اللت یاران جان تھا اب قاحلہ کو بھی نہیں آتے مزار پر
بہر حال مشرورہ غیر وعایت سے بہت تشریح ہوئی و ما کم اللہ و ایاہم قل امراد ات

فی المدبرین۔ ۱۰ میں

لہ و تجربہ اشعار میں یہ خود کھریا ہوں اور اگر میں اپنے شوق کے مطابق عمل کرنے پر قادر ہوتا تو کاغذ کے صفحات پر ہر سطر پر بھرتے میں خود ہوتا اور آپ تک پہنچ جاتا۔ ہم دونوں بھائی زمانہ دراز تک آپس میں یوں جھڑپے رہے جیسے کہ بزرگ پریش کے وہ وقتا دیکھی تھی کہ ہمیں ہمارے آپس کے نطق و جہت کو دیکھ کر لگے ہوں کہ تم نے کیا کر دیا تو بزرگ پریش کو کبھی ایک بوسے سے بھرا ہر ہول کے لیکن جب ہم دونوں میں جدائی آگئی اور ہم ایک دوسرے سے جلد و ہوسہ تو پھر یہ جہاں ہو گئے کہ حدت دواز تک ساتھ بیٹھے لیکن کے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں اور مالک (شاعر کا بھائی) ایک ذات ہی ساتھ مل کر نہیں رہے ہیں اور گویا دوستی ہی نہیں۔

صاحبزادہ محمد ابراہیم مرحوم کے انتقال پر طلال سے بہت صدمہ ہوا، اچلہ اللہ ابیکہ و لعلہ
 و ذلک علی الابواب و الجہانت و اچلہ خیر ذلک الاخصرة صحت الاذنی۔

اس کی فارہ ماجدہ اور جیدہ محترمہ کی خدمت میں کلمات صبر و تسکین حسب بشارت جوں
 علی صاحبہا الصلوٰۃ و التحیۃ پیش فرمادیجئے، دائرہ تعالیٰ پیمانہ ولیا میں برکات طہیرت خاتمیہ کا ہرگز مانے۔ آمین
 یک ماہ حرم اہرام سے و صبح الطوار میں بیکرا ہو گیا ہوں تقریباً نصف حرم سے آج تک کوئی
 سبق نہیں پڑھا سکا، معالہمیں کی طرف سے نقل حرکت مٹی کر جمعہ و جمعیت کی بھی عمارت مٹی گلاب
 مرخانہ مکان میں جماعت خمس میں حاضر ہوں اور بعد از حصول عیاب سے طاقات کی بہانہ تقریباً پندرہ
 دن سے چوکنی ہے، اس سے زیادہ چلنے کی طاقت نہیں ہے، سانس اکثر ہاتھ کے قلاب اور سینہ
 پر نہایت زریان ناگوار ساڑھے ٹکے علاج اور پریشیز جارہے ہے، تقریباً ڈیڑھ ماہ ڈاکٹری علاج
 رہا مایوس ہو کر یونانی علاج جاری کیا گیا اس سے نفع ضرور ہے مگر نہایت تندرک سے بہر حال
 آہہ بنگولہ کی دواؤں کی بہت ضرورت ہے، گھوڑی سب بچھے اسرار خدا، ریحانہ، عمرانہ،
 صفوانہ، نغماتہ اور ریحانہ کانچہ احمد بہت بہت سلام و ادب پیش کرتے ہیں اور سب سے اپنی اولاد
 کے نہایت اخلاص کے ساتھ قیامت مسنونہ اور استعدائے دعوات صالحہ پیش فرماتی ہیں۔

دارالعلوم میں کچھ اشد غم و عاقبت ہے، اس سال طلباء کے تعداد چودہ سو ہے، اور میں ہم اہل
 ہیں اسلانیہ کتب و صحائف کا تقریباً سات لاکھ تک پہنچی گیا ہے، جلسہ دستار بندی کے لیے تقریباً
 چار سو رہی ہیں، چندہ سینوں سے ہر نوی گزشتان صاحب گزشتہ پانچ سال سے پیشین
 دہ میں بالحدیث اور دیندہ کے تھے، اب اس سال میں بھی وہ ہی منتخب ہوئے ہیں یعنی اگلے پانچ
 سالوں کے لیے انشا اللہ، انہوں نے اپنے زمانہ میں شہر کی خدمات اچھی انجام دی ہیں،
 ہم بھول کو آپ دونوں جگہوں کی زیارت کا بہت اشتیاق ہے۔ والسلام
 واقفین ہر ساری حال خصوصاً مولانا یوسف صاحب جوئی کو سلام عرض کر دیجئے۔

حسین احمد

اندوارالعلوم دیوبند

۸ دسمبر ۱۳۴۶ھ

(معدنامہ) البیتہ دہلی شیخ ۱۱ سدوم نمبر ۲۳۱۲۲۹ سلوٹ گورنمنٹ

ہم اس عنوان کو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے اس مکتوب گرامی پر محکم کرتے ہیں جو آپ نے دورِ حاضر کے امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کو تقسیم ہم پر متغیر کے بعد تحریر فرمایا۔ وطن کی تقسیم سے جو اثرات مرتب ہوئے ان میں مسلمانوں کے دینی، علمی اور روحانی رشتوں کا انقطاع سب سے زیادہ افسوسناک اور اندوہناک ہے۔ جمعیتہ علمائہ ہند نے پاکستانی ارکانِ جمعیتہ کو یہ مشورہ دیا کہ اب آپ لوگ اپنی سواہریر کے مطابق کام کریں، اس مرکز سے اب تمہارا تعلق منقطع کیا جاتا ہے۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے گوہرِ شناس کو اس سے عدم ہوا تو آپ نے حضرت مدنی کی خدمت میں ایک عریضہ میں یہ بھی تحریر فرمایا: جن حضرات کے دامن سے وابستہ ہو کر ہمیں قیامت کے دن نجات کا بھروسہ تھا انہوں نے ہمیں الگ کر دیا۔ اس کا جواب حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل فرمایا جس کے بارے میں حضرت لاہوری نے فرمایا کہ اس مکتوب گرامی کو میں نے فریم میں محفوظ کر کے حزر ایمان بنا کر رکھا ہوا ہے۔

وہدہ

سیدنا الحرم زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
والان نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ مندرجہ مضامین سے سخت متاثر ہوا۔ محترم! کیا آپ سے علاقہ کسی شخص کے وجود و عدم اور اس کی لمبری پر موقوف ہے جس پر آپ متاثر ہوتے ہیں؟ کلاؤ و شہد ہم اور آپ حضرت شیخ البندقدس سرور العزیز کے دربار کے ویوزہ کر اور اس بنا پر خواجہ تاش ہیں نیز مدنی تعلق کسی فرقے نہیں سکتا، مگر مادی اسباب حاصل بھی ہو جائیں تو کیا ہے، ہماری ارواح ایک ہی وہاں دربار کی حاضر حاضر ہیں۔ حفظ اللہ و اتاکہ من کل سوء و عندنا جمیعاً رضی اللہ عنہم و الاخرۃ ۲۰ مبین گھر کے لوگوں اور صاحبزادوں اور دیگر اصحابِ نرسائی حال سے سلام سنوں عرض کر دیں، دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

نگہ اسلاف حسین احمد غفرلہ
از دارالعلوم دیوبند ۳ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ

آپ کے پسندیدہ اشعار

حضرت مدنیؒ اور دیگر علمائے کرام و شوقیائے عظامِ مظلوم کو ہم بھی کبھی کبھی پڑھا کرتے تھے اور تحریر بھی فرمایا کرتے تھے جو کہ ایک لحاظ سے سیرتِ نبویؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشعار سے ہے، اس عنوان میں چند اشعار عربی، فارسی اور اردو کے درج کیے جاتے ہیں :-

① حضرت مدنیؒ نور اللہ مرقدہ مندرجہ ذیل عربی رباعیؒ یاد فرما کرتے تھے :-

إِنَّا لَذِي أْحْتِ تَذَبُّوَةٌ وَنَأْمَلَةٌ مِنْ التَّبَوِيَةِ وَتَبِيكِيْنِ بْنِ وَتَبِيكِيْنِ
فَأَسْتُرِيْرَقِ اللهُ عَمَّا فِي حَقِّ نَبِيِّهِمْ فَإِنَّ الْأَمْرَ تَبِيْتِ الْكَافِ وَتَبِيْتِ
ترجمہ پہلے تک ۵ آدی جس سے مجھ اُسیدیں وابستہ ہیں وہ تو خود مختار ہے اور اس اباب بھی بتاتا تھا، اس لیے اس اللہ تعالیٰ سے سزا تک ہم اس کے خزانہ میں ہے کیونکہ وہاں کو حکم کاف اور کوعا میں ہے، یعنی کون فرمایا تو کام ہو گیا۔

② یہی کبھی مندرجہ ذیل شعری بڑے سوز و گداز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے :-

ذَهَبَ الَّذِينَ يَهْمُ فِي الْكُتَابِ فِيمِمْ لَيْلِيَّ الذِّيْتِ رِحَابُهُمْ لَا تَصْفَحُ
ترجمہ وہ لوگ تو پہلے گئے ہیں کہ سب میں ان کی گزارا جاتی تھی، وہ لوگ ان کے سجدہ نہ کیجے گا کہ انہیں

③ محی الدین ابن عربیؒ کا مندرجہ ذیل شعر بھی تحریر فرمایا جو آپ نے الرشید کے کوچک کے سلطان عز الدین کے جواب میں تحریر فرمایا تھا :-

أُرِيدُ أُرِيْدُ دِيْنَ الشِّيْطِي تَحْتَمَلِ إِقَامُ وَدِيْنِ، لَمْبِيْلِيْلِيْنِ يَزُوْرُ
ترجمہ میری دلخواہش ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ہمیں چلے اور باقی سب حکم ہو جائیں۔

④ فَلَيْتَ لَكَ تَحَلُّوْا وَالتَّحِيْوَةَ مَرْبُوَةٌ وَدَيْتَ لَكَ تَوْحُنِي وَآلَا نَأْمُ غَضَابِ
ترجمہ ہاں کہ آپ کی محبت کی ششاس مجھے مالکہ ہو جاتی پھر یہاں سے زندگی کتنی بچ ہوتی اور کاش کہ آپ

مجھ سے راضی ہو جاتے خواہ ساری دنیا ناراض ہو جاتی ۔

⑤ يظنون الناس إنك تحسبوا وائتني بِحَسْرَةِ النَّاسِ إِنَّكَ كَفَرْتُمْ لَعَنَتِي
ترجمہ: لوگ مجھ پر یہ خیال کرتے ہیں حالانکہ میں سب سے زیادہ انہما رہوں اگر وہ اللہ تعالیٰ
مجھ سے دلگدرد فرمائے۔

⑥ إِذْ صَحَّرَ النُّوَّةَ مِنْهُ فَأَنْكَلُ هَبْتِيْكَ وَكُلُّ مَا قَوَّى السُّوَابَ مُتَوَابٍ
ترجمہ: جب اُس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے مجھ سے مدد صحیح ہو تو سب تکالیف بھرا سامان ہیں، اور جو
کچھ بھی مٹی پر ہے وہ سب کا سب مٹی ہو نہ والا ہے۔ سب کا سب کائنات کافی ہے مگر اللہ تعالیٰ
باقی ہے اس لیے اسی کے ساتھ تعلق قائم رکھنا ضروری ہے۔

⑦ مولانا ابوالہادی گھنوی مرحوم کو اپنے مکتوب گرامی میں چند اشعار درج فرمائے ہیں جن میں
بعض عربی ہیں اور بعض فارسی میں ہیں۔

والنفس كالظفيران تهمدة شيب على حبة الزخار وان تظلمه بنظ طمن
ترجمہ: اور نفس کی حالت تو اُس شیر خوار بچے کی طرح ہے جو رو رو پتا ہے اگر اس کے زور کو
تھپکن دعت پوری ہو نہ پڑی نہ چھڑانا گیا تو جوان ہونے پر شمار ہی ہوگی۔

⑧ سادك وعسروا ان تلاحت ميني ايادي لود تمنن قران هي جلتي
ففي غير هجوب الغنى من صد يقه وكلا مظهرا لشكوي اذا التعل نديت
راي حيتي من حيت يفتي مكا نها فكا ت قدي عوليه حشي تجلتي
ترجمہ: عیب، جب تک میں زندہ ہوں عمرو کے احسانات کا شکر یہ ادا کرتا رہوں گا اگرچہ اُس کے
احسانات بہت زیادہ ہیں۔

زیر شعریہ ایسا نوجوان تھا جو بیفہ دوست تھا چنانچہ ان کا شمار تھا، وہ اگر کسی دوست کے کچھ
نقص ہو جاتی تو پھر بھی زبان سے شکوہ و شکایت کا اظہار نہ کرتا تھا۔

زیر شعریہ (۲) اُس نے میری دلی محبت کی وجہ سے میری ان تکالیف کو بھی بھانپ لیا
تھا جو سب سے پوشیدہ تھیں، ان تکالیف کو جب تک اُس نے دور نہ کر لیا پھر اس کی
آنکھوں میں کھٹکتی رہتی تھیں۔

- ⑨ جمعیت علماء ہند کے سالانہ اجلاس منعقدہ مارچ ۱۹۲۲ء کے خطبہ صدارت کی ابتدا اس شعر سے فرمائی ہے۔
 كَرِهْن لَطْفَتُ شُكْرِ بَدَلِ مَفْصِحًا فَلَيْسَ حَاقِي بِأَشْكَائِيَةِ الْخَلْقِ
 ترجمہ: خدا کی نیر احمد کا دل ان سے شکر ہے، اور اگر وہ شکر میں نہ رہتا تو اسے بہت زیادہ شکایت کہنے والا ہوں۔
- ⑩
 كُنْتُ عَلَى الدِّيَارِ دِيَارِ بَيْسَلِي أَقْبَلُ دَ الْجَدِّ لِي وَذَا الْجَدِّ أَرَا
 وَمَا حَيْثُ الدِّيَارِ شَقَعْتِ فَكَلْبِي وَبِكُنْ حَيْثُ مَن سَكَّتِ الدِّيَارُ
 ترجمہ: میرا گھر بیسلی کے شہر ہے، تو تو میں نے گھر والوں اور اس گھر کی دیواروں کو بھی گھوما۔
 اگرچہ مجھے اس بستی سے کوئی محبت نہیں لیکن اس بستی کے مکین کی محبت نے میری نظر میں ان مکانوں
 اور دیواروں کو بھی محبوب بنا دیا ہے۔

فارسی زبان کے اشعار

- ① وصال و قرب چہ خواہی غنائے دست طلب کہ جفت باشد از دیگر از بی تمناستے
 یعنی، تو وصال اور قرب کیا چاہتا ہے مجھ صرف اپنے محبوب کی رضا مندی کی طلب ہے اس لیے
 اللہ تعالیٰ سے اس کے بغیر کچھ اور مانگنا یہ نا انصافی ہوگی۔
- ② جہاں اسے برا و درد ماند ہر کس دل اندر جہاں آفریں بند و بس
 یعنی، اسے جہاں اسے کام نہیں آتا اس لیے جہاں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنا
 ہے اور بس۔
- ③ بجز تو شاہد کہ نہ دارم بجز جسے تو دوسے دارم
 ایک اشعار شکر اور حمد و ان رسالت پر کہ سوالی
 ترجمہ ہے: بلا شاہد کسی میرا تیرے بغیر کوئی نہیں اور میرے دروازے کے بغیر میرے لیے کوئی دروازہ
 نہیں جسے بوقت ضرورت تیری ہی طرف دوڑنا ہوں اور تجھ ہی سے ہر رحمت کی امید رکھتا ہوں خواہ
 کتنے ہی سوال کروں۔
- ④ حضرت مولانا اعجاز علی صاحب کے نام اپنے مکتوب میں فرمایا ہے
 جز یا دوست ہر کجی عمر ضائع است جز بجز عشق ہر چہ جزائی بطالت است
 سعدی بنو سے لوح دل از قبل غیر حق علی کہ رام حق نہ نماید جہالت است
 ترجمہ: اپنے محبوب عشق (اللہ تعالیٰ) کو یاد کرنے جو کجی کے کا عمر برباد کرے گا محبوب عشق کے عشق کے بغیر

جو بھی پڑے گا وہ باطل ہے۔ سو ہی اپنے دل کی تضحیٰ کو اترتے کی یاد کے بغیر میرے سوال
جو علم اترتے کا راستہ نہ دکھائے وہ توجیہات ہے۔

⑤ اپنے اکابر کا سلوک طریقت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ
اور شرف طریقہ اختیار فرمایا، ان کا ظاہر نقشبندی زمل کی پیروی اور باطن حشمتی و سوزگداز ہے۔
بیل نیم کہ تعریف ہم و روسر گنیم قمری نیم کہ طوق بہ گردن در آورم
پر وانہ بیستم کہ بسوزم بگر و شمع شعجم کہ جاں گدازم و دم برنیاورم
ترجمہ: بیل نہیں کہ فخرے نگا کروردی کروں، نہ قمری ہوں کہ گردن میں طوق ڈال دوں۔
ظاہری لباس دھیمے ہوئی نائشی کروں، پروانہ بھی نہیں کہ مین کے ارد گرد چہرے لگاتے ہوئے مل
جاؤں بلکہ میں تو ضعیف ہوں خود گل ہی ہوں (دیوانہ کی روشنی پھیلاتے ہوئے) اور آوازنگ
نہیں نکالتی۔

⑥ اس نا اہل خادم کو ایک گرامی مہر کے شروع میں فرمایا ہے
شہد تاریک دیم سوج و گلابے نہیں مائل بکاواند حال ما سبکساران ساحلہا
اس نا اہل نے عرض کیا تھا کہ کافی دنوں سے گرامی نام نہیں آیا، تو فرمایا کہ تجھے کیا پتہ ہے میں
کس مال میں ہوں؟ پھر اسی کے ساتھ اردو زبان کا شعر بھی درج فرمادیا ہے
کسی کے درد اور غم کو کسی کا ناز کیسا جانے

گذرتی صید پر کہا ہے دل صیاد کیسا جانے ^{۱۱۶} دکتوبات جلد ۱۲

④ از دروں تھا آشناؤ از بیرونہ یگانہ باش ایں نہیں نیباروں بستر بود اندہ جہاں
(ترجمہ) اندہ (دل) سے لگائے رکے اور باہر سے بلے گاندہ رتن بکاں ایسی خوبصورت زندگی
اس دنیا میں بہت غم بستر ہوتی ہے۔

⑧ یا ہم اور انیا ہم جستجوئے میسگم بشنودباشنود من گفت گوئے میسگم
ترجمہ: میں نے جستجوئی کسی پاکوں یا تہا سکوں تکاشش کرتا رہوں گا، تو تو خبر سے یا خبر
میں دل کا حال بیان کرتا رہوں گا۔

④ ملو در دست ما ندول اگر گویم باں نونو در دم و کشم تریم کہ نونو استخوان سوزد

ترجمہ) میرے دل میں ایک ایسا درد ہے اگر اس کو بیان کروں تو زبان کے بچنے کا خطو ہے اور اگر اسے برداشت کروں تو لڑنا ہوں کہ پڑیوں کا گوردہ بھی جیل جائے گا۔

انہر متب | اچھے شعر بھی آپ نے جیل ہی سے مولانا حبیب الرحمن صاحب مرحوم کو لکھا کہ جو کچھ میرے غلاف ہو رہا ہے بہتر یہی ہے کہ بھر کر لیا جائے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

⑩ عشق چوں خام است بستہ ناموس و ننگ پنختہ مغز ان جنوں را کے حیا زنجیر است (ترجمہ) جو کچھ عاشق ہیں وہ تو لوگوں کے شعر سے فدا رہتے ہیں لیکن عشق میں پکتے ہیں ان کے لیے لوگوں کے طعنے اور استہزاء ہرگز نہ کہنے والے نہیں۔

⑪ من آن خاکم کہ ابر تو بہساری کند از نطف بر من قطسہ باری اگر پر روید از ہر قوم تو با غم ادا ہے شکر نطفش کے تو غم (ترجمہ) لگتا وہ مٹیوں کی موسم بہار کا بادل مجھ پر اپنے نطف و گرم سے بارش برسا رہتا ہے اگر میرے بدلے کے ہریان کو تریان عطا ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا شکر ادا کریں تب ہی پورا شکر ادا نہ ہو سکے گا۔

⑫ مجالس در پہلے آزاد و ہر چہ طواری کن کہ در شریعت ما جز میں گناہ ہے نیست (ترجمہ) یعنی کسی کو بھی دکھ نہ دے بلکہ رحمت میں کہ ہماری شریعت میں اس کے سوا کوئی ریل گناہ نہیں، ہذا اللہ رفیع اور رحیم ہے، ہمارے محبوب ہادی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارا دین پیغامِ امن و اسلام ہے۔

⑬ جناب راہ حسین صاحب کو ذکر اللہ کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں ہر نفس بہر سہ ما نیست چست مگر غماری پاس ادا ز جہل تست ای چینی انفاس خوش ضائع کن غفلت اندر شہر جان شائع کن (مکتوبات شیخ ماسلام جلد ۱ ص ۱۳۳)

ترجمہ) ہر سانس تیری سبحانی کے لیے ہے اگر تو پرواہ نہ کرے تو تیرا قصور ہے۔ ان خوشگوار سانسوں کو ضائع نہ کر، اپنے آپ کو غفلت میں مشغول نہ کر۔

⑭ مولانا محمد یونس صاحب کو ہندوستان کے مسائل پر مایوسی کے بجائے تو سہل دلائی

ہوتے لگتے ہیں۔

دو رنگوں گرد و روئے برباد ماگشت
دائما یکساں نسا نند کارِ دورانِ غمِ مخور
ہاں مشو نو مید گرواقت نہ از سرِ غیب
باشند اندر پرہ یا ز یہاں سے پہاں غمِ مخور
گر بہارِ عمر باشد باز بر طرفِ چین
بتر گل بر کشتی لے مرغِ خوشخوالِ غمِ مخور

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۱ ص ۵۵۸)

حضرت شیخ عبدالقادر دہلوی کی مندرجہ ذیل رباعی آپ کو بہت پسند تھی ہے

ہر آنجو فاعل ازو سے یک زمانست
ہماندم کافر است اما تہان است
مہادا غائبی پیوستہ باشد
در سے اسلام برو سے بستر باشد

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۲ ص ۳۵۱)

اردو زبان کے اشعار

حضرت مہ نور اللہ مرقدہ اکثر اوقات سحری کو مندرجہ ذیل شعر نہایت ہی سولو گداز
سے پڑھا کرتے تھے۔

- ۱ جو چین سے گزے کو بادِ صبا یہ کہنا بیلِ ناز سے
کہ خواں کے دل بھی ہیں سامنے نہ لگا دلِ کویاں سے
- ۲ پڑا فلک کو کسی دلِ جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغِ نام نہیں
- ۳ بد نصیب قوم کی ایذا رسائی پر فرمایا: ہم تو کسی سبت و شتم کے عادی ہو گئے ہیں سسکر کچھ نہیں
نہیں ہوتے

سج کا نور ہو انسان جب تو بٹ جاتا ہے سدی
مشکلیں آتی پڑیں فوج پر کہ اسان ہو گئیں
سیری آن رسمِ اُلفت مٹ گئی
مدتیں گزریں زمانہ ہو گیا

⑤ مراد آباد جیل سے ایک متر شدہ کے عطل کے حجاب میں تحریر فرمایا ہے

دل دھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے دل رات

بیٹھے رہیں تصویر جہان کے ہوشے

یعنی جیل میں اللہ تعالیٰ کی یاد کا وقت زیادہ ملتا ہے۔

⑥ مولانا حبیب الرحمن کہ جیانی تو اللہ مرقدہ نے مراد آباد کی قید کا کچھ نہیں منظر آپ کو تحریر فرمایا

تو آپ نے جواب میں جو گرامی نامہ جیل ہی سے مولانا کے نام تحریر فرمایا اس میں یہ تحریر فرمایا ہے

یہ مرتے مرتے جنت سے نہ منہ پھیرائیں سنے

جہاں سیکڑوں پھیلیں وفا پہ اپنی نالاں ہوں

یعنی اپنے شیخ شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر راٹ نے جو امانت آپ کے سپرد کی

تھی اس کو ہر حال میں ادا کیا اور ہر تکلیف برداشت کی۔ (تو اللہ مرقدہ)

⑦ عشق میں اُن کے کوہِ مہر لیا جو ہو سواو

عیش و لُٹا بڑننگی چھوڑ دیا جو ہو سوتا

⑧ یا با رشتہ سب سے توڑ

یا با رشتہ حق سے جوڑ

⑨ گر پائیں گے رقیب تو کوسے اٹائیں گے

ہرگز نہ دیں گے اس بہتِ رعنا کے ہاتھ میں

⑩ اسے دل خدا کے سوا کوئی اور پہلا محافظ نہیں

اور گردشِ روزگار کے ڈنگ نہ ہر کا کوئی مترجمی نہیں

ہندی زبان کا ایک شعر

⑪ ستیاں اٹکیاں پھیریاں ہیری ملک جہاں

ملک جہاں کی اک جہر کی لاکھوں کریں سلام

دکھنا جلد ۳

تحریک مدح صحابہ کی حمایت

مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جتنی بھی تنظیمیں اور ادارے سیاسی طور پر قائم ہوئے یا ہوتے ہیں ان میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کو اساس بنایا جاتا ہے، مگر کوئی سیاسی ادارہ مسلمانوں کے عقائد کے تحفظ کو اپنے منشور میں جگہ نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے جو باتیں بنائی گئی ہیں ان میں ایسے افراد بھی صرف شامل ہی نہیں کیے گئے بلکہ ان کو اعلیٰ مناصب بھی دیئے گئے جن کے عقائد اسلام کے بنیادی عقائد سے متصادم تھے جس کی تفصیل کا موقع نہیں البتہ جو سیاسی جماعت مسلمانوں کے حقوق کے حصول کے لیے بنائی جاتی ہے اور اس کی اساس دین پر مبنی ہے اس میں اسلامی عقائد کا تحفظ ضروری سمجھا جاتا ہے۔

چنانچہ حبیبیہ علماء ہند نے اپنے منشور میں اس تحفظ کو ضروری قرار دیا ہے، جیسا کہ حبیبیہ علماء ہند کے دستور کی دفعہ ۱۱ کے مطابق اغراض و مقاصد میں ہے۔

ذہب مسلمانوں کے مذہبی عقائد، آئینی اور شہری حقوق کی تحصیل و حفاظت

ایک عظیم مقصد قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح ہر دینی ادارہ، دینی مدرسہ، جگہ ہر عالم دین اسلامی عقائد کے تحفظ کو ضروری قرار دیتا ہے، اسلامی عقائد میں صحابہ کرام کی عدالت کو اولین حیثیت اس لیے حاصل ہے کہ وہ ان کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کی وساطت سے امت تک پہنچا ہے۔ اگر صحابہ کرام کی عدالت کو کسی بھی رنگ میں مروج کیا جائے گا تو پھر دینِ قدیم کا اس شکل میں رہنا مشکل ہو جائے گا جس شکل میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان کو عیاں بناتے ہوئے فرمایا تھا۔

فان المشاوره بشي من المشتم به پس اگر ایسا ایمان لے آئیں جیسا کہ لے سکتے ہیں

مَقْدَاهُمْ هَذَا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَمَا هُمْ
 فِي شِقَاقٍ مَعَكُمْ يَوْمَ تَكْفِيهِمْ اللَّهُ وَ
 هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝
 سورة البقرة آیت ۱۷۵

ایمان ہے ہم تو یہ ہدایت پانے لور اگر ایسے ایمان سے منہ
 موڑیں تو پھر وہ جنت کی ہیں ان کی آپ پر وہ نہ کریں
 آپ کیلئے ان کے مقابل میں اللہ تعالیٰ کافی بگاڑوں سے منہ
 کی باتوں کو سنتا ہے دل کے اندازوں کو جانتا ہے۔

یہ آیت سورۃ البقرہ کی سے جو مدنی ہے اور اس وقت منافقوں کا گروہ بھی نمایاں ہو چکا تھا جو بظاہر
 مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے تھے مگر حقیقتاً اسلام کے مخالف تھے، یہی حکمت ہے کہ جو اب الہی کتاب ایمان
 دے تو انہوں نے صرف ایمان کا اعلان ہی نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرمایا۔

وَرَوَّابِهِمْ مَا أَنْزَلَ لِي التَّسْوِيلِ تَوَلَّى
 أَعْيُنَهُمْ تَلْفِيفُ مِنَ الدَّفْعِ وَمَا
 عَزَّوَجَا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا
 آمَنَّا فَاكْفُرْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ه
 وَمَا لَكُمُ لَا تُؤْمِنُونَ يَا اللَّهُ وَمَا
 جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطَعْنَا أَت
 يُكْفِرُنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ
 الْمُفْلِحِينَ ۝ (سورة البقرة آیت ۸۳-۸۴)

اور جب میں نے یہ کلام تواریخ میں اس سول تبارہ فرمائی
 پر تو انہوں نے کہ ان کی آنکھیں قرآن کی تاثیر سے ہنس رہی تھیں
 انہیں کون کھانا ایمان کہیں انہوں نے کہ جب یہ ایمان لے
 لے ہیں ہم کو بھی قرآن کے صلیکوں کے ساتھ کلمہ ہے۔
 اور میں کوئی کلمہ نہیں کہ ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس
 بدعت پر جو ہمارے پاس آئی ہے اور وہ حق ہے اور ہم
 امید رکھتے ہیں کہ ہمارے رب ہم کو داخل کرے گا اس میں
 میں جو نیک بخت ہے۔

ان آیات میں واضح ہے کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ سے دو دوائیں مانگیں۔ ایک تو یہ کہ ہم کو
 ان لوگوں کے ساتھ کلمہ ہے جو شاہدین ہیں یعنی جنہوں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی
 شہادت دی ہے اور وہ نزول و حق احکام رسالت و طیر ہوا اور کے صینی گواہ ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ ہم کو
 اس قوم کے ساتھ منج فرما دے جو کہ صالحین ہیں۔ چونکہ اہل کتاب کو اس بات کا علم تھا کہ حضرت
 واؤ علیہ السلام کے بعد جو سعادت منہ المسلمین کے بادشاہ ہوں گے وہ صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم ہوں
 گے اور اس کی اطلاع نہ تو ہمیں دی گئی تھی، جس کی قرآن عزیز نے ظہور سے ہونے فرمایا۔

وَلَقَدْ كَفَرْنَا فِي السَّبْحِ بِمَا كَفَرْنَا
 الَّذِي كَرِهْنَا أَلَا لَمْ نَكُفِّرْ بَعْدَ

سب سے شک، ہم نے سب اور آسمانی کتاب میں کلمہ دیا
 تھا نصیحت کے بعد اس سب میں کلمہ کے

ہیبتا وی القلیہ یخونہ ، راہبیاہ نکلاہ) وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔
 زبور میں صحابہ کرام کو عباد صالحین سے تعبیر فرمایا گیا، اور یہ وہ مسلمان تہذیب و تمدن ہیں
 شب معراج سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پڑھا اور امت کے لیے نماز میں اس کی یادگارانہ
 کوشش کے لیے ضروری قرار دیا کہ وہ نماز میں اَسْلَامٌ عَلَیْہِا وَعَلٰی حِبَاہِا اَللّٰہُ الصّٰلِحِیْنَ کا
 اقرار کرے اور یہ مبارک تحفہ صحابہ کرام (دوسری اللہ علیہم اجمعین) کے لیے پیش کرے۔
 یہ تہذیبوں کا ذکر تھا، قرآن کریم سے پہلے دوسری دو کتابیں جو حضرت کوئی اور حضرت علی علیہ السلام
 پر نازل ہوئی ہیں ان میں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک کا حکم بیان فرمایا ہے جس کا ذکر قرآن حکیم
 نے یوں فرمایا۔

مُحَمَّدٌ مَّرْسُورٌ اَللّٰہُ وَ اَلنَّبِیُّ
 مَعَدٌ اَشِدَّ اَمْرًا عَلٰی الْکُفَّارِ وَ حَمَآءٌ
 بَیْنَهُمْ تَرَاہُمْ وَ لَعَنَّا سَعِدًا
 یَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ
 رِضْوَانًا یَسْتَمَآہُمُ فِیْ رُجُوعِهِمْ
 فِیْ اَثَرِ التَّجْوِیْهِ ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ
 فِی الْاَشْوَرٰۃِ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاَضْمٰلِ
 (الفصیح ۷۸)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ
 جو ان کے ساتھ ہیں کافروں پر توڑنے سے سخت ہیں
 آپس میں مہربان ہیں، ان کو کسی روع میں کسی
 بجز سے میں دیکھے گا ویسے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے
 اس کا فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں،
 ان کی ظاہری نشانی ان کے چہرہ و لہجہ و سجدوں کے
 نشان ہیں یہ ان کی کیفیت ان احوال اور انجیل میں
 ذکر فرمائی گئی ہے۔

جب صحابہ کرام معیار حق ہیں قرآن عزیز سے پہلی کتابوں میں ان کا تذکرہ شامی اور صحیحین
 کے مبارک عنوان سے فرمایا گیا ہے اور ان کی علامات ظاہرہ و باطنیہ کو بھی بیان فرمایا گیا تو صحابہ کرام کی
 عدالت کے علاوہ غوغا آرائی کا دفاع کرنا مسلمانوں پر فرض ہے، خصوصاً ان حالات میں کہ منظم طریقہ پر
 ان کی قدح کو برسر بار بار بیان کرنے کا حق طلب کرنا کسی گروہ یا قوم کا شیوہ اور عقیدوں ہائے پھر تو
 مسلمانوں پر اس کا دفاع کرنا اپنی طور پر لازم اور ضروری ہوتا ہے۔ اسی ہی صورت حال
 مدینہ ۱۹۳۹ء میں کھنڈوں میں اس وقت پیدا کی گئی جبکہ وہاں کانگریسی وزارت تھی مگر اہل سنت و الجماعت
 کے بنیادی حق مدیح صحابہ پر پابندی عائد کر دی گئی تھی۔ مسلمانوں کے احتجاج کے نتیجے میں یوپی کی حکومت

ہتر اور درج صحابہؓ کی ظہری حیثیت کے ثبوت کے لیے ۲۰ اپریل ۱۹۳۷ء میں ایک کمیشن مقرر کیا جس کے دو ممبر تھے۔ ایک اٹا اور ایک ٹوٹ کے نچ ممبر جس اے سب اور دوسرے علی گڑھ کے ڈپٹی کمشنر سراج ہیں۔ اس وقت حضرت شیخ الاسلام نے میرزا غلام احمد کے مدد کی حیثیت سے کمیشن کے سامنے بیان دیتے ہوئے فرمایا۔

”مختلفے راشدین کی تعریف متحب ہے لیکن اس سے رد کا ہائے تو فرما ہے ہم
کی دہریوں کو اگر شہادتے کرنا کا ذکر کیا جائے تو لازم ہے کہ اس کے ساتھ صحابہؓ کا
کی تعریف بھی کی جائے تاکہ مخالف فرقوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو اور صحابہؓ کا
جلوس اور جلسہ پڑعت نہیں ہیں، ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ کی برائی کی تو حضور اور علی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مجمع عام میں حضرت ابو بکر
کی مدح سرائی میں قصیدہ پڑھا جائے“

اس کمیشن سے پہلے بھی حکومت نے کافتی طور پر اہلسنت و اجماعت کا یہ حق تسلیم کر لیا تھا مگر
اس پر عمل نہ کرنے سے روک دیا جاتا تھا۔ امام اہلسنت حضرت مولانا عبد الشکور عسکری رحمتہ اللہ علیہ
۱۱ نومبر ۱۹۳۷ء کو رسول نافرمانی کا فیصلہ کر لیا، حکومت نے مولانا عبد الشکور، مولانا غفر اللہ، مولانا عبد السلام
وغیرہ کو صرف جلسہ کا اعلان کرتے ہی گرفتار کر لیا اور ایک ایک سال کی سزا دے دی۔ عینہ علیہ السلام
نے اپنے دو بیویوں سالانہ اجلاس میں حکومت کی مذمت اور تحریک کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ آخر
حکومت نے ان حضرات کو رہا کر دیا۔ حضرت حنی قنک مرزا عزیز نے جو خط تحریک کے سیکرٹری کے
ہم کھما اس کا متن حدیثہ ناعری سے ہے۔

جناب کریم صاحب مرکزی مجلس مختلف ناموس صحابہؓ کے نام!

حامدًا و مصليًا و مسلماً بحرم النعام اذید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزارع مبارک!
درج صحابہؓ کی مذہبی حیثیت اور وجوب، حضرت خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے دو تعلق اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریفیں قرآنی مجید میں متعدد مقامات
پر بہت سی آیتوں میں ذکر کی گئی ہیں، حتیٰ کہ بعض جگہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی پیدائش سے پہلے کتابوں
میں آمدیت و انجیل میں، ان کی ثناء اور صفت ذکر کی گئی تھی۔ سچوۃ اشرف میں ہاجرین اور انصاری ذکر ہیں۔

کے بعض خصائل حمیدہ پر روشنی ڈالنے کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو کہ اُن کے بعد آئے ہیں گئے رہا ہیں اور ان کے بعد واپس لوگ، اُن کی توصیف اور تعریف میں اُن کا یہ قول بھی ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (سجہ) اسے چارے پروردگار ہمارے لئے ہے اُن بھائیوں کی جو کہ ہم سے پہلے ایمان لائے تھے ہمارے اور انصار یعنی صحابہ کرام، اُن کی حضرت فرماؤ ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے حلقے کسی قسم کا کوئی گھنہ پیدا نہ کرے پروردگار تو بہت رحمت والا مہربانی والا ہے ۵

ظاہر ہے کہ جب یہ قولی صفت بطور ثناء صحابہ کرام کے بعد قیامت تک کے آنے والوں کے لیے ذکر کی گئی ہے اور اس انداز سے کہ اس سے نہ صرف اُن قسم کی پسندیدگی معلوم ہوتی ہے بلکہ اُن کا حکم بھی سکائی نہ ملے، منفردی اور اجتماعی قیود وغیرہ سے بالاتر ہو کر نکلتا ہے تو ایسے کے آنے والے مسلمانوں پر اس قول کا کتنا بلیک مقامات، عام مناسب مقامات پر بھی شرفاً مطلوب ہوگا۔ اماں جب صحیحہ میں صحابہ کرام کی ثناء و صفت اُن سے محبت رکھنے کی تاکید، اُن کی شان میں گستاخی کی مذمت، اُن کی تابعداری کو نہ کہ حکم، اُن کا ذکر یا لیکر کہنے کا ارشاد وغیرہ نہایت کثرت سے مذکور ہے اسی بنا پر مسلمانوں کے اجتماعات عامہ عیدین، حج، جمعہ وغیرہ میں لکچر ہوتے ہوئے، خطبہ پڑھتے ہوئے صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی ثناء و صفت کرنی معروف و محبوب قرار دی گئی ہے (دیکھو خود مختارہ شامی، مالگیری وغیرہ) بلکہ حسب تصریح امام زبانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس کو ثناء باہل سنت و جماعت بھی قرار دیا گیا ہے، آپ (مکتوبات امام زبانی جلد ۲ ص ۱۵۱ میں) فرماتے ہیں:-

(ترجمہ) خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبہ کے وجوب میں صحابہ اور اعلان کی پہلی وجہ اشراک میں سے نہیں ہے لیکن اللہ کے شعار میں سے ہے کوئی لہنے ارادے اور سرکشی سے اس کو نہیں چھوڑتا سزاؤ و شمس جس کا دل عیار ہوا وہ اس کا باطن نجیست ہو، اور اگر فرض کریں کہ تعصب اور عداوت سے ترک نہ کیا ہو تو عید من تشبہ بقوم فقد منهم جس کے کسی قوم کی شہادت اختیار کی وہ ان میں سے ہوگا) کا کیا جواب کہا جائے گا اس کا بار بار پورا پورا اجملہ اسلام سے اس وقت تک ہندوستان میں کہلاتا معلوم نہیں ہوتا لیکن نزدیک ہے کہ اس

معاہدے سے تمام شہرہ نام ہو جائے بلکہ ڈر ہے کہ ہندوستان سے یہ امر اٹھ جائے، اس قسم کے واقعات سے تقاضا برتا جتنے عین کو دیر مٹانا اور رخصت پیدا کرنا ہے۔ اور چونکہ شہر کا اظہار اور اعلان ہر زمانے اور ہر جگہ میں ضروری ہے، بنا بریں اس کا اعلان ہر جگہ ضروری ہوگا۔ منہاج السنۃ میں ہے: ان المسلمین والکفار اداکان لہم ولا یتعار وجب اظہار شہد الاسلام فی کل زمان و فی کل مکان، مسلمانوں اور کافروں کے جگہ جگہ علیحدہ علیحدہ شہاد ہوں تو مسلمانوں کے شعار کا ہر زمانہ اور جگہ میں ظاہر کرنا واجب ہے۔

وجوب طرح صحابہ کی دوسری وجہ | جس جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہ صرف ہدنی پھیلائی جاتی ہو بلکہ اشہد ان علیٰ ذی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

وخلیفۃ بلا فصل با وازینداکان میں کہا جاتا ہے، نیز امام باڑوں، مجلس خاصہ اور عمومی مجالس میں ان کی طرف غلط اور ٹھیکے اہانت آمیز واقعات منسوب کیے جاتے ہوں اور عوام شیعوں کا ستنا اور ٹھیک ہونا ممکن اور غلطی میں پڑنا ہو تو شیعوں کی اصلاح اور تحفظ عقائد کے لیے ایسی مجالس کا منعقد کرنا جن میں صحابہ کرام کے صحیح واقعات ذکر کیے جاتے ہوں اور ان کی ثنا و صفت کی جاتی ہو واجب ہے۔

وجوب طرح صحابہ کی تیسری وجہ | ان خصوص جبکہ دوسری قومیں اور حکومت غیر مسلمہ اس کو جرم قرار دینے لگے اس وقت اس کا وجوب اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

انہیں امور کی بناء پر کشتوں میں مدح صحابہ کا سلسلہ چلا آتا ہے مگر اہل تشیعہ نے حکام وقت ہاڈر ڈال کر اس میں رکاوٹیں پیدا کیں اور ۱۹۱۰ء سے اس میں تشددات ہوئے اور بار بار اس بارے میں گرفتاریاں کی گئیں، مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس کے چلنے اور جلوس شیعوں کا انسانی اور شہری اور اجتماعی حق ہے۔

دُنیا کا سلسلہ اصول یہ ہے کہ ہر قوم اپنے مقتدا یا بن دین اور اکابریت کے کارناموں ان کی تعلیمات اور ان کے واقعات زندگی سے متاثر ہوتی ہے مسلمانوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات خلفاء راشدین کے کارنامے، ان کی تعلیمات، ان کے حالات زندگی، صحیحہ حدیث ہیں اور نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام انسانی دنیا کیلئے ان کے کارناموں کی نقلی ہوئی صاف اور ستھری روٹی موجود ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۱۷ جولائی ۱۹۱۰ء کے اخبار ہر چین میں

گاندھی جی نے کانگری کی فضا کو زندہ کر دیا اور اصلاحیوں میں ہدایت کی تھی کہ وہ اپنا طرز عمل حضرات شیخین سے مستحکم کر لیں اور عیسائیاں بنائیں۔ تو رہیں مگر زمین اس کی خصوصی طور سے ہدایت کرتی تھی اور وہی بنا پر سرت، غازی، قاضی خدیو، فزولہ کو فرانس کی پریزیڈنسیوں وغیرہ میں داخل حساب کیا گیا ہے۔ نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کا ہر چہ انکار ہوا، احوال و احوال سے واقف ہو اور خود بخود مسلمانوں کا طریقہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی اشاعت کریں اس لیے ان پر اور بھی لازم ہے کہ ساری نوع انسانی کو ان باتوں سے واقف کر لیا اور ہستی میں عام جہلوں اور بیوقوفوں وغیرہ سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو بتائیں کہ انی ہندو کو نہ دنیا میں کیا گناہ ہے بلکہ زیادہ گناہ ہے، بنا پر سبلی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تہنیت سے کہ طرح متاثر ہوئے اور الہی عالم کو مذہب، اخلاق، تمدن، معاشرت، اقتصادیات، سیاسیات وغیرہ تمام شعبہ ہائے زندگی و آخرت کے لیے کیسے علم اور مفید اسباق سکھائے۔

ہندوستان کے کروڑوں مسلمان اور غیر مسلم باہل بعض ہیں نہ تو ان میں چھوڑ سکتے ہیں نہ انہما رات، اور بے ڈبے لوگوں کو تخریب سیتوں کی زندگی کے پاکیزہ ممالک اور کے بلند مرتبہ نیہات اور ان کے مہتمم، ایشان، کھانوں سے روشناس کرانے کا سامنے اس کے کیا فریضہ ہے کہ ہر اہم جہلوں اور بیوقوفوں میں ان کا ذکر وغیرہ کیا جائے اور ان کے ایمانی سے ہر کہ وہ کہ انہوں بنایا جائے یا غلطی کی جگہوں میں جہاں کہ غلط فہمیاں تصدق پیدا کی جائی ہیں، یہی تصدیق سے غلطوں اور بیوقوفوں کا ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں تیزا قانونی اور اجتماعی اور اخلاقی جرم ہے اور صحیح صحابہ اعلیٰ، ذاتی اور اجتماعی فریضہ ہے۔ ہندوستان جو کہ ملت اقوام اور ملت مذہب کا گہوارہ ہے، مگر اس کے باطن و باطنیت نہیں رہ سکتا کہ اس میں۔ میں اقوامی قوانین اور ان کے لیے جہاں اللہ ہی جہلوں سے روک جائے جو میں الاقوامی روادری اور سب کے سب کے منافی ہوں، کسی شخص یا جماعت کا دوسرے شخص یا جماعت کے شیعوں کو بڑا کہنا ہی کی تہلیل و توہین کرنا اور وہ اخلاقی جرم کے نتیجہ میں اقوامی روادری اور اتحاد کو فنا کے گناہ آگے نہ لائے، ہاں یہی وجہ ہے کہ تہذیب ہندو طرز کے تابعیت جیسے تہذیب ہندوستان میں منوع رہا ہے اور اس وجہ سے موجود حکومت الہی نے اس کو شیعہ تہذیب کو قرار دیا ہے، اسی طرح میں الاقوامی روادری کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ شخص اور جماعت کو مکمل آزادی اور ہندو چارٹر چھ پر اپنے پیشروں کی شعا و صفت کر کے ان کی قلیل اقتدار زندگی کو دنیا میں

دکھانے ایسی وجہ ہے کہ چند سالوں میں مسلمانوں میں، آریہ سماج، بڑھوسماج، جینی جیسانی، یہودی، عیسوی وغیرہ سب کے سب اپنے اپنے پیشواؤں کے گھوس لگاتے اور چلے دھیرے کرتے رہتے ہیں کسی جگہ اور کسی زمانہ میں ان کو کاؤٹ نہیں ہے، کسی شخص کا اس کے خلاف یہ قول نہیں سنا ہوا کہ ہم کو ان کے خلاف کے پیشواؤں کے گھوس یا جلسے سے روکنا ہی ہوتی ہے اس لیے اس کو بالکل بند کر دینا، حالانکہ ایک ایک موجود مسلمان کو موردوں اور ٹوکوں کے خلاف سے جس قدر تکلیف اور روک تھام ہوتی ہے وہ سید اور بے قیاس ہے مگر اس کو یہ کہہ کر روک دیا جاتا ہے کہ اس مجمع الفیاض ہندوستان میں اگر بیٹا ہے تو اس کو سہنا پڑے گا۔ ہر صاحب مذہب کو اپنے ضمیر اور مذہب کی آزادی ہے اور اپنے پیشواؤں کا ذکر کرنے اور تعریف کرنے کا حق ہے مگر تمہارے حق میں مداخلت کر کے تو تمہاری امان میں عمل انداز ہو گا اور اس لیے تم قانونی حکمت کے خاکر بنائے جاؤ گے، حقوق کی مخالفت کرنا اور ناجسوں کی دستبرد سے بچانا گورنمنٹ کا فریضہ ہے۔

مگر شہر گھنوں کی اندھیری میں تقریباً ۳۲۳۳۰ برسوں سے یہ علم نافذ ہے کہ کئی گنت حکومت کا طرز عمل

و باجماعت جس کی تعداد شہر میں اتنی ہزار سے زیادہ ہے اور ان کے حقوق شیوں کی آزادی صرف اظہار ہزاروں ہے) کہ اپنے پیشویان مذہب صحابہ کرام علیہ السلام اور ان کے پیروں کی مدد و ثناء کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس پر قید و بند اور جرمانہ و تکلیف کی نوبت آتی ہے، حکومت نے اگرچہ ہندو گھنوں کے طرز عمل میں یہ اضافہ شروع کر دیا ہے مگر گورنمنٹ واضح کر دینا چاہتی ہے کہ پہلے تو ہندو گھنوں کی مدد پر ضابطہ عام مقام پر ہو خواہ کسی شخص کا مقام پر تیز جوش نہیں ہے حق سستیوں کو جو شک حاصل ہے مگر افسوس ہے کہ باوجودیکہ تقریباً ایک سال گزر چکا ہے یہ متداخل سابق گورنمنٹوں کے متوالوں کے اور گھنوں کے اعتراضات و گھنوں اور گھنوں کے خلاف جاری کے وعدوں کی طرح ثابت ہوئے۔ یہی نہیں ہوا کہ اس پر عمل نہیں کیا گیا بلکہ نیم ہیک مقامات پر ہندو گھنوں اور مساجد وغیرہ میں بھی مدد صحابہ سے روکا گیا اور سستیوں کو سزائیں دی گئیں۔ بہت زیادہ مطالبہ پر ۱۱ نومبر ۱۹۱۵ء کو پیشکل خصوصی مقامات پر یا خصوصی حالات میں مدد صحابہ کے جلسے کی اگرچہ اجازت دی گئی مگر ہیک مقامات پر طلبہ مدد صحابہ کو اس نام سے منع ہی قرار دیا گیا اور جلسوں کی کوئی صورت میں بھی اجازت نہیں دی گئی۔

ظاہر ہے کہ اہل مذہب و اجماعت کے لیے اس سے بڑھ کر تیز ذلیل تو ہیں اور حق تلفی کا کیا

نظارہ ہو سکتا ہے۔ اس سرزمین میں قومیں اور تمام مذاہب تو اپنے اپنے مذہبی اور شہری جلسوں اور جلوسوں سے حلقہ قید وقت و مکان نفع اٹھائیں اور شیعوں کو اس کے بہانہ سے لٹکا اور گزنی کیا جا رہا ہے۔ یہ ہے کہ صاحبِ حق کو امن و امان کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے اور غیر صاحبِ حق، معتدی، اتنی چھیننے والا اور غصب کرنے والا امن توڑنے کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاتا، صاحبِ مال کی سزائیں کی جائے اور ڈاکو اور چور کی سزا موت افزائی کی جائے، کیا اس کی مثال بجز برطانوی حکومت کے کہیں دنیا میں پائی جاتی ہے؟

بہر حال اب ہم تمام اہلسنت و جماعت کو لازم ہے کہ اپنے اس مذہبی، انسانی، اخلاقی، شہری حق حاصل کرنے کے لیے پورے تہنط کو کام میں لائیں اور مروانہ دار قہر قسم کی جائز سنی کو میدانِ عمل میں پیش کر دیں۔ اسی سلسلہ میں چار پانچ مرتبہ قانون شکنی اور گرفتاریوں کی نوٹیں آئی ہیں مگر اصل مقصد کے اعتبار سے وہ بالکل ہی بے فائدہ ثابت ہوئیں، بنا بریں اس مرتبہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس میدان میں اپنی زندگی اور ثباتِ قدمی کا ثبوت پیش کریں اور یہ دکھادیں کہ مسلمان اپنے مذہبی امور میں حتیٰ الوسع ذرہ بھری مداخلت گوارا نہیں کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں۔

آج ۳۱ مارچ ۱۹۳۹ء کو مسلمانوں کو چاہئے کہ بعد نماز جمعہ ملے کریں اور اس میں گورنمنٹ کے اس فیصلے پر کہ اس نے مسلمانوں کے مذہبی، انسانی، شہری حق مدح صحابہ میں نا جائز مداخلت کر کے اُن کے صحیح جذبات کو ناقابلِ برداشت شیش لگائی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان پروانہ دار جیل کی کوٹھڑیوں میں بند ہو چکے ہیں، صدائے احتجاج بلند کریں اور مطالبہ کریں کہ جلد از جلد مدح صحابہ کے جلسوں اور جلوسوں پر سے ٹیکس کی پابندیاں اٹھائے اور جس طرح دوسری اقوام اور مذاہب کے لیے آزادی ہے کہ وہ اپنے شیواؤں کے جلسے اور جلوسے ہنگ متامات پر عمل میں لاسکتے ہیں اسی طرح شیعوں کا بھی عمل حق تسلیم کیلئے اور جاری کرادے اور اگر کوئی شخص یا قوم شیعوں کو اس حق پر عمل کرنے سے روکے تو اس کو قرار واقعی سزا دے اور اسی جاہدین ملت کو مبارک باد دیں جنہوں نے بہت اور مذہب اور حق قوی کے لیے اپنے اُمام و راہب کو بیٹھے ہوئے قانون شکنی اور رسولِ نافرمانی اختیار فرمائی ہے، اور اسی طرح اُن کے اعتراف اور انقلاب کو بھی اس کی مبارک باد پیش کریں۔

تیراں مسلط میں جس قدر بھی امداد مالی یا بدنی ممکن ہو مجلس تحفظ ناموس ہندوستان کو ہر ماہ ۱۰۰ روپے
 مجلس احرار اسلام لندن آباد کنٹون کو پہنچائیں، ریزرو کوششی کی نقیصے اخیاروں میں بھی جائیں
 اور ایک ایک نقل گاندھی جی (دو خیر گارڈن شعلہ وادو دھا بہنلت جو امرتال ہر وراخو ہوا اور آپاں)
 اور سچا شہد ہندو ہوس کلکتہ اور وزیر اعظم ہونے کی کھنڈو مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالکلام آزاد
 کلکتہ کو بدمیر ڈاک بھیجی جائیں، اس کو تار ہرگز نہیں۔ اس تاریخ کو ہر جگہ ساروہ سے زیادہ سلی
 انفرانی کے لیے رضا کار بھرتی کیے جائیں۔ (دکتو باہر شعلہ اسلام جلد ۳ ص ۱۰۰)

نگب اسلاف حسین احمد غفرلہ (۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء، ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء)

(۱۹۳۰ء) حضرت مدنی نواز شہ مرقہ و مع عقائد کی طرح صحابہ کرام کے حلقوں میں وہی عقیدہ
 رکھتے تھے جو چون سو سال سے متواتر اور متواتر پڑا رہا ہے، جیسا کہ حضرت کے مرید خاص جناب
 احمد شہ صاحب استیاز ضلع جھنگ نے حضرت مدنی کی خدمت میں یہ تقریر کیا۔

— تیرا خیال ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں اور عاصیہ اور علی رضی اللہ عنہما میں جیل اور
 محض کی جنگ نہیں ہوئی بلکہ یہ واقعات وضع کیے گئے ہیں، اگر ان واقعات کو صحیح مان لیں تو ان
 کلمتوں کو لیتے اٹھو، مگر ایشیاء و قحطانیہ و ریحانہ و حینیم کا کتب و ازہا لہجہ کہہ کر اس آیت کا
 مطلب کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید تھے اور ان میں سے کسی نے بھی شہید نہیں ہوا۔
 حضرت مدنی نے اللہ علیہ السلام کا جواب دینا فرمایا ہے۔

لحم التام لہ یوجدکم اسلام طیبکم و لمة اشدو بکاتہ

حاج شریف اوانامہ باعث سرقرانی ہوا، بنی حنینیم اس قسم کی جنگ کے خلاف نہیں ہے،
 کیا رحمت اور شفقت باعث جنگ نہیں ہو سکتی، حضرت مدنی نے ان دونوں طیبیم اسلام میں کس قدر حلقہ
 ہوا، کیا وہ دشمنی سے تھا، باپ بیولیں نہ کتب کے واقعات کی حجت اور حجت نہیں ہو سکتی، کیا
 رحمت علیہم رضی اللہ علیہم کے جہادات کو لے کر ملاقات تھا، کیا چراغ اللہ ڈاکٹر کا نشر نگار اور
 مریض کو تکلیف دینا مظاہر حجت نہیں ہے، ہجرت کی غلطی میں اگر لوگوں میں آدھرا مظاہر حجت
 ایسوس ہوا، اور اللہ علم ہر جہاں کھڑی نہیں، تاکہ متواتر تمام عالم کا انکار کس طرح مفید ہو سکتا ہے۔
 والسلام۔ نگب اسلاف حسین احمد غفرلہ (۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء، ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۱ء)

(مکتوبات جلد ۳ ص ۱۰۰)

ہلا خراج و دہنہ قوم اور موجودہ تہذیب کے سکھوں نے اپنی امتیازی ہدیٰ قائم کی اور ہدی کے
 وال کو محض ہدی کہا، آج ان کی قوم امتیازی حیثیت رکھتی ہے اور نذرانہ پیشا کی جاتی ہے۔ انگریزوں کو ہدی
 کے اثر میں آیا تقریباً اسی سو برس گذر گئے ہیں نہایت سہولت سے لکھنے والا ہے مگر کہنے اپنا یونین کرنا
 تاملوں، بیٹے، لہستان کی اس گرم ملک میں بھی دھڑا، یہی ہے کہ اس کو جین کر روزگرم والا ملک ہے جس میں
 نہ کر سکا، اس قوم کو دیکھ کر ہنر مند ہے، اس کی ہستی دنیا میں قابلِ تسمیہ ہے۔ مسلمانوں کو کس میں لگنے
 اور تقریباً ایک ہزار برس سے نامور ہے جب سے لگنے میں اگر وہ اپنی خصوصی بنیاد کو نظر نہ دیکھتے
 تو آج ہی طرح ہندو قوم میں نظر آتے جیسے کہ مسلمانوں سے پہلی قومیں جنم ہو کر اپنا نام روشن بنا گئیں
 آج تاریخی صفحات کے سوا ان کا نشان کہ زمین پر نظر نہیں آتا، مسلمانوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنا ہندو
 محض کر رکھا ہو مگر یہ بھی کیا کہ لہستان کے بنیاد کو نشان اپنا ہندو بنا لیا، ہندو ہندو ہندو ہندو ہندو
 گئے صرف یہی نہیں کیا کہ اپنا ہندو، جبار، تبا، عام اور ستار محض کر رکھا، مگر مذہب کا مال جبار، تہذیب و
 گھر و گم و ہلا، زبان و لغت وغیرہ اور ان کو محض کر رکھا اس لیے ان کی مستقل ہستی چند ستاروں میں قائم رہی
 مذہب تک اس کا حفاظت ہو گیا ہے کی رہی گئے

(جز) ہر قوم نے ہسپانیائی فرقہ کہ ہے تو، کوشش کی ہے کہ اس کا بنیاد، اس کا گھر اس کا مذہب
 اس کی زبان و رسول پر غالب اور وہ ملک و اقوام میں غالب ہائے۔ آریہ قوم کی تاریخ و مروجہ سول
 کے گھر سے دیکھو، گھر میں اس میں ان کی تاریخ کا مطالعہ کرو، یہ بڑا بڑا اور حیران کن کے انکوائٹ کفر سے
 دیکھو، وہ کیوں جلتے اور جہل، مسلمانوں کے گھر اور ممالک آپ کے ملنے موجود ہیں، زبان عربی صرف
 ملک عرب کی زبان تھی، عراق، مصر، فلسطین، پھر سوڈان، بلیریا، نیونس، مراکش، فارس، گورنہ، ہسپانیہ
 میں کوئی شخص نہ عربی زبان سے آشنا تھا نہ مذہب اسلام سے اور اسلامی حکم و تاریخ سے مگر عربوں نے ان
 گھوڑوں اس طرح اپنی زبان، اپنا گھر اپنی تہذیب جاری کر دی کہ ان کے غیر مسلم اقوام آج بھی اسدی
 بنیاد میں اس کا گھر ان تہذیب اور ان زبان کو اپنی چیز نہیں کہتے ہیں۔ امریکی قومیں، گڈانی فلسطین، عربی
 ناطق، ترک، لہستان، برہمن، ذمیر، و غیرہ ان میں سب کے سب عربوں میں، ہندو ہندی ہیں۔ اگر
 کہیں کو اپنی ذات اور خاندان کاظم ہے تو وہ بھی مثل خواب و خیال ہے، سب کے سب لہستان کو عرب ہی
 جتے ہیں اور عربیت ہی کے دعویدار ہیں۔ انگلستان کو دیکھئے، یہ پتہ چلے گا کہ یہاں انگریزوں نے

۹۔ کچھ نیندی ہونہ کہہ کر انی سادو تر افریقہ و فریہ و فریہ میں پہنچے جو وہ میرد کے اپنی زبان پانچر اپنی
 تہذیب اپنا تہذیب اپنا ہاں فریہ و فریہ دیکھے، جو لوگ اس کے تہذیب میں داخل کیے نہیں، سوتے ہوئے
 اس کی تہذیب اور عقل و فریہ میں تہذیب ہو جاتے ہیں۔ اور یہی حال بیڈیستان میں مذہب و فریہ تہذیب
 ہے، ابتدا قوم اس کی سبب کو دیکھے اپنی وہ فرقہ زبان سنسکرت میں کو تانتی بھی کسی طرح آ رہی ہوتی تھی
 تا کہ کم از کم اس کی نہیں بتا سکتی تھی اس کی حالت میں کہ وہ کو کوشل کر رہی ہے اس کو کچھ سمجھتا ہے
 وہ فریہ کی ہاں یا اس کے ذرا انداز سنسکرت کے شورش کر رہی تھی کہ وہ کو کوشل کر رہی ہے اس کو کچھ سمجھتا ہے
 کی قوم میں ان کو نہیں کہہ سکتی اور ان خصوص اس کے ذرا ہی وہ کو کوشل کر رہی تھی یا تو اسے فریہ کی لانا سنسکرت
 یا ہاں کے پورے مگر ہمز اس کی قوم اس کو نظر استمان ہی دیکھتے ہے، جو ہر جگہ لوگ اور وہاں
 ہیڑ اس کے ذرا ان کو کوشل کے لیے ہاں کے بلکہ ہیں ان کے ذرا سنسکرت کی لانی قوم اس
 زبان کا پورے اور موجود نہیں ہے، اور جانا ہے کہ زبانی گدہ زبان کا ایک کتا یاں دھنی کو کوشل
 کو کوشل کر رہا ہے کہ دھنی باہر تانہ ہونہ اس کا نام اس کی باہر میں اسے آہلی کے پر ہیڈنٹ کوشل
 کوشلینٹ اس کی قوم کا، بڑی کوشل فریہ و فریہ دیکھے، اس کے ذرا کہ اس کے پر ہیڈنٹ کوشل
 ماہی دھنی میں ہاں سے ہر جگہ ان کے لفظ برتا ہے پہنچے ہیں انہیں ہوتا، اور دھنی کے لفظ
 پر ہی مختلف نہیں ہوتی باوجود ہر سب سے کوشل ہوتا، مختلف نہیں کرتا، چوٹی سے کوشل
 کا چوٹی کے لفظ ہے، ایہ کیا چیز ہیں، کیا لفظ، تو کوشل فریہ و فریہ میں جہاں کہا ہے، کیا اس
 سے وہ اپنی آہلی کی مختلف کی صورت نہیں نکال رہا ہے، گدہ، کب اور اس کے تبار کے لفظوں
 نے ہاں اس کے لفظ کی مختلف ہستی قائم کر لی، تو ہاں انہر سزاندہ لفظ کا نہ کوشل و لانا سنسکرت
 لوجہ کے لفظ کوشل ہوتا، کہ ان کو کوشل فریہ و فریہ ہوتا، آج اس شعاع کے کوشل کی ہاں ہے اس
 کہ کوشل میں لفظ کوشل کی کیفیت سنی ہے، مگر ہاں کا کوشل لانا، آہلی کے لفظ کوشل، اگر وہ اس کے
 پہنچے لفظ لانا، اس کا تہذیب کی لانی اور لانی موجود ہونے کے لفظ اس کے لفظ

۱۰۔ کہ وہ اور ہونا سے فریہ و فریہ کے لفظ اس کے لفظ کوشل فریہ و فریہ کی لانی ہوتی
 ہے اور ہاں کی لانی کوشل ہے، کہ وہ لانی فریہ و فریہ کے لفظ اس کے لفظ کوشل فریہ و فریہ کی لانی ہوتی
 میں لانی کوشل میں ہاں کے لفظ فریہ و فریہ کے لفظ اس کے لفظ کوشل فریہ و فریہ کی لانی ہوتی

سے تمام مذاہب دنیاویہ اور تمام اقوام عالم سے بالاتر تھا اور ہے خصوصیات اور یونیفارم قائم کر کے اور ان کے تحت کو قومی اور مذہبی تعلق بکھتا تھا ان کے لیے جان اڑا کر اس کی وہ خصوصیات اور یونیفارم حل وندی تابعدار اور انہی بندوں کی یونیفارم ہوں جن سے وہ اللہ کے کرشموں اور فرمون سے متمیز ہوں اور منور ہو جائے ان کی بنا پر باغیان اور نہنگان بارگاہ الوہیت میں تمیز تھا کہ سے پہنچا کہ یہی راز میں شبہ بقوم خدو منعمہ کا ہے جس پر سابقات و حوالوں کو بہت غصہ آتا ہے ماسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبروں کے لیے خاص خاص یونیفارم تجویز فرمایا ہے کہ میں فرمایا جاتا ہے، ہم میں اور مشرکین میں فرق توہیں پر نماز پانچ رکنوں سے ہو کر ہے، فرق، بینا وین اللہ، کین، سہم علی القلائس، اللہ کسا قال ای بنا پر مخالفت باہل کتاب سے مانگ نکالنے میں اختیار کی گئی، اسی بنا پر بازار اور ہاٹھار میں سٹھنے کھولنے کا حکم کیا گیا تاکہ اہل تجزیہ سے متمیز ہو جائے۔

اسی طرح بہت سے احکام اسلام میں پائے جاتے ہیں جن کے بیان میں بہت کچھ ہے اور جن میں ہم دیوبندوں سے متعلق سے، مجوسیوں سے، مشرکوں سے امتیاز و تمیز کا حکم کیا گیا ہے اور ان کو ذرا بہتر امتیاز بنا گیا ہے اور یہی وہ ہے کہ رسول کو اللہوں سے بھی بڑھ کر اور اللہ سے بھی بڑھ کر اور یونیفارم میں دیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے، اور رسول کے یونیفارم میں پہنے والے مرد اور عورتوں کے یونیفارم میں پہنے والی عورت کو اجازت کی گئی ہے۔ ان ہی امور میں عربی میں علیحدگی کرنا بھی ہے، ان ہی امور میں سے منجھ کا لٹا ہوا اور کھڑا ہونا اور واڑھی کو رکھنا بھی ہے، خانقاہوں، مشرکین، وفروا اللہی و احضروا الشواہب (مستم و جاری) جزوا الشواہب یا نحوہ اللہی خالقو العجوس (سلم علیہ السلام) من لہواخذ من شیعہ خلیس ما راہد ترفی اللہی) اور روایات کے نقل اور بہت سی روایتیں کتب حدیث کے اندر موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین اور مجوسی واڑھی ہڈتے تھے اور شوکھیں بڑھاتے تھے، جیسا کہ آج عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے اور یہ اسرائیل کے مخصوص یونیفارم میں سے تھا، بنا بریں ضروری تھا کہ مسلمانوں کو دوسرے یونیفارم کے خلاف حکم کیا جاوے، نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کا واڑھی ہڈتے کے متعلق یہ کہنا کہ یہ عمل اس زمانہ میں عربیہ و رواج کی وجہ سے جو کہ ان میں جاری تھا، واڑھیوں بڑھاتے تھے اور شوکھیں کٹاتے تھے، غلط ہے، بلکہ اس زمانہ میں بھی منافقین اسلام کا یہ شعار تھا جس طرح اس قسم کی روایات مذکورہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ یونیفارم مشرکین اور مجوسی کا تھا ایسے ضروری تھا کہ مسلمانوں کو ان کے خلاف یونیفارم دیا جائے تاکہ تمیز کامل ہو، اسی طرح حدیث

دینی مدارس کیلئے قابل غور

۱۔ حضرت ہدیٰ نواز اشرف قادری

شیخ العرب والعم مولانا سید حسین احمد ہدیٰ نواز سرور العزیز کا دینی مدارس کے نصاب تعلیم اور تربیتی تدابیر کا مطالعہ دینی مدارس کے متعلق ایک مضمون اپنا مسودہ لکھ کر دہلی میں شائع ہوا تھا جس کو دینی مدارس کی طور کے لیے ماہنامہ "الاشادہ" کے قلم کاروں کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔

مولانا جو سید قرظی سے میری ملاقات کلکتہ میں ہوئی، میں اسام سے آرا تھا اور وہ برما سے آئے تھے، آپ دوسرے سال کے میرے ناظم تھے، میں نے ان سے پوچھا سنا ہے کہ آپ نے مدرسے سے انگریزی نکال دی تھی، فقہاء عربی بھی؟ تو مولانا نے جواب دیا انگریزی بھی باقی ہے تو غالب آجاتی ہے عربی پر طلبہ کے مانع سے عربی کو نکال جاتی ہے اور انگریزی اس کی جگہ لے لیتی ہے، میں نے تجربہ کر کے دیکھا ہے اسی لیے انگریزی کو نکال دیا۔

میرے بزرگواجن بگھوں میں دین اور دنیا کو جمع کیا گیا ہے جہاں دینی علوم کے ساتھ ذہنی علوم کو بھی دیکھا گیا ہے، دین انسانوں کی رغبت دنیا کی طرف ہوگئی، طبی طور پر انسان کو دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے، بڑے مشکل سے دین کی طرف رغبت ہوتی ہے اس لیے آپ دیکھیں گے کہ دنیا میں بی بیوں کے نام لینے والے کم ہیں لوگ دنیا میں غلطال بہت ہیں، جس مذہب سے پیٹ لے رہے ہیں، اس کی آمدنی زیادہ ہو اس کی طرف لوگ زیادہ جھکیں گے اور اس کے حصول کے لیے کوشش کریں گے۔

جس چیز کے اندر ایسے فوائد نظر آ رہے ہوں اس کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں ہوتی، اگر قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ انسانوں کے لیے فائدہ صدیق میں ہیں، مگر انسان اس طرف توجہ نہیں دیتا اس لیے کہ دین کے فائدے آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں، یہی انسان کی کمزوری ہوتی ہے کہ وہ ظاہر کی طرف بہت جلد

بجھاتے تھے، اسباب اسلحہ کتاب نے ایسا کیا ہے

دل ڈھونڈنا ہے پھر وہی فرصت کے مات لگ

بیٹھے رہیں تصور جہان کیسے ہونے

دوسرے کاموں کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہیں جوتا تھا مگر جو بے گمراہی تھا وہی لاجرم لے
آتا تو پڑھوں تک تو جو بے گمراہی کی تھی وہی لے لیا، جیسے کہ اس کی مشق کے برعکس کہیں لیا ہے۔

بزرگرو! مسلمانوں میں یہ نکلے تھے اپنے گھروں سے، ہزاروں میل دور نکل گئے تھے اپنے گھروں سے،
کس چیز نے انہیں اپنے گھروں سے نکالا؟ گھر کے آرام کو کس لیے چھوڑنے تک فرمایا؟ ہزاروں میل دور
اس لیے اپنے گھروں سے نکل جاتے تھے تاکہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کی دعوت فرمائی تھی، اللہ
کے حکم کی تعمیل میں وہ ہزاروں میل دور نکل گئے تھے۔

ہندوستان میں لڑکی ہمارے ہندو لڑکی جتنی جتنی کے جمع آئے تھے، بڑے بڑے لوگوں نے بڑے بڑے
کارنامے انجام دیئے اس ہندوستان میں، ایک انگریز لکھتا ہے، خواجہ حسین الدین چشتیؒ کے ہاتھ پر تو سلاطین
دہلی، سلطان حسنؒ، خواجہ حسین الدین چشتیؒ کے پاس دولت نہیں تھی کہ جس کے ذریعہ آپ لڑکی لے دیجے
مسلمانوں نے ملے ملے رہا، تاریخ اور بارگھی جانے کو سب سے بڑا دل واقعات ملتے ہیں۔

پھر میں اولیاد نے یا ظالموں نے اسلام پھیلایا، بادشاہوں نے تھے آپس میں اور دنیا کی حکومت کیے
آپس میں ہی ایک دوسرے کے خلاف جنگیں کرتے تھے، ان کی لڑائیوں کا مقصد مملکت کا حصول ہی تھا،
مگر اسلام پھیلانا تو اولیاد نہیں یا ظالموں نے۔

اب آپ لوگوں سے عرض کرتا ہے کہ بھائی! آپ کیا فرموا کر کے جانتے ہیں، آپ آئندہ مسلمانوں کو مسلمان
رکھنا چاہتے ہیں تو اس کیلئے سنی کیجئے صرف، ہاں ہاں ہی کافی نہیں ہے، ہاں ہے کہ تمہیں اس کیلئے کام لڑنا ہے،
مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اپنی ہی بڑائیوں اور بے تدبیریوں کی وجہ سے دنیا سے گمراہی چلے رہے ہیں،
ہی دین کی رغبت نہیں رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بیزار ہیں، اعلیٰ تک طرف چلے جاتے ہیں،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شرکوں کی صحبت نہ مانو، اور رسول کو بڑھاؤ، تو تمہیں کو کھلا، اور
آج ہمارا بھائی ہے کہ تارہ پرست بنتا جا رہا ہے، اس کے پاس دنیا کی ذرا سی چیز ہے، تارہ پرست بن گیا، وہاں
ہے کلاس کی صحبت لائیں، ہمارے کہ طرف تارہ کسی ولی اللہ کی صحبت، بلکہ کہنے یا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوئی تھی جبکہ شریک ہونے والے حضرات صرف ۷۷ تھے اور کل ہند اجتماع کے شرکاء ۵۰۰ تک ہو گئے تھے۔
 مودودی صاحب اپنے رسالہ ترجمان القرآن حیدرآباد دکن کے اور دوسرے بعض جرائد اور اخبارات کے ذریعہ
 اپنے عقائد اور نظریات شائع کرتے رہے اس لیے علیل القدر علماء کرام ان کی جماعت کو دینی اعتبار سے
 مسلمانوں کے لیے خطرناک سمجھتے تھے، اس لیے اس پہلے کل ہند اجتماع میں خصوصیت کے ساتھ
 علماء کرام اور مشائخ عظام کو نشانہ بنایا گیا، اور ہر تجویز کو رد کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ:-

”ہمارا ایمان ہے کہ اس ایک دعوت اور ملوثی کار کے علاوہ دوسری ناکام دعوتیں

اور طریقہ ہستے کار سرا سر باطل ہیں“ (ص ۱۱)

اسی اجتماع میں جماعت اسلامی کو آقت محتویہ علی صاحبہا العن العن سلام کا نام دے کر
 یوں کہا گیا:-

”اوسلامی جماعت کے عرب پر چھانے میں اس کیفیت کا کتنا بڑا دخل تھا؟“

جب ساس نظروں نے اس سنگ ڈنگ کو دیکھ کر یہ بھانپ لیا کہ یہ جماعت تو براہِ راستی ہے
 اور جلد ہی دین کے بیٹ فارم کو حکومت حاصل کرنے کے لیے استعمال کرے گی، تو اس کا ازالہ کرنے
 ہوتے یوں کہا گیا:-

”یہ سب ہم نے اس لیے کیا کہ ہمارے پیش نظر کوئی بھی چیز جمع کر کے دوسروں کو
 مرعوب کرنا یا کسی کو نسل یا کارپوریشن میں اپنی نشستوں میں اضافہ کروانا نہیں بلکہ
 کچھ ایسے مردان کا تیار کرنا ہیں جو اہل دنیا کو مسلمانوں کی طرح جینا اور مرناسکتا ہے
 اولن بزرگوں اور عوام کو جو یہ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں اسلامی نظام زندگی ممکن نہیں
 نہیں ہے بتادیں کہ نظام اسلامی ہمیشہ کی طرح اب بھی ممکن ہے صرف عزم اور
 ایمان کی ضرورت ہے“ (ص ۱۱۳)

چنانچہ اس خوشنما غرہ کو سنکر بعض علماء کرام اور دین پرور حضرات ہجرت کامل کی طرح اپنا سب کچھ
 لٹا کر درالاسلام آئیے، ان کے قیام اور پھر واپسی اور مذمت کی داستانیں ان کی اپنی کردہ تحریروں میں عام طور پر
 دستیاب ہیں۔ ہم یہاں صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ۱۹۴۵ء کے اس عہد پر ۱۹۵۱ء کے ایکشن میں کس
 طرح عمل پیرا اور بدترین ناکامی کے بعد امت محمدیہ کو مودودی صاحب نے جو تراج مذمت پیش کیا وہ

ہمونی کہ یہ قدم ہم نے اٹھایا قیادت فاسقہ حکومت ہوا اس کے مددگار سب کچھ
 یک کھٹ جڑاں اٹھے، پاکستان سے لے کر ہندوستان تک غمگین گھنٹی بجی گئی تھی
 ہلے گھنٹی بجی گئی تھی۔ اس طرح کے کو آئے و کر تھو گئے، در بندہ بریل
 گئے مل گئے، بیرون ہندو ہا بیوں میں تمام دنیا، اہل حدیث اور مشرکین حدیث تفریق
 ہو گئے، قادیانیوں اور اہل ابراہیم نے مل کر ایک کاوا میں تمام ہا بھاری دس دس
 بار بارہ سال کی بڑائی قریروں میں سے گراہیاں لگنی شروع ہو گئیں جو پہلے کبھی
 نظر نہ آئی تھیں یا وہاں کے بے نظروہ کی گئی تھیں، ہندوستان کے کانگریسیوں کا
 دینی حقیقت کے تقاضوں سے بھوکے ہو گئے کہ لہجے و لہجہ آوازوں کے گولہ بادل سے
 پاکستان مسلم لیگ کی مدد فرمائیں، مدد یہ ہے کہ مرنے والا گھولیاں صاحبہ کو کھانا
 کے بغیر مشائخ کو کچھ پہلے ترسی ہی وقت ہے فرصت سوس ہوئی کہ پہلی مدد تری اور
 شان کو اس کے ساتھ جماعت اسلامی کی برائیوں گنوا دیں جو ان کے خیال مبارک
 میں تھیں، سب کچھ دیکھ کر می اے لوگوں کو تھیں نہ آئے کہ یہ تمہارا بیکٹھن اور ہلے
 ٹیک صحت کے پر اٹھایا ہے تو محرم اور کن عذبات سے و حق کو پہنچائیں گے
 ہیں تو اس عام منظر میں شہدائوں کی اس گھول پٹ کے آثار صاف نظر آ رہے
 ہیں جو اسلام کو اپنی عمری پہاہ گام کے قریب لے کر آئے ہیں، یہ گامی ہو کر آئے ہیں و
 مرنے والے قہر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ۔

دفعہ جماعت اسلامی کے بننے پر ہی لکھا ہے، لیکن اس وقت اس جماعت کو غور کیا جاتا ہے
 کہ ۱۹۷۱ تک اس کے ساتھ علماء کرام ہی طرح اس سے متفرق ہو گئے تھے۔
 (ب) جماعت اسلامی کے خلاف سب کے سب علماء کرام نے جو تھیں قدم اٹھایا، انہی کو
 سے بڑی دلیل جماعت کے خلاف تھی جسے کو وہی صاحبہ جو ہم خود اپنے حق پر کھینکی کھینکی
 قرار دے رہے ہیں۔

۱۹۹۱ء میں پاکستان کے پہلے انتخابات میں جماعت اسلامی نے بھرپور حصہ لیا جسے ٹیڑھی مٹانے والی جماعت کا ٹیکہ لگا کر دیا اور اپنے مددگاروں خصوصاً علماء و کلام اور پیرانہ طریقت جی کہ کئی جماعت کو بھی اپنے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا، پھر جماعت اسلامی کے پر قدم برصالحی حقی کہ خطہ پاکستان کا سیاہیوں کے سوا کچھ حاصل نہ ہو، ملائکہ جماعت نے اپنے کئی اصول کو بھی قرآن کریم سے طویل و منحصر تجربہ کے بعد بالی جماعت اسلامی نے اس ٹیکہ کو غلط قرار دیا اور انجام کار نہ ہونے وہ خود جماعت سے دل برداشتہ ہو گئے بلکہ ان کا سارا گھرانہ جماعت سے علیحدہ ہو گیا، جیسے کہ ماہنامہ "تشریح" بابت اکتوبر ۱۹۹۲ء کے صفحہ ذیل بیان سے ظاہر ہے۔

ایک اہم واقعہ اور اس کے آثار مولانا سید موسیٰ مظہر ندوی دہشتہ ۱۹۹۱ء میں جماعت کے نام لکھنے ہی نہیں اہم عہدہ دار اور مرکزی ٹیڑھی کے رہنے تھے لیکن بعد میں تنازعہ "کرہینے گئے تھے" اور اس کے بعد سیاست کی دلدلیوں یا سلوک کی غریبوں کے لئے جوئے سابق ملک پاکستانی جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت کے آخری ایام میں وفاقی وزارت کسٹس بنی گئے تھے، راوی ہیں کہ کسٹس میں کسی موقع پر مولانا سید موسیٰ مظہر ندوی جماعت کی مرکزی ٹیڑھی کے اجلاس میں بطور ناظم تشریف لائے، "بطور ناظم" اس پلے کا اس لئے میں وہ جماعت کے امیر تھے، خود ہی کے کہہ رہے تھے کہ ملحقہ نہیں نے کچھ عرصہ قبل خود میاں طفیل محمد صاحب کے حوالے دئی تھی اور ٹیڑھی کا اس وقت بعد اس وقت تک کوئی نیا انتخاب نہیں ہوا تھا، اس اجلاس میں مولانا نے کئی حتمی رائے پیش کی کہ کسٹس کے انتخابات کے نتائج سے بات بلا جھجکا ہے کہ اس ملک میں انتخابات کے ذریعے نظام اسلامی کا قیام ناممکن ہے لہذا ہمیں قبل از دستہ اختیار کرنے پر غور کرنا چاہیے۔ اس پر جب میاں طفیل محمد سمیت ٹیڑھی کے بہت سے ارکان بالخصوص نوجوانوں نے انتخابی طریق کار کی مدافعت کی اور اس کے حق میں طوائف دینے شروع کیے تو کسی قدر گفتگو و مباحثہ کے بعد مولانا نے زہی بکر اور ان سے بچتا کر فرمایا کہ آپ ساری باتیں میں نے ہی آپ لوگوں کو سکھائی تھیں، تاہم میں آپ جس نتیجے تک پہنچ گیا ہوں میں نے اسے آپ لوگوں تک پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا ہے، آگے آپ لوگ

جانیں اور آپ کا کام ہے۔ اور اسی دل آزدہ اور دل گرفتہ کیفیت کے ساتھ مولانا
رخصت ہو گئے۔

یہ روایت بذات خود بھی ایک "مٹلہ" ناوی کی ہے، مزید برآں اس کی تائید میں
مقراٹن کی شہادت کے طور پر یہ حقیقت بہت سے امتحانِ حال کے علم میں ہے کہ
اس کے بعد سے مولانا مرحوم کے انتقال تک پورے آٹھ برس مولانا خود وی اور
جماعتِ اسلامی کے مرکز کے مابین زمینی اور مکانی غلطی کے ساتھ ساتھ ایک مسلسل
شہر و جنگ کی سی کیفیت بھی جاری رہی جس کے دوران بعض مواقع ایسے بھی آئے
کہ جماعت کے کسی رہنما کے بیان پر مولانا نے نہایت غضب آلود تردید یا یہاں
اخبارات کو بھجوا دیا جو بعض اقبالیات میں تو شائع بھی ہو گیا لیکن کثیر اخبارات میں
اشاعت کو جماعت کے مرکز نے اپنے "ٹورڈرسٹ" کے ذریعے رکوا لیا۔ اور
واقعہ یہ ہے کہ مولانا کی عمر کے اس آخری دور کے ذہنی اور نفسیاتی کرب ہی کا سلب
اس وقت کو نہا کے سامنے بالکل اس صورت میں موجود ہے کہ مولانا کی بطریقہ
اور بیٹوں اور بیٹیوں سمیت پوری اولاد جماعتِ اسلامی سے باہم اور اس کی تیار
سے بالخصوص شدید بدگمان اور نالاں ہے۔ (ص ۲۱۱-۲۳۱)

یہ تو جماعتِ اسلامی کی سیاسی نقاب کشائی تھی، مذہبی طور پر باقی جماعتِ اسلامی کے
جو عقائد اور افکار تھے ان کی روشنی میں تمام علماء ہند نے متفقہ طور پر اس جماعت سے مسلمانوں
کو علیحدہ کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ سال ۱۹۵۱ء میں علماء ہند کے تمام مذاہب نے لکڑ کا متفقہ فیصلہ
پر تمام "مفتی" موروثیت، شائع ہوا اور ساتھ ہی جماعت کے اسلامی اور اصلاحی دعوے
کی کلی شکل بدلنے پر جو علماء کرام جماعت کے ساتھ منسلک تھے آہستہ آہستہ علیحدہ ہو گئے،
جن کی مجموعی تعداد حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نے تقریباً ۱۰۰ (سچ ہے) جماعت کے ساتھ
وہی اردو خزانہ رو گئے جو اپنے سیاسی اغراض جماعت کے ہیٹ ٹارم سے پورا کرنے کے خواہشمند
تھے جس ہدیل وینڈل کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت مدنی کے ساتھ شدید معاندت کی وجہ

جماعت اسلامی کے اصلاحی نوخشاں جوانوں سے متاثر ہو کر اکثر علماء کرام شروع شروع میں اس کے ہمنوا ہو گئے تھے، مگر وہ جلیل القدر علماء کرام جو باقی جماعت سروردی صاحب کی ابتدائی تحریروں اور مفلام میں کو دیکھ کر یہ سمجھ گئے تھے کہ جماعت اسلامی حوازا اور متواتر اسلام کے مقابل میں اپنا خود ساختہ اسلام پیش کرتی ہے، ان علماء کرام میں حکیم امدت حسرت، تقاضوی، مفتی کفایت لہندہ، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہم بر فرست تھے۔ حضرت مدنی نے قلمی اور زبانی طور پر عوام الناس کو اس جماعت کے حقیقی ضد و خال سے متعارف کرانا نہایت ضروری سمجھ رکھا تھا اور کئی رسائل "ایمان و عمل" اور "دشمن و دشمنی" کو غیر مباح شائع فرمائے تھے۔ جماعت اسلامی اس تمام اصلاحی جدوجہد کو ذاتی عداوت پر مشتمل بتا کر نئی حسرت منشا پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے کئی مضامین سپرد قلم کیے اور ان تمام اعتراضات سے اپنی جماعت کو ممتاز اظہار کرتے رہے، مگر برہنہ متفقین کی کچھ ہی جمع ہوتی نظر آئی جماعت نے بھی نقاب انکار کا اصلی چہرہ ظاہر کر دیا۔ جناب مولانا امین ماسن اصلاحی نے (جو اس وقت جماعت کے سرگرم رکن تھے) اپنی مرتبہ کتاب "دعوت دین" میں لکھا۔

"ہماری زبان میں اب تک اسلام پر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ یا خاص انہماک سے کچھ چیزیں ہیں اور یا مناسلاً لڑائیوں کی ہیں یا منہجت خرابانہ انداز کی ہیں یا ہم شکستہ جہت و استدلال کے رنگ میں ہیں، ان میں سے ہر ایک کی نسبت بلا تکلف کہا جا سکتا ہے کہ دعوت دین کے لیے کوئی چیز بھی نالی نہیں" (صفحہ ۱۱)

اس طرح تمام دینی اور عصری تعلیمی اداروں کے بارے میں جناب مسعود عالم صاحب نے تبصرو کرتے ہوئے کہا۔

سنگ میں جہاں جہاں بھی نئے سکول اور کالج قائم ہوئے انہوں نے سرسید کی کپی باسی کو اپنا مشعل بڑھ بنایا اور سنگ کے سسٹر میں کوئی مذہبی مدد قائم ہوا امام

جموں اور مسائل حیات سے غرار کی پالیسی اس کی مکش و یوینڈ کے نقش قدم پر چلی۔
 بالآخر امیر جماعت اسلامی مورودی صاحب نے اپنے دل کا حال بیان کرتے ہوئے سرگودھا
 کے جلسہ عام میں مورخہ ۱۸ جون ۱۹۵۵ء کو تقریر کرتے ہوئے ظاہر کر دیا:-
 ”ہم خاص اسلام پیش کرتے ہیں مگر قدمت پسند گروہ کی طرح نہیں اور ہم
 برل ازم کے قائل ہیں مگر جدت پسند گروہ کی طرح نہیں“

جن دنوں نے سرپرست سے امیر جماعت اور جماعت کے سرکردہ ارکان نے بارہ تیرہ سال بعد
 پر واپس آیا ان سے حضرت مدنی نے جماعت کے ابتدائی دور سے پردہ اٹھا کر مسلمانوں کو اس سے
 دور رہنے کی تلقین فرمادی تھی اس وجہ سے جماعت اسلامی حضرت مدنی کے مخالف سب سے زیادہ
 سرگرم عمل رہی۔ خدا ناں وایا ہم

تنبیہ: حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رشید مولانا صفیۃ اللہ مدنی بھی
 مورودی کے دام زہب میں آگئے، حضرت نے تعلق منقطع کر لیا، کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے توبہ کی
 توفیق دی تو حضرت نے اسی پر اکتفا کرنا کافی سمجھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”اگر آپ کی توبہ صادق ہے
 تو اعلان فرمادیں گے اور انجیلوں میں بھی شائع کروادیں گے“ چنانچہ مورخہ ۶ امارچ ۱۹۵۲ء کے انجیل
 میں ان کا توبہ نامہ شائع ہوا تو حضرت نے پھر بیعت فرمایا۔



ایک مشابہت اور

اس کا جواب

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کے خلاف یہ پروپیگنڈہ بھی کیا گیا اور کیا جا رہا ہے کہ آپ اور آپ کے اصحاب و جمعیتہ اسلام آباد کا گنہ گار کی ہمنوائی میں پاکستان بنانے کی مخالفت تھی اور آخر تک متحدہ ہندوستان کیلئے کوشش کرتے رہے، اس کا جواب یہ ہے کہ:-

پروفیسر کی اس طرح کی تیسرے کے خلاف نہ صرف یہ علامہ کرام اور ان کی جماعت تھی بلکہ سوائے مسلم لیگ کے دوسری تمام جماعتیں آخر جماعت اسلامی، کانگرس، ہندوستان، سیکولر، سوشلسٹ وغیرہ جماعتیں تھیں۔ خود مسلم لیگ کے سرکردہ لیڈر مسلمانہ ۱۹۴۵ء تک کانگریس میں تھے۔ دستر محمد کے مراد آہن خان عبدالقیوم خان نے ۲۲ اگست ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ (ذرائع وقتہ ۱۹۴۶ء: ۱۹۶) علامہ اقبال کے فرزند جسٹس راجہ جاوید اقبال کا قول بھی ملاحظہ فرمائیں۔ "تقسیم کا منصوبہ انگریزوں نے بتایا تھا" (نوٹس وقت ۱۵ فروری ۱۹۹۶ء)

بلکہ خود قائد اعظم بھی اس کے مخالف تھے۔ پاکستان کے سابق انٹرنی جنرل اور سابق ماہر سید فخر الدین جی ابراہیم کا مندرجہ ذیل بیان احمد بالا کی تصدیق اور توثیق کیلئے درج کیا جاتا ہے۔
 "اسلام آباد۔ نامہ نگار سابق انٹرنی جنرل اور آئینی ماہر سید فخر الدین جی ابراہیم نے کہا ہے کہ میں اپنے اس بیان پر قائم ہوں کہ قائمہ اعظم آخری وقت پاکستان کے حق میں نہیں تھے وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مفاہمت کے حق میں تھے اور انہوں نے بیہوشی میں طالب علموں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا تھا کہ وہ (DE COMPROMISE) کتاب کا مطالعہ کریں جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ مفاہمت کو کس قدر اہمیت دیتے تھے، انہوں

نے اپنے اس بیان کی بھی تصدیق کی کہ قائد اعظم ہندوستان کی تقسیم نہیں چاہتے تھے۔ (روزنامہ خبریں راولپنڈی، ۲۴ نومبر ۱۹۴۷ء ص ۲)

ان حالات میں حضرت مدنیؒ کی تقسیم ہند کی مخالفت مسلمانان ہند کی یہودی اور متقبل کے تحفظ کے لیے تھی۔ ورنہ حضرت مدنیؒ کے متعلق یہ خیال کرنا کہ آپ کسی ایسی تجویز کے مخالف تھے جس سے مسلمانوں کو امن اور عاقبت سے زندگی بسر کرنے کے ذرائع میسر ہوں سرسبز بے انصافی ہے۔ جس شخص نے اپنے شیخ حضرت شیخ الحدیث کی رفاقت میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی حافیت اور تحفظ کیلئے، خلافتِ حبیبی عظیم تنظیم کے بقاء اور تحفظ کے لیے بے نظیر قربانی دی اور بالآخر اسارت کو قبول کیا وہ برصغیر کے مسلمانوں کی بہتری اور عاقبت کیلئے کیسے مخالف ہو سکتا تھا! دراصل بات یہ تھی کہ حضرت مدنیؒ ہر اس تجویز کو برصغیر کے مسلمانوں کیلئے غیر مفید سمجھتے تھے جس سے ایک خطرناک علاقہ کے مسلمان تو امن و عاقبت سے زندگی بسر کریں مگر باقی مسلمان ابدی پریشانیوں کا شکار ہو جائیں، ان کے سامنے ایسی کئی سابقہ تجاویز تھیں جو پوری طرح کامیاب نہ ہو سکی تھیں۔

حضرت مدنیؒ نور اللہ مرقدہ کو خطرہ تھا کہ تقسیم کے وقت انگریز مسلمانوں کو نقصان پہنچائے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ معروف مسلم لیگ لیڈر نے اعتراض کیا کہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن (رشن) نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے۔

یہ شخص اندیشہ نہ تھا خود برصغیر کی تاریخ اس پر شاہد ہے، چنانچہ سید بن خبیب بن سید احمد بریلوی، سید اسماعیل شہید دہلوی اور ان کے رفقاء نور اللہ قبوریم کی بے مثال جدوجہد اور بے نظیر قربانیوں سے برصغیر کے شمال مغربی حصہ میں مجاہدین نے خلافت راشدہ کے نمونہ پر حکومت قائم فرمائی اور احکامِ شرعیہ کا عملی لغو و بھی شروع ہو چکا تھا، مگر جلد ہی خاندانِ نبوت کے یہ چراغ خود تو جامتہ شہادت سے سرفراز ہو گئے مگر ان کی محنت کو کامیاب نہ ہونے دیا گیا۔

خود مگر جہاں کی تکمیل میں مسلمانوں نے ہر طرح کی قربانی دی جس سے نیاں سرخشاں و سونے کو فائدہ
 پہنچا کر پھر پھر کے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ وہ بد بریلویوں ایک طائفہ فتنہ کا مظاہرہ اس سے پہلے اہم
 انتہا کو مولانا کا جدید اندازہ زندگی جو اس وقت پر پیش کر چکے تھے وہ یہاں تک کہ اس کے اس کمپوٹ کراچی سے ظاہر ہے
 جو آپ نے ۱۹۲۹ء کو اقبال شیلیائی کے ہم تو پر فرمایا تھا اس طرحی جہاں میں مولانا زندگی نے تحریر فرمایا ہے
 کہ اس سب سے پہلا مسئلہ تغیر کا نظریہ میں نے کاملی میں ۱۹۱۲ء میں لکھا تھا۔
 جبکہ صدر اقبال نے ۱۹۱۹ء میں لکھا کہ اس کے ساتھ ہی اس وقت مولانا آباد میں مسلمانوں پر بریلوی کے لیے
 ایک مسلم بینک کے مطالبہ کو حق سمجھا کر اردو لکھا تھا۔

مسلمانوں کے مطالبات میں بریلوی کے تمام مسلمانوں کے لیے یہی دعا ہے کہ کسی حالت کو نہ دیکھا اور نہ
 اس طرح خیر تہذیب و ثقافت تک لڑائیں تاکہ کے تاریخی حالت کا اثر نہ ہو۔ ان کے پیش نظر شاکر و
 والفقہ اس طرح تقسیم سے اگر ایک خطے میں مسلمانوں کو اس کا مابعد صورت اور اسلامی اسکاہر قانونی
 طور پر عمل کی آزادی دینا ہو جائے گی۔ لیکن بریلوی کے دور سے جنوں میں مسلمان ان تمام حقوق سے محروم
 طور پر محروم رہا ہیں گے۔ حضرت مولانا صاحب کی جماعت کے پیش نظر نظام تھا کہ اگر بریلی حکومت کے
 خاتمہ کے بعد ملک میں مسلمانوں پر نیکو عزت، باوقار اور اس خطے میں مستقل حقوق کے ساتھ تصدیق ہو جائے
 وہ تو مولانا کے حالات کم سے کم ترقی کیوں نہ ہوں، اختلا اگر مصلحت سے بننے والے مسلمان اپنی کثرت
 کی وجہ سے بریلی کو اس کے مطالبات میں اور معاشرت سے زندگی بسر کر سکتے ہوں تو اس کے بغور اور دیگر
 قدر و دراز علاقوں میں اپنے خطے کے مسلمانوں کو جہادی حالت سے کہتے گئے ہوں اور اپنے آپ کو مایوس
 ملک میں پہلے ہوئے مسلمانوں کو اپنی قوم اور اپنا بھروسہ دیکھیں۔ ان کو تہذیب و ثقافت کا اس وقت تقسیم ہو گیا تو
 علاقوں کے مسلمانوں کی تہذیبی، ثقافتی، دینی حیثیت کو نقصان پہنچنے کا امکان قوی ہو جائے گا۔

وہ (اب) ان کو یہ اندیشہ تھا کہ بریلوی کے تقسیم کسی بھی وجہ سے ایک دھڑا کر دی گئی تو ان کے لیے اس میں کو
 یہ کوئی مشکل ہو جائے گا اور کسی بھی وجہ کو فرمایا و بنا کر تقسیم کو عملی حاصل شدہ وطن کو کمزور کر کے گا

لہذا مولانا نے مولانا صاحب کو یہ مسئلہ اور اس کے حل کی ضرورت میں لکھی تھی جس کی تصدیق مولانا صاحب نے مولانا صاحب کے عقائد
 اور اپنے عقائد پر منحصر ہے۔ مولانا صاحب کے عقائد پر مولانا صاحب نے لکھا ہے۔ مولانا صاحب نے لکھا ہے کہ
 کے نام سے ایک بیوروہم کا مسئلہ میں پیش کیا تھا۔

جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے غور و فکر کو دیکھ کر محمد سعید صاحب دہلوی نے یوں ذکر فرمایا :-

حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے پاکستان کے حق میں نہیں تھے بلکہ مخالف
 میں وہ مضبوط تھے اور یہی اس کا سبب بنا کہ وہ کہتے تھے کہ تقسیم ہندوستان
 کے نتیجے میں مسلمانوں کی تفریق کے خدشے کا سامنا ہے جو ہندو مسلمانوں کے
 خلیق ہے۔

جب پاکستان بنے گا تو ان کے سامنے یہ امر برپا ہے کہ تقسیم ہندوستان کے
 نتیجے میں مسلمانوں کو کیا ہونا چاہیے؟ اگر آپ حضرت مولاناؒ کی اس
 پاکستان کے بارے میں رائے کو دیکھ لیں، تو آپ کو اس کا جواب پتہ چلے گا
 اور کہیں کہیں کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں پاکستان بنے گا۔
 مسلمانوں کے سامنے یہ تین مسائل ہیں: ۱۔ پاکستان میں مسلمانوں کے
 حقوق کی ضمانت، ۲۔ پاکستان میں مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت، ۳۔

حضرت مولاناؒ نے اپنے سامنے اس کا جواب دیا کہ پاکستان کی ترقی کی
 راہ یہ ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 یہ کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اور یہ کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کی ضمانت دینی چاہیے۔

مگر تمہارے بے محافل زمینیں اور پاکستان کے معاملات ہندو قبیلوں کے فکر و غم سے تھے جنہیں
 پاکستان نے بہت کچھ دیا تھا، مگر مگر پاکستان مغرب پاکستان پر ایک اہمیت تھا چنانچہ اس
 نجات ملی یہ مغرب پاکستان تک کر سکا۔ اسے اس قدر حد تک ہے کہ کوئی نگرہ اپنے
 دس کروڑ بھائی الگ ہو کر افسار کے درمیان پہلے گئے اور اسباب مل و متحد کی اٹھ میں آنسو
 نہ لیا، کسی ایک دل نے طرہ نہ کیا کہ تاریخ اسلام اکابر ایک نہایت خطرناک سفر ہے جس کے
 اثرات کو دوسرے ہونگے اور مغرب پاکستان جسے نیا پاکستان کہا گیا اس میں نامتو ائمہ اشراف
 کے و مذہب پر جانیں گے جو کل یہاں تقسیم در تقسیم کا نشان بن جائیں گے۔ دیکھنے کو اب
 نیا پاکستان؟ لسانی صورتوں، فکری ناتواائیوں، علاقائی اہمیتوں میں گرفتار ہو چکا ہے،
 صوبائی آزادیوں کی باتیں ہوتی ہیں۔ ہم ایک ہیں، کامیاب ہو کر نہ گیا ہے، قرآن و
 حدیث اور اسلام کی تمام تعلیمات بدل کر رکھی ہیں اور ملکا کہا جاتا ہے کہ عاقبت اسلام
 پاکستان کو اللہ کی نسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کے لیے گمراہ ہو چکا ہے اور اس کی استعداد
 اشراف کو رکھنے کی موثر توانائی باقی نہیں رہی ہے۔

مولانا آزاد مرحوم نے انہی نشانات کا اظہار کرتے ہوئے یوں لکھا ہے پاکستان جانے والے
 ایک گروہ سے فرمایا۔

”آپ ماہر وطن چھوڑ کر جا رہے ہیں آپ نے سوچا اس کا انجام کیا ہوگا آپ کے
 اس طرح فرما سوتے رہنے سے ہندوستان میں اپنے دلے سلمان کو روکا جاتا ہے
 گے ماہر ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب پاکستان کے علاقائی باشندے
 اپنی اپنی جڑ گانہ حیثیتوں کا دعویٰ کرنے کا حق کھرمیہ ہوں۔ جنگلی، پنجابی، سندھی
 بلوچ اور پشاور خود کو مستقل قومیں قرار دینے لگیں۔ کیا اس وقت
 آپ کی پوزیشن پاکستان میں بن بلائے جہان کی طرح نازک اہل بے کسانہ
 نہیں رہ جائے گی؟ ہندو آپ کا مذہب ہی مخالفت تو ہو سکتا ہے قومی اور وطنی
 مخالفت نہیں، آپ اس صورت حال سے نمٹ سکتے ہیں۔ مگر
 پاکستان میں آپ کو کسی وقت بھی قومی اور وطنی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑ جائے

گا جس کے آگے آپ بے بس ہو جائیں گے !!

دہانہ صحیفہ شہادت - جنوری ۱۹۹۵ء اور شعبان ۱۴۱۵ھ

یہ اندیشہ عملی طور پر بہت جلد یوں حقیقت بن گیا کہ سب کے ڈاکٹر صاحب محمد ۱۰۔

۱۰۔ مشرقی پاکستان میں لسانی ترقی کو جس قدر سیاسی مخالف اور مسئلہ ترقی پاکستان کے

صوبہ چنایا ہوا ہے وہاں ہی پیدا ہو گیا تھا بلکہ اس وقت تک نہایت مشکل اور کٹھن مسائل سے

دوچار تھا۔ اوزل ۱۹۹۵ء میں جبار کے ایک گروہ نے بلوچ کو بھی پاکستان کی سرکاری زبان

بنانے کیلئے ایسی ہی فروع کی وہاں اس مسئلے سے اٹھایا اور قادیان میں اس میں ترقی و ترقی

کے لیے عملی محسوس جوا اٹھانے کے لیے اس کے لیے ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے لیے

حضرت قادیان احمد نے شدید مصروفیت اور حالات کے باوجود حاکم جبار کو خطاب کیا اس میں

مجھے حمد طلب ہے۔

”میں جانتا ہوں کہ آپ کھلی پنجابی، سندھی، بھٹی اور پنجاب وغیرہ کی مسالوں میں

بات نہ کہہ سکتے ہیں بلکہ وہی جگہ وہیں ہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آپ

وہ سبق بھول گئے ہیں تو تیرہ سو سال پہلے آپ کو کھلیا گیا تھا، اگر مجھے اہل حق ہوں

تو کہوں گا کہ یہاں آپ سب بہتر سے آئے ہوتے ہیں، میں پوچھتا ہوں، جگہ کے

اکٹا شخصہ کہتے ہیں؟ وہ ہرگز نہیں جو آجکل جگہ میں رہتے ہیں، میں نے کچھ آخر

کیا فائدہ ہے کہ پنجابی ہیں، ہم سنگ ہیں؟ نہیں، ہم مسلمان ہیں۔

اسا ہے ہمیں کھلی دیات اور آپ تین گھنٹے سے اتفاق کر لیں گے کہ آپ خواہ

بھی ہوں اور کہیں بھی ہوں آپ قول و اعتراف مسلمان ہیں اب آپ باقاعدہ لوگ قوم سے

تعلق رکھتے ہیں اس لیے اگر آپ قوم کو ایک قوم، ایک عظیم قوم کے ساتھ میں ملانا چاہتے

ہیں تو کھلی کے لیے اس صوبائی صوبیت کو لے کر نہ ترک کر دیجئے، صوبائی صوبیت.....

..... لوگ بہت بڑی محنت کرتے ہیں۔

قادیان عظیم کا خطاب ۱۲ ستمبر ۱۹۳۹ء کو خواجہ جبار کے آپ کی وفات ۱۱ ستمبر ۱۹۳۹ء

کو ہوتی۔

قائد کی حیات میں تو یہ فتنہ کب دب گیا گھاس نے پھرایا مسرا شاہی اگر کسی ہمہ دماغ کی بات سننا تک گورازہ کی، وہ جنگالی مسلمان جو ملکہ کرام کا بے حد احترام کرتے تھے جب علامہ سید سلیمان ٹٹری مرحوم نے فروری ۱۹۵۲ء میں قسری پاکستان تاریخ کا فخریہ مقدمہ دھا کر میں صدارتی خطاب کے دوران یہ فرمایا کہ "مگر زبان میں ہندو ثقافت کی پھر ماس ہے اس لیے پاکستان کی ایک قومی زبان بننے کی توجہ نہیں" اس پر احتجاج ہوتے وہ ناقابل تکرار میں اور مولانا مہر سوم کو قومی شکل سے بچایا گیا مشرقی پاکستان کی طبعی کے لیے اسسانی جگہ سے اس طرح شدت اختیار کر لی کہ ۱۹۵۵ء کو آزاد ریاست کو آزاد ریاست کے نام سے غیر بحال مولوی فضل حق نے بھی اس اساس پر مشرقی پاکستان کو آزاد ملک بنانے کے لیے جماعت دینے شروع کر دیئے، جناب ڈاکٹر صفحہ مولانا نے فرمایا ہے کہ۔

"اوتھ کی گمرہ آخری تک فضل حق کا بیروا رک نامہ کون انٹرویو تھا جس میں انہوں نے ہا کہ مشرقی پاکستان ایک آزاد ملک بنا پھا ہتلب اگرچہ فضل حق نے اس انٹرویو کی تردید کی کہ ان کا مطلب آزادی نہیں بگر صوبائی خود مختاری تھا، لیکن تیرکمان سے نکل چکا تھا، چنانچہ صفحہ ڈالنے پر مشرقی پاکستان کے شہرہ میں گھاکریوں گھنٹے کے لیے فضل حق سے بھی کسی پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کیا جیتے کر کو پھانا فرسی ڈاکر نا چاہیے" اس داستان کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تسلیم نہیں کیا گیا کہ اس سے شروع ہوا اب اس کے لیے دوسری وجہ تیار کی گئی جو زبان کا مسئلہ تھا، اور اب مسئلہ میں وطن عزیز میں جو کچھ ہوا ہے وہ سب پر وطن ہے۔

(ج) قسری اور قومی کہ خیریت ہنی اور دوسرے ملک کو یہ عرضہ تھا کہ قسری پاکستان کا مطلب کیا؟ لہذا اٹالہ اللہ پور صرف اتنا سہہ جتنے کے لیے ہے اس کے نتیجے میں بے شک مسلم لیگ کی ایک علیحدہ وطن پر پیرا آئے آجائے گی جس کا نام پاکستان ہوگا، اور یہ وطن ایک جمہوری وطن ہوگا اور یہ وطن دینی یا مذہبی سیاست نہ ہوگی بگر اصطلاح صلیب میں سٹوٹر ہوگی جس میں تمام مذاہب کے لوگوں کو اپنے اپنے مذاہب پر عمل کی آزادی ہوگی اور مجلس دستور ساز جو قانون بنائے گی وہی ملک میں رائج ہوگا۔

اسے مسلم لیگ اور حکومت صلیب کے اب نو کوئی مسئلہ کے اجلاس میں صلیب کے کابینہ کے مسلم لیگ کے نظریوں میں پاکستان کو صلیب نہیں بنانے کا ذکر نہیں

دستور اسلامی کی مختصر سرگذشت

۹ جون ۱۹۴۶ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا، ۱۱ جون کو علامہ عثمانی کی ملاقات محمد علی جناح سے ہوئی، علامہ عثمانی نے اس موقع پر قائد اعظم کو یاد دلایا کہ ہم لوگوں کی تمام جدوجہد صرف اس لیے ہے کہ آپ کے وعدے کے مطابق پاکستان کا اسلام و قانون اسلامی ہوگا، مگر وعدے کی ہمیں پوری پوری پابندی ہوگی، اس پر قائد اعظم نے نہایت واضح الفاظ میں جواب دیا کہ:

”مولانا یقیناً پاکستان میں اسلامی قانون رائج ہوگا اور آپ سب سماجیان ہی اس مسئلہ کو طے کریں گے“

قائد اعظم ہی نے اس کی عوام کے نام اپنے ایک بیانیہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

”بہر حال پاکستان ایک مذہبی ریاست (THEOCRACY) نہیں ہوگی جس پر دینی مکتوبات شکر کے علاوہ حکومت ہر اہم سے ہاں بہت سے غیر مسلم ہندو عیسائی اور پارسی ہیں لیکن وہ سب پاکستانی ہیں، وہ ویسے ہی حقوق و مراعات کے مالک ہیں جیسے دوسرے شہری اور پاکستان کے معاملات میں وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں گے“

ای طرح حضرت قائد اعظم نے ۹ فروری ۱۹۴۶ء کو آسٹریلیا کے عوام کے نام یعنی ایک براڈ کاسٹ تقریر میں فرمایا:-

”ہمارے ہاں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے، ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے پیرو ہیں، ہم اسلامی برادری کے لوگ ہیں جس کے تمام لوگ تقاریر و عزت نفس میں برابر ہیں، نتیجتاً ہم میں ایک خصوصی اور گہرا احساس اتحاد ہے، لیکن غلط فہمی نہ ہونی چاہئے، پاکستان کوئی حکومت علماء یا اس قسم کی پیجز نہیں، اسلام ہم سے تمام مذاہب کے ساتھ رواداری کا تقاضا ہی ہے، وہ ہم ایسے تمام لوگوں کے ساتھ گہرے تعلق کا خیر مقدم کرتے ہیں، تو خود چاہے کسی بھی عقیدے کے ہوں، پاکستان کے سچے اور وفادار شہریوں کے حیثیت سے اپنا کردار انجام دینے پر رضامند اور تیار ہوں“

لے تجلیات عثمانی ص ۶۱۔ علامہ قائد اعظم محمد علی جناح شخصیت، ذکر داد ص ۴۷۔ سیکھ کتب مذکورہ ص ۷۸

قائد اعظم کے بعد نوابزادہ بیات علی خان سے مورث عثمانی کے لئے قراردادِ اہتمام منظور کروانے والے تجلیات عثمانی کے مرتبہ کے تحریر کیا ہے کہ:-

قرارداد مقاصد | علامہ شریب سے پاکستان کو نیچے آپ کی پوری کوشش پر بھی کہ پاکستان کے قانون کے متعلق کم از کم میرے سامنے دستور ساز اسمبلی یہ اس کرہ سے کہ پاکستان کا آئینہ دستور قرآن و سنت سے ہوگا چنانچہ اس کے لیے آپ نے پوری قوم کو بیدار کیا، ملک کے لوگوں کی آواز بلند کرائی، اداکین دستور ساز ہندو دیا، مشریات علی رفہائش کی اور اسی مقصد کے لیے ڈھاکہ میں تین روزہ کانفرنس فروری ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی اور وہاں ایک زبردست خلیفہ مصلحت دیا جس میں آپ نے فرمایا:-

سواء اسباب اقتدار ہوں سے ساتھ کچھ ہی برتاؤ کریں۔ ہم اس کوشش سے کم تو ہوا نہیں ہو سکتے کہ منگت پاکستان میں اسلام کا وہ دستور لایا جائے اور وہ نظام حکومت تشکیل پائے جو جس کی زندگی سے اس بات کا منور ہوتا تھا کیا جائے تاکہ مسلم قوم اپنی زندگی انفرادی و اجتماعی تقاضوں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن و سنت کی بابت ہوں، حزبِ مسلم کو سکے (۱۹۴۶ء)

قراردادِ اہتمام کے منظور کرانے کے لیے حضرت عثمانی کو موجودہ وچہ کرنی پڑی اس کا سال حضرت علامہ

کے سندھ ہا اکلمات سے ظاہر ہے، مگر اس قراردادِ اہتمام کی حیثیت کیا ہے؟ اور مسلم لیگ کا دور حکومت نامی کتاب سے سبق کی جاتی ہے۔

قراردادِ اہتمام سے پاکستان کا جو خاکہ بن گیا اس میں ابھرتا ہے اس سے واضح ہے کہ پاکستان کو ایک ایسی اسلامی منگت بنانا تھا جو جمہوری تقاضے بھی پورے کرتی ہو اس کا مقصد ہرگز خاصہ مذہبی یا سنی کا قیام نہیں تھا اور نہ ہی اس قرارداد کے ذریعے علماء کو کوئی خاص مقام یا اختیارات دینے گئے (۲۱)

از مرتبہ چراغ | اسلامی اور مذہبی کے فرق کو ہم جیسے کم علم لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں؟

روزِ منگت نویسیں عسروان دانند

سنہ ۱۱ ص ۱۹۴۶ء کو قراردادِ اہتمام منظور ہوئی اور مولانا عثمانی ۲۲ دسمبر ۱۹۴۶ء کی انتقال فرمائے۔ (مرتبہ)

۱۹۵۱ء میں ریاست علی خان کو خرید کر دیا گیا اور ان کی جگہ اجماعی خوجا علی الدین وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ آپ نے تقریباً سو سال بعد ۲۲ ستمبر ۱۹۵۶ء کو بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی مکمل دستخطوں پر رپورٹ دستور ساز اسمبلی میں پیش کی۔۔۔ بنیادی اصولوں کی ایک اہم سٹائل اسلامی قانون پر مشتمل کئے جانے والے علماء کے بورڈوں کے قیام کے بارے میں تھی یہ بورڈ صدارت اور صوبائی گورنروں کو قائم کرنے تھے، تمام مجوزہ قوانین ان بورڈوں کے سامنے پیش کر کے لیے پیش کیے جاتے تھے کہ ان میں قرآن و سنت کے منافی کوئی بات تو نہیں ہے۔ اس طرح قانون ساز اداروں کے سلسلہ میں علماء کے بورڈوں کو عملی حق امتیاز اور دستاویز دے دیا گیا تھا؟ (ص ۲۲۵)

لیکن بنیادی کمیٹی ہمارے شمار کی نظر کیا تھا؟ بقول ڈاکٹر صفدر محمود:-

”ہمیں انکشاف ہوا کہ کمیٹی کے اصل ۱۲۹ ارکان میں سے صرف ۱۶ ارکان نے اس پر توجہ دینی تھی۔ بقیہ تھے پنجاب کے اکثر سرکردہ ایڈیٹروں نے جو کمیٹی کے ارکان تھے اس پر پورا سے لا تعلق کا اعلان کر دیا تھا“ (ص ۲۱۸)

خواجہ نامہ الدین کی برطانیہ کے صدر محمد علی بوگہ (جو کہ امریکہ میں پاکستان کے غیر تھے) امریکہ کو خوش کرنے کے لیے ان کے چہرے کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ (ص ۲۶۵)

محمد علی بوگہ کا مقابل بنگلہ دیش کا نامہ دہ تھا کہ:-

”بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی گزشتہ رپورٹ میں یہ فرض علماء کے بورڈوں کے سر دیا گیا تھا وہ اس بات کا باز نہ لیں کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی قانون منظور نہ کیا جائے۔ محمد علی بوگہ فارمولہ میں یہ کام سہریم کورٹ کو تفویض کیا گیا اور بلاشبہ یہ اقدام صحیح سمت میں تھا“ (ص ۲۲۱)

دستور پاکستان کو مشرف نے یہ اسلام کرنے کی طاقت تو علماء اسلام سے سلب کر لی گئی کہ

بقول ڈاکٹر صفدر محمود:-

”اس میں یہ خطہ بھی ڈھکا چھپا نہیں تھا کہ خواجہ نامہ الدین نے بنیادی اصولوں کے علماء کے ساتھ پارلیمنٹ سے باہر کے علماء کے مسائل میں مداخلت کی تھی وہ کسی بھی

قانون کو اپنی دانستہ میں غیر اسلامی قرار دے کر اسے وٹو کر سکتے تھے یہ ممکن غلط
 بہت ہی سبب تھا۔ خواجہ ناظم الدین ۱۲ اسلامی سیاست کے بارے میں یہ تصور تھا کہ بین
 قوانین اور معمولات کے احیاء سے یہ خواب شرمندہ تعبیر ہو جائے گا لیکن قرآن و سنت
 کی تعبیر کی اجازت دینی ان علماء کو حاصل ہو رہی تھی جنہیں عصر حاضر کی نوعیت تقاضا
 اور مسیخ کا کاٹنا، علم و احساس نہ تھا۔ ”مسلم لیگ کا دور حکومت ۱۹۴۸ء“

خواجہ صدر ناظم الدین کے بعد محمد علی بوگرہ اور غلام محمد نے تعلیمات اسلامیہ کے پورے کو جو
 مقام دیا اس میں وضاحت نہ تھی، مسلمانان پاکستان پھر بھی علماء اسلام کے جلسے آئین ساز میں وجود کو
 غیرت سمجھتے تھے، تا آنکہ سکندر مرزا اور عوامی نمائندہ نہ تھا، وہ خوش قسمتی یا بد قسمتی سے پورے پاکستان
 کا صدر بنیں، ہو گیا، اُس نے دل کی بات کہول کر بیان کر دی جسے جناب جسٹس جاوید اقبال کے
 الفاظ میں درج کیا جاتا ہے۔

”۱۹۵۹ء کے وسط میں مجھے سکندر نے کراچی طلب کیا، ان ایام میں معاہدہ
 بغداد سے وابستہ ملک کی ہوائی فوج کے چند سربراہوں پاکستان آئے ہوئے تھے،
 شہزادہ علی خان مرحوم اور کینیڈا جی کراچی میں موجود تھے، سکندر نے ان سے ایک
 کھانے پر ان سب سے میری ملاقات کرائی۔ دو مہینے بعد مجھے پھر بلوایا گیا اور اصل
 وہ چاہتے تھے کہ ہمیں کسی نہ کسی صورت میں معاہدہ بغداد کے سیکرٹریٹ سے منسلک
 ہو کر بغداد چلا جائے، ہمیں نے عرض کیا کہ میں سات سال وطن سے باہر رہنے کے
 بعد واپس آیا ہوں اس لیے فی الحال میری خواہش پاکستان کو نہر یاد کہنے کی نہیں۔
 انہوں نے نہایت غلوص سے فرمایا کہ میں تمہیں استعمال کرنا چاہتا ہوں، اگر تمہیں
 بغداد چاہنا منظور نہیں تو پھر تیار کیا ہوا ہے؟ ہمیں نے جواب دیا کہ ۱۹۵۹ء کے
 آئین کے تحت حال ہی میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے کمیشن کے تقریر کا اعلان
 کیا گیا ہے اگر آپ پسند فرمائیں تو مجھے اس کے ساتھ منسلک کر دیجئے، ممکن ہے
 میں اس سلسلے میں کوئی کارآمد خدمت انجام دے سکوں۔ یہ سن کر سکندر مرزا ہنس
 پڑے، کہنے لگے: ”مگر وہ کمیشن تو محض دکھاوے کے لیے وجود میں لایا گیا ہے،“

اس کا مقصد واصل کچھ بھی نہیں، کیونکہ نہ تو اسے کوئی کام کرنا ہے نہ وہ چاہتے ہیں
کہ وہ کوئی کام کرے۔ (۵) جسے وہ نام دینا چاہتا ہے اسے

۱۹ اگست ۱۹۴۷ء کو بورڈ آف تعلیمات اسلام کا قیام عملی
لیسے بورڈوں اور کوششوں کی حقیقت میں لایا گیا جس کے مندرجہ ذیل ارکان تھے :-

(۱) مولانا سید سلیمان ندوی مدظلہ (۲) مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ، مفتی، معلم، دارالعلوم دیوبند مدظلہ،
(۳) ڈاکٹر حیدر قمر ساداتی استاذ قانون بین الاقوامی، مدرسہ اسلامیہ، (۴) مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ، پاکستان
(۵) شمیمہ بنت محمد حسینی صاحبہ (۶) مولانا غلام احمد انصاری (سیکرٹری)

اس بورڈ میں متذکرہ بالا علماء کرام فقہ اسلامی کے حقوق علیہ کرام تھے، آنت کو ان پر کمال اعتماد تھا
۱۹۴۳ء تک کام کر رہا اور نہایت عزت و تکریم کے ساتھ دستور پاکستان کی سفارشات مرتب کیں،
مگر ان کا اشتراک انہماق و حضرت مفتی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں :-

”انہوں کو اس بورڈ کی تمام سفارشات کسی بھی دور کے آئین میں نہ تو کام کی تمام
مدد عملی لائی گئیں نہ انہیں اسباب حل و عقد نے شائع کیا۔“

اس قدر چلیں کہ علماء کرام کے کوشش و کوشش میں ایک جیسے تھا جو اگرچہ قانون کا توں ہر جگہ تھا
مگر اسلامی آئین کی اسی سے بھی واقعہ نہ تھا، اس کا کام کیا تھا؟ میں جناب مفتی صاحب مدظلہ
کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں :-

جناب مفتی صاحب نے جس صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ قانون سازی کے
کام کو اسلام کے دنا پر آپ چلنے نہیں دیتے اور غلط نہیں نہیں چلنے والے کا نتیجہ ہے
ہوگا کہ گاڑی نہیں کھڑی رہے گی۔ چنانچہ یہی ہوا کہ گاڑی کھڑی رہی۔
جناب مفتی صاحب مرحوم نے اپنی مرتبہ تفسیر کے مقدمہ میں فرمایا :-

”حکومت کے راستے میں کسی دینی انقلاب اور نمایاں اصلاح کی امیدیں خواہ
خیال ہوتی جاتی ہیں، ہم عام مسلمانوں میں دینی بیداری اور مسودہ دین کا احساس

پھر اللہ ابھی تک سرمایہ زندگی بنا ہوا ہے۔ (عارف القرآن، مقدمہ ص ۱۱۱)

۱۔ ایسے بورڈوں کے کیشنوں کا سربراہ کسی جسٹس صاحب کو مقرر کرنا کوئی تعصب کی بات نہ سمجھی جائے کیونکہ جب سارے ملک (مغربی اور مشرقی پاکستان) کا وزیر قانون غیر مسلم ہو گندرتا محض نڈلی کو مقرر کیا جائے اور پھر یہی اعزاز ایک عیسائی چیف جسٹس کارٹیس کو بخشا جائے تو ان بورڈوں اور کیشنوں کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

پچھتر سی مرکزیت اس نعرہ کی ذکر کی گئی ہے جس کی بنا پر مسلمانوں کی وحدت کو تقسیم کیا گیا اور اس نعرہ کو صرف انتخاب جیتنے کے لیے ایک نعرہ بتانے والوں کو دشمن اسلام اور مسلمانوں کا دشمن کہا گیا۔ ہم اس مضمون کو تحریر کیا ہے پاکستان کے سرگرم رکن مولانا محمد اسماعیل ڈی جے کے بیان پر غور کر کے ناظرین کے ہاں انصاف کو فیصلہ کی دلچسپی دیتے ہیں۔



۵۔ پہلی نشستہ کی اشاعت میں میری کتاب اسلام اور تعمیر تازہ شہر شہری حلقے تیز بہرہ کرتے ہوئے
 میناب سترت جیسا زہیر کدندہ اور فوڈ کے چبے بلٹس مارل تھے اسے اپنے طویل عمر میں سیرت کے
 امر میں یہ ایسا انتخاب کے سلسلے میں گھلے کر۔

نولہ تاویز کی این نو مری خصات کے سلسلے میں جو انہوں نے سوال نہ یا مسلم لیگ کونسل
 کے ایک نمایاں ذمہ دار کے طور پر لکھا۔ میں ان کو کھانا بھی اہم ٹھکانہ ہو گیا ہوں۔ غور و
 باریقت علی غافل کی اہم انتخابی ممبر کو کامیاب بنانے کے سلسلے کے طور پر لکھا۔ وہی تو آپ
 بیرون کے سلسلے میں نشستہ کے مرکزی ممبرن۔ سبلی کے انتخاب میں کانگریس کے امیدوار
 شکست کھانے کا اور اسی انتخاب نے نوجوان بیات علی خان کو قائد ملت کی حیثیت
 بخشی، میں مولانا ذبیح کو ان کی فصاحت پر بار بار دوتا ہوں۔

۶۔ اہم انتخابی محرک تھا کہ قائم مسلم لیگ میں ہرگز اس لیگ کی ایک حد انہوں کو اجازت تھی کہ
 کامیاب ہونے سے پہلے کا اظہار کیا اور مجھے کئی کئی گات سے نوازا اس انتخاب سے بعد میں نے اپنے ذہن
 قوی اظہار کو جس کا پہلا میں اپنی لکھی کہ وہ اپنی ملی نگرانی میں ہی تھا۔ صفحات اکامیاب ہونے تک
 کے بعد پڑھنے کے لیے دیکھا گیا اس کا شائع ہونے سے لگژر تک میں ہی ہوئی تھی۔ کثرت لکھانے
 کے ساتھ ہی یوپی کے اکثر ممبروں میں ہر ایک سے متعلقہ سب سے بڑے جلسوں میں میرا تفریحی سلسلے جاری
 رہا اور جب جنوری ۱۹۵۲ء میں سرہاں اسپیلوں کی انتخابی مسوں میں ساٹھ لاکھ آکر رہا۔ سیشنوں کی کلکان کی
 مجموعی تعداد ۲۸۸ تھی جس میں مسلم لیگ کی نشستیں ۶۶ تھیں۔ جس میں شہری ۱۵۰، بی بی کاؤنٹی ۵۱، مسلم
 نواتین تھری، ایکس ۱۱، مسلم نواتین بونٹی، ایکس ۱۱، یوپی کے اس انتخاب میں مسلم لیگ نے بیٹھ (۶۵)
 بیٹھیں حاصل کر میں صرف ایک وہی نشست، حجتہ اسلام، ہند کو مل سکی۔

یوپی کے اس انتخابی محرک میں مسلم لیگ کے سلسلے میں کانگریس، حجتہ اسلام، ہند، جی بی بی بڑے ٹھکانہ
 لکھنؤ اور آنا امیدور ریکرڈنگ مقابلیہ تھے، ان سب کو ہار مسلم لیگ نے ۵۱۵۱۷ ووٹ حاصل کیے
 جو تمام پارٹیوں کے مجموعی ووٹوں کا ۳۳ فیصد ہی تھا، اس انتخاب میں کانگریس نے تمام حلقے متعلقہ
 جلس اسلام کے ہی امیدوار گھلے کیے گئے جن کو ۲۱۵۳ ووٹ ملے، بی بی بڑے ۱۶۸۸، اظہار نے بی بی بڑے
 لیگ کو ۵۹۳۷ ووٹ ملے، کانگریس میوزن میں ووٹ لگنے کی صورت ۷۶ ووٹ ملے، ۳۳۷۷

جی جو ہندو اکثریت میں گھرے ہوئے تھے، انہیں کی ایک دہائی اور مسلم لیگ کے پیغام کو سچ سمجھ کر اپنا ووٹ لیگ کو دیا اور دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک بنانے کا عزم حاصل کیا۔

یوپی اسمبلی کے انتخابات کے دو چہرے تھے، ایک تو اٹھارہ سال کی تیار لڑائی میں صرف بچے کے جیسے ایک نونان لڑائی تھا اور دوسرے مسلم لیگ کے کڑے لڑنے والے تھے، اس کی اصل اہمیت اس کے مضامین کے ساتھ اس کے سولہ کی باتیں کرتے تھے اور قسم لگا کر اسے اعلان کرتے تھے کہ مسلمانوں کو اتھارڈ ووٹ نیک کام میں صرف ایک ڈیڑھ گھنٹہ دینا نہیں ہے، پاکستان کی سرحدیں طے کی اور جنت تمہیں بالعمام میں ملے گی۔

یوپی مسلم لیگ کے انتخابات کا پلیٹیفورم نیا نیا بنا کر کچھ روز قبل ہی اس وقت لگئی وہ ایک بڑا ستارہ ہی تھا، تو یہ اعزاز بھی اس وقت یوپی جیسے وسیع و عریض صوبے میں لڑنا پیش نظر تھے اور ہر ضلع میں تھے۔ بڑے بڑے قصبہ دار آبادیاں تھیں اور بھری سطحوں میں تھیں، بڑے بڑے شہر شامل تھے، یہاں لیگ کی پلیٹیفورم کے جواب میں بہت سے پوشرہ سے لے کر شائع کرتا تھا، ۶۶۰ ایمپلائمنٹ کے نئی سماجی مفروضوں میں دیواروں پر چپکنے کے لیے اور ہفت روزہ میں شائع کیے گئے، جیکرول کی تعداد میں بٹل ریلوں اور ریلوں کے ذریعے پہلے پہل تھے، اس طرح میرے تعلق سے یہ بہت سے بڑے بڑے پوشرہ لپی کے گاؤں گاؤں میں چھپا کر لائے گئے۔ اس میں نئے نئے غور و فکر سے اس نئے نئے عمل مضامین اور نوٹوں، اخباروں، سیاسی و مذہبی مفروضوں کے نئے نئے اس انداز میں لکھے گئے کہ وہ عوام پر اثر انداز ہوں۔

گنہگار میں بیٹھ کر جیسے میں لکھتا تھا، جی ایم کراہتا تھا، ایک وقت کوئی چاہے ملانے ان پوشرہ اور پلیٹیفورم کے ایسے حالات کو چھپاتے تھے، اس زمانے کی نشست گزار، چٹینیں ہماری ایکشن کی ضرورتوں کو گنہگار کے لیے کافی نہیں تھیں، ایسے بڑے پوشرہ کے چھپنے، کارنگ، گھاس، پھانوں میں یہ طبع ہوتے تھے، انہیں ہر حساب سے لکھ کر صرف ہوا اور ہر جگہ مسلم لیگ، امیدواروں کو ان ضرورت کے مطابق پلیٹیفورم بنایا گیا۔

میں ایک بڑے پیپرز ہوں، یہ میری قابلیت یا میری طاقت کا نتیجہ تھا، مسلم لیگ اس پر گہری غور سے کام لیا، اس وقت قادیان میں قادیان کی شخصیت عوام کی اس طرح سے شدید جنت اور قادیان مسلم لیگ کی اہمیت کو نشوونما دینا، اس کا یہاں ہی ہوئی، جنت میں تھے، انہیں یہاں اس وقت میں پلیٹیفورم کی رنگ رنگ کارڈوں سے مسلسل لکھتے تھے، اس کو سب سے زیادہ قادیان، رات ملی، قادیان اور نوبٹ نیل خانے نے پسند کیا اور اس کے نتیجے میں کوئی کارڈیں جو برسرِ قادیان لکھ کر ہائی تھی اس نے ایکشن کے اقدام کے ساتھ ہی مجھے بارہ چھوڑ دیا، اس وقت شروع کر دیا۔

پاکستان کا صدر بن گیا جیسے پہلے محمد یوسف خاں جو پاکستان کے قیام کے بعد قائم ہوئے اور ان کا دستخط پاکستان کے
 پہلے صدر بن گیا اور اس کا دستخط کیا جو ایک سربراہ ملک کی خانی کے نام سے آیا اور اس کے نام سے اس کی
 ملک کے لیے ایک نئی خاندان بننے پہلے پاکستانی ذرا مختصر مل جیٹو کے ساتھ مل کر پاکستان کے دو
 گزے کو اپنے اندر ضم کر کے مسلمانوں کی زندگیوں کو برباد کر دیا اور اس کے بعد وہ اپنے جڑ پھرتی
 آئے مسلمانوں سے یہ کہہ کر ان کی سزا دیکھنے کے لیے ان کے پاس گیا کہ یہ سب دھوکا ہے تم لوگو کو اس کے لیے
 کارہ ختم ہونے والوں کے ساتھ ہی پاکستان میں گزراں ہوئی چاہیے تھی اس کا نام و خاندان ملک پاکستان میں نہیں ہے
 جائے دروں، وزیروں، لوگوں، سرور، قومی حراؤں اور ان کے ہنواؤں کا وہ ہے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں
 لیتا، اور ہر دور کی قومی نائنٹیڈ، پندرہ تھوڑا نائنٹیڈ، پندرہ ڈیڑھا شاہی اور ویدی لگا ہوا ہے اس کے تحت
 کے ڈاکٹر تھے، ان کے سبھی طریقے حراؤں کے جسم کے لیے کھینچ کر لیا گیا ہے اس کے ساتھ پاکستان کو
 گھبراہٹ میں لایا ہے اور یہ وہی ہے جو پاکستانی قوم کے لیے ہے، ان کے لیے پاکستانی قوم کے
 احقرام کو بڑے اگلا دینے کی پوری کوشش شروع کر دی ہے۔ ملک کی تعمیر و اسلامی خاندانی یا سب سے
 کامل عوام کے اصل حقوق کو ماضیہ حیثیت دینے سے انکاری ہے اور کسی حالت میں پاکستان کو تمام
 کے اصولوں پر استوار کرنے، سب سے زیادہ پاکستان کو اسلامی اصولوں پر بنانے پر آمادہ نہیں ہے۔
 یہی وہ مایوسیوں میں لوگوں کی بند پر میرا خیر کے حکمت کے لیے کہ میں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کیا ہے
 ہوا پاکستان نہیں ہے اس کے لیے ہر قوم کے مسلمانوں نے ہمت کرنا چاہیے اور اپنا حق بنانا۔

ہمیں بات ہے کہ اس کا یہ اصولوں کی کس تاہم واریوں اور وزیروں کی موت، غیر مسلموں میں بنانا
 کے لیے ختمی جیٹو کریت اور اس کے تمام مسائل پاکستان کے ابتدائی پیام تیار کرنے کو پاکستانیوں کو
 دیکھنا ہی مسلم خاندانی ملک ہے، جیسا کہ ہر مسلمان اور پاکستانی مسلمان کی آمد و ختمی، ہر دن یا ہر ملک
 ہے یہیں اس کے اصل بانی پاکستان کی سالمیت، حکم پاکستانی قومیت، حضور و ختمی یا سب کے اصولوں پر
 ہر مسلمان اسلامی زندگی، قائم، عظیم کے فرودات، اعدائے اللہ کے دشمنوں، اسلامی صورتوں کی بنیاد پر ۵۴ سال
 گذرانے کے بعد یہی تعمیر وطن کی بات ہیں کہہ سکتے ہیں۔

یہاں پر سب سے خوف ہو کر کہنے کا حکم وطن کے لئے فدا ہے پاکستانی عوام کے ساتھ پاکستان
 کرنے اور پاکستان کو سزا دینی سے ڈھاننے والوں کو حکومت کی مرتجی میں مسلسل انکار کا کام ہے نورا جاتا ہے

ہو رہا ہے دولت کی بارش کی جاتی ہے تاکہ سانپ بن کر اڑدے۔ ان میں سے پاکستان میں یہ مقتدر قیادت کے اجزا ہیں ان میں ایسے بھی ہیں جن پر پاکستان نے اسامہ کلاہ کی بارش کی مگر وہ پاکستان اور قائد اعظم کی سیاست سے نفرت کرنا باعثِ لڑ جیتے ہیں ان میں ایسے قائدین کی بھی شرف ہے جن سے ہرگز ملنے کا سزا نہ ملے۔ جب ہمارے اندر یہی عناصر مسلسل رازدنیاد کر سکتے ہیں یہاں ہر نقاد وطن حکومت وقت کی سرپرستی میں ہر طرف کے وسائل دولت سے بالمال کیا جاتا ہے اور صرف مسلم لیگ کی اصل زور کے مفاد اور قیام و خداداد مسلم لیگ اور سچے عاشقانِ نظریہ پاکستان آنے والے ہیں۔ اگر اس وقت کو ان دعاؤں، دستروں اور آرزوؤں سے دیکھ رہے ہیں کہ یہ ناشکر گزار قوم شاید اب پاکستان کے اساتذہ کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنے فرائض سمجھ سکے۔

اگرچہ ان مایوسگی کی حالت میں اب مسلم لیگ کا نام سیاسی برسرِ اقتدار پارٹی کے طور پر چھوڑنا ضروری ہے اور وہیں جیسے رہنا چاہیے مسلم لیگ کے اصولوں کی ترقی کا نام لے رہے ہیں لیکن وہی ملک سوبائی اور کئی دیگر ملکوں کے اکثر اراکین اور بہت سے ایسے نوجوانی یافتہ بیوروکریٹ بولنے پر پاکستان بلکہ تاریخ پاکستان سے ہی آشنا ہیں پاکستان کے وسائل اور اقتدار کے سرچشموں پر قابض ہیں اور مسلم لیگ کے اصولوں، قائد اعظم کی سیاست، ایک متحد پاکستانی قومیت اور ایک ہمہ گیر اور مقتدر قومی جماعت کو پورے پاکستان میں کامل اختیار دینے کیلئے سرگرم نہیں ہیں جو تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کا لازمی نتیجہ ہونا چاہیے۔

یہاں شہزادہ محمد علی اور پاکستان سے وابستہ افراد سے پکارنا چاہیے کہ ہمارے قائد اعظم کی مسلم لیگ کو سب جلائی دیو اور نادو تاکہ اندرونی اور بیرونی چیلنجوں کا مقابلہ کر سکتا ہو۔

ریٹیکو، مظفر پور، ۲۸ اگست ۱۹۹۵ء (جمہوریت کے دن)۔

خود قائد اعظم نے اپنی اس تمام محنت اور بیہ نظیر قربانیوں سے حاصل ہونے والے ملک کے باہ میں جو فرمایا وہ تحریک پاکستان کے سرگرم رکن حاجی دین محمد صاحب کے اظہار میں درج و قلم ہے۔

— ”جہنم، ملک اپنی آنکھوں کے سامنے بنے دیکھا ہوا ہے پاس ایک ہی لیڈر تھا اور وہ تھا قائد اعظم۔ قائد کی زندگی میں ہی سفاہت سیاست ان سامنے آگئے تھے اسلئے قائد نے فرمایا تھا کہ میری جیب میں کھوٹے تھے ہیں قائد اعظم نے لہذا زندگی کے آخری ایام میں سیاست دانوں سے اس قدر باور کی کا اظہار فرمایا کہ بے نتیجہ کہہ دیتے کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ پاکستان پر ایسے لوگ قابض ہو جائیں گے تو کبھی ملک نہ بناتا۔“

رہنمی میگزین، ۲۷ اگست ۱۹۹۵ء، باب ۳، تا ۱۹ اگست ۱۹۹۵ء

اننا نقر مرتب "چراغ محمدی علیہ السلام" ان حوالہ جات کے ذکر کرتے سے میرا مقصد حاشا و کلاً

کسی فرد یا کسی جماعت کی تنقیص یا تنقید نہیں ہے،
 بھڑونا تھا وہ ہو گیا، بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ جن خدشات کا اظہار حضرت مدنی کو راشد مرقدا
 اور دیگر علماء حق نے برصغیر کی تقسیم کے سلسلہ میں کیا تھا اور اس ضرورت میں پاکستان کا مطلب کیا؟
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَوْمَسَاكِينٍ كِيَجْمَعِي حَتْمِيَّتْ سِي مَفِيْد قِرَاءْتِيْسِي دِيَا تَقَا وَ خِدْشَاتِ اب حَقِيْقَتِ
 بن کر سامنے آ رہے ہیں اور عملی طور پر ان خدشات کی تصدیق کی جا رہی ہے۔ میری ان
 گذارشات کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ جن کا سارا زور پر علم حضرت مدنیؒ اور دوسرے
 علماء کرام کے خلاف سب کو شتم اور دوسرے ناروا حملے کرنے پر صرف ہوتا ہے انہیں
 اپنے اس کردار سے توبہ کرنی چاہیے ورنہ قیامت کے دن اُس مواخذہ کے لیے تیار
 رہیں جو کسی بے گناہ پر الزام اور بہتان کی شکل میں کیا جاتا ہے، ارشادِ ربّانی ہے:-
 إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّؤْمِيْنَ وَالْمُرُوْفَاتِ لَسَرُ كَرِيْمِيْنَ يُوْبُوْا قَلِيْلًا مِّنْ عَذَابِ
 جَهَنَّمَ وَ كَبِيْرًا مِّنْهَا اِنَّ السُّؤْمِيْنَ هِي رِيْبَةُ مَوْتِ الْبَرِيْهِ رِيْبَةُ مَوْتِ جُوْجُوْ
 ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دین سے بھٹکانے لگے اور انہوں نے
 توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا عذاب اور آگ کا عذاب ہے۔"



تا وقت لوگ ابھی طوع سمجھ جاتیں کہ اس طرز ارادہ اشتراک کا پس منظر کیا ہے!

یہ سنا کہ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت شیخ الہند نے مانٹا سے واپس آ کر اپنی تحریک کے ذریعہ کو اس طوع تبدیل فرما دیا تھا کہ ہندوستان میں بھارتی تمام لوگوں کو ساتھ لے کر انگریزوں کو نکالتے پہلے تحریک جاری کی جائے، اس کے لیے وطنی متحدہ قومیت کا نظریہ اختیار کیا گیا تھا کہ چونکہ ہندوستان میں بسنے والی تمام اقوام انگریزی مظالم کا شکار ہیں اس لیے فی الحال سب کو اپنے اپنے مذہب و تہذیب و ثقافت پر قائم رہتے ہوئے اس خاصہ حکومت کا ستاؤ کرنا چاہیے جیسا سلطان احمد دہلوی سے مسلمانوں کی سیاسی جماعتوں نے کیا ہے۔ اصل شروع کر دیا تھا۔ مسلم لیگ کے قائدین بھی شروع میں اسی نظریہ کے ہونے لگے مگر بعد میں ایک ایک گئے حضرت مدنی، جوشی اپنی سیاسی تقاریر میں ایسی ہی وطنی متحدہ قومیت کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے، چنانچہ اوائل جنوری ۱۹۴۷ء کو دہلی کے ایک سیاسی جلسہ میں آپ نے وطنی متحدہ قومیت کے بدلتے ہوئے حساب سابق ایک طویل تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں لوگوں کو ملانے سے جتنی زیادہ تہذیب سے نہیں آپ کی یہ تقریر دہلی کے انبیاءات میں شائع ہوئی، مولوی مظہر الدین شیر کوئی، محمد علی صاحب صاحب شیخ الحدادی کا دست لکھ کر تھا بعد میں مسلم لیگ کا سرگرم رکن بن گیا دہلی سے ایک ہفتہ و راغبات آ گیا تھا بعد ایک روز اخبار اخبار یہ نام وصفت جاری کر کے تھے جن کا موضوع صرف اُن علماء کرام کی گردانی تھی جو سیاسی طور پر بائیس مسلم لیگ کی پالیسی کے مخالف تھے، مگر زیادہ زور فقیر حضرت مدنی سے تھا جسے اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف صرف ہوتا تھا، چنانچہ "گاماں" اور "وصفت" نے حضرت مدنی سے انہی طریقوں پر لفظ لکھتے ہوئے یہ کہا کہ حضرت مدنی نے فرمایا ہے "امت کا دار و مدار وطن ہے"، "آپ کے یہی اخبارات نے بھی اسی طرز ارادہ کو شائع کر دیا، علماء اہل ہال نے بلا تحقیق کے اس عبارت کو پڑھ کر مندرجہ ذیل

۱۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۲۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۳۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۴۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۵۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۶۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۷۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۸۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۹۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔
 ۱۰۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ "امت کا دار و مدار وطن ہے"۔

تین شعر کہنے سے

عجم ہنوز نداء رموز دینے ورنہ
 لویو بند کسین احمد اس چہ بولاجی است
 سرور بربر ممبر مکت از وطن است
 چہ بے خبر مقام کرسوں عربی است
 پیچھے برساں غولش را کہ دین ہمارا دست
 اگر ہوا نہ رسیدی تمام بولاجی است

چونکہ اس کتاب کے مخاطب اکثر وہ حضرات ہیں جو فارسی زبان سے نااہل ہیں اس لیے ان کا ترجمہ

پادلی خواستہ دیکھ کیا جاتا ہے۔

(۱) عجم یعنی عرب کے سوا دوسرے ممالک تاحال دین کی رموز سے ناواقف ہیں اگر واقف ہوتے تو لویو بند کاسین احمد یوں نہ کہتا جو کہ تعجب کی بات ہے۔

(۲) اُس نے خبر پڑھ کر یہ کہا کہ مکت کا دار و مدار وطن پر ہے اسے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کی کیا خبر ہے؟

(۳) اپنے آپ کو پیچھے رکھ کر دین سارا دین ہے اگر وہاں نہ پہنچ سکا تو پھر سب کچھ بولاجی ہے۔

ان اشعار میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ حضرت مدنیؒ چہ بے طنز اور تشبیح جو کہ تمام مدعو کو چاند بنی ہے صرف اس وجہ سے کی گئی کہ آپ کی طرف مکت کا دار و مدار وطن پر منسوب کیا گیا ہے۔

علامہ اقبال کے ان اشعار کے جواب بہت سے اہل علم حضرات نے لکھا و نثر آدیشے جن کا خلاصہ اشرفیہ پر نام اذایں مجازہ شائع کیا تھا، مگر سب سے زیادہ جامع اور وسیع مضمون اُس علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جس کے بار میں علامہ اقبال نے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے گرامی نام مجتہد ۲۲ دسمبر ۱۹۱۵ء میں لکھا۔

”آپ امت کے فاضل افراد میں سے ہیں اور ہمارے قوم کے فاضل افراد

کو ہی ہمارا ہی ولیعت کیا گیا ہے۔“

اپنے ایک دوسرے گرامی نام مجتہد ۲۲ اگست ۱۹۲۲ء میں لکھا۔

”علوم اسلامیہ کی جوئے شیر کا فرماؤ آج ہندوستان میں مولانا سید سلیمان ندوی کے اول کون ہے! جتنی آگاہی آپ نے مجھے دی ہے وہ اگر زمانے نے فرصت دی تو باقی عمر

کے لیے کافی ہے۔ (مکتبہ اقبال، اسلام آباد، دوسری جلد، ص ۱۶)

اسی سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ نے ڈاکٹر اقبال کے ان اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا جس کے بارے میں غالب خیال یہی ہے کہ آپ نے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو ارسال کر دیا ہوگا اور اسی سے زیادہ متاثر ہو کر آپ نے رجوع کیا ہوگا، آپ کا یہ مضمون اخبار "تذیبہ" بمبئی میں ۱۳ اپریل ۱۹۲۵ء کو شائع ہوا جو درج ذیل ہے :-

— جناب مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے سیاسی خیالات سے کسی کو کتنا ہی اختلاف ہو مگر ان کی شخصی عزت و احترام، علمی فضل و کمال اور تقویٰ اور حسن نیت کی نسبت ایک لمحے کے لیے بھی کوئی خلاف بات گویا نہیں کی جاسکتی۔

دلی کے بعض اخباروں میں مولانا کی تقریر کے ایک فقرہ کو جس طرح سیاق و سباق سے قطع کر کے لپی لگایا ہے اور اس کے جوڑے معنی پہناتے گئے وہ مہربان و دیانت کے خلاف تھے اور اسی لیے ان کا اعتبار کے شہر اسلام ڈاکٹر اقبال کا ایک ایسا قطعہ کہہ دینا جس میں حدودِ حق کی بڑی تلخ ملاحظہ شریز کے مشہور شعر کی بنا پختی صاف کہہ دوں کہ باوجود ڈاکٹر صاحب سے میرے خاص تعلقات ہونے کے میرے لیے بہت اندوہناک تھا، میں بے چین ہو گیا۔

صحیح و صحیح عربی اور قرآن پاک کے محاورے میں "ملت" کے ایک ہی معنی، اور وہ مذہب کے

وَلَمَّا أَيْبَكُمُ ابْرَاهِيمَ (سورۃ الحج ۷۵)

قوم کا لفظ عربی ہے اس کے معنی مطلق گروہ کے ہیں۔ یہ قرآن پاک اور عربی محاورہ میں تینوں معنوں میں آیا ہے، مطلق گروہ اور جماعت کے معنی ہیں بھیجے :-

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ (المائدہ)	یہ اس لیے کہ یہ لوگ عقل نہیں رکھتے۔
---	-------------------------------------

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ (توبہ)	اس لیے کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے۔
--	-------------------------------

تَلَّكُم مِّنْ قَوْمٍ فَتَنَكُرُونَهُ (الحجرات)	تم انہماں لوگ ہو۔
---	-------------------

ظہیر بہت سی باتیں ہیں، ان آیتوں میں قوم کا ترجمہ لوگ، گروہ اور جماعت ہو سکتا ہے۔

ان اوپر کی سطروں کی بنا پر ڈاکٹر صاحب کے پیش نظر قوم، ملت اور امت کی جو تشریح ہے وہ فلسفیانہ اصطلاحوں میں صحیح ہو تو پھر مگر قرآن کے فقہوں میں میرے خیال میں صحیح نہیں، لیکن اپنے اس خیال کی

کی قطعیت پر اصرار بھی نہیں کہ دونوں کل ذی علم ملیں۔

اب دوسری بات سامنے آتی ہے کہ مسلمان ہیں ملک میں رہ رہے ہیں اور وہاں دوسری قومیں بھی آباد ہیں تو کیا اس ملک کے مسلمانوں کے ساتھ مسلمان مل کر اس ملک کی کوئی مشترک سیاسی یا وطنی خدمت انجام دے سکتے ہیں یا نہیں؛ تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس نقطہ میں بھی یہ دونوں بزرگ مختلف نہیں، اقبال کا ہندی ترازہ جب تک موجود ہے ان کے وطنی جذبہ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، کیا وہ اقبال ہی نہیں ہیں جنہوں نے ہماری نوجوان نسلوں کو یہ سکھایا ہے۔

خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے
 مولانا حسین احمد صاحبؒ کو وطن کی محبت میں اس منزل سے بہت پیچھے ہیں وہ ڈاکٹر اقبال ہی ہیں جنہوں نے ہندوستانی بچوں کو یہ قومی گیت عنایت کیا ہے۔
 میرا وطن وہ ہے میرا وطن وہ ہے
 ہندی مسلمانوں کو بھی یہ ترازہ انہی کا بخشا ہوا ہے۔
 ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا
 پھر ڈاکٹر صاحب اسی مضمون میں لکھتے ہیں:-
 ”میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ مولانا کا یہ ارشاد کہ ”تو میں اوطان سے بنتی ہیں“
 قابل اعتراض نہیں، لیکن کہ قیام الایام سے اقوام اوطان کی طرف اور اوطان اقوام کی طرف

لے آئے تب:- کیا اقبال بھانے وطن کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے نہیں کہا ہے
 ہندو سے حکیم جنت کے پر بیت، جہان کے سینا
 نور مجھ کا اگر ٹھہرا، جہان سفینا میرا وطن وہ ہے میرا وطن وہ ہے
 (دہلی، ۱۹۵۹ء، ص ۱۸۷)

یعنی جس وطن کے باشندے شہیل حکیم درنگا علیہ السلام ہیں اور جس کے پہاڑ اسی نسبت کرہ طور ہیں اور نور علیہ السلام کی کشتی وہاں آئے ٹھہری تھی اور وہاں رہے۔ اس سے بھی بڑھ کر رام چندر جی کی تعریف میں علامہ اقبال کے لکھوہ اشارہ آج تک ان لکھنؤوں میں شائع ہو رہے ہیں۔

منسوب ہوتے چلے آئے ہیں۔ ہم سب ہندی ہیں اور ہندی کہلاتے ہیں کیونکہ ہم سب
 لٹہ دہی کے اس حصہ میں برود و پاش رکھتے ہیں جو ہند کے نام سے موسوم ہے۔ جلی ہذا
 اسیاں چینی، عربی، جاپانی، ایرانی وغیرہ وطن کا لفظ جو اس قول میں مستعمل ہے خواہے بعض
 ایک خمرانی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے متصادم نہیں آتا، ان صنوں میں ہر
 انسان فطری طور پر اپنے جنم بوم سے محبت رکھتا ہے اور بقدر راتی بسا طے کے اس کے
 لیے قربانی کرنے کو تیار رہتا ہے۔

مولانا حسین احمد صاحب نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا اور نہ اس سے زیادہ اُن کا کچھ اور
 منشا ہو سکتا ہے، وہ جی یہ کہتے ہیں کہ وطن کے مشترکہ مفاد میں اس ملک کی دوسری بسنے والی قوموں کے
 ساتھ اشتراک کیا جائے اور وہ بھی "ملت" ہی کی خاطر، جیسا کہ ابھی آسام کی ایک تقریر میں فرمایا۔
 آخر میں صرف ایک سوال ہے کہ ہم مسلمان ہندوستان میں دوسری قوموں کے ساتھ ایک ملک
 میں شاد بشارت رہتے ہیں اس سے ہمارے اُن کے درمیان ہوشی کی جامعیت بہر حال پیدا ہوئی ہے
 اس جامعیت کی تعمیر کے لیے ہماری زبان میں کونسا لفظ ہے! ملت و امت کے لفظ تو قطعاً نہیں ہیں
 اور اب قومیت کا لفظ بھی نہیں بولنا چاہیے، تو کیا اس کے "جنسیت" کا لفظ بول سکتے ہیں مگر بسنے
 سے پہلے قوم کے مفقیوں اور مفقتیوں کی قوم سے بہر حال پوچھ لینا چاہیے۔ مجھے آمید ہے کہ اب اس
 فتنہ کو ہمیں دبا دیا جائے گا اور ملت کے مشترکہ عناصر کو ایک لفظ و ایت کی بنا پر اور زیادہ پرانہ و
 بنائے کی محنت عملی سے گریز کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ جی شلویہ وغیرہ شائع ہوئے، علامہ طاہر نے جو حضرت مہدیؑ اور علامہ قیامیؒ کے
 کے محض احباب میں سے تھے، فاکٹر صاحب کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا، آخر مولانا صاحب نے
 مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۵ء کو روزنامہ احسان لاہور میں مندرجہ ذیل بیان شائع فرمادیا۔

"مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانان ہند کو جدید
 نظریہ قومیت کے اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے، لہذا میں اس بات کا اعلان ضروری

سمجھتا ہوں کہ پھر کو مولانا کے اس اعتراض کے بعد کسی قسم کا کوئی حق اُن پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا، میں مولانا کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں۔ میں اُن کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حیثیت دینی کے استقام میں میں اُن کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔“

علامہ کا یہ اعلان ۲۸ مارچ ۱۹۳۵ء کو پورا جبکہ آپ کی وفات ۲۱ اپریل ۱۹۳۵ء کو ہوئی یعنی جو برسہ اوائل جنوری ۱۹۳۵ء سے شروع ہوا تھا اور ۲۸ مارچ کو ختم ہو گیا یعنی تین ماہ سے بھی کم عرصہ میں انتقام پدیر ہوا۔ ہم اس پر اعتراض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ علامہ مرحوم کو لفظ کلمت سے مناسبت لگا اور انہوں نے پھر کلمت کی بجگہ قوم کے گمے کو اپنی اس عقیدت کا موضوع بنایا جو بقول سید مظہر حسین دہلوی شہادتِ محبت و وطن اقبال کے۔

”ان نظریہ اشعار میں گہرا اور کلمت طنز ضرور ہے اور لہجہ میں غیر معمولی تضحی اور تنیدی ہے جو اُن کا شعرا نہیں غالباً یہی وہ واقعہ تھی طنز ہے جو اُن کی زبان اور قلم سے نکلا۔“ (منظم)

اگرچہ ہمیں برقی صاحب کے اس مجزبہ سے اتفاق نہیں کیونکہ اجمال مرحوم کے کلام میں بڑی بڑی شخصیات پر ذہن میں خود قائد اعظم بھی ہیں (طنز اور قدح کے لیے کلمات ہیں جو علامہ اقبال کی شان کے مناسب نہیں، مگر ہم اس بحث میں اکتفا عقیدت نہیں سمجھتے، اسٹا ضروری عرض ہے کہ ناظرین کو جدید نظریہ قومیت سے آگاہ کریں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساری زندگی جس حسدِ نظر و قومیت کی تردید میں گزری ان کے ذہن میں اس نظر کی تفسیل و اشاعت لگانا ایک بہتان اور افتراء نہیں تو اور کیا ہے؟۔ جدید نظریہ قومیت کی تشریح ۱۹۳۵ء پر آ رہی ہے۔

(دستاویز اقبالیات کے ماہرین اور علامہ کے بعض اصحاب کی یہ رائے ہے کہ علامہ اقبال کے کلام کا آخری مجموعہ ”ادب خانہ جی“ اگر علامہ مرحوم کی زندگی میں چھپتا تو آپ ان اشعار کی اشاعت کی اجازت نہ دیتے، خواہ جدید لہجہ سے فرمایا۔

”اصحابِ ہمارا اگر علامہ علیہ الرحمۃ کی زندگی میں چھپتی تو یہ نظم اس میں شامل نہ

ڈاکٹر عبد السلام محمود شہید نے گزشتہ اقبال نہیں تحریر کرتے ہیں۔
 "اگر وہ ارمغانِ حجاز کی ترتیب اپنی زندگی میں کرتے تو شاید وہ تین اشعار درج نہ

کرتے جن میں مولانا حسین احمد مدنی پر جوٹ کی گئی تھی۔

کیونکہ علامہ اقبال ہی کی یہ نصیحت تھی۔

وانہ کہ نہ فرقدِ بندہ کی کیٹنے بہنی زباں
 پتھپ کے ہے، میٹھا ہٹو ہنگامہ عشر یہاں
 وصل کے اسباب پیدا ہوں تیری تحریر سے
 دیکھ کوئی دل نہ دکھ جائے تیری تقریر سے
 محفلِ کوہ میں پراقتی داستاںوں کو نہ پھیڑ
 رنگسہم جواب نہ آئیں ان قصاںوں کو نہ پھیڑ
 اسی طرح علامہ مرحوم نے ۱۹۰۵ء میں ولایت جلتے ہوئے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نور اللہ قادری
 کے مزار پر جو نظم پڑھی جس کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

مری زباں تسلیم سے کسی کا دل نہ دوگے
 کسی سے شکوہ نہ ہو زیرِ آسمان مجھ کو
 کیا علامہ مرحوم کے نام اور کلام کے کہنے اپنے مسدود نفس کا اظہار کرنے والے اس نصیحت
 پر عمل کریں گے؟

خلاصہ بحث | اس تمام طویل ترین بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض عبارات نے حضرت مدنی پر یہ فترا کیا کہ آپ
 نے فرمایا ہے کہ "ملکت و وطن پر موقوف ہے"۔ اس سے متاثر ہو کر تحقیق کے بغیر
 علامہ اقبال نے "سرود برتر" کہ ملکت از وطن است۔ کہہ دیا، حقیقت حال سے باخبر ہونے کے
 بعد ملت کی بجائے قوم کا کلمہ درج کر دیا اور اس سے از خود اس وقت کی جاری وطنی قومیت ملا دیکر ڈکڑا
 اعتراض کر دیا، بعد میں اس سے رجوع فرمایا۔ ورنہ علامہ نے خود ایک ملی ترانہ میں کہا ہے۔
 چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
 مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
 اور ہندی ترانہ میں کہا ہے۔

سائے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا
 ہم بھلیں تو کیا اس کی یہ گلستان ہمارا
 مذہب نہیں سکھانا آپس میں خیر رکھنا
 ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

دہلیک دیا ہندوستان

لے گزشتہ اقبال ۱۹۰۴ء جولائی ۱۹۰۴ء کو برطانیہ کے گورنر لارڈ لٹولڈ نے اس شعر کو گاندھی جی نے بروڈر ایبل میں سیکڑوں
 بار گانا۔ (مجموعہ وطن اقبال صفحہ ۱۰)

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب حضرت مدنیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اس کلام (موجوہ دور) میں قومیں، وطنان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں) میں اس بات کی خبر دی تھی کہ آج کے دور میں قوموں نے اپنی قومیت کے لیے وطن کو نیا دینا رکھا ہے نہ کہ مذہب کو، مگر پھر اس کے ساتھ ساتھ حضرت مدنیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ وطن کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لیے ہندوستان کے باشندوں کو کوئی متحدہ قومیت اختیار کرنی چاہیے، ان دونوں باتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب سمجھنے سے پہلے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ دنیا میں وطنی قومیت کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) ایک قسم تو یہ ہے کہ کسی وطن کے رہنے والے اپنے مذہبی عقائد، تہذیب اور ثقافت کو بالکل متاثر کر کے رنگ بوجیا نہیں، ان کا سب سے بڑا مقصد وطن ہی ہو جس کی مثال آجکل کے کینیڈا، ممالک ہیں جن میں مذہب کا تصور کرنا بھی جرم ہے، یہ وطنی قومیت ہر لحاظ سے اسلام کے خلاف ہے۔

(۲) دوسری قسم وہ وطنی قومیت ہے جس میں وطن کے ساتھ ساتھ اس وطن میں رہنے والے بظاہر تو مذہب کا نام لیتے ہوں اور خدا پر ایمان کا اظہار کرتے ہوں لیکن ان کے ہاں اولین حیثیت وطن کو ہو، مذہب اپنی وطنی تہذیب اور معاشرت سب کو ثانوی حیثیت دیتے ہوں جس کی مثال میں بیسویں صدی کے شروع میں پیدا ہونے والی وطنی قومیت کو سمجھنے کے لیے جرمنی کی مثال درج کی جاتی ہے، ہر جرمن کو یہ عقیدہ ضروری تھا کہ :-

”ہم خدا پر اس حیثیت سے ایمان لاتے ہیں کہ وہ زمین پر زندگی اور قوت کا ازلہ معجز ہے اللہ پر ایمان جرمن کے لیے ایک فطرتی امر ہے لیکن ہمارا اللہ اور ازلت کا تصور دوسرے مذہب اور عقیدہ کے تصورات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا، ہم جرمن قوم اور جرمنی کی ازلت پر ایمان لاتے ہیں اس لیے کہ طاقت اور زندگی کی ازلت پر ہمارا ایمان ہے ہم زندگی کے قومی اشتراکی تصور پر ایمان رکھتے ہیں ہم اپنے قومی مقاصد

اور ان کی صداقت پر ایمان لاتے ہیں ہم اپنے فائدہ اور دولت ہٹ کر ایمان لاتے ہیں؛ ہر فرک جرمی کے وزیر داخلہ نے کہا تھا۔

”حق کا معیار یہ ہے کہ زمین قوم کو اس سے قطع ہو اور باطل وہ ہے جس سے جرمن قوم کو نقصان پہنچے، جیسی اور اخلاقی تعلیمات حکومت کے خارج تعلقات پر منطبق نہیں ہوتیں“

جرمنی کی کتاب الایمان میں ہے کہ:-

”ہٹلر کی خدمت، جرمنی کی خدمت ہے اور جرمنی کی خدمت اللہ کی خدمت ہے“

مسلمانوں کے منزل سے دنیا کا نقصان ۱۹۰۱ء

یہ نظریہ بھی اسلام کے سراسر خلاف ہے، مسلمان کے عقیدہ میں مذہب کو اولین اور بنیادی حیثیت حاصل ہے، وہ کسی حال میں بھی اپنی مذہبی حیثیت کو چھوڑنا گناہ سمجھتا ہے۔

(۳) وطن قومیت کی تیسری قسم یہ ہے کہ ایک وطن کے رہنے والے اپنے مذہب اور اپنی تہذیب اپنی ثقافت پر قائم رہتے ہوئے وطن کے تحفظ اور اس کی بقا کے لیے خود بخود کام کریں۔ یہ تیسری قسم مذہب سے متصادم نہیں، بلکہ اپنے وطن کے لیے نہایت ہی ضروری ہے اور اسی کو حضرت مدنیؒ اور اسلام آزاد مولانا محمد علی جوہر اور دیگر مجاہدین ملت اسلامیہ نے ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرنے کے لیے ضروری قرار دیا، جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے گول میز کانفرنس لندن کے چوتھے اجلاس منعقد ۱۹۳۱ء میں فرمایا:-

”جہاں تک احکام خداوندی کے بحال رہنے کا تعلق ہے میں اول بھی مسلمان ہوں، دوم بھی مسلمان ہوں اور آخر بھی مسلمان ہوں، جیسی مسلمان ہونے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوں۔ یہی حال ڈاکٹر مونچے کا ہے، احکام خداوندی کے بحال رہنے میں ان کو پہلے ہندو ہونا چاہیے اور مجھ کو مسلمان، لیکن جہاں تک ہندوستان کا سوال ہے جہاں ہندوستان کی آزادی کا سوال ہے، جہاں ہندوستان کی فلاح و بہبود کا سوال آتا ہے میں اول بھی ہندوستانی ہوں، دوم بھی ہندوستانی ہوں اور آخر بھی ہندوستانی ہوں اور ہندوستانی ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ہوں، میں دو برابر کے دائروں سے تعلق رکھتا

ہوں جو ہم مرکز نہیں!

مولانا محمد علی جوہر صاحب کا یہ آخری عمومی بیان تھا اس لیے کہ آپ کی وفات ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو اسی لندن میں ہوئی اور ارض انبیاء علیہم السلام بیت المقدس میں خلو آشیاں ہوئے۔ نور اللہ مرقدہ خود علامہ اقبال نے وطنی قومیت اور اس کے ساتھ محبت کی حیثیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

”اگر متحدہ قومیت کا معنی حب الوطنی اور ناموس وطن کے لیے جان تک قربانی کرنے کے ہیں تو ایسی قومیت مسلمانوں کے ایمان کا جزو ہے اس قومیت کا اسلام سے اس وقت تضاد ہوتا ہے جبکہ وہ ایک سیاسی تصور بن جاتی ہے اور اتحاد انسانی کے بنیادی اصول کا دعویٰ کرتی ہے اور یہ مطالبہ کرتی ہے کہ اسلام شخصی عقیدے کے پس منظر میں چلا جائے اور قومی زندگی میں ایک حیات بخش عنصر کی حیثیت سے باقی نہ رہے۔“

اس سے زیادہ وضاحت علامہ مرحوم نے اپنی وفات سے صرف پانچ ہفتے پہلے مارچ ۱۹۳۹ء میں یوں فرمائی:۔

”ہزاروں لاکھوں برس سے قومیں ملکوں سے وابستہ رہی ہیں اور ہم سب ہندوستانی کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ ہم دنیا کے اس حصے میں رہتے ہیں جیسے ہندوستان کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پچاسی، عرب، جاپانی، ایرانی سب اپنے ملکوں سے پہچانے جاتے ہیں، ماوراء النہر کا معروف صرف ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اسلام کے خلاف نہیں، دوسرے نظموں میں ہر شخص فطری طور پر اپنے زاد بوم سے محبت کرتا ہے اور اس کیلئے اپنے مفروضہ پر قرآنی دینے پر آمادہ رہتا ہے۔“

علامہ نے تحریر کیا کہ یہ کہنا غلط نہیں کہ قومیں اوطان سے وابستہ ہیں یا ہر قوم کا کوئی نہ کوئی وطن ہے، ہندی محض ایسے ہندی کہلاتے ہیں کہ وہ ارض (زمین) کے ایک ایسے خطے میں آباد ہیں جس کو ہندوستان کہا جاتا ہے، خطہ یا علاقہ بحیثیت ایک جغرافیائی تصور اسلام سے اس لیے تضاد نہیں ہوتا کیونکہ ممالک کی حدود بدلتی رہتی ہیں، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۴۷ء کے نفاذ سے پیشتر برما کے لوگ ہندی کہلاتے تھے

۱۹۴۷ء کے وقت ۱۹ اپریل ۱۹۴۷ء تک وہ وطن اقبال کو اولیت اور وطن ۱۹۴۷ء

پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم کا توبہ نامہ

حضرت مولانا کے شیوخ و تلمیذین میں سے چشتی صاحب سب سے آگے تھے آپ نے تقریباً کم عمر میں ہی علوم و معارف کے خلاف بہت کچھ لکھا، کیونکہ آپ علم و تہذیب کے کلا کے تاج اور اس پر نظر میں رکھتے تھے اور اسلام کے ان علوم میں سے تھے جنہیں کاندھلے اور بھولے جانتے تھے اور انہیں سمجھنا اور ان کا علم حاصل کرنا ایک عظیم الشان کام تھا۔ آپ کا علم صرف حدیث و فقہ ہی نہیں تھا بلکہ تاریخ، فلسفہ، منطق، طبیعیات، کیمیا، طب، نجوم، جبر، سحر، جادو، اور دیگر امور پر بھی آپ کا علم وسیع تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں جو کچھ لکھا ہے، اس کا مجموعہ آپ کا توبہ نامہ ہے۔ اس میں حضرت مولانا کی مخالفت میں لکھے گئے تمام جملوں کا جواب ہے۔ اس میں اس طرح بھی ذکر ہے کہ مولانا نے کہا ہے کہ اگر آپ نے اپنی عمر صرف حدیث و فقہ ہی سے گزار دی تو آپ کا علم ناقص رہتا۔ آپ نے کہا ہے کہ میں نے اپنی عمر صرف حدیث و فقہ ہی سے گزار دی تو آپ کا علم ناقص رہتا۔ آپ نے کہا ہے کہ میں نے اپنی عمر صرف حدیث و فقہ ہی سے گزار دی تو آپ کا علم ناقص رہتا۔ آپ نے کہا ہے کہ میں نے اپنی عمر صرف حدیث و فقہ ہی سے گزار دی تو آپ کا علم ناقص رہتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

اس تحریر سے دو مقاصد میرے پیش نظر ہیں، پہلا مقصد توبہ ہے کہ گذشتہ زمانہ (۱۹۵۲-۱۹۵۳ء) میں مجھ سے جس قدر کتابچیاں حضرت اقدس مجاہد عالم عظیم الاسلام آیتہ من آیات انوار صمدتہ کی خوشی و غمی کی خاطر الجائزہ الملوکی الشیخ حسین احمد علی قدس سرہ و معزز کی شان میں طبع النیابی میں سرزد ہوئی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے غیر مشروط انظار میں اظہارِ ندامت اور اعترا ف و تقصیر اور اقرارِ مجرمیوں اور بارگاہِ ایزدی

میں صدقہ دل سے استغفار کروں۔

دوسرے مقصد سے ہے کہ ایک اہم تاریخی واقعہ کی وضاحت کر دینا اور متعلقہ لوگوں کی اصل شکل میں پیش کرنا۔ اس زمانہ کی تفصیل یہ ہے کہ جو کہ ۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے مصلح اشدی احمدی کی بنا پر تھی اشدی پرتو کے لیے تھے کہ وہ جسے علیٰ اصولی مصلحتوں میں ایک ہنگامہ پر پا ہو گیا تھا، جناب صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی توہم اس حقیقت کی طرف مبذول دینا مصلحت کو لائی کہ حضرت اشدی نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کو یہ طعنہ نہیں دیا تھا کہ وہ ان کو اس میں غلط بنا لیا اس لیے وہ اپنی اصلیت کا انکشاف نہ کیا۔ آپ احمدی کہیں کہ آپ مجھے حضرت مولانا حسین احمد صاحب پر اعتراض کا کوئی حق باقی نہیں دیتا۔ تو ڈاکٹر صاحب مرحوم کا یہ اعلان مصلحتاً اس زمانہ لاہور میں ۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر صاحب نے جو کیا تھا اس کا نام کی کہ قسمی سے ۲۱ اپریل کو ڈاکٹر صاحب کا انتقال ہو گیا، جو ان کا آخری بیروز کلام موسومہ "اورخان ہجاز" نوبر ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا، اگرچہ مجبوراً ان کی زندگی میں شائع ہوا تو اگلے تین سالوں میں ان میں اشدی کو صرف کچھ دیکھتے یا دیکھتے ہیں حقیقت حال کو واضح کر دیتے کہ میں نے یہ شعرا و خطاط اشدی کے خلاف کیا ہے دیکھے تھے۔ بعد ازاں حضرت مولانا نے اشدی کی پوسٹ کی تردید کر دی لیکن ان اشدی کو کا نام یا مشورہ کیا گیا ہے لیکن القوس کر یہ بیماری یا سست کی ذمہ داری بھی داخل ہو گئی۔

جی لوگوں نے ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۵ء تک کئی اشوب قدم دیکھے ہیں ان سے یہ حقیقت منہ نہیں ہے کہ صاحبوں کے ایک ان تمام مسلمانوں کے اسلام کو شک اور شبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان سے دلائل واضح اور براہین آبرو کی بنا پر اختلاف کرتے تھے، نیز یہ استثناء ان تمام مسلمانوں کو غلط توہم، فیہریش اور بنیادی کے ذمہ دیکھا کرتے تھے، اور بت یہاں تک پہنچی تھی کہ وہ اس وقت رخصت ہو جاتا ہے اور صرف خوش کو فرما ہوتا ہے تو ہمیشہ بھی ہوتا ہے کہ مسلم ایک کو لاہور اسلام کا مہاراجا یا گیا تھا، یہاں پر مصلح باگبند اور اسلام کی ان خاک مسلم ہے تو مسلم ایک میں آیا اسلام کو توہم اسلام کا مہاراجا کی سیاسی جماعت میں حرکت نہیں ہے کہ اجماع حضرت محمدی علی صاحبہ صلوٰۃ والسلام ہے اور مولانا صاحب ہے جس نے اپنی حقیر کی اصلیت سے کہ ایک توہم جماعت تھی جس نے مصلح کیلئے مسلمانوں کی کاسٹ کو دینی ذمہ داری کی سبب ذمہ داروں کی ذمہ داری کو توہم سے واقفیت ہل کر ان کو ۱۲ اگست ۱۹۳۳ء کو اسلام آباد کی مسرت، ہر طرف سے اشدی کی ان اشوب اور آفاقی معنی کہ ہاری یعنی آگ کو سبوتا کرنے والے ہی اس کے ذمہ تھے، یعنی اس جماعت

میں شرکت کے لیے مسلمان ہونا ضروری تھا اور سن ۱۹۳۱ء میں اس کا سدرہ شخص تھا جس کے بھائیوں کو اسلام سے عداوت قرار دینے کے لیے ۱۹۳۰ء میں کرچی سے لاہور تک سڑک پر دست بنگا کر رہا ہوا تھا۔ شہر کے کس کس نڈے میں ہم لوگ سمجھتے تھے کہ جو مسلمان مسلم لیگ میں شامل نہیں ہے وہ مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم دین کیوں نہ ہو۔ یہ تصورات جو مسلمان لیگ میں نہیں ہے وہ ہندوؤں کا نظام ہے۔ جمیر فریڈل ہے۔ ہندو قوم ہے، عماما کا تو بھرا ہی کیا ہے خواہ اس کے دماغوں پر بھی مسلط ہو چکا تھا، وہی مولانا ظفر علی خان، جنہوں نے حضرت اقدس مولانا مدنیؒ کی شان میں یہ شعر کیا تھا۔

گرچی بنگا کر جمیر ہی تھی حسین صاحب سے ہے جس سے ہے پیرجم روایات سلف کا بلند
جب مسلم لیگ میں شامل ہوئے تو ان کی ذاتی تہی کا یہ عالم ہو گیا کہ انہوں نے اسی حسین احمد سے یوں خطاب کیا اور
ایک لمحے کیلئے بھی یہ نہ سوچا کہ میں کس عظیم المرتبت، ہستی کو مخاطب بنا رہا ہوں۔
حسین صاحب سے کہتے ہیں بیٹے کے نزدیک میرے کہ لائق ہو گئے کیا آپ بھی سنگم کے موتی ہے۔
اس شعر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ سیاسی اختلاف کی وجہ سے شیخ الاسلام، مجاہد اعظم
حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ قدس سرہ العزیز کا علمی، اخلاقی اور روحانی مقام مرحوم کی نگاہوں
سے اوچھل ہو گیا تھا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ جن لوگوں نے لیگ سے اختلاف کیا تھا خصوصاً ان کا جیسے اعلان ہوا، ان کی
ہیت نیک تھی، وہ ہرگز جمیر فریڈل یا عداوت قوم یا ہندوؤں کے زرضی نہیں تھے۔ چند بڑے بڑے مملکت پاکستان کا
نے بھی اپنی شہرہ آفاق تصنیف "FRIENDS NOT MASTERS" میں اس بات کا اعتراف کیا ہے،
چنانچہ صفحات پر لکھتے ہیں۔

”سب لوگ جانتے ہیں کہ بہت سے علماء نے قائد اعظم سے علی الاعلان اختلاف کیا تھا اور
اور پاکستان کے تصور کی تردید کی تھی لیکن میرے اس قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جن علماء نے تمکین کی
کی مخالفت کی تھی وہ سب جمیر فریڈل تھے ان میں قابل نامہ شخص لوگ بھی تھے، ان میں لوگ ایسے
بھی تھے جنہوں نے سمجھتے تھے کہ پاکستان کی تشکیل سے ان کا اقتدار ختم ہو جائے گا“

۱۔ نئی سرگودھا قادری، ستمبر ۱۹۶۶ء میں حکومت پاکستان نے قائد اعظم کو جس پر اقلیت قرار دے دیا، اس کے علاوہ اس وقت ان
کو بڑے بڑے خواجہ صاحب، روحانی رہنے کے پیر کے آگے کئی سالوں کا ہے، عہدہ کاب صاحب کے ساتھ تھا، اس
عیال سے بچے کویشہ اتفاق نہیں ہے۔ (کہ تم جانتی)

یہاں جہاں ہر صوبہ اپنے صوبہ داروں کی نسل کا طبر برد اور جدت کے متعلق میں پاکستان کو
تعمیر کر لینے لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہادی رکھیں، اسلئے ہر صوبہ کے کاغذ پتے اور
پتے مسلمانوں میں اور مسلمانوں کو مسلمانوں ہی رہنے دینا چاہیے؟

سید اللہ آسی اس کو سن کر خود کی مسرت میں کسی پاکستانی کو شک ہو سکتا ہے، لیکن جسے
بھائی کی حیثیت سے بہت پیار ہے۔ اس سے پوچھتا ہوں کہ جب قوم مسلمان رہا کسی جہیز اور بڑی دولت
مسلموں کی دولتوں میں ہی حقیقتاً آج کے دنوں میں خودت جہیزیت، ایم ایف ایف میں کیا کرتے تھے کہ
یہ سب کی جہیزیت اور بھائیوں اور بھائیوں کے ان کا تقسیم ہند کے عوامی نہیں ہوں گے کہ اس
کوئی لڑائی لڑنا نہ کی رفتی میں مسلمانوں کے لیے بہت ضرر پہنچتے ہیں، لیکن اس کا مطلب
نہیں ہے کہ پانچوں کو ایک کپہ پانچوں کے زیر اثر نہیں ہندوں کا مشیہ ہوا اور
لاطبر برد اور مسلمانوں کے متعلق میں غیر مسلموں کا مافی بنا کر اپنے مسلمانوں کے سامنے
پیش کرنا ہادی رکھیں، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا مہتمم شاہ
بخاری اور مولانا خضر الرحمن سیوہ مدنی دوران کے ہم خیال حضرات حقیقت کے اعتبار سے
پتے اور پتے مسلمانوں میں اور جہیز مسلمانوں کو مسلمان ہی رہنے دینا چاہیے؟

لوگوں کا مسلم ہونے کی ان معمولی بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوا تھا، ہوسکتا تھا؟ اس زمانے میں تو
یہاں ہی اختلافات کے خلاف کرنے والے مسلمانوں کے خلاف نفرت و طعن کا یہ عالم تھا کہ جب لہیز ہونے
کی ضرورت سے پیشینہ چلی گئی اور ہندوئی پر مسلط تھا، تھانہ ہندوئی کو لہیز ہونے سے لڑ گیا تھا
یہ نکلا تھا کہ حکومتوں کے جملے ان لوگوں کے حق میں انٹھ تھری آئیں گے؟

یہ مطلب اس طرح لوائی سے صرف اس قدر ہے کہ اس زمانے میں ذہنیت ہی اس قسم کی ہو گئی
کہ ہم نے خود مراد کو بھونے مافی رکھ دیا تھا اور یہ تمام سیکائی اس مافی میں سدھ اور ان کی لا شکر تھا، یعنی
جی تو کہتا تھا کہ مسلمان ایک ہی نہیں ہے، وہ مسلمانوں کا یہ خواہ نہیں، اس کا حق نہیں، شوکر جو ظالم ایک ہی
نہیں تھے ان کی حکمت، عزت اور منزلت میرے دل سے اسکل نکل گئی تھی، مگر اب اس سال کے ہندو
حکومت پر لوگوں کے ہاں تو عرق بنام میں عرق ہو جا رہا ہے۔

اب جبکہ حضرت اقدس کی جہاد شاہان، طہنیت، ہندوئی اور ہانگہ رسالت میں ان کی خود غرضت

مجھ پر آشکار ہو چکی ہے اس لیے بصیرت طلب استہانی عاجزی اور فروتنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی خطا و گستاخی کی معافی طلب کرتا ہوں، استغفار کرتا ہوں، توبہ کرتا ہوں، اظہارِ برداشت کرتا ہوں اور اس ضمن میں گناہ کو اس نیت سے شائع کرتا ہوں کہ قارئین سے حق میں دکھائیں کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ کو قبول فرمائے اور میرے گناہوں کو معاف کر دے اور قیامت کے دن مجھ سے اس گستاخی پر مواخذہ نہ کرے جو میں نے اس کے مغرب باگاہ بندہ کی جناب میں روا رکھی تھی۔ تَبَّ اِنِّیْ اَعْطَيْتُ النَّفْسَیْ فُلْکَ مَا عَطَيْتَہَا۔

فصل دوم

اکتوبر ۱۹۵۶ء کا واقعہ ہے کہ میں بی بی ماریٹ کراچی میں میں سکا انٹیک میں کھڑا تھا کہ ایک کار میرے قریب آگئی اور اس میں سے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری باہر نکلے اور سری طرف بڑھے نہیں لے آگے چلے کہ سلام کیا، حضرت نے حسب معمول مجھے معافی سے سرفراز فرمایا، اس کے بعد فرمایا کہ اگر میں فرصت ہر تو میرے ساتھ بیٹو تم سے ایک فریڈنگ گھنٹہ کرنی ہے، میں نے عرض کی کہ سرورِ عظیم، حضرت نے فرمایا کہ کہا کہ برس گاڑنا بیٹو، وہاں بیٹو کچھ ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد حضرت نے مجھے اپنے ساتھ لے کر ایک بیٹو چمکے اور فرمایا کہ میرے سزاؤں کے کل مجھ سے کہا کہ ایک صاحب نے جن کا نام پڑھ لیا ہے وہ بیٹو چمکتی ہے اور خانہ حجاز کی شرح میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سعید حسین احمد صاحب مدنی کی شاہین احمد میں گستاخی بھی کی ہے اور ان اشعار کی شرح میں جو اقبال نے حضرت مدنیؒ کے بارے میں لکھے ہیں اقبال کے ان اشعاروں کو بھی نظر انداز کر دیا ہے جس کے بعد ان اشعار کو جو بی بی کا عدم ہون چکا ہے، حضرت نے فرمایا کہ میں نے اُس سے کہا کہ میں شائع کو نہ پڑھی جانتا ہوں، انشاء اللہ لاہور میں بیٹو کچھ اُن سے اس معاملے میں گفتگو کروں گا لیکن جس اتفاق سے آج تم مجھے یہیں مل گئے اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ تمہاری توجہ اس طرف مبذول کروں اور تمہاری لفظ قلمی کا ازالہ بھی کر دوں۔

لے حضرت لاہوری سے میرے ساتھ کئی سالوں میں کا ہونے سے تقریباً اسی برس پہلے ۱۹۳۹ء میں میں میرا جو اسلام نے حاصل کیا وہ اسلام ہی کے لیے تھی، میرے ہر دم کی گرائی میں نے اس وقت اسلام کی نام کیا تھا، اس کے بعد میں نے جس کے ساتھ حضرت لاہوری سے میرا تعلق بن گیا ہے، میں نے اس کے ساتھ میں نے کئی اور بات حاصل کرنے کے لیے حضرت لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

کے باہرین مائل تھا ایک نکتہ ہٹ گیا اور ان کی عظمت کا ایک نہ ہونے والا نقش میرے دل پہ قائم ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں حضرت لاہوریؒ سے ۲۶۲۵ سال سے واقف تھا اور مجھے یقین تھا کہ عموماً ان کی زبان سے نہیں نکل سکتا، اس لیے ان کی گواہی کے بعد مجھے کسی ذیل کی حاجت باقی نہیں رہی۔

مارچ ۱۹۵۶ء میں کراچی سے نقل مکانی کے لئے لاہور واپس آیا تو لندن کی میں پہلا انقلاب یہ دیکھا کہ حضرت لاہوریؒ کی مجالس ذکر میں شرکت شروع کی، حضرت اس سید پر خصوصی توجیہ فرماتے تھے، ایسے جلسوں ذکر میں اپنی جائزہ جانب پہلو میں جگہ دیتے تھے اس کے علاوہ جب کبھی تنہائی میں ملاقات ہوتی تھی تو بالآخر شیخ الاسلام حضرت اقدسؒ کے کمال اور روحانی کا ذکر فرماتے تھے ان تذکروں کا سبب یہ ہے یا فرمیں کہ ہوا کہ چند ماہ کے بعد مجھے حضرت اقدسؒ سے ملاقات ہو گئی پہلی بار سے عشق سے تعبیر کئے گئے ہیں، چنانچہ جب ۵ دسمبر ۱۹۵۶ء کو اخباروں سے معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؒ کا اصل ہو گیا تو مجھ پر زندگی میں پہلی مرتبہ فراق کی کیفیت طاری ہوئی، میں اُس زمانے میں مسجد شاہ چراغ میں مہر اتوار کو شنوی کا درس دیتا تھا اور اپنی علم جاتے ہیں کہ شنوی کا سارا تار و پود عشق اور فراق انہی دو چیزوں سے مرکب ہوا ہے اور عمل شنوی ان دعا ہدائی شرطوں کی تفسیر ہے۔

بشنوانہ نہ چوں حکما می گند از بدائی با شکایت می گند

کز نیساں مرا تا بہر بیواتہ از انیم مر و عدان تا ایواتہ

یعنی روح انسانی جو ازل سے محبوب حقیقی کے عشق میں مبتلا تھی سب دنیا میں آئی تو فراق کی کیفیت سے دوچار ہو گئی، فقیر مختصر عشق اور فراق پر شنوی کے دو بیادھی تصدیقات ہیں اور اس کا تصدیق نہیں کیا دوسرا پراستعداد خواہ ہے۔

مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں اپنے محبوب سے جدا ہو گیا ہوں، اندکیر، یہ کتنا عظیم انقلاب تھا بلا میرے ضمیر کی گہرائیوں میں رونا ہوا اور شخص جس سے مدتوں تک ن فرت کتاب اور ہی شخص اب میرا محبوب بن چکا تھا اور اسی لیے اُس کی وفات کی خبر پڑے کہ مجھ پر فراق کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

میں نے شنوی کا درس سنوی کر دیا، اور مجلس میں بے اطلاع کیا کہ اُحدہ مجالس میں حضرت اقدسؒ کے کمال روحانی کا بیان کروں گا، چنانچہ یہ سلسلہ پارہا پارہ جاری رہا، عام قارئین کی آگاہی کیلئے یہ ضابطہ عشق و فراق ہے کہ حضرت لاہوریؒ کی تصنیف بہر میں نے منقش حیات اور مکتوبات شیخ الاسلام کا مطالعہ کر لیا تھا۔

۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء تک حضرت دہلویؒ کی لباسی نوکر میں شرکت کا سلسلہ جاری رہا اور اس عرصے میں حضرت موصوفیؒ نے اپنے ارشادات سے مجھے حضرت اقدسؒ کے مقام سے بڑی حد تک آگاہ کر دیا تھا ان ارشادات کی روشنی میں اگر ایک طرف مجھ پر حضرت اقدسؒ کے کمالات دہلوی سے آگاہی حاصل ہوئی تو دوسری طرف یہ حقیقت بھی منکشف ہوئی کہ حضرت اقدسؒ انگریزوں کو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن نہیں کہتے تھے، چنانچہ حضرت اقدسؒ سے تعلق کی بدولت میرے دل میں بھی انگریزی زبان، انگریزی لباس، انگریزی وضع قطع اور انگریزیت سے دلزدگی میں پہلی مرتبہ نفرت کا جذبہ پیدا ہوا حالانکہ میں اپنی زندگی کے ساٹھ سال اسی سنت میں گزار چکا تھا اور اگر کاغذ پر تو یہ بوجھ پر صادق آتا تھا۔

عزیز وہ ہے ہنسا کھڑی میں بات وہ ہے بھرا نیر میں پیچھے
 حضرت اقدسؒ فرمایا کرتے تھے کہ جانا اسکی دشمن ہندو نہیں انگریز ہے۔ چنانچہ جب میں نے اس نام سے تاریخ عالم کا مطالعہ کیا تو اس ارشاد کی صداقت مجھ پر سطرہ روشنی کی طرح آشکار ہو گئی، اللہ عزوجل نے میرے دل پر ایسے اثر آراہی کرنا انہوں نے ان شعروں میں کتنی سچی بات کہی ہے۔

زیادہ اگے سے بھڑکڑا کر بد سے یہ خودی سوکھ لو دل میں آگ لگ چکا ہے
 چاہتے ہیں کہ غنڈہ ماراں ہو قوت وہ چاہتے ہیں کہ سلانی ہو خلد وہ

اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ شریع سے بلاغت کا خون نہ چلے گا تو نیتنے اور مسلمانوں کے گنہگار اور ان دونوں میں فرق کو بھی واضح کر دیتا۔

حضرت دہلویؒ کے وصال کے بعد زندگی میں ایک غلاما محسوس ہونے لگا، اگر یہ سب نیتنے کو کان ترس گئے، ہاں تاخیر ۱۹۶۵ء میں غزنی جہاں زلیخا نے بی بی زلیخا کو اپنی ہاتھی کیفیت سے آگاہ کیا اور محکمہ تبریز سے جہاںی کے بعد دل کسی صلاح الدین کو ڈھونڈنا شروع کیا، انہوں نے الزام و لطف اس عاجز کو مشورہ دیا کہ خوش قسمت سے حضرت اقدسؒ کے خلیفہ مجاز مولانا سید طاہر علیا صاحب مدظلہ العالی لاہور میں سکونت پذیر ہیں، تمہارے حق میں صلاح الدین بھی ثابت ہوں گے اور حسام الدین بھی۔

چنانچہ ۱۹۶۵ء میں اس عاجز نے حضرت مدنیؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا سید طاہر علیا صاحب مدظلہ العالی لاہور میں مقیم ہوا، ہر قسم جاسوسہ ذمیہ لاہور سے رشتہ ادا کرتے ہوئے عقیدت استوار کیا اور استواری کے بعد یہ عرصوں بٹھا کر کھائی حرم نئے پھر میرے ہی لیے کہا تھا۔

شکر کہ جس تازہ بنزل رسید

جب میرا نے اس بات کی اطلاع قاضی صاحب موصوف کو دی تو انہوں نے مجھے لکھا کہ اب جب حضرت اقدس کا مقام آپ پر واضح ہو چکا ہے اور آپ ان کے واسطے سے وابستہ ہو گئے ہیں تو آپ کو لازم ہے کہ گذشتہ زمانے میں آپ کے قلم اور آپ کی زبان سے جس قدر گستاخیاں حضرت اقدس کی شان میں سرزد ہو چکی ہیں ان کا صدقہ دل سے اعتراف کیجئے اور توبہ نامہ شائع کیجئے تاکہ (۱) قیامت کے دن مواخذہ اور حساب دونوں سے محفوظ رہ جائیں (۲) حضرت اقدس کی توجہ اور ان کے روحانی فیض سے بہرہ ور ہو سکیں (۳) اور ان لوگوں کا بھلا ہو سکے جو عدم واقفیت کی وجہ سے آج بھی حضرت اقدس کی طرف سے سودا لیں رکھتے ہیں جس طرح آپ خود عرصہ دراز تک اس غلطی میں مبتلا رہ چکے ہیں۔

دوسری مرتبہ ۲۰ جنوری ۱۹۶۵ء کے خط میں لکھا: میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ اکثر اوقات لوگ اہل اللہ کا صوبہ ایک ہی ٹیٹ دیکھتے ہیں اللہ نے آپ پر خصوصی فضل فرمایا ہے اگر آپ صیانتہ لنفس اسے موضوع پر ایک مقالہ پھر رقم فرمادیں جس میں حضرت بطغ نور اللہ مقدمہ سے آپ کی نسبت کا ذکر بھی آجائے تو بڑا مفید ہے گا اور بہت سے لوگوں کا ماہنامہ ہوگا۔

تیسری مرتبہ یکم اپریل ۱۹۶۶ء کے خط میں لکھا: آج ایک بہت پاکیزہ مجلس میں آپ کا ذکر پھر آ گیا اس لئے بطور یاد دہانی عرض ہے کہ ضرور ایک جامع مضمون اپنی انابت پر تیار فرمائیں اس سے اللہ اللہ دوسروں کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

چوتھی مرتبہ ۱۲ اپریل ۱۹۶۶ء کے خط میں لکھا: آپ کے اس مضمون سے انشاء اللہ کئی بھنگے ہوئے اور گندہ فیہ انسانوں کو نور ہدایت مل جائے گا اور وہ نور خاتمہ سے محفوظ رہیں گے۔
پانچویں مرتبہ اپنے ۲۴ اپریل ۱۹۶۶ء کے خط میں لکھا: کلام اقبال کی شرح میں جہاں جہاں بتا کا قلم مردود ہے سے تجاوز کر گیا ہے اگر فی الحال بہت جلد ان عبارتوں سے رجوع فرمائیں تو یہی صرف بہتر نہیں بلکہ ضروری ہے۔

میں نے یہ اقتباسات قصداً درج کیے ہیں تاکہ قارئین ہر حقیقت واضح ہو سکے کہ اس قدر تاکید کے باوجود میرا نفس اپنی گستاخیوں، غلطیوں اور کوتاہیوں کے اعتراف پر آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ قلندریں خود کریں کہ اپنی غلطیوں کا اعتراف نفس پر کتنا دشوار ہے، قاضی صاحب مسلسل متوجہ کر رہے ہیں مگر نفس ہے کہ نفس سے مس نہیں ہوتا، مسلسل مجھ سے یہی کہتا رہا کہ اس اعتراف سے تیری کس قدر بھنگی ہوگی اور یہاں کی

نظر و دل میں تو کس قدر ذلیل ہو جائے گا۔ وعبود الذل من الخسرات

اس عرصے میں، ایک دفعہ بھی میں کفّس کی گرفت سے آزاد نہیں ہو سکا یعنی اس سے یہ نہ کہہ سکا کہ جب قیامت کے دن خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تو نے میرے مقرب باگاہ و بندے کی شان میں یہ گستاخی کس بنا پر کی تھی تو کیا جواب دوں گا؟ اور جب فرمائے گا کہ تھیقتہ بحال سے آگاہ ہو جانے کے بعد کیا چیز تجھ کو اعتراضات گناہ سے روکتی رہی؟ تو کیا غلامی میں کروں گا؟ اور جب ہمیں مغل میں یعنی اللہ کی بارگاہ میں میری رزوائی ہوگی تو کیا وہ رزوائی اس دنیا کی سبکی یا پتھیر سے بدرجہا زیادہ نہ ہوگی؟

سچ ہے ریت سے جل نکالنا آسان ہے مگر کفّس اتار دینے کے پھندے سے اپنے آپ کو نکالنا بہت مشکل ہے، انسان خبیث، الایمان تہتا دنیا والوں سے ڈرتا ہے اگر خدا سے اتنا ڈرنے لگے تو بلاشبہ فرشتہ بن جائے، سچ کہا شیخ سعدیؒ نے۔

گر وزیر از خدا تر سیدے چمنان کز ملک ملک بوسے

جب قاضی صاحب نے دیکھا کہ میں مسلسل بیت و وصل سے کام لے رہا ہوں اور وعدوں کے باوجود ایٹانے وعدہ نہیں کرتا تو انہوں نے میری حاجت سنبھالنے کے لیے اپنے دینی حُرکات سے آخری حیر نکالا یعنی ۲۲ مئی ۱۹۶۶ء کے خط میں لکھا۔

”بہر حال آپ کی طرف سے فی الحال اگرچہ سطور ہی خداک الدین ہمیں کہاں ہیں تو بہتر ہیں، مثلاً شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ معویزہ کی شان گرامی میں میرے ظلم اور میری زبان سے جو کلمات ناشائستہ صادر ہو چکے ہیں ان سے صدقہ دل سے ناام ہو کر رجوع کرتا ہوں، اس پر تفصیلی مقالے کا انتظار فرمائیں۔“

یہ بھی قاسمیتھو الحدیث کا مصداق ہو جائے گا، ہمیں آپ سے بار بار اس لیے عرض کر رہا ہوں کہ سالک کے اکثر مقامات شیخ کی شای میں پڑا دینی سے نہ صرف ترک ہاتے ہیں بلکہ سطاغت سمجھ جاتے ہیں!

چھ وقت میں نے یہ آخری جملہ پڑھا تو مجھ پر جو کیفیت طاری ہوئی اسے اس مصرعے واضح

کیا جا سکتا ہے ع تزلزل و ابوان شیطان آکتاد

دوسرے نظموں میں اس فقرے نے میری توحیدی کو سیدار کر دیا، چنانچہ میں نے اپنی ہمت اور اپنے

انتظار دونوں تھا اسلئے سے ایک وقت کام لے کر لٹس سے کہا، میری جاتی عبادت ہے اسلئے سے دعا کرو کہ اس
 اسلئے ہی مجھ گئے سنی دل ہی مر گیا تو پھر و محمد یوسف اور عدم یوسف دونوں یکساں ہو گئے، کیا گئے
 اقبال کا چہرہ نہیں پڑھا ہے

مجھے یاد ہے دل نہ تھوڑا کرے کہ کائنات جہاں سے جہاں سے

اسے لٹس باکر مر لول مر گیا تو پھر مجھ میں اور عمار میں کوئی فرق نہیں رہے گا، میں نے بیرون آکر کہا، ما نادر
 حقیقت حال سے آگاہ ہو جانے کے باوجود اعتراضات گناہ نہیں کیا لیکن سب سے سلسلے ننگ اور وہ
 کا سوال و پیش ہے اس لیے تم کہتا نہیں، مانوں گا، پھر نکلیں اندھا تھا جی حضرت اقدس کے مقام سے
 آگاہ تھا اس لیے میں نے واقعی حضرت موصوف کی اپنے قلم اور اپنے زبان سے ان کی شان میں گستاخیاں کہیں
 میں غلطی ہو گئی تھی اس لیے کہ میں نے اور باطل میں تیر کی صلاحیت حقوق ہو گئی تھی، پھر رشک
 اس نے مجھے قبل وفات تحریر اور انابت کی توفیق عطا فرمائی۔

جب تک خداوند تعالیٰ کے ساتھ بلا ہلا ستوارہ ہو انسان کسی بی، کسی برائی، کسی بھاری بھاری
 بددعا سے باز نہیں آسکتا۔

حقل سے صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس دنیا کا بنانے والا کوئی ہے، خداوند یہ خداوند تو نہیں بن گیا
 بس یہاں حقل کا کام ختم ہو گیا ہے، لہذا انسان کا خلسے رابطہ تو قائم ہو گیا ہے مگر وہ ابلا زندہ ہو گیا نہیں
 ہوتا یعنی اس کی بدست زندگی میں انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا، لیکن عشق خدا کی جاتی کا عقین بہا کر دیتا ہے
 اور عقین کامل کے بعد رابطہ پیدا ہوتا ہے وہ زندہ یا مژد ہوتا ہے سنی ماسک کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوتا ہے۔
 دنیا کی تاریخ اسٹار دیکھ کر کسی لکھنے یا عشق نے اپنے شاگرد کی زندگی میں انقلاب پیدا نہیں کیا، جسے صرف
 عاشقوں کی عزتیاں سر پر رکھنے سے حاصل ہوتی ہے، اسی لیے میرے مشورے نے سلطان بنی کہ جو تیاں سر پر رکھ لی تھیں۔

عام قارئین کے لئے وضاحت ضروری تھی، خداوند محرمی قاضی صاحب اس جہیدی جیلے کی اجیت کا اندازہ
 نہیں کر سکتے تھے، شیخ کی شانوں میں بے ادب سے درجہ اکثر مقامات رکھتے ہیں بلکہ ملائمت ہی تجھیلاتے ہیں۔
 ان تفصیلات کے بعد اب میں سب سے پہلا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس وقت سے پہلے مجھے
 تریا و انابت کی توفیق عطا فرمائی، اس کے بعد حضرت مولانا احمد علی صاحب کیلئے دعائے شکر کہتا ہوں کہ انہوں
 نے مجھے حضرت اقدس کے مقام سے آگاہ فرمایا اور اس کے بعد مجھ پر قاضی قاضی صاحب کا شکر ادا کرتا ہوں کہ

انہوں نے مجھ اس کا غیر پیمانہ دیکھا اور میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہوں کہ اے اللہ اے
 حافظ الدنوب وقابض العيوب بلے غفور الرحیم ! لا الہ الا انت ولا قاضی الحاجات الا انت ولا
 حافظ الذنوب الا انت ولا مدعی الحقیقة الا انت ولا موجدی الحقیقة الا انت۔
 یہم کو کہیم میں اپنے گناہوں کا سدھال دینے سے اعتراف کرتا ہوں میری ساری گناہوں کو فرما دیجئے کہ
 سے وہیں آئینہ بگیر غرتہ کہلئے خود صحیان نائتہ
 بدگزر مجھ دست برائی تھے حضور بل محمد صلا تھے

اسے سزا دیا گیا ہے جس کا قلب اقرار کرتا ہوں کہ میں نے تیرے تہول باگاہ اور برگزیدہ بندے سے
 فتح الاسلام بجا دیا ہے مقدمہ اعزاز میں تیرے قاتل کا طعن تیری دشمنی و دوستی کی گواہی میں لکھا ہے کہ
 صاحب معنی تھی سرور المؤمنین کی شان اقدس میں اپنے قلم اور اتنی زبان سے بڑی گستاخیاں کیں ہیں کہ
 اس نالائق اور حماقت کو کسی پورے میں نہیں جھپٹا جا پاتا مگر انہی صاف نظروں میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔
 لے اشد! میں اندھا و جاہل اور احمق اور عقل و خرد سے بیگانہ ہو گیا تھا، یہی وجہ ہے کہ میں شخص نے
 حرم نبوی میں بیٹھ کر پندرہ سال تک درگاہ کی تعمیر و تہذیب کی اور ساری عمر اتباع رسول میں بسر کر دی تھی
 مقام رسول سے یہ غیر قرار دیتا رہا بلکہ اس کی شان میں گستاخیاں کرتا رہا اور تم ہلکے تمہ کو گستاخیاں
 پھینک کر تار رہا۔

لے اشد! یہاں کی ذلت اور روانی مجھے غصہ پہنچا تھا تو میں ہی سراپا غصہ اور کرم گناہوں نے مجھ
 میں اور کوئی غول ہے جس پر ناز کر سکتا ہوں، مجھے قیامت میں اپنی غلطی اور اپنے محبوب کی ناراضگی سے محفوظ رکھو۔
 لے اشد! میں ڈرتا ہوں اور سخت زہر بلا نام ہوں اس بات سے کہ قیامت میں جب حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مجھ پر پڑے گی تو حضور کہیں مجھ سے اس انظار میں مطلب نہ فرمائیں کہ اچھا تو تم
 ہون گستاخ اور بدین! جس نے میرے اس عاشق صلوٰۃ کی شان میں بیجا و بلی کی تھی جس نے میرے
 دین کی ہر بندی کی خاطر اور میری محبت میں ساری عمر قید بندگی و دعوتِ نبوی اور طوق و سلاسل کو بیک کہا
 جس نے میری محبت میں میرے دین کے دشمنوں کے نفاق جہاں دیکھا اور تادم آخر گلہ زنی کہا، جس نے
 میری خاطر ماناں میں مصائب بھیجے، جس نے میری محبت میں کراچی کا جیل کاٹا، جس نے اعجاز کلمہ اللہ
 کے پیمانہ گریز علیہ ما علیہ سے نکلی، جس نے میری آہستہ کی بہبود کے لیے دن میں قرآن و حدیث کا درس

دیا اور رات میں دشمنانِ اسلام کے خلاف سانی جہاد کیا، جس نے اسلام کی خاطر غیروں کے طعنے سنے اور اپنوں سے گالیاں کھائیں اور گالیاں کھانے کے بے مزہ ہونا تو دور کنار اُن گالیاں دینے والوں کے حق میں دعائیں کیں، جس نے اپنی تمام متابع حیات ٹھہر بشار کر دی۔ تو اُس وقت میرا کیا حال ہوگا؟ کون سا آسمان مجھے پناہ دے گا اور کون کی زمین مجھے ٹھکانا دے گی؟

اسے اللہ حضورِ رستہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک نگاہِ عتابِ میری عاقبت کو برہا کرنے کے لیے کافی ہے۔

اسے اللہ حضورِ رستہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس نگاہِ عتاب سے بچنے کے لیے میں اس دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور رسوائی برداشت کرنے کو تیار ہوں۔

اسے اللہ اب میں صدقِ دل سے توبہ کرتا ہوں، میری مغز شوں، غلطیوں اور گستاخوں کو معاف کر دے جو میں نے اپنے شیخِ طریقت، مخدومِ نعت، حرمِ رازِ نوت، اوقاتِ سرورِ رسالت اور آشنائے مقامِ محمدیؐ و علیہ افضل الصلوٰۃ والتسليم کی شان میں روا رکھی تھیں۔

اسے اللہ! اپنے مقبولِ بارگاہِ بندوں کو توفیقِ عطا فرما کہ وہ میرے حق میں معافی کے لیے دعا کریں، مجھے یقین ہے کہ تو اُن کے وسیلے سے مجھ پر رحم کرے گا اور مجھ سے میرے شیخِ بکر شیخِ ابو نعیم حضرت مدنیؒ کی نسبت عالیہ سے حق نہ وافر عطا فرمائے گا اور مجھے اُن کے کفیلِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

ربت تقبل منی اناک انت

السمیع العلیم وتبخلت

اناک انت التوب الترحیم

وصلی اللہ تعالیٰ عن

حبیبہ وعبیدہ

در سولہ

الکریم

اس سلسلے میں قاضی کی نو برہنہ غلطیوں کے سبب ذیل تقریبہ کی طرف مہذبہ لکھی جاتا ہے۔

You may be living in any religion or caste or creed that has nothing to do with the business of the state you will find that in course of time HINDUS would cease to be HINDUS and MUSLIMS WOULD cease to be MUSLIMS not in the religious sense because that is the personal faith of every individual but in the political sense of citizens of the state.

(Prof. Qureshi Azam SPEAKS FOR PUBLICITY KARACHI 10 11)

۶۔ یہ سب باتیں جو اس سے نقل کی گئی ہیں ان کا رد و ٹھک سے کول میں اس

پتے پر لکھی جاتی ہیں۔

۷۔ یہ سب باتیں جو اس سے نقل کی گئی ہیں ان کا رد و ٹھک سے کول میں اس

پتے پر لکھی جاتی ہیں۔

پروفیسر انصاف قاضی نے اس سے سوال کرتے ہیں کہ کیا قرآن مجید کے قادیانوں اور کفار کے لئے جو الفاظ بلا جبروں نے انتہائی زوردارانہ جنت میں ارشاد فرمائے تھے، بعد از حیرت حضرت سید حسین احمد علی نے اس طریقہ سے ان کے نظریات کو کسی درجے میں بھی مختلف نہیں کیا، یہودیوں کو جہنم دہشتہ (جہنم) میں داخل فرمادیا اور ان کے مذہب کے بیان کی مزید وضاحت کے لئے خود کمال کی مجلس قائمہ ہائے طرز و اقتصادوی احمدیہ کے چیئرمین صاحب علی زوروی کا اثر و بدنیہ نامہ لکھی ہے۔

— میں قائمہ عظیم کے ساتھ رہا ہوں، تحریک پاکستان میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، قادیانوں نے کبھی اسلامی مکتب کی بات نہیں کی، پاکستانی مسلمانوں کا ملک تھا، نہ کہ اسلامی، اگر ایسا ہوتا تو قائمہ عظیم منصف کو اپنے والدین کے لئے جہنم بھی بھیج دیتا، یا ان کو ذریعہ نون بتاتے جو اسلامی قوانین بتاتا، یہ تو ۱۹۴۳ء کے آئین میں پہلی مرتبہ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان قرار دیا گیا، اس سے پہلے اس دستور میں نہ تھا، جو لوگ آئی کر رہے ہیں، پاکستان کا مذہب کیا، اگر ان کا منصف خطا بلتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو مولویوں نے اس وقت پاکستان کی مخالفت کر لیا، اس وقت یہ سب پاکستان کے مخالف تھے، آج پاکستان کے بارے میں جتنے بھی لکھے ہیں، سوائے مولانا مودودی نے خود لکھی کتاب میں پاکستان کی مخالفت کی تھی، اس وقت پاکستان کو بھیتستان کہا تھا، آپ ۱۹۴۸ء کی قرارداد پر بھی اس میں کہاں لکھا ہے، کہ پاکستان اسلامی ملک ہوگا۔



الْحَمْدُ لِلَّهِ

چراغِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روشنی میں جو سفرِ حق نے ۱۹۹۳ء میں شروع کیا تھا وہ اب اختتام پذیر ہو رہا ہے اور ساغرِ منزلِ مقصود کے قریب تر ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس سفر کی برکات اور عمرات سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

جب یہ سفر شروع کیا گیا تھا تو خیال تھا کہ چند ایام میں یہ سفر طے ہو جائے گا مگر جتنا قدم اٹھتا گیا رستے میں کچھ ایسی مشکلات آتی گئیں جن سے جہدہ برا ہونا مجھ جیسے ناتواں کے لیے ایسے مشکل تھا کہ۔

(الف) عرصہ چار سال سے وجعِ القلب کا شکار ہونے کی وجہ سے گھنا پڑھنا تقریباً متروک ہے، یہ بھی حضرت مدنی نور اللہ قادری کی کھلی کراہت سے کہ ضیعتِ البیان کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر جنتِ عطا فرمادی کہ اس موضوع پر کام کرنے کی سعادت مستر ہوتی گئی۔

(ب) اگرچہ حضرت قدس سرہ العزیز کے حالات پر آپ کی حیاتِ طیبہ ہی میں اجمالاً اور تفصیلاً لکھنے کی سعادت بعض ذہلِ قلم کو حاصل رہی ہے مگر ان میں سے کچھ کتابیں تو آج نایاب ہیں اور کچھ کیاب ہیں اور بعض تک رسائی مشکل ہے، اس لیے حضرت کی زندگی کے سب حالات کا مطالعہ مشکل امر تھا۔

(ج) حضرت رحمہ اللہ کی حیاتِ مبارکہ کے کئی شعبے متنوع حیثیت کے ہیں۔ تدریس و تعلیم، تبلیغ و ارشادات، احسان و سلوک اور سیاسیات، ملکی میں نہ صرف شرکت بلکہ رہنمائی و رہبرانہ ایسے شعبے ہیں جن کے لیے ان کے متعلقہ لشکرِ بچہ کا مطالعہ کن ضروری تقاضا جن کا مہیا کرنا بذاتِ خود ایک مشکل امر تھا۔

لہذا ان سب حوائج کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کتاب اختصار کے باوجود اس قدر جامع ہو گئی کہ حضرت قدس سرہ العزیز کے حالات میں اس قدر جامع کتاب

تمام شائع نہ ہو سکی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر حضرت کے خدام اور عاتقہ المسلمین کو
کو رہبیرت سے نوازے۔ آمین

آخر میں احقر ان تمام احباب اور اعزہ کا شکر گزار ہے جنہوں نے ترتیب کتاب اور
طباعت و اشاعت کے مراحل میں اعانت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے
نوازے اور حضرت کے علوم و فیوض سے مستفید و فرعطا فرما کر اَلْحَقِيقُ بِالْمُضْلِمِیْنَ کے قلام سے
گروہیں داخل فرمائے۔ آمین

وَمَا تَدْرِيكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

رقاصی محمد زاہد ایسی

جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ / نومبر ۱۹۹۴ء

ماخذ چراغ محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

نمبر شمارہ	نام کتاب	نمبر شمارہ	نام کتاب
۱	القرآن الکریم — مشکوٰۃ شریف	۱۳	اعتراف فقہیہ (توڑ نامہ) پروفیسر یوسف علی بیگ شہیدی
	تأیقات شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ	۱۵	اعترافیت پید عطا اللہ شاہ بخاری کی پیش گوئی
		۱۶	آئمہ تبلیغیہ انہ مولانا رفیق احمد دلاوریؒ
۲	اسیرانہ	۱۷	ایسٹ انڈیا کمپنی [انہ منفعی انتظام اللہ شہیدیؒ اور باغی علماء]
۳	الشہاب الثاقب	۱۸	بانگ درا انہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال
۴	مکتوبات شیخ الاسلام (جلد ۱)	۱۹	باقیات اقبال
۵	نقش حیات (جلد ۲)	۲۰	بصرہ پیک و ہند میں [از قاضی محمد ضیف چار معصرتحریرات]
	دیگر کتب	۲۱	بہادر شاہ ظفر اور اس کا عہد
۶		آب کوثر انہ شیخ محمد کرام	۲۲
۷	ابوالکلام آزاد انہ افضل حق قریشی	۲۳	تاریخ الادب العربی انہ بروکلن
۸	آپ بیتی انہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	۲۴	تاریخ دارالعلوم دیوبند از قاری محمد طیب صاحب
۹	آپ بیتی انہ مولانا مفتاح الحق تھانوی	۲۵	تاریخ دارالعلوم (جلد ۲) انہ سید محبوب رضوی
۱۰	آثار رحمت انہ مولانا امداد صاحب ری	۲۶	تجلیات عثمانی انہ پروفیسر نور الحسن شیرکئی
۱۱	ہرمغان حجاز انہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال	۲۷	تحریرات شیخ الہند انہ مولانا سید محمد میاں
۱۲	التیسرہ البصیرہ انہ مولانا ابوالحسن علی ندوی		
۱۳	الطرائف والنظر ائت حکیم الامت حضرت تھانوی		

تبر شمار	نام کتاب	تبر شمار	نام کتاب
۲۸	تحریک ہجرت انہا شاہد حسین	۴۹	سرگذشت اقبال انہا شاعر عظیم اسلام خورشید
۲۹	تذکرۃ الرشید انہا مولانا عاشق الہی میرٹھی	۵۰	سراج الادبیات انہا مولانا قاضی محمد ظہار حسینی
۳۰	تذکرہ صرفیت بنگال انہا اجماع الحق قدوسی	۵۱	سوانح قاضی ۲ جلد انہا مولانا ناصر حسن گیلانی
۳۱	تذکرہ شاہ عبدالغفور جامی انہا کرنل فیوض الرحمن	۵۲	سیرت مسیح موعود انہا عرفانی
۳۲	تذکرۃ المفسرین انہا مولانا قاضی محمد زاہد حسینی	۵۳	سیاست کے فرعون انہا وکیل نجم
۳۳	تقسیم ہند افسانہ و تحقیقت انہا ایچ ایم سروانی	۵۴	شمالی تہذیب مع انحصار
۳۴	گملہ الاعتدال انہا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا	۵۵	شاہراہ پاکستان انہا چوہدری خلیق الزمان
۳۵	جلیانوالہ باغ انہا ابوالہاشم ندوی	۵۶	شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی انہا فرید الوہیدی
۳۶	جمیعتہ العلماء ہند انہا محترم مدوزینہ پروین	۵۷	شیخ الاسلام کے شیر انگیز واقعات انہا اسد بونگلو
۳۷	عاجی امداد اللہ مہاجر مکی انہا کرنل فیوض الرحمن	۵۸	شیخ الاسلام کے تیا و کارنامے انہا ڈاکٹر رشید الوہیدی
۳۸	اوران کے خلفاء	۵۹	شیخ اسلام حضرت مدنی انہا ڈاکٹر ابو سلمان
۳۹	حقائق اسٹن انہا شیخ الحدیث مولانا جواد الحق		ایک سیاسی مطالعہ شاہجہان پوری
۴۰	حکایات و علیائے نبوی انہا اجماع احمد گھالوی	۶۰	طبقات کبریٰ انہا امام سبکی
۴۱	حیات شیخ الحدیث انہا حضرت میاں سید محمد حسین	۶۱	علماء ہند کا شاندار ماضی انہا مولانا سید محمد میاں
۴۲	حیات عثمانی انہا پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی	۶۲	علماء سرحد کی تعریفیں ختم انہا کرنل فیوض الرحمن
۴۳	حیات شیخ الاسلام انہا مولانا سید محمد میاں	۶۳	غلام رسول بہار اور انہا پیر علی محمد راشدی
۴۴	خدو خال اقبال انہا محمد رفیق زبیری		پاکستان سکیم
۴۵	خونِ حریم انہا سید عبد الغفور شاہ	۶۴	فتنہ مٹو دیت انہا ابو النضر محمد زبیر الدین
۴۶	دارالعلوم کی روئیداد - ۱۹۳۳ء	۶۵	فیوض الحرمین انہا شاہ ولی اللہ دہلوی
۴۷	دعوتِ دین انہا امین احسن اصلاحی	۶۶	قائد اعظم محمد علی آج پروفیسر کرم حیدری
۴۸	ذکرِ طیب		شخصیت و کردار
۴۹	رحمت کائنات انہا مولانا قاضی محمد زاہد حسینی	۶۷	قائد اعظم محمد علی خٹو کے اسی میں انہا خواجہ قمر حید

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
۶۸	کھنکھولہ معرفت انمولانا عبدالقیوم حقانی	۸۳	الارشاد، انگلہ شہر
۶۹	عجب وطن اقبال انظر حسین برنی	۸۵	البلاغ، بیٹی
۷۰	مدیرہ منورہ اتم ڈاکٹر صالح علی مصطفیٰ دیروت	۸۶	البلاغ، کراچی
۷۱	مرد مومن اتم عبدالحمید خان	۸۷	الحرم، میرٹھ (بجارت)
۷۲	مسئلہ خلافت انمولانا ابوالکلام آزاد	۸۸	الحق، اکوٹہ تنگ
۷۳	اورجزیرۃ العرب	۸۹	احسن، لاہور
۷۴	مسلمانوں کے منزل سے انمولانا مولینا	۹۰	انخیر، ملتان
۷۵	دنیا کا نقصان ابو الحسن علی ندوی	۹۱	الصدیق، ملتان
۷۶	مسافران لندن اتم سر سید احمد خان	۹۲	الفرقان، نکتو
۷۷	مسلم لیگ کا دور حکومت اتم علی اکرم صدیق محمود	۹۳	القصیۃ، چارسدہ
۷۸	مشائخ دیوبند اتم مفتی عزیز الرحمن بجنوری	۹۴	برہان، دہلی
۷۹	مقدمہ سوانح قاسمی اتم مولانا سناظر احسن گیلانی	۹۵	تذکرہ، دیوبند
۸۰	مقامات فضیلہ بنہ محمد اسلم	۹۶	شریعت، تہجد (بجارت)
۸۱	مکاتیب شیدیہ اتم مولانا عاشق الہی میرٹھ	۹۷	عزقات، لاہور
۸۲	مکاتیب سہرا اقبال بنام	۹۸	قاسم العلوم، دیوبند
	سید سلیمان ندوی	۹۹	معارف، اعظم گڑھ
۸۱	شہ لاقام اتم جسوس، جاوید اقبال	۱۰۰	میتاشی، لاہور
۸۲	نمود اقبال اتم ڈاکٹر حسن جبر	۱۰۱	نمائے شامی، مراد آباد
	جرائد و رسائل	۱۰۲	نقوش خطوط نمبر، لاہور
	(ماہنامے)	۱۰۳	تقیب تقیم نبوت، ملتان
			ہفت روزہ
۸۳	اردو ڈائجسٹ - لاہور	۱۰۴	آئینہ دارالعلوم، دیوبند

نمبر شمار	نام کتاب	نمبر شمار	نام کتاب
	روزنامہ		۱۰۵ استقلال ، دیوبند
۱۱۳	الجیستہ ، دہلی		۱۰۶ چٹان ، لاہور
۱۱۴	آزاد ، لاہور		۱۰۷ خدام الدین ، لاہور
۱۱۵	انصاری ، دہلی		۱۰۸ صدقِ جدید ، لکھنؤ
۱۱۶	جنگ ، راولپنڈی		۱۰۹ کوثر ، لاہور
۱۱۷	نیمیں ، راولپنڈی		۱۱۰ مینہ ، بمبؤر
۱۱۸	نوائے وقت ، لاہور		۱۱۱ ہریجن سیوک
۱۱۹	ٹی ڈنیا ، دہلی		سہ روزے
			۱۱۲ زمزم ، لاہور

(ف) اجراء در سال میں سے ماہنامہ عرفات لاہور ہفت روزہ استقلال دیوبند
سہ روزہ زمزم لاہور اور روزنامہ آزاد لاہور اب بند ہو چکے ہیں۔

حیات مدنی نور اللہ مرقدہ کا خلاصہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

- ایم گرامی : سید حسین احمد — تاریخ نام : چچا رش محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
- والد ماجد : سید جنیب اللہ (نور اللہ مرقدہ)
- ولادت : مسافرت ، ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء
- داخلہ دارالعلوم دیوبند ، ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء
- فراغت : ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۷ء
- دستار بندی ، ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء
- بیعت قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ ، ۱۳۱۶ھ
- اعطاء خلافت ، ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
- ہجرت مدینہ منورہ : ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء
- قیام مدینہ منورہ : ۳۲ سال
- اسارت مالٹا : تین سال سات مہینے
- دعائی : ۲۰ رمضان ۱۳۲۵ھ مطابق ۸ جون ۱۹۰۷ء
- متعدد کراچی میں اسارت ، ۲ سال قید با مشقت
- قیام سلوٹ بطور شیخ الحدیث : ۶ سال
- آمد دارالعلوم دیوبند بطور شیخ الحدیث ، ۱۳۳۹ھ تا وقت وفات (۳۲ برس)
- اسارت (راؤ آباد (کوہاٹ) : جون ۱۹۲۲ء میں چھ ماہ قید با مشقت پھر توسیع غیر مہینہ قدرت کے لیے
- صدرت جمعیتہ العلماء ہند : ۱۹۲۳ء تا وفات
- رحلت : ۱۳ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ / ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء
- تلافی حدیث ، ۲۲۸۳ — مجاز طریقت غلط ، ۱۶۷ — مزار پرنوار ، دیوبند

ہمیں عاک ہمارے افسانے دیوبند سے زوال تک